افادات

مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانیؒ

مفتی اوّل دارالعلوم دیوبند (ولادت: سنہ ۱۲۷۵ھ وفات: سنہ ۱۳۴۷ھ)

ترتیب قدیم و تعلیق

حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحبؒ

سابق مفتی دارالعلوم دیوبند

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

اہم مقامات پر نظر ثانی

حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی
استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

ترتیب جدید و تعلیق

مفتی محمد امین صاحب پالن پوری
استاذ حدیث وفقہ دار العلوم دیوبند

فتاویٰ دار العلوم دیوبند

مکمل ومدلّل

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

جلد ہفتم

کتاب النّکاح

افادات

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی قدس سرہٗ

ترتیب قدیم وتعلیق

حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب رحمہ اللہ

ترتیب جدید وتعلیق

مفتی محمد امین صاحب پالن پوری

حسب ہدایت

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند

ناشر: مکتبہ دارالعلوم دیوبند

نام کتاب : مکمل ومدلّل فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ❁ جلد: ہفتم ❁

مسائل : کتاب النّکاح

افادات : مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانیؒ

مفتی اوّل دارالعلوم دیوبند (ولادت: سنہ ۱۲۷۵ھ وفات: سنہ ۱۳۴۷ھ)

ترتیب قدیم : مفتی محمد ظفیر الدین صاحبؒ، سابق مفتی دارالعلوم دیوبند

ناظم اعلیٰ : حضرت مولانا بدرالدین اجمل صاحب، رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند

اہم مقامات پر نظر ثانی: حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی، استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

معاون خصوصی : حضرت مولانا عبدالخالق صاحب مدراسی، نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

ترتیب جدید : مفتی محمد امین صاحب پالن پوری، استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند

ناظم تجمیع وکوڈنگ فتاویٰ: مولانا عبدالسلام قاسمی صاحب ناظم شعبۂ کمپیوٹر دارالعلوم دیوبند

سن اشاعت: ذی الحجہ ۱۴۴۴ھ مطابق جولائی ۲۰۲۳ء

تعداد صفحات: ۶۲۴ —— تعداد فتاویٰ: ۸۸۷

ناشر : مکتبہ دارالعلوم دیوبند، یوپی، انڈیا ۲۴۷۵۵۴

کتاب النّکاح

مسائلِ نکاح

نکاح کے ارکان اور شرائط کا بیان

مسائل متعلقاتِ نکاح

وہ عورتیں جن سے نکاح درست ہے

حرمتِ نکاح بہ سبب نسب

حرمتِ نکاح بہ سبب مصاہرت

حرمتِ نکاح بہ سبب رضاعت

حرمتِ نکاح بہ سبب جمع

حرمتِ نکاح بہ سبب اختلاف مذہب

حرمتِ نکاح بہ سبب حق غیر

حرمتِ نکاح بہ سبب طلاق

متفرق مسائل نکاح

آگاہی

اس جلد میں جن کتابوں کے حوالے بار بار آئے ہیں وہ درج ذیل کتب خانوں کی مطبوعات ہیں

اسمائے کتب	مطبوعہ
صحاح ستہ	مکتبہ بلال دیوبند
موطین	مکتبہ بلال دیوبند
شرح معانی الآثار	مکتبہ بلال دیوبند
مشکوٰۃ شریف	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
ہدایہ	الامین کتابستان دیوبند
فتاوی شامی	دارالکتاب دیوبند
فتاوی ہندیہ	دارالکتاب دیوبند
بدائع الصنائع	دارالکتاب دیوبند
شرح وقایہ	دارالکتاب دیوبند
حلبی کبیری	دارالکتاب دیوبند
طحطاوی علی مراقی الفلاح	دارالکتاب دیوبند
البحرالرائق	زکریا بک ڈپو دیوبند
قواعدالفقہ	اشرفی بک ڈپو دیوبند
مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح	مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

از: حضرت اقدس مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم
مہتمم دارالعلوم دیوبند

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ، أمّا بعد :

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی رحمہ اللہ کے تحریر فرمودہ ''مکمل و مدلل فتاویٰ دارالعلوم دیوبند'' کی ترتیبِ جدید کا کام جاری ہے، سابقہ چھ جلدوں میں کتاب الحج تک مسائل آئے تھے اور اب اس جلد میں کتاب النکاح کے ابتدائی ابواب تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔

ترتیبِ جدید میں کن امور کو پیش نظر رکھا جاتا ہے ان کی تفصیل؛ گذشتہ جلدوں میں ذکر کی جاچکی ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ ترتیبِ جدید کا عمل صرف قدیم مطبوعہ فتاویٰ کو از سر نو مرتب کرنے کا عمل نہیں ہے، بلکہ ایک طویل الذیل اور محنت طلب کام ہے، اور کئی مراحل سے گزرنے کے بعد یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے، نیز حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی دامت برکاتہم کی اہم مقامات پر نظر ثانی سے اس کام کی اہمیت اور وقعت میں مزید اضافہ ہوا ہے۔

امید ہے کہ آئندہ جلدیں بھی اسی نہج کے مطابق تیار ہوں گی، اور جلد از جلد زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آئیں گی۔

اللہ جل شانہٗ اس خدمت کو قبول فرمائیں اور سہولت کے ساتھ اس کے پایۂ تکمیل تک پہنچنے کی سبیل پیدا فرمائیں۔ آمین یارب العالمین

ابوالقاسم نعمانی غفرلہٗ
(مہتمم دارالعلوم دیوبند)
۳/ذی الحجہ ۱۴۴۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ ترتیب قدیم

از: حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب مفتاحی رحمہ اللہ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى.

خاکسار مرتب کا دل حمد وشکر سے لبریز ہے کہ فتاویٰ کی ساتویں جلد طبع ہو کر آج ملک وملت کے سامنے پیش ہو رہی ہے، اگر کاتبوں کی وعدہ خلافی اور ٹال مٹول کی مصیبت پیش نہ آئی ہوتی، تو سال ڈیڑھ سال پہلے ہی طبع ہو چکی ہوتی، مگر جو کام اپنے اختیار میں نہیں اس میں آدمی کر بھی کیا سکتا ہے؟

زیر نظر جلد؛ کتاب النکاح سے متعلق ہے، اس میں اس کے چار ابتدائی ابواب پوری تفصیل سے آئے ہیں، پانچویں باب سے بقیہ حصہ اگلی جلد میں آ رہا ہے۔

ترتیب وتزئین اور حوالجات میں اپنی سی ساری محنت وکاوش کی گئی ہے، کامیابی رب العزت کے ہاتھ ہے، اس جلد میں مسائل کی تعداد ۸۶۹ ہے، اور یہ ۵۲۸ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ مرتب کی یہ سعی پیہم قبول فرمائیں اور مسلمانوں کو اس سلسلہ سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کا موقع عنایت کریں۔

بحمد اللہ علماء ومشائخ، طلبہ علوم دینیہ اور دوسرے اہل علم میں فتاویٰ کا یہ سلسلہ پسند کیا جا رہا ہے، اب تمام شائع شدہ جلدوں کا جدید ایڈیشن آنا شروع ہو گیا ہے، گزشتہ سال جلد اوّل کا دوسرا

ایڈیشن آیا تھا، اس سال جلد دوم کا دوسرا ایڈیشن آیا اور جلد سوم کا دوسرا ایڈیشن آرہا ہے، بلکہ جلد چہارم کا دوسرا ایڈیشن بھی اسی سال لانا پڑے گا۔

عبادات میں نماز اور معاملات میں نکاح وطلاق کا مسلمانوں میں جو درجہ ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، ان سے ہر عاقل بالغ مسلمان کو دن رات واسطہ پڑتا ہے، اور زمانہ کی رفتار کے پیش نظر مسائل کی نئی نئی صورتیں سامنے آتی رہتی ہیں، یہ ایک حقیقت ہے کہ نکاح وطلاق سے متعلق جس جس نوع اور جتنے سوالات دارالافتاء میں آتے ہیں دوسرے مسائل اس تعداد میں نہیں آتے، یہی وجہ ہے کہ مکررات کا کافی حصہ حذف کرنے کے بعد بھی مسائل کی تعداد کم ہوتی نظر نہیں آتی۔

اللہ تعالیٰ وہ دن جلد لائے کہ مفتیٔ اعظم، عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ کے فتاویٰ کی یہ ترتیب وتزئین خاکسار کے ہاتھ مکمل ہو کر ملت اسلامیہ کے سامنے آجائے، تاکہ مرتب مطمئن ہو کر کہہ سکے ؏ :

شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر خاکسار اس جلد کی اشاعت پر اپنے اساتذۂ کرام، اراکین مجلسِ شوریٰ اور سرپرستِ شعبہ حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب دامت برکاتہم کی خدمت بابرکت میں ہدیۂ عقیدت ومحبت اور جذبۂ امتنان وتشکر نہ پیش کرے جن کی تعلیم وتربیت، حوصلہ افزائی وقدر دانی اور دعاؤں سے یہ حقیر اس خدمتِ گرامی کے لائق ہوسکا، رب العالمین ان تمام حضرات کا سایۂ عاطفت تادیر ملک وملت پر قائم رکھے، اور خاکسار کو اخلاص کے ساتھ علمی اور دینی کاموں میں پورے سکون کے ساتھ منہمک رکھے؛ تاکہ اس کا یہی انہماک ایک دن اس کی دینی اور دنیاوی ترقیوں کا ذریعہ اور نجاتِ اخروی کا وسیلہ بن جائے، ناظرین سے التجاء ہے کہ مرتب کو اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔

اخیر میں دعا ہے کہ پروردگارِ عالم؛ مرکز علومِ دینیہ دارالعلوم دیوبند کو اپنی خصوصی حفظ وامان میں رکھے، اور اس سے تبلیغ دین اور اشاعتِ علم وفن کی خدمت برابر لیتا رہے۔

دارالعلوم دیوبند ایک سو آٹھ سال سے دین اور علم دین کی بیش بہا خدمت میں مشغول ہے، خدا کرے تا قیامت اس کا یہ سلسلۂ فیض جاری رہے۔ آمین یارب العالمین۔

طالب دعاء
محمد ظفیر الدین غفرلہٗ
مرتب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند
۲۱/ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ
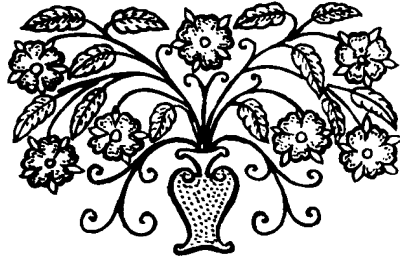
بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ ترتیب جدید

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی .

مکمل و مدلل فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کی سابقہ جلدوں کی طرح اس جلد کو بھی احقر نے جناب مفتی مصطفیٰ امین قاسمی پالن پوری، جناب مفتی محمد حبان بیگ قاسمی علی گڑھی اور جناب مولانا امیر اللہ مشتاق قاسمی مئوی صاحبان کے تعاون سے مرتب کیا ہے، ترتیبِ جدید میں کام کا جو نہج ہے اُس کی مختصر وضاحت جلد ششم کے مقدمہ میں آ چکی ہے، اس جلد کو بھی اسی کے مطابق مرتب کیا گیا ہے۔

ترتیبِ جدید میں کافی وقت صرف ہوتا ہے؛ کیوں کہ تمام مطبوعہ فتاویٰ کو نقولِ فتاویٰ کے رجسٹروں میں تلاش کر کے ملایا جاتا ہے؛ تا کہ مطبوعہ فتاویٰ اور کمپوز شدہ فتاویٰ میں جو اغلاط ہیں اُن کی اصل رجسٹروں سے تصحیح ہو جائے، پھر ہم نے جو اصلاحات اور اضافے کیے ہیں اُن کی نشاندہی کے لیے مطبوعہ فتاویٰ سے بھی تمام سوال و جواب کو ملایا جاتا ہے، اور حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب قدس سرہٗ کے تمام حواشی کو بھی اصل مراجع سے ملا کر تصحیح کی جاتی ہے اور جدید مطبوعات کا حوالہ درج کیا جاتا ہے۔

نیز ترتیبِ جدید میں منتشر مسائل جب یکجا ہوتے ہیں تو بعض مواقع پر فتاویٰ میں تعارض محسوس ہوتا ہے، اور بعض جگہ مختصر جواب کی وجہ سے اجمال رہ جاتا ہے، اور کہیں کہیں جواب میں تسامح بھی محسوس ہوتا ہے، ایسی جگہوں پر وضاحتیں اور استدراکات لکھنے پڑتے ہیں اور موجودہ مفتیانِ کرام کی رائے بھی معلوم کرنی ہوتی ہے، اور اخیر میں حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی

دامت برکاتہم کی اہم مقامات پر نظرِ ثانی ہوتی ہے، ان مراحل سے گزرنے میں خاصا وقت صرف ہوجاتا ہے۔

بہ ہرحال! اب یہ جلد اللہ کے فضل سے طباعت کے لیے تیار ہے، اوراس جلد میں کتاب النّکاح کے ابتدائی ابواب؛ تفصیل کے ساتھ آگئے ہیں، بقیہ ابواب اگلی جلد میں آرہے ہیں اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائیں اوراس کام کو جلد از جلد پایۂ تکمیل تک پہنچائیں۔ آمین یارب العالمین

محمد امین پالن پوری

خادم حدیث وفقہ ومرتب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

۳/ ذی الحجہ ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۲/ جون ۲۰۲۳ء
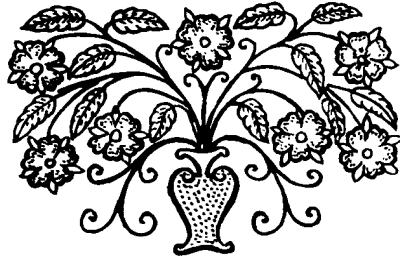
بسم اللہ الرحمن الرحیم

الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ أجْمَعِیْن

کتاب النّکاح

مسائلِ نکاح

نکاح سنت ہے اور ایجاب وقبول کا طریقہ

سوال: (۱) نکاح سنت ہے یا فرض؟ طریقہ نکاح کی قبولیت کا کیا ہے؟ (۳۲/۹۰۴-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اوّل ولی یا وکیل عورت کا ایجاب کرے، پھر شوہر یہ کہے کہ میں نے قبول کیا، سنت ہے [1] فقط واللہ اعلم (۷/۲۹۸-۲۹۹)

نکاح کرنا سنت ہے اور اُس کے فوائد

سوال: (۲) نکاح کرنا فرض ہے یا سنت؟ اور اس کے حقوق اور فوائد کیا ہیں؟ (۱۳۴۱/۱۶۴۵ھ)

---

(۱) وَیَکُوْنُ سنّۃً مؤَکَّدَۃً في الأصحّ فَیَأْثَمُ بتَرْکِہٖ إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۵۶، کتاب النّکاح، مطلب: کثیرًا ما یتساھل في إطلاق المستحبّ علی السّنّۃ) ظفیر

الجواب: نکاح سنتِ رسول اللہ ﷺ ہے[۱] اور نکاح کے بہت سے فوائد احادیث میں وارد ہیں[۲] اور جو شخص باوجود استطاعت کے نکاح سے بے رغبتی اور اعراض کرے اس کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ شخص میرے طریق پر نہیں ہے[۳] فقط (۷/۴۱-۴۲)

نکاح موجبِ اجر ہے اور اُس پر اعتراض خلافِ شریعت ہے

سوال: (۳) میری عمر ۲۲ سال ہے، اور خدمت سجادہ نشینی مدار صاحب پر مامور ہوں، اب میرے بزرگان اور مربّیان کو میرے نکاح کا خیال مطابق رسم نبوی پیدا ہوا ہے، و بہ لحاظ عمر و بہ تقاضائے سن خود میری طبیعت کا اس طرف میلان ورجحان ہے، مگر چند اشخاص اعتراض کرتے ہیں کہ سجادہ نشینی مدار صاحب کو نکاح کرنا فعل عبث بلکہ ممنوع وخلافِ شرع ہے، آیا یہ صحیح ہے یا غلط؟
(۱۸۴۷/۱۳۳۷ھ)

---

(۱) وَيَكُوْنُ – أي النّكاح – واجبًا عند التّوقَان، فإنْ تَيَقّنَ الزّنا إلاّ به فُرِضَ، نهاية، وهٰذا إنْ مَلَكَ الْمَهْرَ وَالنّفقةَ، وإلاّ فلاَ إثْمَ بتَرْكِهِ بدائع، ويكونُ سنّةً مؤَكّدةً في الأصحّ فَيَأْثَمُ بتَرْكِهِ ويُثَابُ إنْ نَوى تَحْصِيْنًا و وَلَدًا حالَ الإعتِدالِ أي الْقُدْرَةِ عَلٰى وَطْءٍ وَمَهْرٍ ونَفَقَةٍ، و رَجّحَ في النّهرِ وُجُوْبَه لِلْمُوَاظَبَةِ عليهِ وَالإنكارِ عَلٰى مَن رَغِبَ عَنْهُ ومَكْرُوْهًا لِخَوْفِ الْجَوْرِ؛ فإنْ تَيَقّنَهُ حَرُمَ ذٰلِكَ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۵۵-۵۷، كتاب النّكاح) ظفیر

(۲) ارشاد نبوی ﷺ ہے: يامعشر الشّباب! من استطاع منكم الباءة فليتزوّج؛ فإنّه أغضّ للبصر وأحصن للفرج. (صحيح البخاري: ۲/۷۵۸، كتاب النّكاح، باب مَن لم يستطع الباءة فليصم)
یعنی نکاح انسانی نگاہوں کا محافظ ہے، اور اُن کی شرم گاہوں کے لیے پاک دامنی کا بڑا ذریعہ، ایک دفعہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: إذا تزوّج العبد فقد استكمل نصف الدّين. (مشكاة المصابيح، ص: ۲۶۸، كتاب النّكاح، الفصل الثّالث) جب بندہ نے شادی کرلی تو اُس نے اپنا آدھا دین مکمل کرلیا ایک موقع سے ارشاد ہوا: تزوّجوا الولود وتناسلوا إلخ. (تفسير ابن كثير: ۶/۴۷، تفسیر سورۂ نور، آیت: ۳۲) (بچہ دینے والی عورت سے شادی کرو اور نسل بڑھاؤ) تفصیل کے لیے دیکھئے خاکسار مرتب کی کتاب: ''نظام عفت وعصمت'' شائع کردہ ندوۃ المصنفین دہلی۔ ۱۲ ظفیر

(۳) أتزوّج النّساء فمن رغب عن سنّتي فليس منّي. (بخاري: ۲/۷۵۷-۷۵۸، كتاب النّكاح باب التّرغيب في النّكاح) ظفیر صدیقی

الجواب: اعتراض معترضین غلط اور خلاف حکم شریعت (غراء)[1] ہے، حکم ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۳) عام ہے، اور حکم حدیث: **النّكاح سنّتي** [2] سب کو شامل ہے، پس نکاح کرنے میں اجر وثواب واتباع سنت ہے [3] اور بہ حالت ضرورت نکاح نہ کرنا موجبِ خوفِ معصیت ہے [4] فقط (یہ کہنا جہالت پر مبنی ہے کہ مدار صاحب کے سجادہ کا نکاح کرنا خلافِ شرع یا ممنوع ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصلیت نہیں۔ظفیر) (۷/۴۳-۴۴)

پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر دوسری شادی کرنا جائز ہے

سوال: (۴) میری شادی کو عرصہ ہوا، مگر کوئی لڑکا بالا نہیں ہوا، جس وجہ سے میں نے دوسری جگہ اپنی شادی کا بندوبست کیا، ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ پہلی زوجہ سے اجازت لو تب نکاح ثانی جائز ہوگا اور پہلی زوجہ راضی نہیں؛ انکار کرتی ہے تو دوسرا نکاح باوجود ناراضی اور انکارِ زوجۂ اوّل کے درست ہے یا نہیں؟ اور اجازت زوجہ کی ضروری ہے یا نہیں؟ (۶۱۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

---

(۱) قوسین والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔

(۲) حدیث میں الفاظ یہ آئے ہیں: رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: **وأتزوّج النّساء فمن رغب عن سنّتي فليس منّي، متّفق عليه. (مشكاة المصابيح :ص:۲۷، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسّنّة، الفصل الأوّل)** ظفیر

(۳) **عن أنس قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: من أراد أن يلقَى الله طاهرًا مطهّرًا فليتزوّج الحرائرَ. (مشكاة المصابيح:ص:۲۶۸، كتاب النّكاح، الفصل الثّالث)**

ويكون ــ النّكاح ــ واجبًا عند التّوقان إلخ، ويكون سنّة مؤكّدة في الأصحّ إلخ حال الاعتدال إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۵۵-۵۶، كتاب النّكاح) ظفیر

(۴) **ويكون ــ النّكاح ــ واجبًا عند التّوقان، فإن تيقّن الزّنا إلّا به فرض نهاية (الدّرّ المختار) قوله: (عند التّوقان) ......والمراد شدّة الاشتياق كما في الزّيلعي، أي بحيث يخاف الوقوع في الزّنا لو لم يتزوّج إذ لا يلزم من الاشتياق إلى الجماع الخوف المذكور بحر، قلت: وكذا فيما يظهر لو كان لا يمكنه منع نفسه عن النّظر المحرم أو عن الاستمناء بالكف فيجب التّزوّج، وإن لم يخف الوقوع في الزّنا. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۵۵، كتاب النّكاح)** ظفیر

الجواب: یہ قول صحیح نہیں ہے کہ بدون اجازت پہلی زوجہ کے دوسرا نکاح صحیح نہ ہو، بلکہ سائل کو دوسرا نکاح کرنا درست ہے، پہلی زوجہ کے انکار کی وجہ سے اور راضی نہ ہونے سے دوسرا نکاح ناجائز نہیں ہے (۱) البتہ دوسرے نکاح کے بعد یہ ضرور ہے کہ ہر دو زوجہ کے حقوق پورے پورے ادا کرے اور برابری اور عدل کرے (۲) فقط واللہ اعلم (۷/۵۰-۵۱)

ایک بیوی کے رہتے ہوئے دوسرا نکاح کرنا درست ہے

سوال: (۵) کلن کی ایک بیوی ہے، اور وہ اکثر پردیس میں ٹھیکے کا کام کرتا ہے، اسی وجہ سے وہ دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے جس کو سفر میں ساتھ رکھے اور وہ دونوں زوجہ کا خرچ اٹھا سکتا ہے تو نکاح ثانی کر سکتا ہے یا نہ؟ (۱۵۰۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: جب کہ حقوق شرعیہ ہر دو زوجہ کے کلن ادا کرے تو دوسرا نکاح بلا تردد کر سکتا ہے، بلکہ اچھا ہے کہ اس کو سفر میں تکلیف نہ ہو (۳) فقط واللہ اعلم (۷/۲۰۶)

بیوی کی اجازت کے بغیر مرد کو دوسری شادی کرنا درست ہے

سوال: (۶) بلا اجازت زوجہ کے شوہر کو نکاح ثانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۶۳۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: شوہر کو دوسرا نکاح کرنا بدون اجازت زوجہ اولیٰ کے درست ہے، زوجہ سے اجازت

---

(۱) وصحّ نكاحُ أربعٍ مِن الحرائرِ والإماءِ فقط للحُرّ لا أكثر. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۰۵، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللّاتي يؤخذن غنيمةً في زماننا) ظفیر

(۲) يجب وظاهر الآية أنّه فرض .... أن يعدل أي أن لا يجور فيه أي في القَسم بالتّسوية في البيتوتة وفي الملبوس والمأكول والصّحبة. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۸۲-۲۸۳، كتاب النّكاح، باب القَسم) ظفیر

(۳) ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۳) ظفیر

لینے کی شرعاً ضرورت نہیں ہے، نکاح ہو جاتا ہے[۱] لیکن اگر مصلحت کی وجہ سے کہ ان میں نا اتفاقی نہ ہو، اس سے اجازت لے اور اس کو راضی کر کے دوسرا نکاح کرے تو یہ بہتر ہے۔ فقط (۷/۲۲۵)

بیوی سے موافقت نہ ہونے کی وجہ سے دوسرا نکاح کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۷) بیوی سے موافقت نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے نکاح میں شرعاً کوئی مضائقہ تو نہیں ہے؟ بینوا توجروا (۹۰۸/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: اگر زوجہ سے موافقت نہ ہو اور دوسرا نکاح کرنا چاہے اور دوسرے نکاح کے بعد خوف ہو کہ مساوات نہ ہو سکے گی تو پہلی زوجہ کو طلاق دے کر دوسرا نکاح کرے، مگر یہ کہ وہ عورت سابقہ راضی ہو اپنے حقوق کے چھوڑنے پر[۲] فقط واللہ اعلم (۷/۳۰۲)

محض آرام کی غرض سے بھی نکاح کرنا درست ہے

سوال: (۸) زید کی عمر اسّی برس کی ہے، ہندہ بعد عقد کے پندرہ برس کی عمر میں ڈیپو کے ساتھ

(۱) قرآن میں ہے: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَ رُبٰعَ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۳) شوہر مختار ہے؛ اس لیے بیوی کی اجازت کی شرعاً ضرورت نہیں، ہاں یہ شرط البتہ ہے کہ وہ عدل و مساوات کی قدرت رکھتا ہو، کیوں کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ (سورۂ نساء، آیت:۳) ظفیر

(۲) درج ذیل عربی عبارت جس کو مفتی ظفیر الدینؒ نے شامل جواب کیا تھا، ہم نے اس کو حاشیہ میں رکھا ہے، کیوں کہ یہ رجسٹر نقول فتاویٰ میں نہیں ہے:

قال عزّ وجلّ: ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ (النّساء:۳) وفي الدّرّ المختار في بيان أحكام النّكاح: ومكروهًا (أي يكون النّكاح مكروهًا) لخوف الجور، فإن تيقّنه حرم ذٰلك. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۵۷، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة)

وفيه: ويجب – أي الطّلاق – لو فات الإمساك بالمعروف. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۳۱۶، كتاب الطّلاق، مطلب: طلاق الدّور)

وفيه: ولو تركت قسمها ...... أي نوبتها لضرّتها صحّ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۸۸، كتاب النّكاح، باب القسم) جمیل الرحمٰن

دوسرے ملک چلی گئی، اور وہاں جا کر ایک کافر کے ساتھ اوقات بسر کی، تین چار اولاد پیدا ہوئی، بعد اس کے ہندہ نے توبہ کی، اور ہندہ کی عمر تقریباً ساٹھ برس کی ہے، زید نے بہ ایں خیال کہ ضعیفی میں آرام کا باعث ہوگا، ہندہ سے شادی کی، آرام کے لیے شادی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ زید کی اولاد کو ناگوار ہے؟ (۹۶۸/۱۳۳۵ھ)

الجواب: یہ نہ معلوم ہوا کہ ہندہ جو بعد عقد کے دوسرے ملک میں چلی گئی تھی اور وہاں کافر کے پاس رہی اور پھر توبہ کی تو جس مرد سے اوّل اس کا عقد ہوا تھا وہ کہاں گیا، اس نے طلاق دی یا نہیں، یا وہ فوت ہوگیا یا زندہ ہے، اگر زندہ ہے اور اس نے طلاق بھی نہیں دی تب تو اس عورت کا نکاح کسی مرد سے درست ہی نہیں (۱) اور اگر وہ مرگیا یا اس نے طلاق دے دی تھی تو زید کا نکاح کرنا اس سے صحیح ہے، محض آرام کے لیے نکاح کرنا بھی جائز ہے، زید کی اولاد کو اس میں کچھ ناگواری نہ چاہیے (۲) فقط واللہ اعلم (۲۱۴/۷-۲۱۵)

جس کی بیوی فوت ہوگئی ہو اور وہ نان ونفقہ پر قادر ہو تو اُس کے لیے دوسری شادی کرنا افضل ہے

سوال: (۹) ایک شخص کی بیوی مرگئی اور وہ مرد نان ونفقہ وغیرہ فرض کی طاقت رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ اب بلا شادی گزر کرلوں گا؛ اس شخص کو نکاح کرنا افضل ہے یا مجرد رہنا؟ (۱۱۷۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ایسے شخص کو نکاح کرنے میں فضیلت ہے (۳) فقط واللہ اعلم (۴۲/۷)

---

(۱) أمّا نكاح منكوحة الغير ومعتدّته إلخ، لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (ردّ المحتار: ۲۰۳/۴، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد) ظفیر

(۲) قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۳) ظفیر

(۳) عکاف ابن بشر تمیمیؓ ایک صحابی ایک دن خدمت نبوی میں حاضر ہوئے، آنحضرت ﷺ نے پوچھا: عکاف! بیوی ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے دریافت کیا: لونڈی؟ کہا: یہ بھی نہیں، ارشاد فرمایا: صلاحیت رکھتے ہو، خوش حال بھی ہو اور پھر شادی سے گریز، إذًا أنت من إخوان الشّياطين (تب تو تم شیطان کے بھائیوں میں سے ہو) (جمع الفوائد: ۱۰۹/۲، كتاب النّكاح، الحثّ على النّكاح والخِطبة والنّظر إلخ، المطبوعة: دار ابن حزم، بيروت، لبنان) ==

بیوہ سے نکاح کرنا باعث اجر ہے معیوب نہیں

سوال: (۱۰) زید نے ایک بیوہ خاندانی مسماۃ ہندہ سے عقد کرلیا ہے، اہل خاندان اس پر ناراض ہیں اور انواع واقسام سے نقصان رسانی کے درپے، جمعہ کے روز ایک واعظ صاحب نے دوران وعظ میں یہ بیان کیا ہے کہ جس سنت کے اجراء سے فتنہ اٹھے اس پر عمل کرنا ناجائز ہے، اور مثال میں ایک واقعہ رسول اللہ ﷺ کا بیان کیا کہ خانہ کعبہ کی دیوار خمیدہ تھی، حضور ﷺ نے فتنہ کے خوف سے اس کو سیدھا نہیں فرمایا، اور یہ ارشاد فرما کر اس کو اسی حالت پر چھوڑ دیا کہ اس کے سیدھا کرنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے، لہٰذا اس کو اسی حالت پر چھوڑتا ہوں، نظر برحالات معروضہ بالا زید متردد ہے کہ یہ روایت اس کے حال پر منطبق ہو کر عنداللہ اس کا مواخذہ دار تو نہیں ہوگا، اور اگر خدانہ خواستہ مواخذہ دار ہے تو اب زید کو کیا کرنا چاہیے کہ آخرت کے مواخذہ سے بری ہو؟ (۹۹۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)(۱)

الجواب: بیوہ سے نکاح کرنا شرعاً کسی طرح معیوب اور سبب طعن اور ناراضی کا نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ نکاح بیوہ کا آیات واحادیث وعمل مستمر آنحضرت ﷺ وصحابہؓ سے ثابت ہے، طعن کرنے والا اس پر اور ناراض ہونے والا مخالف ہے حکم خدا تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کا، جو لوگ اہل خاندان اس نکاح کی وجہ سے ناخوش وناراض ہیں اور درپے ایذاء رسانی کے ہیں، اگر یہ ناراضی اور ایذاء رسانی محض اس وجہ سے ہے کہ بیوہ کے نکاح کو وہ معیوب اور سبب عار کا جانتے ہیں، تو یہ سخت جہالت اور معصیت ہے، ایسے لوگوں کو توبہ کرنی چاہیے، ورنہ خوف کفر ہے، اس واعظ کا بیان صحیح نہیں ہے، اس نے جو مسئلہ بتلایا وہ بھی غلط ہے اور جو مثال میں واقعہ رسول مقبول ﷺ کا بیان کیا وہ بھی غلط ہے وہ واقعہ اس طرح نہیں ہے جو اس نے بیان کیا، بلکہ کتب حدیث مسلم شریف وابوداؤد شریف وترمذی شریف میں وہ واقعہ اس طرح وارد ہوا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ نذر کی تھی کہ

== قالوا: إنّ الاشتغالَ بہ – أي بالنّکاح – أفضل من التّخلّي لنوافلِ العباداتِ: أي الاشتغالُ بہ، وما یشتملُ علیہ من القیامِ بِمَصَالحہ وإعفاف النّفس عن الحرام وتربیۃ الولد ونحو ذٰلك. (ردّ المحتار: ۵۱/۴، کتاب النّکاح) ظفیر

(۱) سوال وجواب کو رجسٹر نقول فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔۱۲

اگر مکہ معظّمہ آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر فتح ہوگیا تو میں دو رکعت خانہ کعبہ کے اندر پڑھوں گی، جب مکہ معظّمہ فتح ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر حطیم کے اندر داخل کیا اور یہ فرمایا کہ حطیم میں دو رکعت ادا کرلو، کیوں کہ حطیم بھی بیت اللہ میں سے ہے، تمہاری قوم نے بہ سبب قلتِ خرچ بہ وقت تعمیر؛ حطیم کو خانہ کعبہ سے خارج کردیا، اگر تمہاری قوم کا زمانۂ جاہلیت سے قرب نہ ہوتا تو میں خانۂ کعبہ کو توڑ کر از سرِ نو بناء ابراہیمی کے موافق بناتا اور حطیم کو خانۂ کعبہ کے اندر داخل کرتا اور چوکھٹ خانۂ کعبہ کو زمین سے ملا دیتا اور دو دروازے خانہ کعبہ کے کرتا، ایک دروازہ شرقی اور ایک غربی اور اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو ایسا ہی کروں گا[۱] انتہی۔

پس معلوم ہوا کہ اس واعظ نے جو واقعہ بیان کیا وہ صحیح نہیں ہے، اور نہ اس میں فتنہ کے خوف سے کسی سنت کے ترک کرنے کا ذکر ہے، بلکہ غرض آپ کی یہ تھی کہ قوم قریش چوں کہ ابھی اسلام لائی ہے زمانۂ کفر اور جاہلیت قریب ہے، ایسا نہ ہو کہ ان کے ایمان اور اسلام میں کچھ خلل واقع ہو، ادھر فی الحال خانۂ کعبہ کا متغیر کرنا امر ضروری نہیں ہے، اور پھر آپ نے یہ بھی ظاہر فرمادیا کہ سال آئندہ تک اگر زندہ رہا تو اس کام کو کروں گا، مگر آپ کی وفات اس سے پہلے ہی ہوگئی، الغرض اس واقعہ کو مسئلۂ نکاحِ بیوہ سے کچھ مناسبت نہیں ہے، کسی امر دینی کو اس وجہ سے کہ لوگ ناراض ہوں گے چھوڑنا جائز نہیں ہے، اور زید پر اس نکاح کی وجہ سے کچھ مواخذہ نہیں ہے، بلکہ وہ ماجور ہے۔ فقط واللہ اعلم

(۷/۴۸-۴۹)

---

(۱) وعن الأسود بن يزيد: أنّ ابن الزّبير قال له: حدّثني بما كانت تُفضِي إليك أُمُّ المؤمنين يعني عائشة، فقال: حدّثتني أنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال لها: لو لا أنّ قومكِ حديث عهد بالجاهلية لهدمتُ الكعبةَ، وجعلت لها بابين، فلمّا ملك ابن الزّبير هدمها وجعل لها بابين. (ترمذي: ۱/۱۷۶-۱۷۷، أبواب الحجّ، باب ما جاء في كسر الكعبة) ظفیر

عن عائشة قالت: كنتُ أحبُّ أن أدخلَ البيتَ فأصلّيَ فيه، فأخذ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم بيدي فأدخلني الحِجر، فقال: صلّي في الحِجر إن أردتِ دخول البيتِ، فإنّما هو قطعةٌ من البيت، ولكن قومَكِ استقصروه حين بنوا الكعبة، فأخرجوه من البيت. (جامع الترمذي: ۱/۱۷۷، أبواب الحجّ، باب ما جاء في الصّلاة في الحِجر) ظفیر

نکاح ثانی کو رسم کی وجہ سے عیب جاننا گناہ ہے

سوال: (۱۱) جو شخص نکاح ثانی کو باوجود علم اس امر کے کہ قرآن شریف سے یہ ثابت ہے اور آنحضرت ﷺ کی یہ سنت ہے، عیب اور بے عزتی سمجھتا ہو اور جو شخص اس کی نسبت لوگوں کو ترغیب دے اور وعظ و نصیحت کرے تو اس کے ساتھ وہ دنگا و فساد کے لیے آمادہ ہو، اور اس پر عمل کرنے والے کو بے عزت اور کمینہ کہتا ہو، یا یہ کہتا ہو کہ ہم اس کو حق سمجھتے ہیں، اور آنحضرت ﷺ کی سنت جانتے ہیں، مگر چوں کہ ہماری قوم میں اس کا رواج نہیں اس واسطے اس کو عار و ننگ جانتے ہیں۔
(۷۰۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: یہ ظاہر ہے کہ نکاح ثانی شرعًا جائز و مستحب ہے[1] اور آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے[2] پس اس کو بہ وجہ عدم رواج قومی کے عیب اور ننگ جاننا جہالت کی بات ہے اور گناہ سخت ہے، اور جب کہ وہ اس فعل کو اچھا جانتا ہے اور سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت جانتا ہے تو پھر اس کی اور بھی زیادہ جہالت ہے کہ بہ وجہ رواج قومی کے اس کو برا سمجھے یہ امر نہایت قبیح ہے؛ اس سے توبہ کرنی چاہیے، اور ترغیب نکاح ثانی دینے والے کو بھی یہ چاہیے کہ سختی سے کام نہ لے بلکہ بہ نرمی و ملاطفت بہ تدریج لوگوں کو سمجھانا چاہیے۔ **کما قال اللّٰہ تعالٰی لنبیه صلّی اللّٰہ علیه وسلّم:** ﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ (سورۂ نحل، آیت: ۱۲۵) پس جس جگہ شر اور فساد کا خوف ہو وہاں سے علیحدہ ہو جاوے؛ کیوں کہ امر بالمعروف کے لیے بھی موقع اور محل ہے اور شرائط و خصوصیات ہیں کہ بدون ان کے امر بالمعروف سے نفع نہیں ہوتا[3] فقط (۷/۴۴-۴۵)

---

(۱) ﴿وَاَنْكِحُوْا الْاَیَامٰی مِنْكُمْ﴾ جمع أیم وهي من لیس لها زوج بكرًا كانت أو ثیبًا ومن لیس له زوجة. (جلالین، ص: ۲۹۸، سورۂ نور، آیت: ۳۲) ظفیر

(۲) آنحضرت ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں عمومًا بیوہ عورتیں ہی تھیں، اسی طرح بہت سے صحابۂ کرامؓ نے بیواؤں سے شادیاں کیں۔ ظفیر

(۳) رأی في ثوب غیره نجسًا مانعًا إن غلب علٰی ظنّه أنّه لو أخبره إزالها وجب وإلّا لا، فالأمر بالمعروف علٰی هٰذا (الدّرّ المختار) وإن علم أنّه لا یتّعظ ولا ینزجر بالقول ولا بالفعل ولو بإعلام سلطان أو زوج أو والد له قدرة علی المنع لا یلزمه ولا یأثم بتركه. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱/۴۹۱، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس، قبیل كتاب الصّلاة) ظفیر

بیوہ عورت کا اپنے بچوں کی پرورش کی خاطر نکاح ثانی نہ کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۱۲) سنا ہے کہ بیوہ عورت بچے والی کا نکاح جائز نہیں، ایسی عورت کو نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۴۶۵-۳۲/۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر بیوہ عورت بہ وجہ اولاد کی پرورش کے نکاح ثانی اپنا نہ کرے اس کو ثواب ملتا ہے؛ لیکن نکاح کرنا درست ہے، نکاح کرنے میں کچھ گناہ نہیں، بلکہ اس زمانے میں چوں کہ نکاح ثانی کو عیب سمجھتے ہیں؛ اس لیے ضرور کرنا چاہیے، اور ثواب زیادہ ہے[1] فقط واللہ اعلم (۴۵/۷)

ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت عدل ومساوات کے ساتھ مشروط ہے

سوال: (۱۳) فقہ کی رو سے مرد کن حالات میں ایک سے زیادہ بیویاں کر سکتا ہے؟

(۵۱۲/۱۳۳۹ھ)

الجواب: شریعت سے مرد کو چار زوجہ رکھنے کی اجازت اور اباحت ہے؛ لیکن ساتھ میں یہ حکم ہے کہ ان میں عدل ومساوات کرے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو پھر ایک زوجہ پر ہی اکتفاء کرے۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ (سورۂ نساء، آیت:۳) فقط واللہ اعلم (۴۷/۷)

---

(۱) إن امرأة قالت: يا رسول الله! إنّ ابني هٰذا كان بطني له وعاءً وثديي له سقاء، وحِجري لهٗ حواء، وإن أباه طلّقني، وأراد أن ينزعه منّي، فقال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: أنتِ أحقّ به ما لم تنكحي، رواه أحمد و أبوداؤد. (مشكاة المصابيح، ص:۲۹۳، كتاب النّكاح، باب بلوغ الصّغير وحضانته في الصّغر، الفصل الثّاني)

اور ارشاد ربانی ہے: ﴿وَاَنْكِحُوْا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ﴾ (سورۂ نور، آیت:۳۲) ظفیر

ایک شخص جتنے نکاح چاہے کرسکتا ہے البتہ ایک وقت میں چار سے زیادہ جائز نہیں

سوال: (۱۴) ایک شخص اپنی عمر میں کتنے نکاح کرسکتا ہے اور کئے عورتیں رکھ سکتا ہے؟
(۸۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: عمر بھر میں یکے بعد دیگرے جتنے چاہے نکاح کرسکتا ہے؛ لیکن ایک وقت میں چار زوجہ سے زیادہ نہیں رکھ سکتا ہے[1] فقط واللہ اعلم (۵۰/۷)

شاہ اسلام کتنی بیویاں کرسکتا ہے؟

سوال: (۱۵) بادشاہ اسلام کو شرعاً منکوحہ بیبیاں بہ یک وقت کس قدر جائز تھیں؟
(۲۰۲۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: چار سے زیادہ بہ یک وقت درست نہیں[2] فقط (۵۰/۷)[3]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک وقت میں کتنی ازواج کی اجازت تھی؟

سوال: (۱۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہ حکم خداوند تعالیٰ ازواجِ مطہرات بہ یک وقت کس قدر جائز تھیں؟ (۲۰۲۷/۱۳۳۸ھ)

---

(۱) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۳)
وصحّ نكاح أربع من الحرائرِ والإماءِ فقط للحُرّ لا أكثرُ وله التّسرّي بما شاء من الإماءِ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۰۵/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللّاتي يؤخذن غنيمةً في زماننا) ظفیر

(۲) ﴿فَانْكِحُوْا﴾ تزوّجوا ﴿مَا﴾ بمعنى "مَنْ" ﴿طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ ...... ولا تزيدوا علىٰ ذٰلك. (جلالين: ص: ۶۹، تفسير سورة النّساء، آیت: ۳)

(۳) جواب رجسٹر نقولِ فتاویٰ میں موجود نہیں ہے۔ ۱۲

الجواب: نو تک جائز تھیں، جیسا کہ جلالین شریف میں ہے: ﴿لاَ يَحِلُّ …… لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ﴾ التّسع اللاّتي اخترنك إلخ [۱] اور اکثر علماء کا یہی مذہب ہے۔ کذا في الكمالين [۲] ویسے آپ کی ازواجِ مطہرات گیارہ تھیں یا اس سے زیادہ؛ لیکن ایک وقت میں نو سے زیادہ اکھٹی نہیں ہوئیں۔ فقط واللہ اعلم (۷/۴۹-۵۰)

پیغمبروں کے نکاح کے سلسلہ کے چند سوالات

سوال: (۱۷)……(الف) پیغمبروں کا نکاح بلا گواہوں کے درست ہے یا نہیں؟

(ب) پھوپھی اور ماموں کی بیٹیاں جو ہجرت کریں وہ نبی کے لیے نکاح سے درست ہیں یا بے نکاح؟

(ج) جو عورت اپنا نفس نبی کو ہبہ کرے وہ نکاح سے درست ہے یا بے نکاح؟ یہ حکم صرف نبی کے لیے درست ہے یا امت کے لیے بھی؟

(د) نکاح کے احکام اور شرائط پیغمبروں کے لیے بھی تھے یا نہیں؟ حضرت ﷺ کا نکاح کس نے پڑھا؟ (۷۶/۷۶۷-۱۳۳۴ھ) [۳]

الجواب: (الف) لانکاح إلاّ بشهود [۴] حکم عام ہے، پیغمبروں اور غیر پیغمبروں کو شامل ہے اور جو امر بالخصوص آنحضرت ﷺ کے لیے جناب باری تعالیٰ شانہ کی طرف سے مخصوص ہے اس پر قیاس نہیں ہوسکتا۔

(ب) نکاح کے ساتھ درست ہیں۔

(ج) یہ حکم خاص آنحضرت ﷺ کے لیے ہے [۵]

---

(۱) جلالین: ص:۳۵۶، تفسیر سورة الأحزاب، آیت: ۵۲.

(۲) هامش الجلالين: ص:۳۵۶.

(۳) سوال وجواب کو رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔۱۲

(۴) الهداية: ۲/۳۰۶، كتاب النّكاح.

(۵) عن سهل بن سعد أنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم جاء ته امرأة فقالت: يا رسول اللّه! إنّي وهبت نفسي لك الحديث. (مشكاة المصابيح: ص:۲۷۷، كتاب النّكاح، باب الصّداق، الفصل الأوّل)

==

(د) نکاح کی جو شرائط ہیں سب کے لیے ہیں، اور آنحضرت ﷺ نے اپنا نکاح غالباً خود ہی پڑھا ہے۔ فقط واللہ اعلم (۷/۷۴-۷۵)

عورت کا آنحضور ﷺ کے لیے اپنے نفس کو ہبہ کرنے کا حکم

سوال: (۱۸) اگر کوئی عورت اپنا نفس نبی کو ہبہ کرے تو آپ اس سے بے نکاح و بے مہر وطی کر سکتے تھے یا نہیں؟ قرآن شریف میں تو صرف مہر کی معافی ہے اور نکاح کی شرط تو رکھی ہے؛ مشرح بیان فرمائیے؟ (۹۷۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ صحیح ہے کہ حنفیہ کے نزدیک اس خصوصیت سے مراد صرف مہر نہ ہونے کی خصوصیت ہے اور ہبہ کا لفظ ان کے نزدیک مجاز ہے نکاح سے، بہر حال مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے نفس کو آنحضرت ﷺ کے لیے ہبہ کرے اور آپ منظور کرلیں تو بلا مہر کے نکاح ہو جاتا ہے اور علاوہ لفظِ ہبہ کے اور کسی لفظِ نکاح وایجاب وقبول کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ جب کسی عورت نے کہا: وهبتُ لكَ نفسي اور آپ نے قبول کیا نکاح ہوگیا، اور مہر لازم نہ ہوا، یہ مطلب ہے آیت: ﴿وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (سورۂ احزاب، آیت: ۵۰) کا، اس کی تفسیر میں صاحب جلالین لکھتے ہیں: النّكاح بلفظ الهبة من غير صداق إلخ [۱] یہ تفسیر موافق مذہب امام شافعیؒ کے ہے، اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہبہ کے لفظ سے دوسروں کا نکاح بھی منعقد ہو جاتا ہے، ان کے یہاں خصوصیت صرف مہر کے نہ ہونے میں ہے۔ كذا في الكمالين [۲] فقط واللہ اعلم (۷/۷۵-۷۶)

== في الحديث إيماء إلى قوله تعالى:......﴿وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا﴾ (الأحزاب: ۵۰) قال صاحب المدارك: أي وأحللنا لك إلخ ﴿خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ إلخ، قال النّووي: هٰذا من خواصّ النّبيّ ولا يجب مهرها عليه ولو بعد الدّخول بخلاف غيره. (مرقاة المفاتيح علىٰ مشكاة المصابيح: ۶/۳۲۶، كتاب النّكاح باب الصّداق، الفصل الأوّل، رقم الحديث: ۳۲۰۲، المطبوعة: المكتبة الأشرفيّة ديوبند)

(۱) تفسیر جلالین: ص: ۳۵۶، تفسیر سورۂ احزاب، آیت: ۵۰۔

(۲) وقال أبو حنيفةؒ: ينعقد النّكاح لغيره صلّى الله عليه وسلّم، وإنّما خصّ النّبيّ لعدم وجود المهر عليه. (حاشیہ جلالین: ص: ۳۵۶، حاشیہ نمبر: ۸)

بالغہ بیٹی کے نکاح میں بے وجہ تاخیر کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۱۹) جو شخص لڑکی بالغہ کو عرصہ دراز تک بٹھلائے رکھے بدون نکاح کے تو اس کی کیا سزا ہے؟ (۱۳۳۵/۱۷۷۹ھ)

الجواب: اگر باوجود ملنے کفو کے نکاح دختر بالغہ میں تاخیر کرے گا تو گنہ گار ہوگا، اور حدیث شریف میں ہے کہ لڑکا یا لڑکی جب بالغ ہوجاوے، اور اُن کا باپ اُن کا نکاح نہ کرے اور اُن سے کوئی گناہ یعنی زنا سرزد ہوجاوے تو وہ گناہ باپ کو بھی ہوگا، اور ایک روایت میں ہے کہ جس کی لڑکی بارہ برس کو پہنچ جاوے اور وہ اس کا نکاح نہ کرے اور اس سے کوئی معصیت سرزد ہو تو وہ معصیت باپ کے ذمے ہے، لفظ حدیث یہ ہیں: **وعن عمر بن الخطّاب وأنس بن مالك عن رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم قال: في التّوراة مكتوب: من بلغت ابنته اثنتي عشرة سنةً ولم يزوّجها فأصابت إثمًا فإثم ذٰلك عليه، رواه البيهقي** [1] اور غرض بارہ برس کو پہنچنے سے بالغہ ہونا ہے، اور یہ تہدیداً اور زجراً فرمایا ہے کہ لوگ نکاحِ دخترِ بالغہ میں بے وجہ تاخیر نہ کریں۔ فقط واللہ اعلم (۷/۴۷)

بالغ اولاد کے نکاح میں جلدی کرنا ضروری ہے

سوال: (۲۰) زید کی دو لڑکیاں جوان بلکہ قریب ادھیڑ کے پہنچ گئی ہیں، زید ان کی شادی کرنے میں دیر کر رہا ہے، اس بارے میں اگر کوئی وعید ہو تو لکھیے؟ (۱۳۳۹/۱۶۲۱ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے: **من ولد له ولد فليحسن اسمه وأدبه، فإذا بلغ**

---

(۱) **مشكاة المصابيح:** ص: ۲۷۱، **كتاب النّكاح، باب الولي في النّكاح واستيذان المرأة، الفصل الثّالث.**

دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں: **قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: من ولد له ولد فليحسن اسمه وأدبه، فإذا بلغ فليزوّجه، فإن بلغ ولم يزوّجه، فأصاب إثمًا فإنّما إثمه علىٰ أبيه. (مشكاة المصابيح:** ص: ۲۷۱، **كتاب النّكاح، باب الولي إلخ، الفصل الثّالث)** ظفیر

فلیزوّجه، فإن بلغ ولم یزوّجه فأصاب إثمًا فإنّما إثمه علیٰ أبیه [۱] اور دوسری روایت میں ہے: من بلغت ابنته اثنتي عشرة سنة ولم یزوّجها فأصابت إثمًا فإثم ذٰلك علیه [۱] الحاصل جوان اولاد کے نکاح میں حتی الوسع جلدی کرنا ضروری ہے، خصوصًا لڑکی کے نکاح میں باوجود موقع مناسب ملنے کے دیر کرنا بہت برا ہے، اور حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ اگر اس اولاد سے گناہ سرزد ہوا تو وبال اس کا باپ پر ہے۔ فقط واللہ اعلم (۷/۴۲-۴۳)

سوال: (۲۱) جس شخص کی لڑکی ۲۵ سال کی ہوگئی ہو، اور وہ شادی نہ کرتا ہو، اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ (۵۲۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اپنی دختر کی شادی کرنا موقع اور کفو کے ملنے پر ضروری ہے، بعد ملنے کفو کے اور موقع مناسب کے دیر نہ کرنی چاہیے، حدیث شریف میں اس کی بہت تاکید وارد ہے کہ لڑکا ہو یا لڑکی بعد بالغ ہونے کے اس کے نکاح میں جلدی کرنا چاہیے، اور اچھا موقع ملنے پر فوراً نکاح کر دینا چاہیے [۲] فقط واللہ اعلم (۷/۴۶)

نابالغ کا نکاح جائز ہے

سوال: (۲۲) چار سال ہوئے میرا نکاح رحمت اللہ کی ہمشیرہ سے بہ حالت نابالغی ہوا تھا، اب ہم دونوں بالغ ہیں اور ہماری آبادی واقع ہے، یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ لڑکی کا بھائی رحمت اللہ

---

(۱) عن أبي سعید وابن عبّاس قالا: قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: من ولد له ولد الحدیث.

وعن عمر بن الخطّاب وأنس بن مالك عن رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم قال في التّوراة مکتوب: من بلغت ابنتُه اثنتي عشرة سنة الحدیث. (مشکاة المصابیح: ص:۲۷۱، کتاب النّکاح، باب الولي في النّکاح واستیذان المرأة، الفصل الثّالث) ظفیر

(۲) عن أبي سعید وابن عبّاس قالا: قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: من وُلد له ولد فلیحسن اسمَه وأدبه، فإذا بلغ فلیزوّجه، فإن بلغ ولم یزوّجه فأصاب إثمًا فإنّما إثمه علیٰ أبیه. (مشکاة المصابیح: ص:۲۷۱، کتاب النّکاح، باب الولي في النّکاح واستیذان المرأة، الفصل الثّالث) ظفیر

کہتا ہے کہ (نابالغوں کا نکاح نہیں ہوتا؛ یہ صحیح ہے یا غلط؟)(۱) (۳۱۳۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: یہ نکاح شرعًا صحیح ہوگیا اور زوجہ کے بھائی رحمت اللہ کا یہ کہنا کہ نکاح نابالغ کا صحیح نہیں ہوتا غلط ہے (۲) فقط واللہ اعلم (۴۶/۷)

ولی کا اپنے نابالغ بچوں کا نکاح کرنا شرعًا درست ہے اور شادی کے لیے عمر کی کوئی تحدید نہیں

سوال: (۲۳)......(الف) نابالغوں کا نکاح جو کچھ بھی نہیں سمجھتے جائز ہے یا نہیں؟

(ب) شرعًا لڑکے لڑکی کی شادی کتنی عمر میں ہونی چاہیے؟ (۹۸۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) نابالغوں کا نکاح جو (اُن کے ولی نے کیا وہ)(۳) صحیح ہے نابالغوں کو سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے، اولیاء کا سمجھنا اور اجازت دینا کافی ہے۔

(ب) عمر کی کچھ تحدید لازمی نہیں ہے (۴) فقط واللہ اعلم (۴۶/۷)

جوان عورت کا نکاح نابالغ لڑکے سے کرنا درست ہے

سوال: (۲۴) عورت بیوہ پندرہ سالہ عمر کا نکاح ایک لڑکے سے ہوا جس کی عمر چھ سال ہے، ایسی حالت میں نکاح صحیح ہوگیا یا نہیں؟ (۱۳۵۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) قوسین والی عبارت کی تصحیح اور اضافہ رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کیا گیا ہے۔۱۲

(۲) عن عائشة أنّ النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم تزوّجها وهي بنت سبع سنين، وزُفّت إليه وهي بنت تسع سنين، ولُعبها معها، ومات عنها وهي بنت ثماني عشرة، رواه مسلم. (مشكاة المصابيح: ص:۲۷۰، كتاب النّكاح، باب الولي في النّكاح واستيذان المرأة، الفصل الأوّل) ظفیر

(۳) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کی گئی ہے۔۱۲

(۴) ويجوز نكاح الصّغير والصّغيرة إذا زوّجهما الوليّ بكرًا كانت الصّغيرة أو ثيّبًا. (الهداية: ۳۱۶/۲، كتاب نكاح، باب في الأولياء والأكفاء) ظفیر

الجواب: اگر نابالغ کے ولی نے اس کا نکاح کیا ہے تو نکاح صحیح ہوگیا، عورت پندرہ سالہ یا اس سے زیادہ عمر کی ہو اور اپنا نکاح نابالغ لڑکے سے کرے اور نابالغ کی طرف سے اس کا ولی اجازت دے تو نکاح صحیح ہوجاتا ہے[1] فقط واللہ اعلم (۷/۲۲۶-۲۲۷)

تیس سالہ بیوہ کا نکاح سات سالہ لڑکے سے کرنا درست ہے

سوال: (۲۵) ایک بیوہ تیس (۳۰) سالہ کا نکاح اس کی رضامندی سے ایک لڑکے نابالغ (۷) سالہ سے کردیا؛ جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۳۹/۲۰۸۵ھ)

الجواب: اگر اس عورت بالغہ کی اجازت ورضامندی سے لڑکے نابالغ کے ولی نے نابالغ کی طرف سے اس نکاح کو قبول کیا تو نکاح صحیح ہوگیا[2] فقط (گو ایسا بے جوڑ موجودہ زمانے میں نکاح مناسب نہیں۔ ظفیر) (۷/۲۳۹)

۵۷ سالہ بُڑھیا کا نکاح ۱۶ سالہ لڑکے سے کرنا درست ہے

سوال: (۲۶) ۵۷ برس کی بڑھیا سے سولہ (۱۶) برس کے لڑکے کا نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۴-۳۳/۸۹۲ھ)

الجواب: نکاح ہوجاتا ہے[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۰۳)

---

(۱) وهو أي الوليّ شرط صحّة نكاح صغير ومجنون ...... فنفذ نكاح حرّة مكلّفة بلا رضا وليّ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۱۵، كتاب النّكاح، باب الوليّ)

(۲) اس لیے کہ عمر میں تفاوت کی کوئی قید نہیں ہے، مسلمان مرد عورت ہوں، اور ایجاب وقبول اور گواہ پائے جائیں۔ ظفیر

(۳) شریعت میں عمر کی کوئی قید نہیں۔

نکاح کے ارکان اور شرائط کا بیان

نکاح میں کتنے امور فرض اور واجب ہیں؟

سوال: (۲۷) نکاح میں کتنے امور فرض اور واجب ہیں؟ (۸۴۵/۱۳۴۵ھ)

الجواب: نکاح نام ایجاب وقبول کا ہے، یہ دونوں رکن نکاح کے ہیں اور سننا ہر ایک کا عاقدین میں سے دوسرے کے لفظ کو اور سننا دو گواہوں کا ایجاب وقبول کو یہ شرائط میں سے ہیں، اور سنن ومستحبات میں سے اعلانِ نکاح وغیرہ ہے جس کو درمختار میں اس عبارت میں بیان کیا ہے: **ويندب إعلاَنُه وتقديمُ خُطبةٍ و كونُه في مسجدٍ يوم جُمُعَة بِعَاقِدٍ رشيدٍ وشهودٍ عُدُولٍ إلخ (۱) وفيه أيضًا: وينعقد......بإيجاب......وقبول إلخ (۲) وشرط سماع كلّ من العاقدين لفظ الآخر إلخ وشرط حضور شاهدين إلخ (۳) ملخّصًا. والتّفصيل يطلب من كتب الفقه.** (۷/۵۲-۵۳)

نکاح میں ایجاب وقبول ضروری ہے؛ شش کلمہ وغیرہ پڑھانا ضروری نہیں

سوال: (۲۸) عندالنکاح اگر ہر دو صفت ایمان اور شش کلمہ نہ پڑھائے جائیں اور محض ایجاب و

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۵۷-۵۸، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة.

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۵۹-۶۰، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة.

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۷۲-۷۳، كتاب النّكاح، مطلب: هل ينعقد النّكاح بألفاظ المصحفة نحو تجوزتُ.

قبول ہی فرض سمجھ کر چھوڑ دیے جائیں تو کیا حکم ہوگا؟ (۹/۴۷۹-۱۳۴۳ھ)

الجواب: نکاح میں ایجاب وقبول ضروری ہے بدون ایجاب وقبول کے نکاح منعقد نہ ہوگا[(۱)] اور صفت ایمان اور کلموں کا پڑھانا اس وقت انعقاد نکاح کے لیے شرط نہیں ہے، بدون پڑھائے بھی نکاح منعقد ہوجاتا ہے، اور سنت طریقہ نکاح کا یہ ہے کہ اوّل خطبہ مسنونہ پڑھا جاوے، اور پھر ایجاب وقبول مجلس نکاح میں کرایا جاوے، اور کم از کم دو گواہ سننے والے ایجاب وقبول کے موجود ہوں[(۲)] فقط (۵۴/۷)

صرف ایک مرتبہ ایجاب وقبول سے نکاح درست ہوجاتا ہے

سوال: (۲۹) ایک مرتبہ ایجاب وقبول کرانے سے نکاح ہوجاتا ہے یا نہیں؟[(۳)] (۲۱۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: نکاح ہوجاتا ہے[(۴)] فقط واللہ اعلم (۶۷/۷-۶۸)

مہر کے ذکر کے بغیر نکاح صحیح ہوجاتا ہے

سوال: (۳۰) نکاح کے وقت اگر مہر کا ذکر نہیں آیا تو نکاح ہوگیا یا نہیں؟ (۴۲۳/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: نکاح ہوگیا اور مہر مثل لازم ہوگیا[(۵)] فقط واللہ اعلم (۶۳/۷)

---

(۱) وینعقد أي النّکاح أي یثبت ویحصل انعقاده بالإیجاب والقبول. (ردّ المحتار: ۶۰/۴، کتاب النّکاح، مطلب: کثیرًا ما یتساهل في إطلاق المستحبّ علی السّنّة) ظفیر

(۲) یستحبّ أن یکون النّکاح ظاهرًا وأن یکون قبله خطبة وأن یکون عقده في یوم الجمعة وأن یتولّی عقده ولي رشید وأن یکون بشهود عدول. (البحر الرّائق: ۱۴۴/۳، کتاب النّکاح)

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں اس کے بعد بے جوڑ عبارت تھی، اور اس کا جواب بھی مذکور نہیں تھا؛ اس لیے ہم نے اس کو حذف کردیا ہے۔ ۱۲

(۴) ینعقد ...... بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵۹/۴-۶۰، کتاب النّکاح، مطلب: کثیرًا ما یتساهل في إطلاق المستحبّ علی السّنّة) ظفیر

(۵) ویصحّ – النّکاح – وإن لم یسمّ فیه مهرًا إلخ، فإن تزوّجها ولم یسمِّ لها مهرًا ...... فلها مهر مثلها. (الجوهر النّیّرة: ۷۷/۲-۷۸، کتاب النّکاح) ظفیر

دو شرعی گواہوں کے سامنے خطبہ اور مہر کے بغیر ایجاب وقبول کیا تو نکاح صحیح ہوگیا

سوال: (۳۱) زید و ہندہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں اور اسی مکان میں خالد وصالحہ وحمیدہ بھی موجود ہیں، زید نے ہندہ سے تین مرتبہ بلاتذکرۂ مہر کہا کہ تمہارے ساتھ نکاح کرتے ہیں، تم کو منظور ہے ہندہ نے تینوں مرتبہ یہ کہا کہ مجھے منظور ہے تو اس صورت میں نکاح منعقد ہوا یا نہ؟ اور خطبہ نکاح میں ضروری ہے یا نہ؟ (۷۸۷/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں یہ نکاح صحیح ولازم ہوگیا کیوں کہ صحتِ نکاح کی شرط (حضور)[۱] شاہدین اور اس کا رکن ایجاب قبول ہے اور یہ دونوں اس صورت میں موجود ہیں، خطبہ مسنون ہے، نکاح کی صحت اس پر موقوف نہیں[۲] فقط کتبہ عتیق الرحمن عثمانی۔

قال في ردّ المحتار: لو قال بالمضارع ذي الهمزة أتزوّجك، فقالت: زوّجت نفسي؛ انعقد[۳] فقط۔ عزیز الرحمٰن مفتی دارالعلوم دیوبند (۵۷/۷)

گونگا بہرا کس طرح ایجاب وقبول کرے گا؟

سوال: (۳۲) ایک لڑکا بہرا اور گونگا ہے اور بالغ ہے اس کا نکاح کس طرح ہوسکتا ہے؟
(۱۷۴/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جو لڑکا گونگا بہرا ہو اور وہ بالغ ہو تو خود اس کا قبول کرنا جواز نکاح کے لیے شرط ہے، لیکن چوں کہ وہ بول نہیں سکتا تو اشارہ سے اس سے قبول کرایا جائے، اور فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر وہ

---

(۱) قوسین والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔۱۲

(۲) ويندب إعلانه وتقديم خطبة. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵۷/۴، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة) ظفیر

(۳) ردّ المحتار: ۶۲/۴، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة، تحت قول الماتن: (إذا لم ينو الاستقبال)

لکھنا پڑھنا جانتا ہے تو لکھ کر اس کے سامنے کر دیا جاوے، اس پر وہ لکھ دے کہ مجھے قبول ہے، اور اگر لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو تو صرف اشارہ سے قبول (۱) کرنا کافی ہے۔ **ففي الكافي الحاكم الشّهيد ما نصّه: فإن كان الأخرس لا يكتب وكان له إشارة تعرف في طلاقه ونكاحه وشرائه وبيعه فهو جائز إلخ (۲) (فقد رتّب جواز الإشارة علىٰ عجزه عن الكتابة فيفيد أنّه إن كان يُحسن الكتابة لا تجوز إشارته (۲)) (ردّ المحتار: ۲/۵۸۴، كتاب الطّلاق)** ظفیر
(۷/۶۰)

باضابطہ ایجاب کے بعد قبول پایا گیا تو نکاح صحیح ہے ورنہ نہیں

سوال: (۳۴۳) زید نے اپنی حالت مرض میں جب کہ اس (کا ہوش وحواس وعقل ثابت تھا) (۳) روبہ رو ہم شیخ تصدق حسین ومحمد حسین وصفی اللہ کے یوں کہا کہ ہم اپنی لڑکی کلثوم نابالغہ کو بہ عوض دَین مہر مبلغ ۱۲۴ کے؛ نکاح میں نور محمد جو پسر نابالغ شیخ پھید وکا ہے دے دیا، اور شیرینی وغیرہ بھی تقسیم کرنے کو منگالی، لیکن قبل تقسیم شیرینی زید قضا کر گیا، بعد انقضائے ایام چھ ماہ کے زید موصوف کی ہمشیرۂ حقیقیہ نے جو کلثوم مذکور کی پھوپھی ہے؛ ولیٔ نکاح ہو کر دوسرا نکاح کلثوم کا زین الدین نابالغ پسر سراج الحق مرحوم سے کرا دیا، اس صورت میں کونسا نکاح صحیح ہے؟ (۳۲۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ جو زید کی طرف سے الفاظ مذکور ہیں کہ ہم نے اپنی دختر کلثوم نابالغہ کو الخ یہ ایجاب ہے، اگر اس کے بعد نور محمد کی طرف سے اس کے باپ شیخ پھیدو نے یہ لفظ کہہ لیا ہے کہ میں نے اپنے پسر نور محمد کے لیے قبول کر لیا تو نکاح منعقد ہو گیا ہے (۴) دوسرا نکاح اس لڑکی کا صحیح نہ ہوگا

---

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں ''قبول'' کے بعد سوا تین سطریں مکرر تھیں؛ اس لیے اُن کو حذف کیا گیا۔۱۲

(۲) **ردّ المحتار: ۴/۳۳۰، كتاب الطّلاق، مطلب في الحشيشة والأفيون والبنج.**

(۳) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کی گئی ہے۔۱۲

(۴) **وينعقد ...... بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر إلخ، كزوّجت نفسي أوبنتي أو مؤكلتي منك، ويقول الآخر: تزوّجت (الدّرّ المختار) قوله: (كزوّجت نفسي إلخ) أشار إلىٰ عدم الفرق بين أن يكون الموجب أصيلاً أو وليًّا أو وكيلاً...... قوله: (ويقول الآخر: تزوّجت) أي أو قبلت لنفسي أو لمؤكلي أو ابني أو مؤكلتي، ط. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۵۹-۶۰، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة)** ظفیر

كذا في الدّرّ المختار وغيره من كتب الفقه[1] فقط (لیکن اگر قبول نہیں پایا گیا ہے تو درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم، ظفیر) (۷/۶۵-۶۶)

بلا ایجاب وقبول نکاح درست نہیں

سوال: (۳۴) اگر عورت بالغ ہو اور بہ وقت نکاح ایجاب وقبول نہ ہو تو نکاح جائز ہوگا یا نہ؟ (۱۳۴۵/۱۹۱۶ھ)

الجواب: بدون ایجاب وقبول کے نکاح نہ ہوگا[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۵۹)

سوال: (۳۵) زید اپنے نابالغ لڑکے کی بارات بکر کی دختر نابالغہ سے لے گیا، جب ملاّ صاحب واسطے نکاح کے بیٹھے (بہ نسبت)[3] شاہدان جو کلمات برائے شناخت گواہان کہلوائے جاتے ہیں اس نے نہ کہا، اور نہ قبولیت کے الفاظ اپنی زبان سے کہہ سکا نہ زید نے قبول کیا، اب زوجین بالغ ہوگئے ہیں، اور بکر کہتا ہے کہ اس وقت نکاح منعقد نہیں ہوا تھا؛ لہٰذا ہم رخصت نہیں کرسکتے، بلکہ دوسری جگہ شادی کا سامان کر رہا ہے، آیا نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟ اور دوسری جگہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ (۶۲۹/۱۳۳۸ھ)

الجواب: بدون ایجاب وقبول کے نکاح منعقد نہیں ہوتا، پس صورتِ مذکورہ میں نکاح منعقد نہیں ہوا۔ درمختار میں ہے: وينعقد ملتبسًا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر وُضِعَا للمضي إلخ[4] وفيه أيضًا: وشرط حضور شاهدين حرّين ...... مكلّفين سامعين

---

(۱) أمّا نكاح منكوحة الغير إلخ، لم يقل أحد بجوازه. (ردّ المحتار: ۴/۲۰۳، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد) ظفیر

(۲) وينعقد ملتبسًا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر (الدّرّ المختار) وينعقد أي النّكاح أي يثبت ويحصل انعقاده بالإيجاب والقبول. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۵۹-۶۰، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة) ظفیر

(۳) قوسین والا لفظ رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔۱۲

(۴) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۵۹-۶۰، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة.

قولهما معًا على الأصحّ إلخ[1] **ملخّصًا.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۵۶/۷)

صرف ایجاب سے نکاح منعقد نہیں ہوتا

سوال: (۳۶) طائفۂ اہلِ اسلام کی ایک مجلس بہ غرض نکاح منعقد ہوئی، مجلس حاضرہ میں لڑکی کے والد نے نکاح خواں کے اشارے پر ایجاب کیا، پھر لڑکے کو جو عاقل بالغ اور مجلس میں موجود تھا قبول کے لیے کہا گیا تو اس نے اور اس کے والد نے قبول سے سکوت کیا تو نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۴۵۴ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **وینعقد ملتبسًا بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر إلخ فلا ینعقد بقبول بالفعل کقبض مهر إلخ (الدّرّ المختار) قوله: (فلا ینعقد إلخ) تفریع علی ما تقدّم من انعقاده بلفظین إلخ**[2] پس معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں نکاح منعقد نہیں ہوا۔ فقط (۸۷/۷)

سوال: (۳۷) ہندہ نے عمر سے کہا کہ میں تیری منکوحہ ہوں اور عمر؛ ان الفاظ کے بعد ساکت رہا تو نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟ (۱۰۳۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ان لفظوں سے نکاح منعقد نہیں ہوا، کیوں کہ اس صورت میں ایجاب پایا گیا اور قبول نہیں پایا گیا، اور گواہوں کا وجود بھی بہ وقت عقد کے نہیں ہے جو کہ شرط نکاح کی ہے[3] فقط واللہ اعلم (۶۰/۷)

---

(۱) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۷۳-۷۵، کتاب النّکاح، مطلب: الخصّاف کبیر في العلم یجوز الاقتداء به.**

(۲) **الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۵۹-۶۳، کتاب النّکاح، مطلب: کثیرًا ما یتساهل في إطلاق المستحبّ علی السّنّة.**

(۳) **وینعقد إلخ بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر وُضِعَا للمضي إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۵۹-۶۰، کتاب النّکاح، مطلب: کثیرًا ما یتساهل في إطلاق المستحبّ علی السّنّة)** ظفیر

وشرط حضور شاهدین حرّین أو حرّ وحرّتین مکلّفین سامعین قولهما معًا. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۷۳-۷۵، کتاب النّکاح، مطلب: الخصّاف کبیر في العلم یجوز الاقتداء به) ظفیر

ایجاب وقبول کے بغیر نکاح کے رجسٹر میں صرف دلہا دلہن وغیرہ کے نام لکھنے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا

سوال: (۳۸) بہ مقام ہاٹلی ایک نکاح خوانی کا جلسہ منعقد ہوا جیسا کہ یہاں کا دستور ہے کہ پہلے سے دفتر میں ناکح، منکوحہ، وکیل یا ولی اور شاہدین کے نام درج کر لیتے ہیں، اور بعد ایجاب وقبول کے ہر فریق اپنا اپنا دستخط ثبت کر دیتا ہے، لہٰذا چوں کہ دو قاضی موجود تھے پہلے نے دفتر میں نام وغیرہ لکھنا چاہا تو وکیل نے جو کہ ہندہ کا چچا تھا کہا کہ اس قاضی کے لکھنے پر مجھے اعتراض ہے، البتہ یہ دوسرا قاضی ہی نکاح پڑھائے تو میں اجازت دوں گا ورنہ نہیں، اس پر ہندہ کے والد نے کہا کہ لکھنے دو نکاح دوسرا ہی پڑھائے گا، قاضی اوّل نے دفتر میں لکھنے کے بعد سوال کیا کہ آیا نکاح پڑھانے کی اجازت ہے، اس پر وکیل نے کہا تمہیں ہرگز اجازت نہیں، پھر اہل مجلس میں کچھ گفت وشنید کے بعد نوشہ (زید) کے ماموں نے سہرا توڑ ڈالا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھا دیا، زید بھی کھڑا ہو گیا اور زید کے بھائی نے چھوارے وغیرہ کے طشت کو لات ماردی اور اٹھ کھڑے ہوئے پھر معاملہ ختم ہو گیا، اس صورت میں نکاح ہوا یا نہیں؟ (۸۷۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس صورت میں ظاہر ہے کہ ایجاب وقبول نہیں ہوا، لہٰذا یہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔ **کما في الدّرّ المختار: وينعقد ...... بإيجاب ...... وقبول إلخ (وبعد أسطر) وشرط حضور شاهدين إلخ ، سامعين قولهما معًا إلخ**[1] فقط واللہ اعلم (۶۲/۷-۶۳)

صرف پانی پلانے سے نابالغین کا نکاح نہیں ہوتا

سوال: (۳۹) کیا نابالغان کا نکاح بلا ایجاب وقبول ان کے اولیاء کے صرف ان کو پانی پلا دینے سے ہو جاتا ہے؟ (۱۸۵۲/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: صرف پانی پلانے سے نکاح نہیں ہوسکتا، البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ نابالغان کی طرف سے

---

(۱) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۵۹-۷۵، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة.**

ان کے ولی ایجاب وقبول کریں۔ فقط واللہ اعلم (۱۲۰/۷)

گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول سے نکاح ہو جاتا ہے

سوال: (۴۰) ایک شخص روبہ رو دو گواہوں کے اپنا نکاح خود ہی ایک عورت بیوہ سے باندھتا ہے اور باہم ایجاب وقبول ہوتا ہے، کیا یہ نکاح جائز ہے؟ (۱۳۴۱/۱۵ھ)

الجواب: یہ نکاح صحیح ہے، اور شریعت میں اعلان نکاح دو گواہوں کے ساتھ مسلّم رکھا ہے، گویا کہ ضروری اعلان حاصل ہو گیا [۱] فقط واللہ اعلم (۵۵/۷)

عورت ومرد باہمی رضامندی سے دو گواہوں کے سامنے نکاح کرلیں تو یہ درست ہے

سوال: (۴۱) زید وہندہ نے بہ رضائے باہمی دو گواہ عابد اور زاہد کے روبہ رو عقد کرلیا، اس عقد کا علم صرف زاہد وعابد کو ہے، آیا ان پر اس کا اظہار ضروری ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۱۲۸۲ھ)

الجواب: نکاح اس صورت میں شرعاً صحیح اور منعقد ہو جاتا ہے؛ کیوں کہ جو اعلان شرطِ انعقادِ نکاح ہے وہ اس صورت میں حاصل ہو گیا [۲] البتہ مستحب اور سنت یہ ہے کہ عام اعلان نکاح کا ہو۔ کما ورد: أعلنوا هٰذا النّكاح واضربوا عليه بالدّفّ [۳] فقط واللہ اعلم (۵۹/۷)

---

(۱) ولا يُشْتَرَطُ الإعلان مع الشّهود لما في التّبيين: أنّ النّكاح بحضور الشّاهدين يخرج عن أن يكون سرًّا ويحصل بحضورهما الإعلان. (البحر الرّائق: ۳/۱۵۵-۱۵۶، كتاب النّكاح)

(۲) النّكاح ينعقد بالإيجاب والقبول بلفظين إلخ، ولا ينعقد نكاح المسلمين إلّا بحضور شاهدين حرّين عاقلين بالغين إلخ. (الهداية: ۲/۳۰۵-۳۰۶، كتاب النّكاح) ظفیر

(۳) ويندب إعلانه وتقديم خطبة وكونه في مسجد يوم جمعة (الدّرّ المختار) قوله: (ويندب إعلانه) ...... لحديث التّرمذي: أعلنوا هٰذا النّكاحَ واجعلوه في المساجد واضربوا عليه الدّفوف فتح. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۵۷-۵۸، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة) ظفیر

مرد وعورت از خود دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرلیں تو نکاح درست ہے

سوال: (۴۲) زید اور ہندہ نے آپس میں لفظ ایجاب وقبول بہ حضور شاہدین کرلیا؛ یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ اگر کوئی شخص اپنا نکاح بغیر اجازت قاضی یا مفتی کے کرلیوے ساتھ ارکان وشروطِ نکاح کے تو جائز ہوگا یا نہ؟ (۱۵۸۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں جب کہ مرد وعورت جو کہ دونوں بالغ ہیں اور ہم کفو ہیں بہ حضور شاہدین خود ایجاب وقبول کرلیویں بدون وکیل (وشاہد)[1] وقاضی کے تو نکاح صحیح ہے اور منعقد ہوجاتا ہے، اور نکاح خواں اور وکیل اور وکالت کے گواہوں کی بہ موجودگی (عاقدین)[1] کے کچھ ضرورت نہیں ہے۔ کذا في عامّة کتب الفقه[2] فقط واللہ اعلم (۷/۷۰-۷۱)

گواہوں کی موجودگی میں مرد وعورت دونوں سے پوچھا گیا کہ "تم نے فلاں کی زوجیت قبول کی" دونوں نے قبول کرلیا تو نکاح منعقد ہوگیا

سوال: (۴۳) زید بالغ وہندہ بالغہ کا عقد ہو رہا ہے، بہ ایں صورت کہ ہندہ مکان خاص میں بیٹھی ہوئی تھی، اور زید دہلیز میں، عمرو نے مکان خاص میں جاکر ہندہ کو کہا کہ تم نے ۵۰ روپے مہر میں زید کی زوجیت کو قبول کیا؟ ہندہ نے کہا: قبول کیا، اس وقت مکان خاص میں ہندہ کے پاس علاوہ عمرو کے اور بھی صرف دو عورتیں بالغہ حاضر تھیں، پھر عمرو نے دہلیز پر آکر زید کو کہا کہ تم نے ۵۰ روپے میں ہندہ کو قبول کیا؟ زید نے کہا: قبول کیا، اس وقت بہت لوگ زید کے پاس قابل شہادت فی النکاح

---

(۱) قوسین والے الفاظ رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کیے گئے ہیں۔۱۲

(۲) وینعقد ملتبسًا بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر إلخ کزوّجتُ نفسي إلخ، ویقول الآخر: تزوّجتُ (الدّرّ المختار) أشار إلٰی عدم الفرق بین أن یکون الموجب أصیلاً أو ولیًّا أو وکیلاً. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۵۹-۶۰، کتاب النّکاح، مطلب: کثیرًا ما یتساهل في إطلاق المستحبّ علی السّنّة) ظفیر

ماحضر تھے، اب اس صورت میں جوازِ نکاح کی کیا صورت ہے؟ اگر نکاح صحیح ہوگیا تو یہ اقرار بالنکاح کی صورت ہوگی یا توکیل فی النکاح کی یا غیر ازیں؟ واگر اقرار بالنکاح کی صورت ہے تو عمرو مع ان دو اجنبیہ عورتوں کے جو مکان خاص میں تھیں ہندہ کے اقرار بالنکاح کے شاہدین بن سکتے ہیں؟

(۴۴۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اس صورت میں نکاح منعقد ہوگیا، کیوں کہ عمرو کا ہندہ سے یہ کہنا کہ تم نے پچاس روپے الخ توکیل پر محمول ہے، یعنی (ہندہ)[1] نے عمرو کو اپنے نکاح کا وکیل بنادیا اوراجازت زید سے نکاح کرنے کی دے دی، پھر جس وقت عمرو نے زید سے ایجاب وقبول نکاح کیا بہ حضور شہود اس وقت نکاح منعقد ہوگیا، پس عمرو کا یہ قول زید سے کہ تم نے پچاس روپے میں ہندہ کو قبول کیا؛ ایجاب ہے اور زید کا یہ کہنا کہ میں نے قبول کیا؛ قبول ہے، لہٰذا اگر ہندہ معروفہ ہے مجہول نہیں ہے یا اس کے باپ کا نام لیا گیا ہے تو نکاح منعقد ہوگیا۔ درمختار میں ہے: **وینعقد ملتبسًا بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر إلخ**[2] اور ظاہر ہے کہ وکیل زوجہ کا **أحدهما** میں داخل ہے اور قائم مقام ہے زوجہ کا اس کے نکاح کرنے میں۔ فقط واللہ اعلم (۸۰/۷-۸۱)

لڑکا اور لڑکی میں سے ہر ایک نے کہا: ''اگر تم کو منظور ہے تو میں نے بھی منظور کرلیا'' یہ کہنے سے نکاح ہوگیا

سوال: (۴۴) ہندہ نے اپنے لڑکے بکر سے بہ موجودگی خالد وصالحہ وکلیمہ یہ کہا کہ تم اپنا نکاح عائشہ سے کرلو، بکر نے جواب دیا کہ اگر عائشہ کو منظور ہے تو میں نے منظور کرلیا، عائشہ نے کہا کہ اگر تم منظور کرتے ہو تو میں بھی منظور کرتی ہوں؛ ان الفاظ سے نکاح منعقد ہوجاوے گا یا نہیں؟

(۲۰۳۳/۳۵-۱۳۳۶ھ)

---

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (ہندہ) کی جگہ ''میں نے'' تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

(۲) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۵۹-۶۰، کتاب النّکاح، مطلب: کثیرًا ما یتساهل في إطلاق المستحبّ علی السّنّة.**

الجواب: اس صورت میں نکاح منعقد ہوگیا(۱) اور مہر مثل لازم ہوگا۔ **كما في الدّرّ المختار: وكذا يجب مهر المثل فيما إذا لم يسمِّ مهرًا إلخ**(۲) فقط واللہ اعلم (۷/ ۶۸)

نکاح خواں نے لڑکی کی اجازت سے لڑکے سے نکاح قبول کرنے کو کہا اور اُس نے قبول کرلیا تو نکاح ہوگیا

سوال: (۴۵) نکاح خواں نے ہندہ بالغہ کا نکاح اس کی اجازت سے بہ ولایت اس کے ماموں کے؛ عمر کے ساتھ بہ ایں طور پڑھا: اے عمر! تم نے مسماۃ اکبری دختر فلاں کو بہ عوض سو روپے مہر کے قبول کیا؟ عمر نے کہا: ہاں! قبول کیا، ایسے ایجاب وقبول سے نکاح صحیح ہوجاتا ہے یا نہ؟

(۴۲۰/ ۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ایجاب وقبول بہ طریق مذکور سے نکاح ہوجاتا ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ لڑکی کے باپ کا نام لیا جائے، یا یہ کہ گواہوں کو اس کا حال معلوم ہو، اور وہ اس لڑکی کو جانتے ہوں کہ فلاں شخص کی بیٹی ہے(۳) فقط واللہ اعلم (۷/ ۸۶-۸۷)

---

(۱) اس لیے کہ ایجاب وقبول باہم پایا گیا۔ **وينعقد ملتبسًا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۵۹-۶۰، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة)** ظفیر

(۲) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۱۷۷، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب: نكاح الشّغار.**

(۳) **وينعقد ملتبسًا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر وضعا للمضي لأنّ الماضي أدلّ على التّحقيق كزوّجت نفسي أو بنتي أو مؤكّلتي منك، ويقول الآخر: تزوّجت. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۵۹-۶۰، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة)**

لو كانت غائبةً و زوّجها وكيلُها فإن عرفها الشّهود وعلموا أنّه أرادها كفٰى ذكر اسمها، وإلّا لا بدّ من ذكر الأب والجدّ أيضًا. (ردّ المحتار: ۴/ ۶۶، كتاب النّكاح، مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب) ظفیر

بالغہ لڑکی والدین کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح کفو میں کرسکتی ہے

سوال: (۴۶) ایک کنواری بالغہ ۱۴ سالہ لڑکی جس کو ایک سال سے حیض آرہا ہے، اپنا نکاح بغیر مشورۂ والدین کے گواہوں کے رو بہ رو کرسکتی ہے، جب کہ لڑکی اندھیرے میں یا درِ پردہ یا پسِ دیوار بیٹھی ہو، اور دو گواہ لڑکی اور لڑکے کے ایجاب وقبول کو بہ خوبی سن سکیں، اور بغیر اس لڑکی اور اس کے والدین کا نام لینے کے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۹۰۳ھ)

الجواب: وہ لڑکی بالغہ ہے، بدون مشورہ واجازتِ والدین کے اپنا نکاح کفو میں کرسکتی ہے[1] اور دولہا دلہن جب کہ خود ایجاب وقبول مواجہۃً کریں تو لڑکی کا نام اور اس کے باپ کا نام لینے کی ضرورت نہیں ہے، پس اگر دو گواہوں کی رو بہ رو دولہا دولہن خود ایجاب وقبول کرلیں تو نکاح منعقد ہوجاوے گا۔ كذا في الدّرّ المختار[2] فقط واللہ اعلم (۷۳-۷۲/۷)

بالغہ لڑکی نے از خود گواہوں کی موجودگی میں نکاح کی منظوری دی اور لڑکے نے قبول بھی کرلیا تو نکاح منعقد ہوگیا

سوال: (۴۷) ایک عورت مسماۃ شریفن بیوہ عمر تخمیناً بارہ تیرہ سال جس کی بابت دو عورتوں نے شہادت دی کہ ایک حیض ہمارے سامنے آچکا ہے، شریفن مذکورہ کے مکان پر عبدالرحیم بہ معہ عبدالرحمٰن اور دو مرد اور دو عورت کے پہنچا، اور دریافت کیا کہ شریفن تیرے نکاح کے کئی شخص خواہش مند ہیں تو کہاں رضا مند ہے؟ جواب دیا کہ میں اپنے سابق بہنوئی عبدالرحمٰن سے رضامند ہوں، اور مہر سو روپے کا باندھنا، تب عبدالرحمٰن سے دریافت کیا کہ تجھ کو نکاح منظور ہے اور مہر یک صد روپے کا منظور ہے؟

---

(۱) فنفذ نكاح حرّة مكلّفة بلا رضا وليّ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۱۵/۴، كتاب النّكاح، باب الولي) ظفیر

(۲) وينعقد ...... بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر إلخ، وشرط حضور شاهدين إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۵۹-۷۳، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة) ظفیر

جواب دیا کہ مجھ کو نکاح بھی منظور ہے اور مہر بھی، خطبہ وغیرہ کچھ نہیں پڑھا گیا، اس کے بعد عبدالرحیم نے شہرت کر دی کہ نکاح ہو گیا، آیا شرعاً یہ نکاح ہوا یا نہیں؟ شریفن کے تایا وغیرہ بھی موجود ہیں ان سے اجازت نہیں لی تو شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۹۱۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: حسب تصریح فقہاء اس صورت میں نکاح منعقد ہو گیا، اور چوں کہ شریفن بالغہ ہو چکی ہے تو خود اس کی رضا واجازت کافی ہے تایا وغیرہ کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے [(۱)] فقط واللہ اعلم (۷/۱۳۴-۱۳۵)

دو گواہوں کے سامنے عورت خود ایجاب کرے اور مرد قبول کر لے تو نکاح ہو جاتا ہے قاضی وکیل یا نکاح خواں کا ہونا ضروری نہیں

سوال: (۴۸) زید اور ہندہ نے اپنا نکاح دو گواہوں کے سامنے اس طرح کر لیا کہ ہندہ نے زید سے کہا کہ میں خود کو تمہارے نکاح میں دیتی ہوں، زید نے کہا: میں نے قبول کیا؛ یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (۱۷۰۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اگر دو گواہوں کے سامنے زید اور ہندہ نے بہ طریق مذکور ایجاب وقبول کیا تو نکاح منعقد ہو گیا۔ هٰكذا في الدّرّ المختار [(۲)] فقط واللہ اعلم (۷/۵۵-۵۶)

والدین نے زدوکوب کر کے بالغہ لڑکی سے ایجاب کرالیا تو نکاح ہو گیا

سوال: (۴۹) ایک لڑکی بالغہ سے اس کے والدین نے زدوکوب کر کے ایجاب کرالیا ہے، اور ایک لڑکے سے نکاح کر دیا ہے؛ یہ نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟ (۵۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) فنفذ نكاح حرّة مكلّفة بلا رضا ولي (الدّرّ المختار) أراد بالنّفاذ الصّحّة وترتّب الأحكام من طلاق وتوارث وغيرهما. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۱۱۵، كتاب النّكاح، باب الولي) ظفیر

(۲) وينعقد — أي النّكاح — ...... بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر إلخ، كزوّجت نفسي إلخ، منك ويقول الآخر: تزوّجت. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۵۹-۶۰، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة) ظفیر

الجواب: زبردستی کر کے اور زدوکوب کر کے لڑکی بالغہ سے ایجاب یا قبول کرا لینے سے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ کذا في کتب الفقه[1] فقط واللہ اعلم (۶۸/۷)

جبراً اجازت دے دے تو بھی نکاح ہو جاتا ہے

سوال: (۵۰) ایک عورت بیوہ اپنا نکاح زید سے کرنا چاہتی تھی، مگر اس کے بھائی اور داماد نے جبراً اس سے اجازت لے کر بکر سے اس کا نکاح کر دیا، بعد کو عورت نے عدالت میں درخواست دے دی کہ میرا نکاح جبراً کیا گیا ہے، لہٰذا میں اس کے یہاں نہ رہوں گی، غرض مقدمہ پنچایت میں آیا اور بکر سے فارغ خطی لی گئی، اور عورت نے زید سے نکاح کر لیا جو نکاح بکر سے ہوا تھا وہ جائز تھا یا نہ؟ (۲۰۴۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: نکاح اس بیوہ کا جو بکر سے ہوا تھا صحیح ہو گیا تھا، کیوں کہ نکاح اکراہ سے بھی ہو جاتا ہے[2] کما استدلّ علیه الفقهاء، بقوله علیه السّلام: ثلاث جدّهنّ جدّ وهزلهنّ جدّ، الحدیث[3] وعدّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم منها النّکاح، پھر جب کہ بکر سے فارغ خطی لی گئی تو وہ عورت اس کے نکاح سے خارج ہو گئی، اب اگر اس کا نکاح زید سے عدت گزرنے کے بعد ہوا ہے تو صحیح ہے، اور اگر عدت کے اندر ہوا تو باطل ہے۔ إلاّ أن تکون غیر مدخولة. فقط واللہ اعلم (۲۲۹/۷)

---

(۱) إذ حقیقة الرّضا غیر مشروطة في النّکاح لصحّته مع الإکراه والهزل، رحمتي. — إلیٰ قوله — بل عباراتهم مطلقة في أنّ نکاح المُکره صحیح إلخ، ولفظ المُکره شامل للرّجل والمرأة. (ردّ المحتار: ۷۲/۴-۷۳، کتاب النّکاح، قبل مطلب: الخصّاف کبیر في العلم یجوز الاقتداء به) ظفیر

(۲) إذ حقیقة الرّضا غیر مشروطة في النّکاح لصحّته مع الإکراه والهزل. رحمتي (ردّ المحتار: ۷۲/۴، کتاب النّکاح، مطلب: هل ینعقد النّکاح بالألفاظِ المصحفةِ نحو تجوّزتُ)

فیجوز نکاح المکره عندنا ...... لأنّ الشّرع جعل الجدَّ والهزل في باب النّکاح سواء، قال النّبيّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم: ثلاث جدّهنّ جدٌّ، وهزلُهنّ جدٌّ: الطّلاق والعتاق والنّکاح. (بدائع الصّنائع: ۶۱۲/۲، کتاب النّکاح، من شروط صحّته الکفاءة إلخ)

(۳) عن أبي هریرة أنّ رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم قال: ثلاث جدّهنّ جدّ وهزلهنّ جدّ: النّکاح والطّلاق والرّجعة، رواه التّرمذي. (مشکاة المصابیح: ص: ۲۸۴، کتاب النّکاح باب الخلع والطّلاق، الفصل الثّاني)

جبراً جو نکاح ہوا اُس کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۱) زید کی دختر کو عمر بہکا کر لے گیا اور کسی دوسرے موضع میں نکاح کرالیا، زید کی فریاد پر اس موضع والوں نے والدِ عمر پر اور ہمشیرۂ بالغۂ عمر پر جبراً اور زبردستی کر کے دونوں سے اجازتِ نکاح لے کر عمر کی ہمشیرہ کا نکاح زید کے فرزند سے کر دیا، اس صورت میں نکاح مکرہ صحیح ہے یا نہیں؟
(۷۹۷/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: فقہاء نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ نکاح اکراہ کے ساتھ درست ہے، خواہ مرد مکرہ ہو یا عورت اور یہی صحیح ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں نکاح عند الحنفیہ صحیح ہو گیا۔ **كما في الشّامي: بل عباراتهم مطلقة في أن نكاح المكره صحيح كطلاقه وعتقه ممّا يصحّ مع الهزل ولفظ المكره شامل للرّجل والمرأة إلخ**[1] (شامي: ۲/ ۲۷۱) **أقول: وفي الحديث: ثلاث جدّهنّ جدّ وهزلهنّ جدّ الحديث وعد صلّى الله عليه وسلّم فيهنّ النّكاح**[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم
(۷/ ۲۳۴-۲۳۵)

جبراً نکاح ہوا مگر دو گواہ گواہی دیتے ہیں کہ عورت کی رضا سے ہوا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۲) ہندہ بیوہ کا نکاح جبراً زید سے کیا گیا، اب ہندہ کہتی ہے کہ میرا نکاح جبراً کیا گیا، میری رضا نہ تھی اور نہ ہے، اور شوہر کی جانب سے چند شاہد بناوٹی جو کہ شوہر کے قرابت دار ہیں، شہادت دیتے ہیں کہ نکاح منکوحہ کی رضا سے ہوا، نیز چند گواہ عورت کی جانب سے اس کی عدم رضا پر شہادت دیتے ہیں اور عورت بہ دستور واویلا کرتی ہے، بعد نکاح مدخولہ نہیں ہوئی نکاح ثابت ہوگا یا نہ؟ (۲۰۳۷/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

---

(۱) **ردّ المحتار: ۴/ ۷۳، كتاب النّكاح، قبيل مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به.**
(۲) **مشكاة المصابيح: ص: ۲۸۴، كتاب النّكاح، باب الخلع والطّلاق، الفصل الثّاني.**

الجواب: اگر دو گواہ معتبر سے شوہر رضامندی عورت کی ثابت کردے گا تو نکاح صحیح ثابت ہوجاوے گا، عورت کا اظہارِ نارضامندی معتبر نہ ہوگا، اور اس کے گواہ دربارۂ عدمِ رضا مسموع نہ ہوں گے [1] فقط واللہ اعلم (۷/۲۱۹)

لڑکی کے باپ سے بے ہوشی کی حالت میں لڑکی کے نکاح کا اقرار نامہ لکھوایا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۳) زید نے اپنی دختر ۱۹ سالہ کی نسبت خالد سے کر رکھی تھی، جس کو طے ہوئے تقریبًا دس سال ہوئے؛ لیکن ابھی تک نکاح کرنے کی نوبت نہ آئی تھی کہ زید کو اپنے شہر سے دوسرے شہر میں بہ غرض روزگار جانا پڑا، وہاں کے لوگوں نے اس سے کسی نہ کسی طرح سے ایک اقرار نامہ اس مضمون کا لکھا لیا کہ میں نے اپنی دختر کا نکاح اس دوسرے شخص سے کردیا اور کردوں گا اور اگر نہ کروں تو اس قدر ہرجانہ (تاوان) دوں گا، زید کہتا ہے کہ یہ اقرار نامہ مجھ سے ایسی حالت میں لکھایا گیا ہے کہ مجھے دوا دے کر بے ہوش کردیا تھا، میں اس جگہ نکاح کرنا نہیں چاہتا، پہلے شخص سے کرنا چاہتا ہوں، آیا زید کا وہ اقرار نامہ لڑکی کا نکاح سمجھا جائے گا یا محض وعدہ؟ اور انعقادِ نکاح سے اس کا کوئی تعلق نہیں، لڑکی خود بالغہ ہے اس کو اس اقرار کی کچھ خبر نہیں نہ ایجاب وقبول ہوا نہ نکاح پڑھا گیا، محض زید کو مجبور کرکے اقرار نامہ لکھا لیا، اگر زید اپنی لڑکی کا نکاح پہلی جگہ کردے تو شرعًا نکاح منعقد ہوجائے گا، اور اس میں کوئی شرعی ممانعت تو نہیں؟ (۱۲۶۲/۱۳۴۲ھ)

الجواب: لڑکی اگرچہ بالغہ ہو، اگر اس کا باپ اس کا نکاح کسی شخص سے بلا اطلاع وبلا موجودگی دختر بالغہ کے کردے، اور لڑکی کو جس وقت خبر پہنچی تو وہ خاموش رہی تو وہ نکاح صحیح ومنعقد ہوجاتا ہے۔ كذا في الدّرّ المختار [2] اور لڑکی اس کو فسخ بھی نہیں کرسکتی؛ لیکن انعقاد نکاح کے لیے ایجاب وقبول

---

(۱) قال الزّوج للبكر البالغة بلغك النّكاح فسكتِّ، وقالت: رددت النّكاح، ولا بيّنة لهما علٰى ذٰلك ولم يكن دخل بها طوعًا في الأصحّ فالقول قولها إلخ، وتقبل بيّنتهُ علٰى سكوتها إلخ، ولو برهنا فبيّنتها أولٰى إلّا أن يبرهن علٰى رضاها أو إجازتها. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۲۴-۱۲۶، كتاب النّكاح، باب الوليّ) ظفیر

(۲) أو زوّجها وليّها وأخبرها رسوله أوفضوليّ عدل فسكتت عن ردّهٖ مختارة...... فهو إذن. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۱۹-۱۲۰، كتاب النّكاح، باب الوليّ)

دو گواہوں کے سامنے ہونا شرط ہے، اس طرح کہ وہ دونوں گواہ ایجاب وقبول کو سنیں (۱) اور باپ کا یہ کہنا لوگوں کے دباؤ وغیرہ سے کہ میں نے اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا؛ ایجاب ہے، اگر اس ایجاب کو شوہر نے قبول کرلیا اگر وہ وہاں موجود تھا، اور دو گواہ سننے والے موجود ہیں تو نکاح منعقد ہوگیا، اسی طرح اگر شوہر وہاں موجود نہ تھا اور شوہر کی طرف سے کسی دوسرے شخص: ولی یا فضولی نے قبول کرلیا؛ شاہدین کے سامنے، اور پھر شوہر کو خبر ہونے پر وہ اس نکاح سے راضی رہا اور اس نے اس کو رد نہ کیا، بلکہ جائز رکھا اور قبول کیا تب بھی نکاح منعقد ہوگیا۔ كذا في الدّرّ المختار (۲) اور اگر باپ کے اس کہنے کے بعد کہ میں نے اپنی دختر کا نکاح فلاں شخص سے کر دیا کسی نے اس کو قبول نہیں کیا؛ نہ شوہر نے نہ اس کے ولی وغیرہ نے تو وہ نکاح منعقد نہیں ہوا۔ هٰكذا في كتب الفقه (۳) اور (فقہاء) (۴) نے یہ بھی تصریح فرمائی ہے کہ نشہ والے کے تصرفات بیع وشراء ونکاح دختر وغیرہ نافذ وصحیح ہوتے ہیں (۵)

---

(۱) وشرط حضور شاهدين حرّين مكلّفين سامعين قولهما معًا على الأصحّ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۳-۷۳/۷۵، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به)

(۲) كلّ تصرّف صدر منه تمليكًا كان كبيع وتزويج ...... وله مجيز أي لهٰذا التّصرّف من يقدر علىٰ إجازته حال وقوعه انعقد موقوفًا (الدّرّ المختار) قوله: (انعقد موقوفًا) أي علىٰ إجازة من يملك ذٰلك العقد ولو كان العاقد نفسه. بيانه ما في الرّابع والعشرين من جامع الفصولين: باعه أو زوّجه بلا إذن ثمّ أجاز بعد وكالته جاز استحسانًا. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۷/۲۳۱-۲۳۲، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، فصل في الفضوليّ)

ومن شرائط الإيجاب والقبول: اتّحاد المجلس لو حاضرين وإن طال (الدّرّ المختار) قوله: (اتّحاد المجلس) قال في البحر: فلو اختلف المجلس لم ينعقد، فلو أوجب أحدهما مقام الآخر أو اشتغل لعمل آخر بطل الإيجاب. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۶۵، كتاب النّكاح، مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب)

(۳) وينعقدُ ملتبسًا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر ...... فلا ينعقد بقبول بالفعل (الدّرّ المختار) قوله: (فلا ينعقد إلخ) تفريع على ما تقدّم من انعقاده بلفظين. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۵۹-۶۳، كتاب النّكاح)

(۴) مطبوعہ فتاویٰ میں (فقہاء) کی جگہ ''فقہ'' تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

(۵) قوله: (أو سكران) ...... وتصحّ عباراته من الطّلاق والعتاق والبيع والإقرار وتزويج الصّغار من كفء والإقراض والاستقراض. (ردّ المحتار: ۴/۳۲۸، كتاب الطّلاق، مطلب في تعريف السّكران وحكمه)

پس یہ عذر باپ کا کہ میں بے ہوش تھا اور نشہ میں تھا لغو اور باطل ہے۔ فقط واللہ اعلم (۷/۸۱-۸۲)

ہنسی مذاق سے بھی نکاح ہو جاتا ہے

سوال: (۵۴) اگر کوئی شخص ہنسی میں اپنی لڑکی کا نکاح پڑھ دے تو منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں؟

(۳۲/۵۸۵-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس صورت میں نکاح ہو گیا، حدیث شریف میں ہے: **ثلاث جدّهنّ جدٌّ وهزلهنّ جدٌّ**[1] یعنی تین چیزیں ہیں جو ہنسی کرنے سے بھی ہو جاتی ہیں؛ ان میں سے آنحضرت ﷺ نے نکاح کو بھی فرمایا ہے، درمختار کتاب النکاح میں ہے: **ولا يشترط العلم بمعنى الإيجاب والقبول فيما يستوي فيه الجدّ والهزل إذ لم يحتجّ لنية به يفتىٰ**[2] فقط (۷/۱۴۵-۱۴۶)

لڑکی کے باپ نے مذاق میں اپنی لڑکی کا نکاح کیا تو یہ نکاح شرعاً منعقد ہو گیا

سوال: (۵۵) زید مع چند کس بہ روز عید عمر کے گھر مدعو ہو کر دعوت کھانے گیا، زید نے عمر سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم اپنی فلاں لڑکی کو میرے فلاں لڑکے سے نکاح کر دو، عمر نے کہا کہ میں نے اپنی فلاں لڑکی تیرے لڑکے سے نکاح کر دی، زید نے بہ طور ولایت لڑکے مذکور کے واسطے قبول کر لی، گواہ موجود تھے، یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ بعد از چند سال جب لڑکی بالغ ہوئی تو عمر نے دوسری جگہ نکاح کر دیا، اور کہتا ہے کہ میں نے بہ طور مسخری زید سے ایجاب وقبول کیا تھا اور مسخری سے نکاح نہیں ہوتا، قاضی نے حکم دے دیا کہ نکاح اوّل منعقد ہے، مگر پھر بھی عمر نے فیصلہ شرعی کو نہ مانا، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۱۵۷۹/۱۳۴۲ھ)

---

(۱) عن أبي هريرة أنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: ثلاث جدّهنّ جدّ وهزلهنّ جدّ: النّكاح والطّلاق والرّجعة، رواه التّرمذي وأبو داؤد. (مشكاة المصابيح: ص:۲۸۴، كتاب النّكاح، باب الخلع والطّلاق، الفصل الثّاني) ظفیر

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۶۶-۶۷، كتاب النّكاح، مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب

الجواب: اس صورت میں پہلا نکاح شرعًا منعقد ہوگیا[۱] دوسرے شخص سے نکاح اس لڑکی منکوحہ سابقہ کا صحیح نہ ہوگا[۲] اور عذر عمر کا شرعًا قابل سماعت نہیں ہے۔ لقوله علیه الصّلاة والسّلام: ثلاث جدّهنّ جدّ وهزلهنّ جدّ، وعدّ صلّى الله عليه وسلّم منها النّكاح [۳] پس دوسرا نکاح کرنے والا اور اس کو جائز سمجھنے والا فاسق ہے، اور فیصلہ شرعیہ سے انحراف کرنا بھی فسق اور معصیت ہے۔ فقط واللہ اعلم (۷/۷۱-۷۲)

مرد اگر دھوکے سے ایجاب کے الفاظ عورت سے کہلوا کر قبول کرلے تو نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟

سوال: (۵۶) اگر کوئی شخص فریب سے عورت کے سامنے یہ لفظ لکھ کر پیش کرے اور کہے کہ یہ تحریر پڑھ: زوّجني معك، پھر اس کے جواب میں خود کہے: زوّجتُ معكِ یہ نکاح ہوا یا نہیں؟
(۲۳۲۲/۳۵-۱۳۳٦ھ)

الجواب: ایسی صورت میں انعقادِ نکاح میں اختلاف ہے[۴] علاوہ بریں حضور شاہدین فاہمین

---

(۱) وینعقد ...... بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر إلخ، كزوّجتُ نفسي أو بنتي أو مؤكّلتي إلخ، ويقول الآخر: تزوّجتُ (الدّرّ المختار) أو قبلت لنفسي أو لمؤكّلي أو ابني أو مؤكّلتي. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۵۹-٦۰، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة) ظفیر

(۲) أمّا نكاح منكوحة الغير ......لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (ردّ المحتار: ۴/۲۰۳، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد) ظفیر

(۳) عن أبي هريرة أنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: ثلاث جدّهنّ جدّ وهزلهنّ جدّ: النّكاح والطّلاق والرّجعة، رواه التّرمذي. (مشكاة المصابيح: ص:۲۸۴، كتاب النّكاح، باب الخلع والطّلاق، الفصل الثّاني)

(۴) قال في الفتح: لو لُقّنت المرأة زوّجتُ نفسي بالعربيّة ولا تعلم معناهُ وقبل، والشّهود يعلمون ذٰلك أو لا يعلمون صحّ كالطّلاق، وقيل: لا كالبيع، كذا في الخلاصة، ومثل هٰذا في جانب الرّجل إذا لقّنه ولا يعلم معناه. (ردّ المحتار: ۴/٦۷، كتاب النّكاح، مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب) ظفیر

شرطِ جواز ہے[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۱۰۰-۱۰۱)

وضاحت: اگر عورت کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ ان الفاظ سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے اور نہ ہی وہ ان الفاظ کے معانی جانتی ہو تو اس صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوگا، جیسا کہ آئندہ جواب سے معلوم ہورہا ہے؛ لیکن اگر وہ یہ جانتی ہو کہ ان الفاظ سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے مگر اُن کے معانی سے ناواقف ہو تو اس صورت میں اگرچہ اختلاف ہے مگر مفتی بہ قول کے مطابق نکاح ہوجائے گا، بہ شرطیکہ ایجاب وقبول کے وقت دو گواہ موجود ہوں۔

ولا يشترط العلم بمعنى الإيجاب والقبول فيما يستوي فيه الجدّ والهزل؛ إذ لم يحتجّ لنيّة به يفتىٰ (الدّرّ المختار) لكن قيّد في الدّرر عدم الاشتراط بما إذا علما أنّ هذا اللّفظ ينعقد به النّكاح أي: وإن لم يعلما حقيقة معناه إلخ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/٦٦-٦٧، كتاب النّكاح، مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب) محمد حبان بیگ قاسمی

دعا کے بہانے عورت سے ایجاب کے الفاظ کہلوا کر قبول کرلیا اور گواہوں کو بھی معلوم نہیں کہ یہ ایجاب ہے تو نکاح نہیں ہوا

سوال: (۵۷) زید پڑھا لکھا اور درویش آدمی بکر کے مکان پر جایا آیا کرتا تھا، اتفاق سے اس کا قصد حج بیت اللہ کا ہوا، اس کی معیت میں خالد اور ولید تھے، وہ بکر کے مکان پر گیا، دروازہ میں سے بکر کی زوجہ کو بلایا اور کہا کہ میرا قصور معاف کردو میں حج کو جاتا ہوں، بکر کی زوجہ نے کہا کہ تم نے ہمارا کیا قصور کیا ہے؟ اس پر زید نے بہت اصرار کیا کہ ہمارا قصور معاف کردو، زیادہ اصرار کی وجہ سے زوجۂ بکر نے کہا کہ معاف کیا، اس کے بعد دختر بیوۂ بکر کو آواز دی اور کہا کہ تم کچھ وظیفہ پڑھتی ہو؟ اس نے کہا کہ نماز پڑھتی ہوں، اور جو دعا آپ نے بتائی تھی وہ پڑھتی ہوں، وہ کیا دعا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ ہے: **نحمده ونصلّي علىٰ رسوله الكريم** اس کے بعد زید نے کہا کہ یہ اور پڑھا کرو، مقولۂ عورت

---

(۱) وشرط سماع كلّ من العاقدين لفظ الآخر ليتحقّق رضاهما، وشرط حضور شاهدين حرّين أو حرّ وحرّتين إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۷۲-۷۴، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به) ظفیر

یعنی دختر مذکور: ربّ زدني مولانا یا ربّ زدني مولانا جس وقت یہ الفاظ تعلیم کردیے تب بیرونی دروازہ سے علاوہ خالد اور ولید کے ایک عربی خواں کو بھی بلایا، اس کا بیان ہے کہ یہ الفاظ تھے: زوّجني للّٰه یا مولانا، اس دختر سے یہ الفاظ صحیح ادا نہ ہوئے تو زید نے پھر بتلائے، تب اس دختر نے زوّجني للّٰه یا مولانا کہا، اور زید نے قبلت کہا، ایسی حالت میں کہ دختر مذکور اور موجودین میں سوائے عربی خواں کے یہ جانتے ہیں کہ یہ درویش دعا تعلیم کررہے ہیں، ان کو ہرگز یہ خیال نہیں ہے کہ ایجاب وقبول ہو رہا ہے، اور نہ ہم لوگ گواہ ہیں بلکہ وہ یہ جانتے ہیں کہ دعا تعلیم ہورہی ہے، اور وہ دختر بھی یہی جان کر کلمات کہہ رہی ہے کہ میں دعا سیکھ رہی ہوں، اس صورت میں کہ نہ عورت جانتی ہے کہ میں اپنا نکاح کرتی ہوں اور نہ گواہ جانتے ہیں کہ اس عورت کا نکاح ہو رہا ہے، سوائے عربی خواں کے، ایسی حالت میں زوّجني للّٰه یا مولانا کہنے سے ایجاب ہوجائے گا یا نہ؟ اور نکاح زید کا دختر مذکورہ سے صحیح ہوگا یا نہیں؟ نہ اس وقت مہر کا ذکر ہوا نہ اس کے بعد؟ (۲۱۸۵/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوا؛ کیوں کہ اس قدر جاننا عورت کا اور دو گواہوں کا ضروری ہے کہ ان الفاظ سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے، اور یہ نکاح کے الفاظ ہیں، اور یہ مجلسِ نکاح ہے، اگرچہ حقیقتِ معنی نہ جانتے ہوں، چنانچہ شامی نے صاحبِ درمختار کے اس قول کی تشریح میں لکھا ہے: **ولا یشترط العلم بمعنی الإیجاب والقبول إلخ (الدّرّ المختار) لکن قیّد في الدّرر عدم الاشتراط بما إذا علما أنّ هذا اللّفظ ینعقد به النّكاح أي وإن لم یعلما حقیقة معناه إلخ**[1] فقط واللہ اعلم (۷/ ۱۰۱-۱۰۲)

اقرارِ نکاح سے نکاح منعقد ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۸) صغریٰ نے ایک پرچہ لکھ کر زید کو دیا اس بات کا کہ میں اس بات کا اقرار کیے دیتی ہوں کہ ''میرا نکاح زید کے ساتھ ہوگیا، آپ اس کو منظور اور قبول کریں گے یا نہیں؟'' زید نے کہا کہ ''بسم اللہ میں ضرور منظور کرلوں گا''، جانبین سے مکرر سہ کرر اس بات کا اقرار ہوگیا، اس کے بعد صغریٰ کے بھائی نے صغریٰ کے ایک چھڑی ماری، صغریٰ کے چلانے سے مجمع زیادہ ہوگیا،

---

(۱) **الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/ ۶۶-۶۷، کتاب النّكاح، مطلب: التّزوّج بإرسال کتاب.**

اسی مجمع میں صغریٰ نے اقرار کیا کہ ''میرا نکاح زید کے ساتھ ہوگیا ہے''، اس صورت میں نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟ (۵۹۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جس رقعہ میں صغریٰ نے اقرار نکاح کا لکھا ہے اور زید نے بھی اقرار کیا ہے، یہ امر صرف مابین صغریٰ وزید کے ہوا ہے، اور بعد میں مجمع کے سامنے جو گفتگو ہوئی ہے وہ ایجاب وقبول نہیں ہے، صرف اقرارِ نکاح ہے جو معتبر نہیں ہے، اس صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوا، نکاح کے منعقد ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ایجاب وقبول دونوں باقاعدہ کم از کم دو گواہ کے روبہ رو ہو جو زوجہ وزوج کے کلام کو سنیں۔ هٰکذا في کتب الفقه[1])[2]

سوال: (۵۹) (سلسلہ سوال ۵۹۰ (سابقہ سوال) کے جواب کی تفصیل حسبِ ذیل ہے)[2]
(۶۵۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: صورتِ مسئولہ میں جو پرچہ لکھ کر صغریٰ نے زید کو دیا اور زید نے اس کو منظور کیا؛ اس سے نکاح منعقد نہیں ہوا، کیوں کہ شہود کے سامنے نہ وہ رقعہ پڑھا گیا نہ زید نے قبول کیا، پس وہ لغو ہوا[3] اب رہا صغریٰ کا اقرارِ نکاح پچیس تیس آدمیوں کے مواجہہ میں کہ ''میرا نکاح زید سے ہوگیا''، اور زید نے اس پر کہا کہ ''بسم اللہ مجھے منظور ہے''، اس میں روایتِ درمختار یہ ہے کہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ

---

(۱) قوله: (فتح) فإنّه قال: ينعقد النّكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب، وصورته أن يكتب إليها يخطبها، فإذا بلغها الكتابُ أحضرت الشّهود وقرأته عليهم، وقالت: زوّجت نفسي منه، أو تقول: إنّ فلانا كتب إليّ يخطبني فاشهدوا أنّي زوّجت نفسي منه، أمّا لو لم تقل بحضرتهم سوى زوّجت نفسي من فلان لا ينعقد لأنّ سماع الشّطرين شرط صحّة النّكاح، وبإسماعهم الكتابَ أو التّعبيرَ عنه منها. (ردّ المحتار: ۶۳/۴، كتاب النّكاح، مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب) ظفیر

(۲) قوسین والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

نوٹ: مفتی ظفیر الدین صاحب نے رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے سلسلہ (۵۹۰) سے سوال نقل فرما کر سلسلہ (۶۵۷) کا جواب نقل فرمایا تھا، ہم نے دونوں سلسلوں کے سوال وجواب کو الگ الگ مستقل نقل کردیا ہے۔

(۳) ومن اشتراط السّماع ما قدّمناه في التّزوّج بالكتاب من أنّه لابدّ من سماع الشّهود ما في الكتاب المشتمل على الخطبة، بأن تقرأه المرأة عليهم أو سماعهم العبارة عنه إلخ. (ردّ المحتار: ۷۵/۴، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به)

اگر گواہوں کے سامنے اقرار ہوا تو وہ اقرار انشاءِ نکاح ہو جاوے گا اور نکاح صحیح ہو جاوے گا، عبارتِ درمختار یہ ہے: ولَابالإقرار علی المختار إلخ، لأنّ الإقرارَ إظهارٌ لِمَا هو ثابتٌ وليس بإنشاءٍ وقيل : إنْ كـانَ بِـمَـحْضرٍ مِن الشُّهُوْدِ صحّ كما يصِحُّ بلفظِ الجعل وجُعِلَ الإقرارُ إنشاءً، وهو الأصَحُّ ذخيرة[1] علامہ شامی نے ذخیرہ کی عبارت نقل فرما کر صاحبِ فتح القدیر علامہ ابن الہمام کا یہ فیصلہ قاضی خان کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے کہ اگر اقرار روبہ رو گواہوں کے اس صیغہ سے ہو کہ عورت کہے: ''یہ میرا شوہر ہے'' اور مرد کہے: ''یہ میری زوجہ ہے''، تو نکاح منعقد ہو جاوے گا، اور اگر اقرار اس طریق سے ہو کہ عورت کہے: ''میرا نکاح اس مرد سے ہو گیا ہے'' اور مرد بھی ایسا کہے تو نکاح منعقد نہ ہوگا؛ کیوں کہ یہ خبر کاذب ہے، عبارتِ ذخیرہ وقولِ فتح القدیر یہ ہے:

وهٰذا الإقرار بمنزلة إنشاءِ النّكاح لأنّه مقرون بالعوض، فهوعبارة عن تمليك مبتدأ في الحال، فإن كان بمحضرمن الشّهود صحّ النّكاح وإلّا فلا في الأصحّ أهـ، ملخّصًا.

وقـال فـي الـفتح: قال قاضي خان: وينبغي أن يكون الجواب على التّفصيل إن أقرّا بـعـقـدِ مـاضٍ، ولـم يكن بينهما عقد لا يكون نكاحًا، وإن أقرّ الرّجل أنّه زوجها وهي أنّها زوجتـه يـكـون نكاحًا، ويتضمّن إقرارُهما الإنشاء، بخلاف إقرارهما بماضٍ لأنّه كذب، وهو كما قال أبوحنيفة: إذا قال لامرأته: لستِ لي امرء ة ونوىٰ به الطّلاق يقع، كأنّه قال: لأنّـي طـلّـقتكِ، ولو قال: لم أكن تزوّجتها ونوى الطّلاق لا يقع لأنّه كذب محض أهـ[1]

پس اس فیصلۂ محقق کے موافق صورتِ مسئولہ میں نکاح نہیں ہوا، کیوں کہ یہاں اقرار بہ صیغۂ ماضی مذکور ہے، دونوں جگہ صغریٰ کا یہ لفظ مذکور ہے کہ ''میرا زید سے نکاح ہو گیا''۔ فقط (۷/۱۴۲-۱۴۴)

جھوٹے اقرار سے نکاح منعقد نہیں ہوتا

سوال: (۶۰) میں نابالغ تھا میری بھاوج بیوہ ہو گئی اور حرام کا حمل ہو گیا، میرے والد نے مجھ پر زور دیا کہ تو کہہ دے کہ میرا نکاح اس عورت سے قبل حمل رہنے سے ہو چکا ہے، لہٰذا میں نے جبراً اقرار کرلیا، اب میں بالغ ہو گیا ہوں، لیکن میں نے عورت سے ہم بستری نہیں کی ہے، بس واقعات

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۶۳-۶۴، كتاب النّكاح، مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب.

متذکرہ بالا کی بناء پر نکاح جائز وحمل حلال مانا جاوے گا یانہیں؟ (۱۹۶۴/۳۳-۱۳۳۴ھ) (۱)

الجواب: ایسے جھوٹے اقرار سے نکاح منعقد نہیں ہوتا (۲) اور جب کہ درحقیقت نکاح نہیں ہوا تو حمل بھی ثابت نہیں ہوگا۔(قال في الدّرّ المختار : ولا بالإقرار على المختار وفي الشّامي: لأنّ المراد هنا أنّ الإقرار لايكون من صيغ العقد إلخ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم) (۴)
(۷/۷۷)

محض وعدۂ نکاح سے نکاح نہیں ہوتا اور باپ دادا کے کیے ہوئے نکاح کو بالغ ہونے کے بعد لڑکی فسخ نہیں کرسکتی

سوال: (۶۱) ایک شخص اپنے لڑکے کی شادی کرنے ایک شخص کے پاس آیا، اس کی دختر چھ ماہ کی تھی، اس کے والد نے کہا کہ اگر یہ لڑکی زندہ رہی تو میں تم کو دے دوں گا، اور انہوں نے منظور کرلیا، جب لڑکی ۸، ۹ برس کی ہوئی؛ اس نے اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ میں اس کے گھر ہرگز نہ رہوں گی؛ لیکن اس کے والدین نے زبردستی اس کو اس کے خاوند کے پاس بھیج دیا، اب لڑکی بالغ ہے کہتی ہے کہ میں ہرگز نہ رہوں گی اور ہم بستری سے انکار کردیا، پھر وہ لڑکی ایک مسلمان کے پاس چلی گئی لیکن نکاح نہیں کیا، پھر ایک پنڈت کے پاس جا کر ہندو ہوگئی تا کہ نکاح ٹوٹ جاوے، پھر ایک مولوی صاحب سے جا کر کہا کہ مجھے مسلمان کرکے فلاں شخص سے نکاح کردو، ان مولوی صاحب نے نکاح کردیا، اور ایک مولوی صاحب منع کرتے ہیں، کیا لڑکی کے انکار کرنے سے وہ نکاح ٹوٹ گیا تھا یانہیں؟
(۵۸۲/۱۳۴۰ھ)

الجواب: سوال سے نکاح کا ہونا کسی عبارت سے معلوم نہیں ہوا، کیوں کہ سوال میں یہ ہے کہ لڑکی کے باپ نے یہ کہا کہ اگر یہ لڑکی زندہ رہی تو میں تم کو دے دوں گا، اور لڑکے کے والد نے اس کو

---

(۱) سوال کو رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔۱۲
(۲) اس لیے کہ ایجاب وقبول جس سے نکاح منعقد ہوتا ہے، پایا نہیں گیا۔ظفیر
(۳) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۶۳/۴-۶۴، کتاب النّکاح، مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب.
(۴) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

منظور کر لیا تو اس سے نکاح منعقد نہیں ہوتا[۱] البتہ اگر اس کے بعد پھر ایجاب وقبول موافق قاعدۂ نکاح کے ہوا ہو تو نکاح منعقد ہو گیا، اور نکاح ہونے کے بعد مسئلہ یہ ہے کہ باپ کے نکاح کیے ہوئے کو لڑکی بعد بالغہ ہونے کے فسخ نہیں کر سکتی[۲] اور کتب فقہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی مسلمان عورت اس وجہ سے مرتدہ ہو جاوے کہ نکاح ٹوٹ جاوے اور وہ اپنے شوہر سے علیحدہ ہو جاوے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو زبردستی مسلمان کر کے شوہر اوّل کے نکاح میں دی جاوے، تھوڑے سے مہر کے ساتھ نکاح جدید شوہر اوّل سے کر دیا جاوے، اور دوسرے شخص سے اس کا نکاح درست نہ ہوگا[۳]
فقط واللہ اعلم (۷/ ۱۲۵-۱۲۶)

وضاحت: یہ اس وقت ہے جب پہلا شوہر نکاح کا مطالبہ کرے؛ لیکن اگر وہ نکاح نہ کرے یا خاموشی اختیار کرے تو پھر وہ اس کے ساتھ نکاح پر مجبور نہ کی جائے گی، بلکہ دوسرے سے شادی کر سکے گی۔ أمّا لو سكت أو تركه صريحًا فإنّها لا تُجبر وتُزوّج من غيره لأنّه ترك حقّه، بحر ونهر. (ردّ المحتار: ۴/۲۷۳، کتاب نکاح الکافر) ظفیر مفتاحی

استدراک: حضرت مفتی علامؒ نے اس عورت کے سلسلہ میں ـــــ جو اس وجہ سے مرتدہ ہو جاوے کہ اُس کا نکاح ٹوٹ جائے اور وہ اپنے شوہر سے علیحدہ ہو جائے ـــــ جو حکم لکھا ہے، اور پھر اُس پر حضرت مفتی ظفیر صاحبؒ نے جو وضاحتی نوٹ لگایا ہے وہ ظاہر الروایہ ہے اور دار الاسلام میں

---

(۱) هل أعْطَيتَنِيْهَا إن المجلسُ للنّكاح، وإن للوعدِ فوَعْدٌ إلخ (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲/۶۲-۶۳، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة)

پھر یہاں صیغہ مستقبل کا ہے، یہ بھی دلیل ہے مجلس وعدہ کی تھی، نہ کہ نکاح کی۔ واللہ اعلم۔ ظفیر

(۲) لو فَعَلَ الأبُ أو الجَدُّ عند عدمِ الأبِ لا يكون للصّغير والصّغيرةِ حقُّ الفسخِ بعد البلوغ، وإن فَعَلَ غيرهُما فَلَهُما أن يفسخَا بَعْدَ البُلُوْغ. (ردّ المحتار: ۴/۱۳۰، كتاب النّكاح، باب الوليّ، مطلب مهمّ: هل للعصبة تزويج الصّغير امرأة غير كفء له) ظفیر

(۳) لو ارْتَدَّتْ لِمَجِيءِ الفُرقةِ إلخ تُجْبرُ على الإسلام وعلى تجديدِ النّكاحِ زجْرًا لها بمهرٍ يسيرٍ كدينارٍ وعليه الفتوى (الدّرّ المختار) رَضِيَتْ أمْ لا وتُمنعُ من التّزوُّجِ بغيرهِ بعدَ إسلاَمِها ولا يخفى أنّ مَحلّهُ ما إذا طَلَبَ الزّوجُ ذلك. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۲۷۳، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهلٍ لإيقاع طلاق بل للوقوع)

یہی قول مفتی بہ ہے؛ لیکن ہمارے یہاں ہندوستان کے اندر اس مسئلہ میں فتویٰ ظاہر الروایہ پر نہیں ہے بلکہ مشائخ بلخ وسمرقند کے قول پر ہے، جیسا کہ خود مفتی علامؒ نے بھی آٹھویں جلد میں اس طرح کے ایک سوال کے جواب میں مشائخ بلخ وسمرقند کے قول پر ہی فتویٰ تحریر فرمایا ہے[۱] حضرت مفتی شفیع صاحب عثمانیؒ نے حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کے ایماء پر اس مسئلہ کی تفصیل تحریر فرمائی ہے، جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

''حاصل یہ ہے کہ عورت اگر مرتد ہوجاوے تو اُس کے نکاح کے بارے میں حنفیہ کے تین قول ہوئے:

ایک یہ کہ نکاح فسخ ہوجاتا ہے؛ لیکن بعد تجدیدِ اسلام اُس کو تجدیدِ نکاح پر مجبور کیا جائے گا، کسی دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار نہ دیا جائے گا۔ (وہو ظاہر الرّوایہ)

دوسرا یہ کہ نکاح فسخ ہی نہ ہوگا، بلکہ وہ دونوں بہ دستور زن وشوی رہیں گے[۲] (وہو قول مشائخ بلخ وسمرقند)

تیسرا یہ کہ عورت کو کنیز بنا کر رکھا جائے گا (وہو روایۃ النوادر)

ان تینوں اقوال میں اگر چہ کچھ اختلاف ہے لیکن اتنی بات پر تینوں متفق ہیں کہ عورت کو کسی طرح یہ حق نہ دیا جائے گا کہ وہ اپنے پہلے خاوند کے نکاح سے علیحدہ ہوکر دوسری جگہ نکاح کرے؛ اس لیے یہ بات متفق علیہ ہوگئی کہ عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا ہرگز اختیار نہ ہوگا۔

---

(۱) سوال: ایک عورت اس غرض سے عیسائی ہوئی ہے کہ نکاح فسخ ہوجاوے، ایسی صورت میں نکاح فسخ ہوجاوے گا یا نہ؟

الجواب: قال في الدرّ المختار: وارتداد أحدهما فسخ عاجل إلخ، ثمّ قال: وتجبر علی الإسلام وعلی تجدید النّکاح زجرًا لها بمهر یسیر کدینار وعلیه الفتوی إلخ، وأفتی مشائخ بلخ بعدم الفرقة بردّتها زجرًا إلخ. پس معلوم ہوا کہ مشائخ بلخ کا فتویٰ بہ صورت مسئولہ عدم فرقت کا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: (ترتیب قدیم): ۸/۱۸۳، کتاب النّکاح، سوال: (۱۱۱۲))

(۲) لیکن اس روایت پر فتویٰ دینے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ تجدید اسلام اور تجدید نکاح سے قبل شوہر کو استمتاع یعنی صحبت وغیرہ کی اجازت نہ دی جاوے، جیسا کہ متن میں بھی بعض مسائل ضروریہ کے زیر عنوان عنقریب آتا ہے۔۱۲ منہ (الحیلۃ الناجزۃ: ص: ۳۲۶-۳۲۷، بعض مسائل ضروریہ، ط: مکتبہ رضی دیوبند)

اب ہندوستان میں بہ حالت موجودہ اس متفق علیہ حکم پر عمل کرنا پہلی روایت کو اختیار کرتے ہوئے غیر ممکن ہے؛ کیوں کہ فسخ نکاح کا حکم دے دینے کے بعد پھر تجدید نکاح پر مجبور کرنے والی کوئی قوت مسلمانوں کے پاس موجود نہیں، اور جہاں موجود ہوتی ہے وہاں بھی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے، جیسا کہ شامی کی عبارت مندرجہ نمبر ۵ میں بیان کیا گیا ہے (۱) اس لیے پہلے قول یعنی ظاہر الروایہ پر عمل کرنا ہندوستان میں بہ حالت موجودہ غیر ممکن ہوگیا؛ کیوں کہ اُس کے ایک جزو پر عمل کرنا اگر چہ اختیار میں ہے؛ لیکن دوسرا جزو یعنی تجدید اسلام اور تجدید نکاح پر مجبور کرنا قطعاً اختیار میں نہیں۔

اور نوادر کی روایت پر عمل کرنا تو ظاہر الروایت سے بھی زیادہ مشکل؛ بلکہ بہ حالت موجودہ غیر ممکن ہے۔

اس لیے اب بہ جز واس کے کہ مشائخ بلخ وسمرقند کے قول کو اختیار کر کے اسی پر فتویٰ دیا جائے کوئی چارہ نہ رہا، اور صاحبِ نہر کو اگر چہ ان مشکلات کا سامنا نہ تھا جو آج ہم پر گزر رہے ہیں؛ مگر وہ اپنے وقت میں اسی روایت پر فتویٰ دینے کو تجویز فرماتے ہیں، اور اُس کے خلاف کرنے کو سخت مشکل میں ڈالنا قرار دیتے ہیں، جیسا کہ عبارت شامی مندرجہ نمبر ۵ میں اُن کی عبارت نقل کی گئی ہے (۱)

اور علامہ شامی بھی اس فتویٰ کی مخالفت نہیں کرتے، اور جو کچھ فرمایا ہے وہ روایت نوادر پر قدرت ہونے کے وقت فرمایا ہے اور جب اس پر قدرت نہ ہو تو اُن کے نزدیک مشائخ بلخ وسمرقند کے قول پر فتویٰ دینا متعین ہے، اسی طرح دوسرے فقہاء بھی اس قول کو نقل کر کے تردید نہیں کرتے۔

پس ہندوستان میں بہ حالت موجودہ کہ حکومت مسلمانوں کی نہیں، اس کے سوا مذہب حنفی پر عمل کرنا غیر ممکن ہے کہ مشائخ بلخ وسمرقند کے قول کے موافق یوں فتویٰ دیا جائے کہ عورت کے ارتداد سے

---

(۱) وہ عبارت یہ ہے: **قوله: (قال في النّهر إلخ) عبارته: ولايخفٰى أنّ الإفتاء بما اختاره بعض أئمّة بلخ أولٰى من الإفتاء بما في النّوادر ولقد شاهدنا من المشاق في تجديدها فضلاً عن جبرها بالضّرب ونحوه مالا يعدّ ولا يحدّ (إلٰى قوله) ومن القواعد: المشقّة تجلب التّيسير (قال الشّامي بعد نقله) قلت: المشقّة في التّجديد لا تقتضي أن يكون قول أئمّة بلخ أولٰى ممّا في النّوادر؛ بل أولٰى ممّا مرّ أنّ عليه الفتوىٰ وهو قول البخاريّين (إلٰى قوله) تأمّل. (ردّ المحتار: ۴/۲۷۴، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب:الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاق بل للوقوع)**

نکاح فسخ ہی نہیں ہوتا؛ بلکہ یہ دستور باقی رہتا ہے۔'' تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: (جواہر الفقہ: ۲/ ۱۲۷-۱۴۰، مختلف مذاہب زوجین کے احکام، حکم ارتداد زوجہ، ط: مکتبہ: تفسیر القرآن دیوبند الحیلۃ الناجزہ: ص: ۳۲۳-۳۳۳، زوجہ کے مرتد ہونے کا شرعی حکم، ط: مکتبہ رضی دیوبند)

محمد حبان بیگ قاسمی

محض وعدۂ نکاح سے نکاح منعقد نہیں ہوتا ہے

سوال: (۶۲) والدین نے اپنی لڑکی کے متعلق یہ الفاظ کہے تھے کہ اگر زندہ رہی تو فلاں کو دیں گے ایک شخص اس بالغہ لڑکی کو بھگا کر دوسری جگہ لے گیا، اور نکاح پڑھا لیا تو نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ لڑکی کے والدین نے جو الفاظ کہے تھے ان سے نکاح منعقد ہوا تھا یا نہیں؟ (۱۴۰۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: والدین نے جو یہ کہا تھا کہ اگر زندہ رہی تو فلاں کو دیں گے یہ ایک وعدہ تھا، اس کہنے سے نکاح منعقد نہیں ہوا، اور یہ ایجاب وقبول نکاح کا نہیں ہے[1] لہٰذا جو نکاح امام صاحب نے لڑکی بالغہ کی رضا واجازت سے کفو میں کیا وہ صحیح ہوگیا، امام صاحب اس میں گنہ گار نہیں ہوئے، اوران پر کچھ کفارہ لازم نہیں ہے۔ فقط (۱۳۳/۷)

ایجاب یا قبول میں ان شاء اللہ کہنے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا

سوال: (۶۳) شخصے بہ محفل عقد گفت کہ دختر صغیرۂ فلاں را ان شاء اللہ تعالیٰ ......[2] بہ نکاح فلاں دادم، پس بہ موجب شرع از اتصال جملہ ان شاء اللہ نکاح منعقد خواہد شد یا نہ؟ فقط (۱۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

---

(۱) إن المجلسُ للنّكاح، وإن للوعدِ فوَعْدٌ إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۶۲/۴-۶۳، كتاب النّكاح، قبيل مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب)

ومن شرائط الإيجاب والقبول .... أن لا يكون مضافًا ولا معلّقًا (الدّرّ المختار) قوله: (وأن لا يكون مضافًا) كتزوّجتُكِ غدًا، ولا معلّقًا: أي علىٰ غير كائن كتزوّجتُكِ إن قدم زيد. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۶۵/۴-۶۶، كتاب النّكاح، مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب)

(۲) اس جگہ مطبوعہ فتاویٰ ورجسٹر نقولِ فتاویٰ میں مہمل عبارت تھی؛ جس کو بے معنی ہونے کی وجہ سے حذف کردیا گیا ہے۔۱۲

الجواب: در ایجاب وقبول ان شاء اللہ گفتن مفید جواز وصحت نکاح نخواہد شد کہ بہ ان شاء اللہ تحقق عقد حاصل نیست۔ وقد قال في الدّرّ المختار: هو...... عقد يفيد ملك المتعة. وفي الشّامي: العقد: مجموع إيجاب أحد المتكلّمين مع قبول الآخر أو كلام الواحد القائم مقامهما إلخ [۱] (شامي: ۳۵۵) وينعقد ...... بإيجاب ...... وقبول ...... وُضِعَا للمضيّ لأنّ الماضي أدلّ على التّحقيق (الدّرّ المختار) وقوله: (على التّحقيق) أي تحقيق وقوع الحدث إلخ [۲] (شامي: ۲/۳۶۱) وظاهر أن لا تحقيق مع الاستثناء. فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۶۱-۶۲)

ترجمہ سوال: (۶۳) ایک شخص نے مجلس عقد میں کہا کہ میں نے ان شاء اللہ تعالیٰ فلاں کی چھوٹی بیٹی کو فلاں کے نکاح میں دیا، لہٰذا بہ موجب شرع جملۂ ان شاء اللہ کے متصل ہونے کی وجہ سے نکاح منعقد ہوگا یا نہ؟

الجواب: ایجاب وقبول میں ان شاء اللہ کہنا مفیدِ جواز وصحتِ نکاح نہیں ہوگا؛ اس لیے کہ ان شاء اللہ کے ساتھ عقد کا وجود نہیں ہوتا۔ درمختار میں مذکور ہے: هو ....عقد يفيد ملك إلخ، اور ظاہر ہے کہ ان شاء اللہ کے ساتھ عقد کا وجود نہیں ہوتا ہے۔ فقط

منگنی وعدۂ نکاح ہے اس کے بعد دوسرے سے نکاح کردے تو درست ہے

سوال: (۶۴) اگر کسی شخص نے اپنی دختر نابالغہ کی منگنی دوسرے شخص کے نابالغ لڑکے سے کردی، لیکن کچھ مدت کے بعد والدِ دختر نے اسی دختر کا نکاح دوسرے لڑکے سے کردیا؛ یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ (۶۴۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: منگنی ہماری اصطلاح میں وعدۂ نکاح کو کہتے ہیں، پس نکاح اس سے منعقد نہیں ہوتا، لہٰذا دوسری جگہ جو والد دختر نے نکاح اس کا کیا صحیح ہے۔ كما في الدّرّ المختار: أو هل أعطيتنيها

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۵۱-۵۲، كتاب النّكاح.

(۲) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۵۹-۶۰، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة.

إن المجلس للنّكاح وإن للوعد فوعد إلخ[1] (الدّرّ المختار: كتاب النّكاح) فقط واللہ اعلم (۷/۱۳۵)

وضاحت: منگنی چوں کہ ایک وعدہ ہے؛ لہٰذا اگر لڑکی کی بہتری اور مصلحت اُسے توڑنے میں ہو تب تو کوئی حرج نہیں؛ کیوں کہ لڑکی کی بہبودی اور مصلحت مقدم ہے؛ لیکن بلا وجہ اور بدون کسی عذر کے منگنی توڑ دینا اور خلافِ وعدہ کرنا اچھی بات نہیں، قرآن کریم میں عہد و پیمان کو پورا کرنے کی تاکید آئی ہے۔ ﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلاً﴾ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت: ۳۴)

اور حدیث شریف میں ہے کہ اُس شخص کا کوئی دین نہیں جس میں وعدہ کی پاسداری نہ ہو۔ لا إيمان لمن لا أمانة له ولا دين لمن لا عهد له. (السّنن الكبرىٰ للبيهقي: ۹/۳۸۷، كتاب الجزية، باب الوفاء بالعهد إذا كان العقد مباحًا إلخ، رقم الحديث: ۱۸۸۵۱، ط: دار الكتب العلمية، بيروت) محمد حبان بیگ قاسمی

منگنی کے بعد دوسری جگہ شادی جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۶۵) ایک شخص کی دو لڑکیاں تھیں، بڑی لڑکی کی شادی ایک ڈاکٹر سے ہوئی، اور چھوٹی لڑکی کا خطبہ (منگنی) عرصہ چار سال ہوئے کہ معزز اشخاص کے روبہ رو ہوا، مجلسِ خطبہ کے رسوم پورے کیے گئے، اب اس شخص کی بڑی لڑکی فوت ہوگئی ہے، والدین کا خیال ہوا کہ اس ڈاکٹر سے اس چھوٹی لڑکی کا نکاح کر دیا جائے (کارڈ کا مضمون منگنی کے وقت برائے شرع شریف ایجاب وقبول ہو چکا ہے جس کو لڑکی عرصہ تک قبول وتسلیم کرتی رہی، سسرال کے گھر کے کپڑے وغیرہ پہنتی رہی) آیا یہ شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۱۹۰/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: خطبہ اور منگنی وعدۂ نکاح ہے، اس سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، اگر چہ مجلسِ خطبہ کی رسوم پوری ہوگئی ہوں، البتہ وعدہ خلافی کرنا بدون کسی عذر کے مذموم ہے، لیکن اگر مصلحت لڑکی کی دوسری جگہ نکاح کرنے میں ہو تو دوسری جگہ نکاح لڑکی مذکورہ کا کرنا جائز ہے، اس صورت میں نکاح چھوٹی لڑکی کا ڈاکٹر کے ساتھ کرنا جائز ہے، اور کارڈ میں جو ایجاب وقبول کا ہونا مذکور ہے اس میں

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۶۲-۶۳، كتاب النّكاح، قبيل مطلب: التزوّج بإرسال كتاب.

یہ نہیں لکھا کہ ایجاب وقبول منگنی کا ہو چکا ہے، یا ایجاب وقبول نکاح کا ہو چکا ہے، اگر اس ایجاب وقبول سے مراد منگنی (کا ایجاب وقبول)[1] ہے تو اس صورت میں نکاح چھوٹی لڑکی کا اس لڑکے سے منعقد نہیں ہوا، اب ڈاکٹر سے نکاح اس کا ہو سکتا ہے، اور اگر ایجاب وقبول سے مراد نکاح کا ایجاب وقبول ہے تو نکاح لڑکی کا اس لڑکے کے ساتھ منعقد ہو گیا، اب ڈاکٹر سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے[2]
فقط واللہ اعلم (۷/۱۳۶-۱۳۷)

پختہ منگنی کے بعد دوسری جگہ نکاح درست ہے

سوال: (۶۶) ایک شخص نے اپنی نابالغہ لڑکی کی نسبت زید کے ساتھ پختہ طور پر کردی تھی؛ لیکن باقاعدہ نکاح کی نوبت نہ آئی تھی کہ زید کو حبس دوام کی سزا ہو گئی، اب وہ شخص اپنی دختر کا نکاح دوسری جگہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۹۵۶/۱۳۴۵ھ)

الجواب: جب کہ نکاح زید کے ساتھ باقاعدہ نہ ہوا تھا صرف نسبت اور منگنی ہوئی تھی تو وہ شخص اپنی دختر کا نکاح دوسرے شخص سے کر سکتا ہے۔ فقط (گو وعدہ خلافی کوئی اچھی چیز نہیں ہے؛ لیکن اگر لڑکی کا فائدہ اسی میں ہے تو ایسا کرنا اس کے لیے جائز ہے۔ ظفیر) (۷/۱۳۵-۱۳۶)

منگنی کے بعد دوسری جگہ نکاح بہتر ہو تو کرنا درست ہے

سوال: (۶۷) ہندہ کی صرف نسبت بکر کے ساتھ عرصہ سے ٹھہری ہوئی تھی، اس درمیان میں ہندہ کے ولی کے بھتیجے کی جورو مر گئی، تب ہندہ کے ولی نے ہندہ کا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیا، اب چند اشخاص کہتے ہیں کہ ہندہ کے ولی نے یہ برا کام کیا، اور جو لوگ اس عقد میں شریک تھے وہ گنہ گار ہوئے، جہاں پہلے نسبت ٹھہری تھی وہیں ہونا چاہیے تھا؛ آیا اس صورت میں کیا حکم ہے؟
(۲۶۶۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: نسبت اور منگنی کر دینا ایک وعدہ ہوتا ہے، پس اگر مصلحت دختر کی دوسری جگہ نکاح

---

(۱) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲
(۲) حوالہ؛ سابقہ جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔۱۲

کرنے میں ہوتو پہلی نسبت کے چھوڑنے اور دوسری جگہ جو کہ بہتر ہے نکاح کردینے میں کچھ حرج اور گناہ نہیں ہے، اصل یہ ہے کہ ولی کو لڑکی کی بہتری اور مصلحت دیکھنا مقدم ہے، جہاں لڑکی کے لیے بہتری معلوم ہو وہاں نکاح کردیوے، اگر وہی موقع بہتر ہے جہاں پہلے نسبت ہوئی تھی تو موافق وعدہ کے اسی کو اختیار کرے کہ ایفاءِ وعدہ بہت اچھا ہے، لیکن اگر وہ موقع لڑکی کے لیے اچھا نہ ہوتو دوسری جگہ کرنا اچھا ہے۔ فقط واللہ اعلم (۵۱۱/۷)

منگنی کے بعد لڑکے کی صحت خراب ہوگئی تو دوسری جگہ لڑکی کی شادی جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۶۸) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ زید نے اپنی بیٹی کا خطبہ (منگنی) عمر کے بیٹے سے صغر سنی میں کیا تھا، اور موافق رسم ورواج کے لڑکے کی جانب والوں نے کچھ زیور اور کپڑے دیے تھے، آخر قضائے الٰہی سے دو تین سال یا زیادہ کے اس لڑکے کو ٹانگ میں مرض گمبھیر (شدید) ہوگیا، بہ وجہ اس مرض کے وہ لڑکا ٹانگ سے لنگڑا ہوگیا، یہاں تک کہ وہ لڑکا بغیر سہارے لاٹھی کے چلنے سے محتاج ہے، تب لڑکی کے والد زید نے خیال کیا جب یہ اس طرح ہے اور نفقہ اور خرچ دینے سے بالکل معذور اور ناچار ہے، اور بغیر خرچ وغیرہ سے ربط وملاوٹ مشکل ہے، لہٰذا زید نے وہ زیور وغیرہ جو خطبہ کی وجہ سے لڑکی کے لیے ملے تھے واپس کردیے، اور انکار کردیا کہ اس لڑکے کو اپنی بیٹی سے نکاح نہ کروں گا، اور وہ لڑکی بھی راضی نہیں ہے، تو اب اس خطبہ سے اور زیور اور کپڑے کے استعمال کرنے سے شریعت حقہ کیا حکم دیتی ہے؟ اگر زید لڑکے موصوف کو اپنی بیٹی نکاح نہ کردے اور دوسری جگہ اپنی لڑکی کا خطبہ اور نکاح کرنا چاہے تو اس کو شرع شریف اجازت دے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا؟ (۱۹۸۲/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: شرعاً ولی کو ضروری ہے کہ اپنی دختر کے نکاح میں اس کی مصلحت اور بہبودی کو پیشِ نظر رکھے، ایسے شخص سے نکاح کرے جو ہر طرح کفو دختر کا ہو، اور ناموافقت کا اندیشہ نہ ہو، پس صورتِ مسئولہ میں جب کہ وہ شخص جس سے خطبہ ہوا تھا معذور ہوگیا اور قادر الکسب والنفقہ نہ رہا تو نکاح دختر کا اس سے نہ کرنا چاہیے، دوسرے شخص سے کرنا چاہیے، جو ہر طرح کفو لڑکی کا ہو، شامی میں ہے:

ولا يزوّج ابنته الشابّة شيخًا كبيرًا ولا رجلاً دميما ويزوّجها كفوًا إلخ[1] پس زید اس حالت میں اس معذور سے جس سے خطبہ ہوا تھا نکاح نہ کرے، اور دوسرے عمدہ موقع کا خیال کرے گنہ گار نہ ہوگا، بلکہ اس معذور سے نکاح کرنے میں گنہ گار اور خطا وار ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم،
کتبہ: عزیز الرحمٰن عفی عنہ، مدرسہ عربیہ دیوبند۔ الجواب صحیح: بندہ محمود عفی عنہ[2] الجواب صحیح: احقر الزماں گل محمد عفی عنہ[2] (۷/۱۶۱-۱۶۲)[3]

ایک بھائی سے صرف منگنی ہوئی اب دوسرے بھائی سے شادی درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۶۹) ایک شخص کی نسبت ایک عورت سے ہوئی اور صرف رسم منگنی ہوئی عقد نہیں ہوا، بعد کو کسی وجہ سے رسم منگنی منقطع ہوگئی؛ تو اس صورت میں اس عورت کا عقد اس شخص کے بڑے بھائی سے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۴۰۴/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اس صورت میں نکاح اس عورت کا منگنی والے کے بھائی سے درست ہے، کیوں کہ منگنی عقد نکاح نہیں ہے، بلکہ وعدہ ہے، پس جب کہ کسی وجہ سے اس وعدہ کا ایفاء نہ کیا گیا اور عقد نکاح دوسرے سے کر دیا تو نکاح درست ہے، اگرچہ بے وجہ خلافِ وعدہ کرنا اور پہلی منگنی کو منقطع کرنا اچھا نہیں ہے[4] فقط واللہ اعلم (۷/۱۸۱)

---

(۱) ردّ المحتار: ۴/۵۹، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة.

(۲) بندہ محمود سے مراد: شیخ الہند حضرت اقدس مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمہ اللہ، سابق شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند، متوفی: ۱۳۳۹ھ ہیں۔ (مشاہیر علماء دارالعلوم دیوبند، ص: ۲۲)
اور گل محمد سے مراد: حضرت مولانا گل محمد خان صاحب بجنوری ثم دیوبندی رحمہ اللہ، مدرس عربی دارالعلوم دیوبند، متوفی: ۱۳۵۳ھ ہیں۔ (حوالہ بالا، ص: ۴۶) محمد حبان بیگ

(۳) سوال وجواب رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیے گئے ہیں ۱۲

(۴) هل أعطيتنيها إن المجلس للنّكاح وإن للوعد فوعدٌ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۶۲-۶۳، كتاب النّكاح، قبيل مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب) ظفیر

جس لڑکی سے منگنی ہوئی اس کی ماں سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۰) شخصے با ہندہ خطبہ کردہ بود و نکاح ہنوز منعقد نہ شدہ بود، آں شخص ہندہ را متروک کردہ با مادرش نکاح کردہ جائز است یا نہ؟ (۹۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: نکاح با مادر مخطوبہ صحیح است چرا کہ آں مخطوبہ ہنوز در نکاحش نیامدہ است و زوجہ نشدہ، تا کہ مادر او بہ حکم آیت: ﴿وَأُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۳) در محرمات داخل گشتے، بلکہ مادر مخطوبہ در آیت: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) داخل است و نکاح بہ او جائز است۔ فقط (۱)

ترجمہ سوال: (۷۰) ایک شخص نے ہندہ کے لیے پیغام دیا تھا، اور نکاح ابھی منعقد نہیں ہوا تھا کہ اس شخص نے ہندہ کو چھوڑ کر اس کے بجائے اس کی ماں سے نکاح کر لیا، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: مخطوبہ (جس عورت سے صرف منگنی ہوئی ہے اس) کی ماں سے نکاح صحیح ہے، کیوں کہ وہ مخطوبہ ابھی تک اس کے نکاح میں نہیں آئی ہے، اور اس کی زوجہ نہیں ہوئی ہے، کہ اس کی ماں بہ حکم آیت: ﴿وَأُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ﴾ محرمات میں داخل ہو جاتی، بلکہ مخطوبہ کی ماں (مخطوبہ سے نکاح ہونے سے پہلے) آیت: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ کے حکم میں داخل ہے، اور اس کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ فقط (۲۹۹/۷-۳۰۰)

الفاظِ کنائی میں مجلس کا اعتبار ہوتا ہے، مجلس نکاح ہے تو نکاح ہوگا اور منگنی کی مجلس ہے تو منگنی ہوگی

سوال: (۷۱) اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے تجھے اپنی لڑکی دی اور دوسرا کہے کہ میں نے قبول کی تو اس سے نکاح منعقد ہوگا یا منگنی؟ (۹۸۸/۱۳۴۲ھ) (۲)

---

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں اصل فارسی سوال وجواب کی جگہ صرف اُس کا ترجمہ درج تھا، رجسٹر نقول فتاویٰ سے سوال وجواب کی اصل فارسی عبارتیں نقل کر کے اُس کا ترجمہ درج کر دیا گیا ہے۔

(۲) رجسٹر نقولِ فتاویٰ میں اس جواب کا سوال موجود نہیں ہے، ہم نے اس کو قائم کیا ہے۔ ۱۲

الجواب: درمختار میں ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے تجھے اپنی لڑکی دی، اور وہ کہے کہ میں نے قبول کی؛ تو اگر مجلس نکاح ہے تو اس سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے، اور اگر مجلس منگنی کی ہے تو اس کلام سے منگنی ہوگی، اور یہ کلام وعدہ پر محمول ہوگا نہ نکاح پر **أو هل أعطيتنيها إن المجلس للنّكاح وإن للوعد فوعد**[1] فقط (اضافہ از رجسٹر نقولِ فتاویٰ)

سوال: (۲۷) (مکرر متعلق (سلسلہ) نمبر: ۹۸۸ مندرجۂ رجسٹر ہٰذا)[2] (یعنی سابقہ جواب) فتاویٰ مولانا عبدالحی جلد اوّل کتاب النّکاح: ص: ۳۰۷-۳۰۸، مطبوعہ یوسفی پریس فرنگی محل کانپور کی عبارت استفتاء سے معلوم ہوتا ہے کہ مجلس کی وجہ سے نکاح اور منگنی میں فرق نہ ہوگا[3] اور درمختار کی عبارت جو آپ نے تحریر فرمائی ہے اس کی توجیہ ہمیں یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر الفاظ وعدہ کے بولے جاویں تو وعدہ پر محمول ہوں گے اور اگر الفاظ صریح نکاح کے بولے جاویں تو ان سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے؟ (۱۵۱۲/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اس آپ کی تاویل کو عبارت ردالمحتار شامی صاف رد کرتی ہے، چنانچہ عبارت شامی یہ ہے: **قوله: (إن المجلس للنّكاح) أي لإنشاء عقده لأنّه يفهم منه التّحقيق في الحال، فإذا قال الآخر: أعطيتُكها أو فعلتُ لزم، وليس للأوّل أن لا يقبل إلخ**[4] دیکھئے اس عبارت میں صاف صیغہ ماضی موجود ہے صیغہ استقبال نہیں ہے، پس معلوم ہوا کہ کنایات میں مجلس کا اعتبار ہوتا ہے، کیوں کہ **أعطيتُ** و **دَادَم** وغیرہ صریح نکاح کے الفاظ نہیں ہیں؛ ان میں نکاح پر حمل کرنے کے لیے قرینہ کی ضرورت ہے، اور مولانا عبدالحی صاحب مرحوم نے مجلس کا ذکر جواب میں نفیاً واثباتاً کچھ نہیں فرمایا؛ بلکہ دوسرے اختلاف کو نقل فرمایا، اور چوں کہ قصداً مجلس نکاح ووعدہ کے فرق کا سوال بھی نہ تھا؛ اس لیے اس سے کچھ تعرض نہ فرمایا، اور صاحب درمختار نے صراحۃً اس فرق کو ثابت کیا، اور علامہ شامی نے اس کو محقق رکھا تو حسب قاعدہ معروفہ: **الصّريحُ يَفوقُ الدّلالةَ**[5]

(۱) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۶۲-۶۳، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة.**

(۲) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۳) مجموعہ فتاویٰ عبدالحیؒ: ۱/۱۴۱، کتاب النکاح، استفتاء نمبر: ۱۹۸۔

(۴) **ردّ المحتار: ۴/۶۲-۶۳، كتاب النّكاح، قبيل مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب.**

(۵) **ردّ المحتار: ۴/۲۱۴، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في ضمان الوليّ المهر.**

عبارت درمختار وشامی کی تحقیق اس بارے میں لائق قبول ہوگی، اور عرف بھی ایسا ہی ہے۔ فقط (۱۲۸/۷)

نکاح کی مجلس اور منگنی کی مجلس میں ایجاب وقبول اور اُس کا فرق

سوال: (۷۳) ایک مجلس میں زید کے کفو میں سے کسی شخص نے عمر کو کہا کہ تم اپنی لڑکی مسماۃ ہندہ زید کو دیتے ہو یا نہیں؟ عمر نے اس کے جواب میں کہا کہ میں اپنی لڑکی زید کو دے چکا ہوں، یا یہ کہا کہ میں نے اپنی لڑکی کو؛ بکر جو زید کا باپ ہے اس کی بہو بنادی ہے، پھر زید کے ولیوں میں سے کسی نے کہا: اچھا یا ہاں؛ آیا جانبین کی اس گفتگو سے نکاح منعقد ہوتا ہے یا نہیں؟ (۱۴۹۴/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: قال في الدّرّ المختار: أو هل أعطيتنيها إنّ المجلس للنّكاح – أي فنكاح – وإن للوعد فوعد إلخ [1] اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر وہ مجلس انعقادِ نکاح کے لیے منعقد ہوئی ہے اور دو شاہد ایجاب وقبول کے سننے والے موجود ہیں تو نکاح منعقد ہو جاوے گا، اور اگر وہ مجلس خطبہ (منگنی) اور وعدہ کی ہے تو الفاظ مذکورہ سے نکاح منعقد نہ ہوگا، بلکہ یہ وعدہ اور خطبہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳۰/۷)

لفظ ''دے دیا لے لیا یا قبضہ کر لیا'' جیسے کنائی الفاظ سے انعقادِ نکاح میں مجلس کا اعتبار ہوگا

سوال: (۷۴)......(الف) زید نے بکر سے کہا کہ میں نے یہ دختر صغیرہ تمہیں دے دی، بکر نے کہا: اچھا لے لی، اس وقت نہ محفل شادی کی تھی نہ تزویج کی، بلکہ غرض آخر کی محفل تھی؛ نکاح منعقد ہوا یا نہ؟

(ب) اور اگر بکر نے بجائے لے لی کے قبضہ کر لیا یا قبول کر لیا کہا تو کس صورت میں نکاح منعقد ہوگا؟ دختر بالغہ ہے والد فوت ہو گیا، دادا زندہ ہے؛ تو دادا اس کا نکاح دوسری جگہ کر سکتا ہے یا نہ؟ (۱۸۶۳/۱۳۴۱ھ)

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۶۲/۴-۶۳، كتاب النّكاح، قبل مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب.

الجواب: (الف) اس صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوا۔ کما في الدّرّ المختار: إن المجلسُ للنّکاح وإن للوعد فوعدٌ[۱]

(ب) جب کہ مجلس نکاح نہیں ہے تو ان الفاظ مذکورہ سے بھی نکاح منعقد نہیں ہوا، اور دادا کو اختیار ہے کہ وہ دوسرے شخص سے اس کا نکاح کردے اور اگر لڑکی بالغہ ہوگئی ہے تو نکاح ثانی کے جواز کے لیے اس کی رضا کی بھی ضرورت ہے، اور سکوت اس کا دادا کے اذن لینے پر بہ حکم رضا ہے۔ کما في الدّرّ المختار[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳۳/۷-۱۳۴)

منگنی کے وقت ''دی'' اور ''قبول کی'' کہنے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا

سوال: (۷۵) ہماری قوم میں یہ رواج ہے کہ بہ وقت منگنی لڑکی والا لڑکے والے کو مخاطب کرکے کہتا ہے کہ میں نے اپنی فلاں لڑکی تمہارے فلاں لڑکے کو دی، لڑکے والا کہتا ہے کہ میں نے اپنے لڑکے کے واسطے قبول کی؛ اس صورت میں نکاح ہوجاتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگ اس طرح منگنی کرکے لڑکی کو اور جگہ بیاہ دیتے ہیں؟ (۶۵۳/۱۳۴۵ھ)

الجواب: منگنی کے وقت الفاظ مذکورہ کہنے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا بلکہ یہ وعدۂ نکاح ہے؛ اور اس سے منگنی ہوتی ہے، جیسا کہ درّ مختار میں ہے: وإن للوعد فوعد[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳۰/۷-۱۳۱)

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۶۲/۴-۶۳، کتاب النّکاح، قبیل مطلب: التّزوّج بإرسال کتاب.

(۲) فإنْ استأذنها هو أي الوليُّ وهو السُّنّةُ ...... فسکتت عن ردّهِ مختارةً ...... فهو إذن (الدّرّ المختار) أي بأن یقول لها قبل النّکاح فلان یخطبك أو یذکرك فسکتت، وإن زوّجها بغیر استئمار فقد أخطأ السّنّة وتوقّف علیٰ رضاها. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱۱۹/۴-۱۲۰، کتاب النّکاح، باب الولي) ظفیر

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۶۳/۴، کتاب النّکاح، قبیل مطلب: التّزوّج بإرسال کتاب.

مجمع میں ایجاب وقبول بہ لفظ ''ناطہ'' ہوا، تو نکاح ہوا یا نہیں؟

سوال: (۷۶) لوگوں کا مجمع ہوا اور اس میں ایجاب وقبول بہ لفظ ناطہ ہوا؛ آیا نکاح منعقد ہوا یا خطبہ (منگنی)؟ (۸۲۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **أو هل أعطيتنيها إن المجلس للنّكاح وإن للوعد فوعد إلخ (الدّرّ المختار) قوله: (إن المجلس للنّكاح) أي لإنشاء عقده لأنّه يفهم منه التّحقيق في الحال، فإذا قال الآخر: أعطيتكها أو فعلت لزم وليس للأوّل أن لا يقبل إلخ** [1] حاصل یہ ہے کہ ایسی صورت میں دلالت حال کا اور مجلس کا اعتبار ہوتا ہے اگر اس وقت اجتماع لوگوں کا بہ غرض خطبہ وپختگی منگنی کے تھا تو الفاظ مذکورہ سے منگنی ہوتی ہے نکاح نہیں ہوتا، اور چوں کہ لفظ ناطہ کے ساتھ ایجاب وقبول ہوا ہے یہ قرینہ ہے کہ خطبہ کے لیے اجتماع ہوا تھا؛ اس لیے اس صورت میں خطبہ ہوا ہے نکاح نہیں ہوا۔ فقط واللہ اعلم (۱۲۹/۷)

سوال: (۷۷) گل زمان کی والدہ نے مسمی سمندر سے کہا کہ اپنی دختر کا ناطہ میرے فرزند گل زمان سے دے دو، سمندر نے روبہ رو گواہان اسی مجلس میں جواب دیا کہ میں نے اپنی دختر مذکورہ کا ناطہ گل زمان کے لیے دے دیا ہے، کچھ عرصہ کے بعد سمندر فوت ہوگیا، دختر مذکورہ کا برادر دوسری جگہ نکاح دختر کا کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۲۱۷/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اقول وباللہ التوفیق: سوال کے مختلف پہلوؤں اور لفظوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سمندر کا کہنا محض وعدۂ نکاح ہے عقد نہیں، ناطہ کا لفظ ہندوستان اور پنجاب میں رشتہ کے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے؛ چنانچہ پنجاب میں ناطہ دار بہ معنی رشتہ دار کے مستعمل ہوتا ہے، بلکہ گل زمان خود بھی اپنے سوال میں قریب اسی معنی میں ناطہ کے لفظ کو استعمال کرتا ہے، چنانچہ کہتا ہے: ''میری والدہ میرے ناطہ کے لیے مسمی سمندر کے پاس جاتی تھی''، ظاہر ہے کہ اس عبارت میں ناطہ کو

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۶۲/۴-۶۳، كتاب النّكاح، قبيل مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب.

بہ معنی (بزنی) (نکاح)[۱] کے سمجھنا کسی طرح چسپاں نہیں، نیز یہ بھی واضح ہے کہ عقد نکاح یعنی ایجاب وقبول کے لیے مجلس منعقد نہ کی گئی تھی، بلکہ گل زمان کی والدہ اپنی عادت مستمرہ کے طور پر درخواست اور خطبہ کے لیے آئی، جس کو سمندر نے منظور کیا جو کہ محض وعدہ ہے، چنانچہ گل زمان کی والدہ کا کوئی جواب بھی سمندر کے اس جملہ کے مقابلہ میں مذکور نہیں، پھر اگر عقد بھی اس کو قرار دیا جاوے تو اس کے لیے بھی تاویلات بعیدہ کے ارتکاب کی ضرورت ہوگی، مثلاً اگر گل زمان اس وقت بالغ تھا تو اس کی والدہ وکیل یا فضولی ہوگی، اور اگر نابالغ تھا تو وکیل، ولی یا فضولی اس کی ہوگی، حالاں کہ توکیل کا کوئی تذکرہ نہیں، پس یہ ایسا ہے جیسے کہ کسی نے صاحب دختر سے یہ کہا کہ میرے بیٹے کو اپنی بیٹی دے دو، اور اس نے کہا: دے دیا تو نکاح نہ ہوا۔ وما في الظّهيرية: لو قال: هب ابنتك لابني، فقال: وهبت، لم يصحّ ما لم يقل أبو الصّبي قبلت إلخ [۲] في الخلاصة: لو قال الوكيل بالنّكاح: هب ابنتك لفلان، فقال الأب: وهبت، لا ينعقد النّكاح ما لم يقل الوكيل بعده قبلت [۲] علاوہ اس کے شامی میں ہے: نقلاً عن الطّحاوي لو قال: هل أعطيتنيها، فقال: أعطيت إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح أهـ [۳]

یہاں سے صاف معلوم ہوگیا کہ گفتگو کی کیفیت کی رعایت ضروری ہے، پس اگر مجلس وعدۂ نکاح کی ہوگی تو الفاظ محتملہ کو وعدہ پر حمل کیا جائے گا، اور اگر مجلس نکاح کی ہے تو نکاح ہوگا؛ چنانچہ اسی عبارت کے تحت میں شامی میں نقل کیا ہے: قال الرّحمتي: فعلمنا أنّ العبرة لما يظهر من كلامهما لا لنيتهما إلخ [۳] اور إذا قال أحدهما: "ده" وقال الآخر: "دادم" أو "داد" يكون نكاحًا

(۱) حضرت مفتی ظفیر الدین صاحبؒ نے (بزنی) لفظ کو "نکاح" سے بدلا تھا؛ لیکن رجسٹر نقول فتاویٰ میں "نکاح" کے بجائے (بزنی) ہی مذکور ہے، اور لفظ "بزنی" بہ معنی "نکاح" کے بہت سی کتب فقہ مثلاً: محیط برہانی، فتح القدیر، مجمع الانہر، فتاویٰ ہندیہ، درر الحکام اور عمدۃ الرعایۃ وغیرہ میں مستعمل ہوا ہے؛ لہٰذا ہم نے اصل لفظ (بزنی) کو باقی رکھ کر اُس کا ترجمہ "نکاح" بین القوسین درج کر دیا ہے۔ محمد حبان بیگ

(۲) ردّ المحتار: ۴/۶۱، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة.

(۳) ردّ المحتار: ۴/۶۲، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة.

وإن لـم يـقل الآخر: ''پذیرفتم''(۱) اعتبار وعدہ کی نفی نہیں کرتا ہے، بلکہ فقہاء کی مراد اس قول سے یہ ہے کہ امر توکیل ہے یا ایجاب ہے، چوں کہ اس میں بہت بڑا اختلاف ہے، جس کا ثمرہ یہ ہے کہ مجیب کے جواب کے بعد آمر کے قبول کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اور چوں کہ فقہاء کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ آمر کے قبول کے بغیر نکاح صحیح نہیں، کما مرّ عن الخلاصة والظّهيرية، اور بعضوں کے یہاں پھر آمر کو ''پذیرفتم'' کے کہنے کی ضرورت نہیں اسی کو عمدۃ الرعایہ میں اختیار بھی کیا گیا ہے، اسی وجہ سے عمدۃ میں یہ کہا ہے: وإنْ لَمْ يَقُلْ: ''پذیرفتم''(۱) وقد عرفت ما فيه، اور اس سے یہ مراد نہیں کہ یہ عبارت وعدہ نہ ہوسکتی ہے، پس جب کہ اس عبارت میں احتمال وعدہ کا بھی ہے اور مجلس کے لیے دو امر بھی یقینی ہیں ایک یہ کہ مجلس خطبہ اور وعدہ کی ہے، دوم یہ کہ مجلس خطبۂ نکاح اور ایجاب و قبول کی نہیں ہے، پس ان الفاظ کو وعدہ پر حمل کرنا اقرب ہے۔ کما في الدّرّ المختار: هل أعطيتنيها إن المجلس للنّكاح (الدّرّ المختار)(أي لإنشاء عقده، لأنّه يفهم منه التّحقيق في الحال، فإذا قال الآخر: أعطيتك أو فعلت لزم إلخ (شامي) وإن للوعد فوعد (۲) انتہیٰ. فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۱۳۱-۱۳۳)

سوال: (۸۷) دعوی مدعی کا یہ ہے کہ میرے دادا نے میرا ناطہ کرمان کی دختر مسماۃ فضل نور کے ساتھ کیا، میری عمر اس وقت ۱۲، ۱۳ سال کی تھی، اور میری منکوحہ کی عمر ۱۰، ۱۱ سال کی تھی، اس کے والد نے اپنی دختر کا حق نکاح روبرو اہل جرگہ (پنچایت) میرے ساتھ کیا، اور میرے دادا نے میرے واسطے قبول کیا، اس ایجاب وقبول کے بعد میں پانچ سال اپنی سسرال میں رہا، پھر میں نوکری پر چلا گیا، چھ سال کے بعد آیا تو معلوم ہوا کہ میری منکوحہ کا نکاح دوسری جگہ کر دیا، آیا پہلا نکاح جو میرے ساتھ ہوا تھا وہ صحیح ہے یا دوسرا نکاح صحیح ہوا؟ (۱۳۸۲/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: پہلے اگر محض وعدہ نکاح کا تھا اور ایجاب وقبول بہ طریق نکاح مجلسِ نکاح میں روبرو

(۱) عمدة الرّعاية على شرح الوقاية: ۳/۱۵، كتاب النّكاح، المطبوعة: دار الكتب العلمية بيروت.

(۲) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۶۲-۶۳، كتاب النّكاح، قبيل مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب.

شاہدین کے نہ ہوا تھا تو دوسری جگہ اس کا نکاح صحیح ہوگیا[۱] اور اگر پہلے باقاعدہ نکاح ہوا تھا اور ایجاب وقبولِ نکاح شاہدین کے سامنے مجلس نکاح منعقد کرکے ہوا تھا تو دوسرا نکاح بدون طلاق دینے شوہر اوّل کے صحیح نہیں ہوا، عورت مذکورہ بہ دستور شوہر اوّل کی منکوحہ ہے[۲] فقط (۱۳۵/۷)

کنایاتِ نکاح میں نیتِ نکاح یا قرینہ کی ضرورت ہے صرف ذکر مہر قرینہ نہیں

سوال: (۷۹) زید اپنے مکان میں مع چند اشخاص بیٹھا تھا، اس اثناء میں ہندہ آئی اور کہا کہ میں نے اپنے نفس کو زید کے لیے بخش دیا، زید کے گواہ نے دریافت کیا کہ مہر کیا ہے؟ ہندہ نے کہا: ایک سو ساڑھے ستائیس روپے، زید نے قبول کرلیا، بعد ازاں ہندہ نے اپنا عقد عمر سے کرلیا؛ یہ عقد ثانی صحیح ہوا یا نہیں؟ (۱۷۰۲/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: یہ لفظ کہ میں نے اپنے نفس کو زید کے لیے بخش دیا، کنایاتِ نکاح میں سے ہے، اس میں نیت نکاح یا قرینہ کی ضرورت ہے اور صرف ذکر مہر قرینہ نہیں ہے۔ کما حقّقه الکمال[۳] (شامي) اور یہ کہ گواہان کو معلوم ہو کہ یہ نکاح ہے، پس اگر یہ امور پائے گئے تو نکاح منعقد ہوگیا،

---

(۱) هل أعْطَيتَنِيْهَا إن المجلسُ للنّكاح، وإن للوعدِ فوَعْدٌ إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۶۲-۶۳، كتاب النّكاح، قبيل مطلب: التزوّج بإرسال كتاب) ظفیر

(۲) أمّا نكاح منكوحة الغير إلخ، لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (ردّ المحتار: ۴/۲۰۳، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد) ظفیر

(۳) وإنّما يصحّ بلفظ تزويج ونكاح لأنّهما صريح وما عداهما كناية، وهو كلّ لفظ وضع لتمليك عين كاملة إلخ، كهبة وتمليك وصدقة وعطيّة إلخ وكلّ ما تملك به الرّقاب بشرط نيّة أو قرينة وفهم الشّهود المقصود (الدّرّ المختار) هٰذا ما حقّقه الفتح ردًّا علىٰ ما قدّمناه عن الزّيلعيّ حيث لم يجعل النّيّة شرطًا عند ذكر المهر إلخ، وحاصل الرّدّ أنّ المختار أنّه لا بدّ من فهم الشّهود المراد. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۶۷-۶۹، كتاب النّكاح، مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب) ظفیر

اس صورت میں دوبارہ نکاح ہندہ کا عمر کے ساتھ صحیح نہیں ہوا، اور اگر بہ نیت نکاح یہ لفظ نہیں کہا اور قرینہ بھی کوئی علاوہ ذکر مہر کے موجود نہیں ہے تو زید سے اس کا نکاح نہیں ہوا اس صورت میں عمر کے ساتھ نکاح صحیح ہو گیا۔ فقط واللہ اعلم (۷/ ۸۸-۸۹)

''تن بخش دیا'' کہنے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے

سوال: (۸۰) اگر کوئی عورت بیوہ دو مرد گواہوں کے روبہ رو کسی شخص کو بہ ارادۂ نکاح اپنا تن بخش دے اور مرد اسی مجلس میں قبول کرلے تو نکاح منعقد ہو جاوے گا یا نہیں؟ (۶۲۳/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں شرعاً نکاح منعقد ہو گیا، درمختار میں ہے: **وإنّما يصحّ بلفظ تزويج ونكاح ...... هو كلّ لفظ وضع لتمليك عين كاملة ...... في الحال إلخ، كهبة وتمليك وصدقة وعطيّة إلخ، بشرط نيّة أو قرينة وفهم الشّهود المقصود إلخ** (۱) **انتهى ملخّصًا.** فقط واللہ اعلم (۷/ ۵۸-۵۹)

عورت نے کہا ''میں نے عزت، جان اور حرمت تیرے سپرد کی'' اور مرد نے قبول کرلیا تو نکاح ہوا یا نہیں؟

سوال: (۸۱) ہندہ بالغہ عاقلہ پیش پدر و پسر بالغ خود بہ الفاظے کہ مفید معنی نکاح تو اند بود با خالد عقد بست، صراحۃً لفظ نکاح نہ گفتہ؛ بلکہ بالکنایہ بہ ایں طور کہ من جان وعزت وحرمتِ خود بہ تو سپردم، خالد گفت: قبول کردم، سوائے ایں دو کس کسے دیگر شاہد نبود عقد ثابت شد یا نہ؟ اگر پدرش بہ مرد و پسرش اکنوں انکار می کند، دریں صورت عند القاضی ایں نکاح ثابت باشد یا نہ؟ ومجامعت جائز است یا نہ؟ وایں صورت مسافحت است یا نہ؟ (۱۳۲۷/ ۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اگر الفاظ مذکورہ بہ ارادہ نکاح گفتہ شد نکاح منعقد گشت۔ **قال في الدّرّ المختار: وما عداهما كناية وهو كلّ لفظ وضع لتمليك عينٍ إلخ كهبة وتمليك وصدقة وعطيّة إلخ**

---

(۱) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۶۷-۶۹، كتاب النّكاح، مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب.**

بشرط نيّة أو قرينة إلخ [۱] وفيه أيضًا: وشرط حضور شاهدين إلخ ولو فاسقين إلخ، أو ابني الزّوجين، وفي الشّامي: وليس هٰذا خاصًّا بالابنين إلخ [۲] ونکاح مذکور اگرچہ عند القاضی ثابت نہ شود؛ لیکن عند اللہ نکاح صحیح است، ومقاربت ومجامعت درست است، وایں صورت (مسافحت) [۳] نیست (۷/۸۳) [۴]

ترجمہ سوال: (۸۱) ہندہ عاقلہ بالغہ نے اپنے باپ اور بالغ بیٹے کے سامنے ایسے الفاظ سے جو مفیدِ معنیٰ نکاح ہو سکتے تھے خالد کے ساتھ عقد نکاح کیا، صراحۃً لفظ نکاح نہیں کہا، بلکہ کنایۃً اس طور پر کہ میں نے اپنی جان اور عزت وآبرو تمہارے سپرد کی، خالد نے کہا: میں نے قبول کیا، ان دونوں کے علاوہ کوئی دوسرا گواہ نہیں تھا، عقد نکاح ثابت ہوگا یا نہ؟ اگر اس کا باپ مرجائے اور اُس کا بیٹا اب انکار کرتا ہے تو اس صورت میں قاضی کے نزدیک یہ نکاح ثابت ہوگا یا نہ؟ اور مجامعت جائز ہے یا نہ؟ اور یہ زنا کی صورت ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر مذکورہ الفاظ نکاح کے ارادے سے کہے گئے ہوں تو نکاح منعقد ہوجائے گا، درمختار میں ہے: وما عداهما كناية، وهو كلّ لفظ إلخ، اور نکاحِ مذکور اگرچہ قاضی کے نزدیک ثابت نہیں ہوگا؛ لیکن عند اللہ نکاح درست ہے، اور مقاربت اور مجامعت درست ہے، اور یہ زنا کی صورت نہیں ہے۔ فقط

لفظ ہبہ اور بخشش سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے

سوال: (۸۲) زید نے مثلاً پانچ چھ آدمی مسلمان عاقلین بالغین کے روبرو عقد نکاح مثلاً

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/ ۶۷-۶۸، كتاب النّكاح، مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب.

(۲) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/ ۷۳-۷۶، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به.

(۳) رجسٹر نقولِ فتاویٰ میں (مسافحت) کی جگہ ''مجامعت'' ہے، مگر سوال کے پیشِ نظر اور معنوی لحاظ سے اُسے بدل دیا ہے۔ ۱۲

(۴) مطبوعہ فتاوی میں مفتی ظفیر الدین صاحب نے اس سوال وجواب کی فارسی عبارت نقل نہیں کی تھی، صرف اس کا ترجمہ لکھا تھا؛ اس لیے ہم نے رجسٹر نقول فتاویٰ سے سوال وجواب کی پوری فارسی عبارت نقل کر کے اس کا ترجمہ لکھ دیا ہے۔ ۱۲

ہندہ عاقلہ بالغہ سے بہ لفظ ہبہ کرلیا، مثلاً زوجہ ہندہ نے زید کے روبہ رو بالمشافہہ کہا کہ میں نے اپنی ذات تجھ کو بخش دی، زید نے کہا: میں نے تجھ کو قبول کی، بعدہ ہندہ عاقلہ بالغہ کا نکاح ہندہ کے باپ نے زبردستی جبراً دوسرے شخص مثلاً بکر سے کرا دیا، صورتِ مذکورہ میں نکاح اوّل جو زید سے ہوا وہ ثابت ہوگا یا نکاح ثانی بکر کا ثابت ہوگا؟ (۳/۲۲۷۳/۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: لفظ ہبہ کنایات نکاح میں سے ہے اگر بہ نیت نکاح یہ لفظ روبہ رو شاہدین عاقلین بالغین کے عورت نے کہا اور مرد نے قبول کرلیا تو نکاح منعقد ہوگیا[۱] اور جب کہ یہ نکاح کفو سے ہوا تو باپ کو اس نکاح کے فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے، اور دوسری جگہ نکاح کرنا صحیح نہیں ہے، پس باپ نے جو جبراً نکاح اس بالغہ کا دوسرے شخص سے کردیا وہ صحیح نہیں ہوا، نکاح اوّل صحیح و نافذ ہے، درمختار میں ہے: **وهو أي الوليّ شرط صحّة نكاح صغير ومجنون إلخ، لا مكلّفة، فنفذ نكاح حرّة مكلّفة بلا رضا ولي**[۲] انتہیٰ ملخّصًا. فقط (۸۶/۷)

دو گواہوں کے سامنے ایسے الفاظ کہے کہ جس سے ایجاب وقبول مفہوم ہوتا ہو اور نیت بھی نکاح کی ہو تو نکاح منعقد ہوگیا

سوال: (۸۳) مسماۃ فاطمہ تقریبًا بست و دو (۲۲) سالہ حنفیۃ المذہب بیوہ نے بہ ثبات عقل وہوش وبہ رضا ورغبت؛ خطبہ ونکاح کے تذکرہ پر ایک مرد مسمّٰی اسماعیل تقریبًا بست وہفت (۲۷) سالہ حنفی المذہب سے مخاطب ہوکر بہ حضور شاہدین عادلین الفاظ ذیل کہے:

''میں ایک ہزار روپے نقد، پچھتر روپے کے کپڑے، اور پانچ بیگہ زمین کے عوض تمہارے ساتھ راضی ہوں''، اسماعیل نے جواباً کہا کہ ''مجھے یہ سب منظور ہے''، فاطمہ نے کہا کہ ''اب میں تمہاری ہوچکی''، اسماعیل نے کہا: ''میں نے قبول کیا''، پھر فاطمہ بولی کہ ''میں نے اپنی ذات تم کو سونپی''، اسماعیل نے کہا: ''میں نے منظور کیا''، بعد ازاں تقریبًا پچیس تیس مرد عورت کے انبوہ میں مسماۃ فاطمہ مذکورہ نے اظہارِ اقرارِ بالا کیا، اور اسماعیل نے بھی لوگوں کو اطلاع کردی، اب بعض لوگوں کے

---

(۱) فينعقد النّكاح بلفظ الهبة والعطيّة. (البحر الرّائق: ۱۵۱/۳، كتاب النّكاح) ظفیر

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۱۵/۴، كتاب النّكاح، باب الوليّ.

زدوکوب کے خوف سے شاید فاطمہ انکار کردے، مگر شہود ہر طرح قابل اطمینان ومعتمد ہیں، بہر حال اس صورت میں بہ وقت انکار مسماۃ مذکورہ بہ حسب شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا السلام و مذہب امام اعظم نکاح منعقد ہوگیا یا نہیں؟ (۲۹/۶۰۳-۱۳۳۰ھ)[1]

الجواب: اس صورت میں بہ شرطِ نیتِ نکاح وفہم المقصود نکاح منعقد ہوگیا۔ کما في الدّرّ المختار: وما عداهما كناية وهو كلّ لفظ وضع لتمليك عين كاملة إلخ[2] (الدّرّ المختار على الشّامي: ۲/۲۹۰) فقط (واللہ تعالیٰ اعلم ۔کتبہ: عزیز الرحمٰن)[3] (۷/۵۱۴)

نکاح اور ہبہ، وعطاء وغیرہ الفاظ کے ساتھ ایجاب وقبول کیا تو نکاح منعقد ہوگا یا منگنی؟

سوال: (۸۴) مسماۃ کریماً کے والد زید نے بہ نیت منگنی مسماۃ کریماً نابالغہ ایک مجلس منعقد کی، جس میں عمر نابالغ کا باپ بکر موجود ہے، اسی مجلس میں زید اور بکر نے اپنی لڑکی ولڑکے کی بابت ایجاب وقبول بہ نیت منگنی خواہ خود یا بہ ذریعہ وکیل کیا؛ وہ ایجاب وقبول نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۹۵/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اگر بہ الفاظ نکاح ایجاب وقبول کیا: مثلاً لڑکی کے باپ نے کہا کہ میں نے اپنی دختر کا نکاح بکر کے پسر سے کیا، اور بکر نے اپنے پسر عمر کی طرف سے قبول کیا تو نکاح منعقد ہوگیا، اور اگر بہ لفظ ہبہ وعطاء وغیرہ بہ نیت منگنی ایجاب وقبول کیا، مثلاً زید نے کہا: میں نے اپنی لڑکی تیرے پسر عمر کو دی اور بکر نے قبول کیا تو وہ منگنی ہوئی، نکاح نہیں ہوا۔ كذا في الدّرّ المختار[4] فقط (۷/۶۹)

---

(۱) یہ سوال رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔۱۲

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۶۷-۶۸، كتاب النّكاح، مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب

(۳) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۴) أوْ هلْ أعْطَيْتَنِيهَا إن المجلِسُ للنّكاحِ ، وإنْ للوَعْدِ فوَعْدٌ (الدّرّ المختار) قوله: (إن المجلس للنّكاح) أي للإنشاء عقدهِ لأنّه يُفهمُ منهُ التّحقيقُ في الحالِ، فإذا قال الآخرُ: أعطيتكها أو فَعَلتُ لزِمَ، وليسَ للأوّل أن لا يقبلَ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۶۲-۶۳، كتاب النّكاح، قبل مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب) ظفیر

ایجاب کے اندر ''دیا'' اور قبول کے اندر ''کیا'' کہنے سے نکاح ہوگا یا نہیں؟

سوال: (۸۵) ایک خطیبِ نکاح نے اس طرح ایجاب وقبول کرایا کہ بعد خطبۂ نکاح کے اوّل وکیلِ منکوحہ کی جانب مخاطب ہوکر اس کا داہنا ہاتھ اپنے داہنے ہاتھ سے ملا کر کہا کہ آپ نے اپنی وکالت اور فلاں فلاں دو صاحبوں کی شہادت سے بہ حضور مجلس مسماۃ فلاں عاقلہ بالغہ کو بہ عوض ایک سو ساڑھے ستائیس روپے (مہر)[۱] کے مسمی فلاں ابن فلاں کے نکاح میں دیا، زن کر کے دیا، حق حلال کر کے دیا، تینوں مرتبہ وکیلِ منکوحہ نے کہا کہ دیا، اسی طرح ناکح سے قبول کرایا اور ناکح نے کہا کہ قبول کیا، آیا اس طرح ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے کہ ایجاب کے اندر لفظ ''دیا'' اور قبول کے اندر لفظ ''کیا'' کہنے سے نکاح نہیں ہوا، بلکہ لفظ دی اور کی کہنے سے نکاح صحیح ہوتا ہے، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۴۲۹/۱۳۴۱ھ)

الجواب: ایجاب وقبول بہ طریق مذکور سے نکاح صحیح ہوگیا۔ **كذا في عامّة كتب الفقه من أنّ النّكاح ينعقد بإيجاب وقبول بشرط حضور الشّاهدين**[۲] اور لفظ دیا اور دی اور کیا اور کی میں بہ اعتبار معنی کے کچھ فرق نہیں ہے، یہ محاورات کا فرق ہے، اس سے مسئلہ میں کچھ فرق نہیں آتا، اور معنی ایجاب وقبول کے حاصل ہوگئے، لفظ **قبلت** کا ترجمہ اگر یہ کیا جاوے کہ میں نے قبول کیا، یا یہ کہ میں نے قبول کی ہر دو صحیح ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۶۴/۷-۶۵)

دونوں طرف کے وکیل لفظِ ''دیا'' اور ''قبول کیا'' کے ذریعہ نکاح کی نیت سے ایجاب وقبول کریں تو نکاح ہوجائے گا

سوال: (۸۶) مشرف علی میاں جی نے اپنے لڑکے ابوالخیر کو؛ اپنی بنت صغیرہ کلثوم کو مولوی

---

(۱) قوسین والا لفظ رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔۱۲

(۲) **النّكاح ينعقد بالإيجاب والقبول بلفظين يعبر بهما عن الماضي إلخ ، ولا ينعقد نكاح المسلمين إلاّ بحضور شاهدين حرّين عاقلين بالغين مسلمين رجلين أو رجل وامرأتين.** (الهداية: ۲/۳۰۵-۳۰۶، كتاب النّكاح) ظفیر

اعظم اللہ کو دینے کے لیے اجازت دی، پس ابوالخیر نے کہا کہ میں نے مسماۃ کلثوم کو مولوی اعظم اللہ کو دیا امام الدین نے کہا کہ میں نے مولوی اعظم اللہ کی جانب سے قبول کیا، اور دو روپے خرچ کے بھی حسبِ رواج دے دیے اور ابوالخیر نے لے لیے، صورتِ مسئولہ میں کلثوم کا نکاح مولوی اعظم اللہ کے ساتھ منعقد ہو گیا یا نہیں؟ (۳۰۶/۱۳۳۸ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **أو هلْ أعطيتنيها إن المجلسُ للنّكاح، وإنْ للوعدِ فوعدٌ إلخ؛ وفي ردّ المحتار: قوله: (إن المجلس للنّكاح) أي لإنشاء عقدهِ لأنّه يُفهم منه التّحقيق في الحال، فإذا قال الآخر: أعطيتكها أو فعلت لزم إلخ** [1] اور نیز درمختار میں ہے کہ الفاظ ہبہ وتملیک وصدقہ وعطیہ یہ سب کنایات ہیں، اگر نیت ان الفاظ میں نکاح کی ہے یا قرینہ ہے تو نکاح منعقد ہو جائے گا الخ [2] پس صورتِ مسئولہ میں اگر وہ مجلس انعقاد نکاح کی تھی اور یہ کلام بہ طور خطبہ نہ تھا اور شہود کے سامنے ایجاب وقبول واقع ہوا تو نکاح منعقد ہو گیا۔ فقط (۸۲/۷-۸۳)

گواہوں کے سامنے مجلسِ نکاح میں ''لڑکی دے دی'' کہنے اور خوش ہو کر منظور کرنے سے نکاح ہو جاتا ہے

سوال: (۸۷) دو شخصوں نے غلام محمد سے کہا کہ تم اپنی لڑکی رحم علی کے لڑکے کو دے دو، غلام محمد نے کہا: میں نے دے دی، مذکوران نے رحم علی کو کہا کہ غلام محمد نے لڑکی دے دی ہے، وہ خوش ہو کر منظور کرتا ہے تو کیا یہ نکاح یا ناطہ صحیح ہوا؟ (۱۶۵۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اگر روبہ رو شاہدین کے مجلس نکاح میں یہ ایجاب وقبول ہوا ہے تو اس صورت میں نکاح صحیح ہو گیا، درمختار میں ہے: **أوهل أعطيتنيها إن المجلسُ للنّكاح وإن للوعد**

---

(۱) **الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۶۲/۴-۶۳، كتاب النّكاح، قبيل مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب.**

(۲) **وما عداهما كناية، وهو كلّ لفظ وضع لتمليك عين إلخ كهبة وتمليك وصدقة وعطيّة إلخ بشرط نيّة أو قرينة إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۶۷/۴-۶۸، كتاب النّكاح، مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب)**

فوعدٌ إلخ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۶۱/۷)

گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کے بعد شوہر نشہ کے بہانے سے بعد میں نکاح کا انکار کرے تو اُس کا اعتبار نہیں

سوال: (۸۸) بکر نے ہندہ سے اپنی رضا مندی سے نکاح کیا، بکر ۲۰ برس، ہندہ ۱۲ برس کی ہے، تین روز بعد بہن بہنوئی کے بہکانے سے؛ نکاح سے ایک دم انکار کر کے کہتا ہے کہ ہم نشے میں تھے، لوگوں نے ہم کو بہکا کر نشے میں اقرار کرالیا ہو جس کی ہمیں خبر نہیں، حالاں کہ یہ غلط ہے، اب نہ وہ ہندہ کو گھر لے جاتا ہے، نہ طلاق دیتا ہے، نہ نفقہ دیتا ہے، لہٰذا اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۵/۱۴۳۵ھ)

الجواب: نابالغہ کے ولی کی وساطت سے اگر بہ حالت صحتِ عقل وحواسِ شوہر؛ دو گواہوں کے سامنے جنہوں نے ایجاب وقبول کو سنا ہو نکاح ہوا ہے تو نکاح صحیح ہو گیا (۲) انکار شوہر کا معتبر نہیں ہے، اور بدون طلاق یا وفاتِ شوہر کے اور کوئی صورت علیحدگی کی نہیں ہے، نفقہ عورت کا شوہر کے ذمہ واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۹۶/۷-۹۷)

نکاح کے بعد عورت کا انکارِ نکاح

سوال: (۸۹) ایک عورت کا نکاح ایک شخص کے ساتھ پڑھایا گیا، دوسرے روز لوگوں کے بہکانے سے وہ عورت منکر ہو کر کہتی ہے کہ میرا نکاح بلا میری مرضی کے جبراً کیا ہے؛ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ (۲۳۵۹/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس صورت میں نکاح صحیح ہو گیا کیوں کہ زبردستی واکراہ سے ایجاب وقبول کرنے

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۶۲/۴-۶۳، کتاب النّکاح، قبیل مطلب: التّزوّج بإرسال کتاب.

(۲) ولا ینعقد نکاح المسلمین إلّا بحضور شاهدین حرّین إلخ. (الهدایة: ۳۰۶/۲، کتاب النّکاح) ظفیر

سے بھی نکاح ہو جاتا ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۴۰)

وضاحت: مگر یہ اس صورت میں ہے جب کہ عورت نے ایجاب یا قبول کیا ہو؛ لیکن اگر ایسا نہیں ہوا، بلکہ اس کی مرضی معلوم کیے بغیر کسی نے از روئے ولی یا فضولی نکاح کر دیا، اور عورت نے انکار کر دیا تو نکاح نہیں ہوا۔ ظفیر

ایجاب وقبول کے بعد عورت نکاح کا انکار کرتی ہے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۹۰) ایک شخص نے روبرو دو گواہ کے ثیبہ عورت سے کہا کہ میرے لڑکے سے نکاح کر اور اس کو منظور کر، اس کے جواب میں عورت نے کہا کہ تیرا لڑکا مجھے قبول ومنظور ہے، مگر اب عورت اس سے انکار کرتی ہے کہ میں نے یوں نہیں کہا، اور گواہ گواہی دیتے ہیں کہ عورت نے الفاظ مذکورہ کہے ہیں؟ بینوا توجروا (۵۲۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اگر دو گواہ عادل الفاظ مذکورہ کی گواہی دیتے ہیں تو صورت مذکورہ میں نکاح منعقد ہو گیا، عورت کا انکار بہ موجودگی گواہان عادل کے معتبر نہیں ہے۔ درمختار میں ہے: **کزوّجني إلخ، فإذا قال في المجلس : زوّجت أو قبلت إلخ، قام مقام الطّرفين إلخ** [2] **أي ويصحّ النّكاح.** فقط واللہ اعلم (۷/۲۵۷)

وکیل کو لڑکی نے نکاح کی اجازت دی اور بعد نکاح انکار کرتی ہے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۹۱) بکر نے بہ موجودگی خالد وعمر کے کلثوم دختر زید سے زید کی غیبت میں جب کہ وہ

(۱) إنّ نكاح المكره صحيح كطلاقه وعتقه ممّا يصحّ مع الهزل، ولفظ المكره شامل للرّجل والمرأة. (ردّ المحتار: ۴/۷۳، كتاب النّكاح، قبيل مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به) ظفیر

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۶۰-۶۱، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة.

اس ہی بستی میں کہیں موجود تھا، تین مرتبہ دریافت کیا کہ کیا تم مجھ کو بہ عوض اتنے مہر کے اپنے نکاح کے بارے میں وکیل مطلق قرار دیتی ہو؟ تو کلثوم نے ہر مرتبہ جواب میں ''ہاں'' کہا، چنانچہ بکر نے مردانہ مکان میں آ کر قاضی صاحب سے یہی اظہار کیا، جس پر قاضی صاحب نے کلثوم کا ایک لڑکے سے نکاح پڑھا دیا، لیکن زید کو جب ماجرا معلوم ہوا اور وہ دوڑا ہوا گھر پہنچا، تو اُس نے کلثوم سے اُس کی بابت معلوم کیا، جس کے جواب میں کلثوم نے اس پورے واقعہ سے لاعلمی ظاہر کی، اور کہا کہ میں نے کسی کو اذن نہیں دیا ہے، شرع شریف میں اس نکاح کا کیا حکم ہے؟ (۶۶۶/ ۲۹-۱۳۳۰ھ) (۱)

الجواب: لڑکی اگر بالغ ہے اور اس نے بہ جواب کلام بکر (ہاں) (۲) کہا ہے جس کے شاہد خالد وغیرہ ہیں تو نکاح اس کا منعقد ہوگیا، اور بعد میں انکار کرنا لڑکی کا کہ میں نے اذن نہیں دیا معتبر نہ ہوگا کہ لفظ ''ہاں'' کہنا اس کا اوّلاً اذن ہے۔ **قال في الدّرّ المختار: فإن استأذنها غیر الأقرب إلخ** (۳) فقط عزیز الرحمٰن (۷/ ۳۱۱-۳۱۲)

عورت نکاح سے انکار کرے اور گواہوں میں اختلاف ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۹۲) زید نے ہندہ سے نکاح کیا، دو تین سال بعد شوہر اور اولیاءِ زوجہ میں مخالفت ہوئی اور اولیاءِ زوجہ نے زوجہ کو شوہر کے گھر جانے سے روک دیا، اور زید نے حاکم وقت مسلمان سے محاکمہ کیا، اولیاءِ زوجہ نے نکاح سے انکار کر دیا، بہ غرضِ شہادتِ عقد شوہر نے چند گواہ قائم کیے، اور زوجہ کے اولیاء نے گواہوں کو رشوت دے کر زید سے منحرف اور دروغ شہادت پر آمادہ کیا؛

---

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں مفتی ظفیر الدین صاحبؒ نے سوال کی جو عبارت تحریر فرمائی تھی وہ رجسٹر نقول فتاویٰ میں نہیں ہے، اس لیے ہم نے رجسٹر میں ''خلاصۂ سوال'' کے عنوان سے جو سوال درج تھا، اس کو یہاں نقل کیا ہے اور جواب کو رجسٹر نقول فتاویٰ کے مطابق کیا ہے۔ ۱۲

(۲) مطبوعہ فتاویٰ اور رجسٹر نقولِ فتاویٰ میں (ہاں) کی جگہ ''ہوں'' ہے؛ سوال کے مطابق کرنے کی غرض سے اس کو بدلا ہے۔ ۱۲

(۳) **فإن استأذنها غیر الأقرب کأجنبيّ أو وليّ بعید فلا عبرة لسکوتها، بل لابدّ من القول (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۲۲، کتاب النّکاح، باب الوليّ)** ظفیر

چنانچہ گواہوں نے شہادت کے وقت؛ کسی نے کہا: رات کو، کسی نے دن کو، کسی نے رمضان میں، کسی نے غیر رمضان میں نکاح ہونا بیان کیا، مگر نفسِ نکاح کا کسی نے انکار نہیں کیا، حاکمِ وقت نے گواہوں کو جھوٹا سمجھ کر مقدمہ کو خارج کر دیا، اس صورت میں نکاح ثابت ہوا یا نہیں؟ (۴۵۶/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: قال في الدّرّ المختار: وكذا تجب مطابقة الشّهادتين لفظًا ومعنًى إلخ، بطريق الوضع إلخ، ولو شهد أحدهما للنّكاح، والآخر بالتّزويج؛ قبلت لاتّحاد معناهما إلخ، وفي الشّامي: قوله: (بطريق الوضع) أي بمعناه المطابقي وهٰذا جعله الزّيلعيُّ تفسيرًا للموافقة في اللّفظ حيث قال: والمراد بالاتّفاق في اللّفظ تطابق اللّفظين علٰى إفادة المعنى بطريق الوضع لابطريق التّضمّن إلخ [(۱)] (شامي: ۳۸۹/۴) وأيضًا في الدّرّ المختار: وشرط حضور شاهدين — إلٰى أن قال: — ولو فاسقين إلخ (الدّرّ المختار) قوله: (ولو فاسقين) اعلم أنّ النّكاح له حكمان: حكم الانعقاد وحكم الإظهار، فالأوّل ما ذكره والثّاني إنّما يكون عند التّجاحد فلا يقبل في الإظهار إلّا شهادة من تقبل شهادته في سائر الأحكام إلخ [(۲)] (شامي: ۲۷۳/۲)

عبارتِ اُولیٰ سے معلوم ہوا کہ اختلاف شہود کی صورت میں شہادت معتبر نہیں ہے، اور عورت کے انکار کی حالت میں ایسی شہادت سے نکاح ثابت نہ ہوگا، اور روایات ثانیہ سے معلوم ہوا کہ شہود فسقاء اور غیر مقبول الشّہادت کے حاضر ہونے سے اور ایجاب وقبول سننے سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے؛ لیکن بہ صورتِ تجاحد ایسے گواہوں سے نکاح ثابت نہ ہوگا۔

الحاصل یہ صورت فسخ نکاح کی نہیں ہے جو یہ کہا جاوے کہ حاکم غیر مسلم کے حکم سے نکاح فسخ نہ ہوگا بلکہ اس حالت میں جب کہ عورت نکاح سے منکر ہے، اور شوہر کے گواہوں میں اختلاف لفظی ومعنوی ہے نکاح ثابت ہی نہ ہوگا، اور چوں کہ فقہاء نے تصریح فرمائی ہے۔ كما في الدّرّ المختار والشّامي:

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱۹۲/۸-۱۹۳، كتاب الشّهادات، باب الاختلاف في الشّهادة.

(۲) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۷۳/۴-۷۵، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الإقتداء به.

والمرأة كالقاضي[1] لہٰذا عورت جب کہ نکاح ثابت نہ ہوا اس مرد سے علیحدہ رہے گی، اور منکوحہ اس کی نہ ہوگی، ہاں اگر عورت مقر ہے نکاح کی تو نکاح ثابت ہے، گواہوں کی اوّل تو ضرورت ہی نہیں، اور اگر گواہوں نے اختلاف کیا تو ان کے اختلاف سے نکاح ثابت بہ تصادق الزوجین باطل نہ ہوگا اور ان کی گواہی پر کوئی اثر مرتب نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۲۱۷-۲۱۹)

نکاح کے بعد شوہر کے انکار سے نکاح میں خرابی نہیں آتی

سوال: (۹۳) زید نے اپنی لڑکی کا نکاح اس کی اجازت سے بکر کے ساتھ کیا، روبہ رو گواہوں کے ہوا اور بکر نے قبول کیا، بعد کو جو خبر مشہور ہوئی تو (بکر سے)[2] جس نے دریافت کیا کہ مبارک باد نکاح ہوگیا، معًا جواب میں بکر نے کہا کہ قسم خدا کی اور رسول کی اور قرآن کی! کس کا نکاح ہوا (میرا تو نہیں ہوا)[2] یا کس سور کا ہوا؛ اس صورت میں شرعًا نکاح میں کوئی خرابی تو نہیں آئی؟ (۲۰۹۴/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: کچھ خلل اس نکاح میں نہیں آیا۔ فقط واللہ اعلم (۷/ ۱۸۸)

جب عورت اور مرد کو نکاح سے انکار ہو تو لوگوں کے کہنے سے ثابت نہیں ہوتا

سوال: (۹۴) زن و شوہر از نکاح انکار می کنند و دیگراں می گویند کہ نکاح شدہ است، دریں صورت نکاح ثابت خواہد شد یا نہ؟ (۸۲۸/ ۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: اگر زن و مرد ہر دو از نکاح انکار کنند و مردمان اجنبی گویند کہ نکاح شدہ است؛ نکاح ثابت نخواہد شد۔ (۷/ ۲۹۵)

ترجمہ سوال: (۹۴) عورت اور شوہر نکاح سے انکار کرتے ہیں، اور دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ نکاح ہوا ہے، تو اس صورت میں نکاح ثابت ہوگا یا نہ؟

---

(۱) ردّ المحتار: ۴/ ۳۴۲، كتاب الطّلاق، باب الصّريح، مطلب في قول البحر: إنّ الصّريحَ يحتاج في وقوعه ديانةً إلى النّية.

(۲) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

الجواب: اگر عورت اور مرد دونوں نکاح سے انکار کرتے ہیں اور اجنبی لوگ کہتے ہیں کہ نکاح ہوگیا ہے تو نکاح ثابت نہ ہوگا۔ فقط

نکاح شہرت کے ساتھ ہونا چاہیے یا خفیہ طور پر؟

سوال: (۹۵) نکاح شرعاً شہرت کے ساتھ ہونا چاہیے یا خفیہ طور پر؟ (۱۸۵۲/۱۳۳۸ھ)

الجواب: بہتر یہ ہے کہ شہرت کے ساتھ ہونا چاہیے، اور دو گواہوں کے روبہ رو اگر خفیۃً بھی ایجاب وقبول ہوجاوے تو نکاح صحیح ہے [۱] فقط واللہ اعلم (۱۶۵/۷)

دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول سے نکاح ہوجاتا ہے اگرچہ اہلِ محلّہ سے پوشیدہ ہو

سوال: (۹۶) زید نے ایک عورت سے عقد کیا اور اہل محلّہ سے پوشیدہ رکھا، عقد اس طرح کیا کہ عورت نے دو گواہوں کے سامنے بغیر نام وپتا والدین کا بتلائے بلاتعینِ مہر کے صرف یہ کہہ دیا کہ میں اس سے رضامند ہوں تو اس طرح سے عقد ہوا یا نہیں؟ اور اسی عقد کے بعد پوشیدہ ہی طریقے سے طلاق بھی دے دی اور اس عورت نے دوسری جگہ عقد کرلیا؟ (۱۸۰۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: دو گواہوں کے سامنے جب کہ کسی عورت نے یہ کہہ دیا کہ میں فلاں شخص سے رضامند ہوں اور نکاح کرتی ہوں اور شوہر نے قبول کرلیا تو نکاح منعقد ہوگیا [۲] اور پھر جو طلاق دی وہ واقع ہوگئی اور بعد گزرنے عدت کے دوسری جگہ وہ عورت نکاح کرسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷۰/۷)

---

(۱) ولا يُشْتَرَطُ الإعلان مع الشّهود لما في التّبيين أنّ النّكاح بحضور الشّاهدين يخرج عن أن يكون سرًّا ويحصل بحضورهما الإعلان. (البحر الرّائق: ۳/۱۵۵-۱۵۶، كتاب النّكاح)

(۲) وينعقد ملتبسًا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر وُضعَا للمضيّ إلخ كزوّجتُ نفسي إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۵۹-۶۰، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة) ظفیر

دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول سے نکاح ہو جاتا ہے اگرچہ رشتہ دار احباب موجود نہ ہوں

سوال: (۹۷) زید نے ہندہ سے اس کی رضامندی سے بہ موجودگیٔ دو نفر گواہان ایسی جگہ اور ایسے وقت نکاح کیا جب کہ دونوں میں سے کسی کے رشتہ دار احباب موجود نہ تھے، نکاح کے بعد زید ہندہ کو بہ طور خادمہ اپنے گھر لے گیا اور تاکید کر دی کہ وہ نکاح کا ذکر کسی سے نہ کرے، اور گھر میں بہ ظاہر بہ طور خادمہ رہے، کیا ایسے (نکاح)[1] کی بناء پر دونوں کے درمیان تعلقاتِ زن وشوئی شرعاً جائز ہیں؟ (۱۱۵۱/ ۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں اگر یہ نکاح کفو میں ہوا ہے تو شرعاً صحیح ہو گیا، اور اُن دونوں میں تمام تعلقات زن وشوئی جائز ہیں۔ درمختار میں ہے: فنفذ نکاح حرّة مکلّفة بلا رضا وليّ إلخ[2] فقط (۷/ ۷۱)

بدون اعلان وشہرت کے گواہوں کے سامنے صرف ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے

سوال: (۹۸) رحمت بیوہ بہ رضائے خود روبہ رو دو گواہ کے اپنا تن محمود کے ملک کر دیتی ہے، وہ قبول کر لیتا ہے؛ لیکن عام طور پر شہرت مانند نکاح معروف نہیں ہوتی؛ یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور بعد اس نکاح کے اگر وہ عورت دوسرا نکاح حسب عرف مع شہرت کرا لیوے تو وہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ زوج اوّل کا دعویٔ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ (۵۸۱/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: جب کہ ایجاب وقبول روبہ رو دو گواہوں کے ہو گیا، نکاح منعقد ہو گیا؛ اگرچہ شہرت نہ ہو، پس اس کے بعد دوسرے شخص سے نکاح باطل اور حرام ہے، درمختار میں ہے: وإنّما یصحّ

---

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (نکاح) کی جگہ ''تعلقات'' تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۱۱۵، کتاب النّکاح، باب الوليّ.

بلفظ تزويج ونكاح إلخ، وما ...... وضع لتمليك عين إلخ في الحال إلخ كهبة وتمليك إلخ، بشرط نيّة أو قرينة و فهم الشّهود المقصود إلخ [(۱)] پس معلوم ہوا کہ تملیک بہ نیتِ نکاح وفہمِ شہود وتقررِ مہر سے بعد قبولِ شوہر بہ موجودگی شاهدين سامعين قولهما [(۲)] نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔ فقط واللہ اعلم (۷/۶۹-۷۰)

بند کمرے میں شرعی گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول سے نکاح ہوجاتا ہے

سوال: (۹۹) ایک شخص کسی عورت کو بھگا کر لایا، وہ عورت حمل (زنا) سے ہے، اس بھگانے والے شخص نے اپنے رشتہ کے چار آدمی بلا کر بند مکان میں اس عورت سے ایام حمل میں عقد کرلیا [(۳)] سوائے چار آدمیوں کے محلّہ کے کسی آدمی کو اطلاع نہیں کی؛ یہ عقد شرع کے مطابق ہوا یا نہیں؟ وہ شخص عورت کو چھوڑ کر چلا گیا، بچہ پیدا ہونے کے بعد وہ عورت اپنی مرضی سے دوسرا عقد کرسکتی ہے یا نہیں؟ (۴۲۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر دو مرد ایجاب وقبول کو سننے والے موجود ہوں تو نکاح ہوجاتا ہے، پس صورتِ

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۶۷-۶۹، كتاب النّكاح، مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب.

(۲) وشرط حضور شاهدين حرّين أو حرّ وحرّتين مكلّفين سامعين قولهما معًا على الأصحّ فاهمين أنّه نكاح على المذهب إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۷۳-۷۵، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به) ظفیر

(۳) اگر یہ عورت زنا کی وجہ سے حاملہ ہے تو نکاح جائز ہے، البتہ وطی میں تفصیل ہے، اگر یہ حمل خود نکاح کرنے والے ہی کا ہے تو اُس کے ساتھ وطی کرنا بھی درست ہے، اور اگر یہ حمل اُس کا نہ ہو تو شوہر کے لیے اُس وقت تک وطی کرنا جائز نہیں جب تک اس عورت کو وضع حمل نہ ہوجائے۔ وَصحّ نكاح حبلى من زنا، لا حبلى من غيره إي الزّنا لثبوت نسبه ...... وإن حرم وطؤها و دواعيه حتّى تضع. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۰۶، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللاّتي يؤخذن غنيمةً في زماننا) محمد امین پالن پوری

مسئولہ میں جب کہ چار آدمی ایجاب وقبول کے سننے والے موجود تھے تو نکاح مذکور صحیح ہوگیا[۱] اب تاوقتیکہ وہ شوہر طلاق نہ دے دوسرا نکاح اس کا درست نہیں ہے[۲] فقط واللہ اعلم (۷/۶۷)

خفیہ نکاح کرنا اور پھر نکاح کو خفیہ رکھنے کے لیے حمل کو ضائع کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۱۰۰) ایک شخص نے ایک عورت سے خفیہ نکاح رو بہ رو شاہدین کے کیا، اور ایک عرصہ تک خفیہ ہی آباد رہ کر کئی اسقاط حمل کیے ہوں یہ جائز ہے یا نہ؟ (۱۵۶۵/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس صورت میں نکاح ہوگیا[۳] اور اسقاطِ حمل قبل از چار ماہ درست لکھا ہے[۴] اور خوفِ فتنہ کی وجہ سے ایسے وقت اسقاطِ حمل میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط (مگر یہ طریقہ شریعت کی نظر میں پسندیدہ نہیں ہے، جو ہوا سو ہوا، اب بچنا ضروری ہے۔ ظفیر) (۷/۶۶-۶۷)

عورت کسی کو وکیل بنائے اور وہ دو گواہوں کے سامنے اپنا خفیہ نکاح کرے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۰۱) عورت اور مرد جن میں عشقیہ تعلق ہوجاتا ہے، اس طرح خفیہ نکاح کرتے ہیں

---

(۱) النّكاح ينعقد بالإيجاب والقبول إلخ، ولا ينعقد ...... إلّا بحضور شاهدين حرّين عاقلين بالغين إلخ. (الهداية: ۲/۳۰۵-۳۰۶، كتاب النّكاح) ظفیر

(۲) أمّا نكاح منكوحة الغير إلخ لم يقل أحد بجوازه. (ردّ المحتار: ۴/۲۰۳، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد) ظفیر

(۳) ولا يُشْتَرَطُ الإعلان مع الشّهود لما في التّبيين أنّ النّكاح بحضور الشّاهدين يخرج عن أن يكون سرًّا ويحصل بحضورهما الإعلان. (البحر الرّائق: ۳/۱۵۵-۱۵۶، كتاب النّكاح)

(۴) وقالوا: يباح إسقاط الولد قبل أربعة أشهر ولو بلا إذن الزّوج (الدّرّ المختار) قال في النّهر: بقي هل يباح الإسقاط بعد الحمل؟ نعم يباح ما لم يتخلّق منه شيء، ولن يكون ذٰلك إلّا بعد مأة وعشرين يومًا إلخ، إثم هنا إذا أسقطت بغير عذر ...... فإباحة الإسقاط محمولة على حالة العذر أو أنّها لا تأثم إثم القتل. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۲۵۲-۲۵۳، كتاب النّكاح، باب نكاح الرّقيق، مطلب: في حكم إسقاط الحمل) ظفیر

کہ کسی کو ہمارے نکاح کا پتا نہ چلے، صرف دو گواہ مقرر کرلیتے ہیں، اور ان کے سامنے اپنا نکاح کرنا بتلا دیتے ہیں، مگر ان سے قسم لے لیتے ہیں کہ کسی دوسرے (کو تمہاری زبان سے ہرگز پتا نہ چلے)[1] مگر عورت ان گواہوں کے سامنے اقرارِ نکاح نہیں کرتی، نکاح کرنے والا مرد گواہوں سے کہہ دیتا ہے کہ میں نے فلاں عورت سے نکاح کرلیا ہے؛ تم گواہ رہو، ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ عورت کو تمہارے سامنے اقرار کرنے کی ضرورت بھی نہیں، کیوں کہ عورت نے مجھے اپنا ولی بنالیا ہے کہ تم میرے ساتھ نکاح کرلو، کیا یہ صورتِ نکاح جائز ہے؟ اور اسقاطِ حمل شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ اور عورت کا نان ونفقہ مرد اپنے ذمہ نہیں سمجھتا، کہتا ہے کہ جب عورت میرے گھر آباد نہیں ہوتی تو اس کا نان ونفقہ میرے ذمہ نہیں ہوسکتا؟ (۱۳۴۳/۳۱۸ھ)

الجواب: عورت بالغہ اگر مرد کو اپنا وکیل بنا دیوے کہ تو مجھ سے نکاح کرلے تجھ کو اجازت ہے، اور وہ مرد دو گواہوں کے سامنے اپنا نکاح اس عورت سے کرلیوے تو شرعًا نکاح منعقد ہوجاتا ہے[2] جیسا کہ درمختار میں ہے: **وشرط حضور شاهدين إلخ**[3] یعنی نکاح کے صحیح ہونے کی یہ شرط ہے کہ دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہو، پس نکاح خفیہ جس کی صورت سوال میں بیان کی گئی ہے شرعًا صحیح ہے۔

اور اسقاطِ حمل کے بارے میں فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ نفخِ روح سے پہلے پہلے اسقاطِ حمل جائز ہے اور اُس کی مدت چار ماہ لکھی ہے، اس سے پہلے پہلے حمل کا ساقط کردینا عندالبعض جائز ہے **كذا في الشّامي**[4] اور نفقہ کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اگر باوجود طلب کرنے شوہر کے اس کے گھر نہ آوے

---

(۱) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کی گئی ہے۔۱۲

(۲) ويتولّى طرفي النّكاح واحدٌ بإيجاب يقوم مقام القبول في خمسِ صُوَرٍ: كأنْ كانَ وليًّا، أو وكيلاً من الجانبين، أو أصيلاً من جانبٍ و وكيلاً، أو وليًّا من آخر. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۶۲/۴، كتاب النّكاح، باب الكفاءة، مطلب في الوكيل والفضوليّ في النّكاح)

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۷۳/۴، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به.

(۴) وقالوا: يباح إسقاط الولد قبل أربعة أشهر ولو بلا إذن الزّوج (الدّرّ المختار) هل يباحُ الإسقاط بعد الحمل؟ نعم يباح ما لم يتخلّقْ منه شيء ،　　==

تو شوہر کے ذمہ نفقہ واجب نہیں ہے (۱)

الغرض اگر چہ خفیۃً نکاح بہ طریق مذکور منعقد ہوجاتا ہے؛ لیکن جو صورت سوال میں لکھی ہے اس میں تہمت کا موقع ہے، اور موقع تہمت سے بچنا مناسب ہے؛ اس لیے مناسب نہیں ہے کہ بہ طریق مذکور نکاح کرے کہ غرضِ مشروعیتِ نکاح کے یہ امر منافی ہے، اور اس میں اگر چہ اعلان واجب تو ادا ہوجاتا ہے، مگر وہ اعلان واظہار جو مقصود شارع ﷺ کو ہے اور مستحب ہے حاصل نہیں ہوتا، جیسا کہ درمختار میں ہے: ویندب إعلانه (الدّرّ المختار) أي إظهاره إلخ، لحديث التّرمذي: أعلنوا هٰذا النّكاح واجعلوه في المساجد واضربوا عليه بالدّفوف (۲) فقط (۷/۷۸-۷۹)

رفع شہوت کے لیے دو گواہوں کے سامنے خفیہ شادی کا جواز

سوال: (۱۰۲) بعض قوموں میں دستور ہے کہ جس کے خاندان میں کوئی ماتم ہوجائے وہ ایک سال سے پہلے شادی نہ کریں گے، بعض اوقات ایسا واقعہ ہوجاتا ہے، تو پھر بعض لوگ اپنی شہوت کو نہیں روک سکتے (تو اگر چہ ان کے نام ایک لڑکی ہوتی ہے) (۳) مگر وہ ظاہراً نہ شادی کر سکتے ہیں اور نہ صحبت کر سکتے ہیں؛ اس لیے اگر ایسی کوئی صورت جواز کی ہو، جس سے شرعی حدود کے اندر رہ کر انسان شہوت رفع کر سکے، اور پھر سال گزرنے پر باقاعدہ نکاح اسی لڑکی سے ہوجائے۔ (۱۳۳۹/۹۰۳ھ)

== ولن يكونَ ذٰلك إلّا بعد مأةٍ وعشرين يومًا إلخ، وفي كراهة الخانيّة: ولا أقول بالحلِّ إذ المُحرمُ لَو كسَرَ بَيْضَ الصّيد ضَمِنَه لأنّه أصلُ الصّيدِ فلمّا كانَ يؤاخذُ بالجزاءِ فلا أقلّ مِنْ أن يلحَقَهَا إثمٌ هُنا إذا أسقط بغير عذرها إلخ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۲۵۲-۲۵۳، كتاب النّكاح، باب نكاح الرّقيق، مطلب: في حكم إسقاط الحمل) ظفیر

(۱) لا نفقة إلخ، خارجة من بيته بغير حقّ وهي النّاشزة حتّى تعود. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵/۲۲۷، كتاب الطّلاق، باب النّفقة، مطلب: لا تجب على الأب نفقة زوجة ابنه الصّغير) ظفیر

(۲) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۵۷، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة.

(۳) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

الجواب: اگر خفیہ دو گواہوں کے روبہ رو وہ لڑکا اور لڑکی ایجاب وقبول کرلیں تو شرعاً نکاح منعقد ہوجاوے گا، پھر باقاعدہ ظاہر میں چاہے بعد میں شادی کی رسوم ادا ہوں [1] فقط (۷/۸۳-۸۴)

وضاحت: بعض قوموں کا جو دستور سوال میں ذکر کیا گیا ہے کہ اگر کوئی ماتم ہوجائے تو ایک سال تک شادی نہیں کریں گے؛ یہ دستور اور رواج غیر شرعی ہے، شرعی اعتبار سے شوہر کے علاوہ کسی کے انتقال کے بعد تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں، وفات کے تین دن بعد معمول کے مطابق امور انجام دینے چاہئیں، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میت کی تدفین اور تعزیت کرنے والوں کو رخصت کرکے حسب معمول اپنے کام اور کاروبار میں مصروف ہوجاتے تھے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ سے نقل فرماتی ہیں:

لا یحلّ لامرأة تؤمن باللّٰه والیوم الآخر أن تحدّ علیٰ میّت فوق ثلاث؛ إلاّ علیٰ زوج فإنّها تحدّ علیه أربعة أشهر وعشرًا. (صحیح البخاري: ۱/۱۷۰-۱۷۱، کتاب الجنائز، باب إحداد المرأة علیٰ غیر زوجها) محمد حبان بیگ قاسمی

مشروط نکاح کرنا صحیح ہے چاہے شرطوں کا لحاظ نہ رکھا جائے

سوال: (۱۰۳) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمر نے زید سے درخواست کی کہ تو اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کردے؛ میں ہمیشہ تیری خدمت میں رہوں گا، اور کسی امر میں نافرمانی نہ کروں گا، زید نے اس کے جواب میں کہا کہ میری شرطیں یہ ہیں کہ تو اپنی جائے قیام کو چھوڑ کر میرے پاس رہے میرے خلاف نہ ہو، اور اتنے میرے گھر کے آدمی وہاں رہیں؛ ان کے خرچ کا متکفل ہو، اور نکاح کے معاملے کو فاش نہ کرے تو میں اس وقت تیرا نکاح کیے دیتا ہوں، اور پھر جب میرے گھر کے آدمی آجائیں ان کی رضامندی لے کر تیرا دستور کے موافق پھر نکاح پڑھا کر رخصت کردوں گا، یہ کہہ کر محض اس کے اطمینان کے لیے دو آدمیوں کے سامنے ایجاب وقبول کرادیا، یعنی لڑکی نابالغہ کی طرف سے زید نے خود ولی کی صورت میں نکاح کردیا، اس کے بعد جب گھر کے آدمی زید کے آگئے

---

(۱) **ولا یُشترط الإعلانُ مع الشّهودِ لما في التّبیین أنّ النّکاح بحضور الشّاهدَین یخرج عن أن یکون سرًّا ویحصل بحضورهما الإعلان. (البحر الرّائق: ۳/۱۵۵-۱۵۶، کتاب النّکاح)**

تو نہ تو دختر کی ماں یعنی زید کی بیوی رضامند ہوئی نہ عمر نے شرائط مذکورہ میں سے کوئی شرط پوری کی، یعنی نکاح کا راز بھی فاش کردیا، اور اپنی جائے مسکونہ چھوڑ کر زید کے پاس بھی نہ رہا اور اس کے خرچ کا متکفل بھی نہ ہوا، اور باوجود اس کے اب مصر ہے کہ میری بیوی کو رخصت کردو، اس صورت میں شرائط مذکورہ کا لحاظ ہو کر نکاح ناجائز قرار دیا جاوے گا یا یہ نکاح (ناجائز نما)[1] قرار دے کر شرائط کا بالکل لحاظ نہ کیا جاوے گا؟ (۳۲۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اس صورت میں نکاح ہوگیا، شرائط کے پورا نہ کرنے سے نکاح میں کچھ فرق نہیں آیا اگرچہ شوہر کو دیانۃً پورا کرنا شرائط کا ضروری تھا، مگر پورا نہ کرنے سے نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا[2]
فقط واللہ اعلم کتبہ مفتی مدرسہ ہذا (۷/ ۱۰۸-۱۰۹)

فاسد شرط کے ساتھ بھی نکاح ہوجاتا ہے

سوال: (۱۰۴) کسی شرط پر اگر نکاح کیا جاوے تو ہوجاتا ہے یا نہیں؟ (۱۵۴۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: کسی شرط کے ساتھ نکاح کرنے سے نکاح ہوجاتا ہے، اور شرط لغو ہوجاتی ہے[3]
فقط واللہ اعلم (۷/ ۱۱۵-۱۱۶)

مندرجہ ذیل شرائط لغو ہیں اور نکاح درست ہے

سوال: (۱۰۵) زید حسب ذیل مضمون کی دستاویز لکھنے کے لیے بکر کو کہتا ہے:

---

(۱) قوسین والے الفاظ رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیے گئے ہیں ۱۲

(۲) وللوليّ ...... إنكاح الصّغير والصّغيرة جبرًا ولو ثيّبًا ...... لزم النّكاح. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۱۲۷، كتاب النّكاح، باب الوليّ)

ولا يثبت في النّكاح خيار الرّؤية والعيب والشّرط – إلٰى قولهٖ– حتّى إنّه إذا فعل ذٰلك فالنّكاح جائز والشّرط باطل إلخ. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۲۷۳، كتاب النّكاح، قبيل الباب الثّالث في المحرّمات)

(۳) ولكن لا يبطل النّكاح بالشّرط الفاسد و إنّما يبطل الشّرط. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۱۱۲، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، قبيل باب الوليّ) ظفير

(الف) مہر بخشنے کا حق لڑکی کو نہ ہوگا بلکہ والدین کو ہوگا۔

(ب) زوج کے دور شتے دار دس روپے (ماہوار)[1] اپنے ذمے لیں، کیا نکاح ان شرائط کے ساتھ صحیح ہے؟ اور کیا ایسے شرائط واجب العمل ہیں؟ (۲۴۳۲/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: (الف) یہ شرط باطل اور لغو ہے، والدین کو مہر بخشنے کا اختیار حاصل نہ ہوگا، لڑکی کو (ہی)[1] اختیار رہے گا۔

(ب) یہ شرط بھی باطل اور لغو ہے، زوج کے ذمے نفقہ لازم ہوگا، جس قدر ضروریاتِ خوراک و پوشاک زوجہ کا خرچ ہے وہ بہ ذمۂ شوہر ہوگا، زوج کے اقرباء کے ذمے دس روپے ماہوار مقرر کرنا شرط باطل اور لغو ہے، اور نکاح صحیح ہو جائے گا مگر یہ شرائط باطل ہوں گی[2] فقط (۷/ ۲۴۵)

لڑکے کے باپ نے ہبہ کی شرط کے ساتھ نکاح کیا مگر ہبہ نامہ نہیں لکھا تو نکاح ہوا یا نہیں؟

سوال: (۱۰۶) زید نے اپنے بیٹے عمرو کا نکاح خالد کی لڑکی زاہدہ سے کیا، وقتِ انعقادِ نکاح مہر میں گفتگو ہوئی، غرض یہ کہ لڑکے کے باپ نے یہ کہا کہ ہم اپنی جائداد میں سے کچھ اس کو ہبہ کر دیں گے، جائداد کو ہبہ بھی کر دیا یہ سب کچھ ہو سکتا ہے، مگر مہر اس کے لیے سو، سوا سو سے زیادہ نہیں باندھا جاوے گا، پس اس گفت وشنید کے بعد نکاح سوا سو پر ہو گیا، اب خالد کی طرف سے تقاضا شروع ہوا کہ اب ایسا ہبہ نامہ لکھو جس کا مضمون جزوِ مہر یا شرطِ عقد ہو؛ ورنہ نکاح تام نہیں ہوگا بلکہ معلق رہے گا، زید کہتا ہے ہبہ نامہ مطلق لکھیں گے، اگر یہی جزوِ مہر یا شرطِ نکاح قرار دے کر ہبہ نامہ لکھنا تھا تو اس زیادتیٔ مہر کے قبول کرنے میں کیا عذر تھا، تو اب آپ حضرات علماء سے یہ امر دریافت کیا جاتا ہے کہ نکاح تام ہوا یا معلق؟ (۲۰۸۱/ ۳۳-۱۳۳۴ھ)[3]

---

(۱) قوسین والے الفاظ رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کیے گئے ہیں ۱۲۔

(۲) والنّكاح لايصحّ تعليقه بالشّرط إلخ، ولكن لايبطل النّكاح بالشّرط الفاسد، وإنّما يبطل الشّرط دونه يعني لو عقد مع شرط فاسد لم يبطل النّكاح بل الشّرط. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۱۱۲، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، قبيل باب الوليّ) ظفیر

(۳) سوال کو رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے ۱۲۔

الجواب: اس صورت میں نکاح تام ہوگیا، نکاح میں کچھ توقف نہیں رہا، زید نے جو کہا صحیح کہا ہے اور خالد کا قول غلط ہے، کیوں کہ نکاح تعلیق کو قبول نہیں کرتا اور نکاح معلق صحیح نہیں ہوتا۔ کما في الدّرّ المختار: والنّکاح لا یصحّ تعلیقه بالشّرط إلخ [(۱)] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۷)

ناجائز شرط کے ساتھ نکاح کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۱۰۷) ایک عورت ایک شخص سے اس شرط پر نکاح کرنا چاہتی ہے کہ تین ماہ تک پردہ نہ کروں گی، اس وقت میرا روپیہ وغیرہ بہت کچھ وصول کرلوں گی، اس صورت میں نکاح اس عورت سے کیا جاوے یا نہیں؟ (۲۴۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: نکاح کرنا اس عورت سے جائز ہے نکاح کرلینا چاہیے، بعد نکاح کے جس طرح ہو اس کے روپیہ کے وصول کرنے کا انتظام کیا جاوے اور پردہ شرعی کرانا چاہیے، عورت کی اس شرط پر کہ تین ماہ تک پردہ نہ کروں گی عمل نہ کیا جاوے بعد نکاح کے وہ عورت شوہر کی محکوم ہوجاوے گی اس کا کچھ اختیار نہ رہے گا [(۲)] فقط واللہ اعلم (۷/۲۲۰)

پردہ کی شرط کے ساتھ نکاح کیا اب پردہ توڑ دیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۰۸) زید نے اپنی لڑکی کی شادی عمر سے کی، اس وقت یہ شرط کی تھی کہ اس کو پردہ میں رکھنا؛ جب شادی کرتا ہوں، اس پر عمر راضی ہوگیا اور شادی کرلی، اب بعد ایک زمانے کے عمر نے اپنے باپ کے کہنے سے اس لڑکی کا پردہ توڑ دیا تو وہ نکاح باقی ہے یا نہیں؟ (۲۵۴۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: نکاح باقی ہے، خلاف شرط کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا، درّ مختار میں ہے: ولٰکن لا یبطل النّکاح بالشّرط الفاسد وإنّما یبطل الشّرط دونه [(۱)] البتہ پردہ کرنا چوں کہ فرض ہے

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۱۲، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات، قبیل باب الوليّ.

(۲) ولکن لا یبطل النّکاح بالشّرط الفاسد وإنّما یبطل الشّرط دونه، یعني لو عقد مع شرط فاسد لم یبطل النّکاح بل الشّرط. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۱۲، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات، قبیل باب الوليّ) ظفیر

تو یہ بلا شرط کرنے کے بھی ضروری ہے، اور بعد شرط کے بہ درجہ اولیٰ ضروری ہے، لہٰذا شوہر کو اس کے خلاف نہ کرنا چاہیے؛ لیکن اگر اس نے خلاف کیا تو چوں کہ طلاق کو اس پر معلق نہیں کیا؛ اس لیے خلاف شرط کرنے سے طلاق واقع نہ ہوگی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: أحقّ الشّروط أن توفوا به ما استحللتم به الفروج [1] لہٰذا ایسی شرط کو ضرور پورا کرنا چاہیے۔ فقط (۷/ ۲۴۶-۲۴۷)

اس شرط پر نکاح کیا کہ اسی گھر میں رہا تو نکاح باقی ورنہ نہیں پھر شوہر نکاح کے بعد لے گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۰۹) زید نے اپنی لڑکی زینب کا نکاح عمر سے اس شرط پر کیا کہ اگر اسی گھر میں رہا تو نکاح باقی ورنہ نکاح نہیں ہے، اگر وہ اپنی عورت کو لے جاوے تو نکاح رہتا ہے یا نہیں؟
(۲۸۲۸/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس صورت میں نکاح قائم رہے گا اور باہر لے جانے سے نکاح فسخ نہ ہوگا [2] فقط
(۷/ ۵۱۰)

لڑکے نے اقرار کیا کہ وہ سسرال میں رہے گا اس پر نکاح ہوا، اب اقرار پورا نہیں کرتا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۱۰) ایک شخص نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح عمرو سے اس شرط پر کیا کہ عمرو خود بہ طور فرزندی اس کے یہاں مقیم رہے، عمرو نے تحریری اقرار نامہ لکھ دیا، اب عمرو اپنے اقرار کو پورا نہیں کرتا تو کیا بدون طلاق کے لڑکی کا دوسرا نکاح ہوسکتا ہے؟ (۲۷۰۰/ ۱۳۴۵ھ)

---

(۱) عن عقبة بن عامر قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: أحقّ الشّروط الحديث. (مشكاة المصابيح :ص:۲۷۱، كتاب النّكاح، باب إعلان النّكاح والخطبة والشّرط، الفصل الأوّل) ظفیر

(۲) والنّكاح لايصحّ تعليقه بالشّرط إلخ، ولكن لايبطل النّكاح بالشّرط الفاسد، وإنّما يبطل الشّرط دونه يعني لو عقد مع شرط فاسد لم يبطل النّكاح بل الشّرط. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۱۱۲، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، قبيل باب الوليّ) ظفیر

الجواب: اس اقرار نامہ کی وجہ سے عمرو کی زوجہ مطلقہ نہیں ہوئی اور بدون طلاق کے اس لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سے درست نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم (۵۱۱/۷)

مرد نے اقرار کیا کہ اس بیوی کی زندگی میں دوسرا نکاح حرام ہے پھر کرلیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۱۱) زید نے اپنی عورت کے حق میں اقرار کیا کہ تمہاری زندگی میں مجھے کسی عورت سے نکاح کرنا حرام ہے، اگر زید نکاح ثانی کرے تو کیا حکم ہے؛ کوئی صورت جواز کی ہوسکتی ہے یا نہ؟ (۱۳۴۳/۶۲۶ھ)

الجواب: زید کا یہ قول شرعاً غلط ہے اور لغو ہے کیوں کہ درحقیقت شریعت میں اس کو دوسرا نکاح کرنا پہلی زوجہ کی موجودگی میں حرام نہیں ہے، بلکہ جائز ہے۔ **کما قال اللّٰہ تعالیٰ:** ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۳) پس زید کو نکاح ثانی کرنا درست ہے، غایت یہ ہے کہ اگر اس کو یمین کہا جاوے، کیوں کہ حلال کو حرام کرنا اپنے نفس پر یمین ہوتی ہے تو اس صورت میں اگر وہ نکاح ثانی کرے گا تو اس کو کفارہ قسم کا دینا ہوگا اور کفارہ قسم کا دس مسکینوں کو کھانا دونوں وقت کھلانا ہے یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنانا ہے، اور اگر یہ نہ ہوسکے تو تین روزے متواتر رکھنا لازم ہے اور طلاق کسی عورت پر نہ پڑے گی۔ فقط (۲۶۳/۷-۲۶۴)

اس شرط پر عورت نے طلاق حاصل کی کہ فلاں سے ہرگز شادی نہیں کروں گی، اب اس سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۱۲) فیصلۂ ذیل سے مسمی احمد بیگ کا نکاح مسماۃ رحمت النساء سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہو تو کس طور سے؟

''نقل ثالثی معہ بیان مدعا علیہ بہ اجلاس منصف صاحب فیصلہ ثالثی مجوزہ شیخ محبوب بخش و شیخ رحمت اللہ پنچان، عبدالستار سرپنچ نے حسب ذیل فیصلہ کیا:

مسماۃ رحمت النساء مدعیہ بہ نام عبدالستار مدعاعلیہ

{۱} مدعیہ اس بات پر رضا مند ہے کہ وہ طلاق لے لے اور زرِمہر گرفتی اپنا، شوہر اپنے کو چھوڑ دے اور زیور چڑھاوا وغیرہ واپس کردے۔

{۲} مدعاعلیہ اس بات پر رضامند ہے کہ وہ طلاق دے دے، اور سوائے احمد بیگ کے مسماۃ کو اختیار ہے کہ جس سے چاہے نکاح کرے یا نہ کرے۔

{۳} مسماۃ نے اس بات کو منظور کرلیا ہے کہ میں احمد بیگ ولد بہادر سے نکاح ہرگز نہ کروں گی، اگر کروں گی تو نکاح نا جائز رہے گا، لہٰذا ہم پنچان کے روبہ رو عبدالستار نے طلاق شرعی دے دی، اور لفظ تین طلاق پے در پے بہ زبان خود دے کر اپنی زوجیت سے علیحدہ کر دیا، عبدالستار مدعاعلیہ بیان کرتا ہے کہ میں نے مسماۃ رحمت النساء کو طلاق شرعی دے دی تین مرتبہ، اور مہر معاف کرالیا، اور مدعیہ نے طلاق قبول کرلی اور مہر معاف کردیا، دعویٰ خارج کیا جاوے۔ فقط‘‘ (۱۵۳/۱۳۳۵ھ) (۱)

الجواب: اس صورت میں احمد بیگ کا نکاح مسماۃ رحمت النساء سے ہوسکتا ہے، اس فیصلہ ثالثی کا اور اقرار کا کہ جو مسماۃ نے کیا ہے کچھ اثر اس نکاح پر نہ واقع ہوگا اور نکاح صحیح رہے گا (۲) فقط واللہ اعلم (۲۹۳/۷)

طوائف نے اس شرط پر نکاح کیا کہ رقص کا پیشہ باقی رکھے گی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۱۳) ایک طوائف نے اس شرط پر نکاح کیا کہ وہ اپنے پیشے رقص وسرود کو جاری رکھے گی، شرعاً وہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ اور اگر وہ گانا بجانا کرتی رہے تو نکاح رہے گا یا نہیں؟ (۸۶۹/۱۳۳۹ھ)

---

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں سوال کا خلاصہ نقل کیا گیا تھا، مگر اب رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے مکمل نقل کر دیا گیا ہے۔۱۲

(۲) ولکن لایبطل النّکاح بالشّرط الفاسد وإنّما یبطل الشّرط (الدّرّالمختارمع ردّ المحتار: ۱۱۲/۴، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات، قبیل باب الوليّ) ظفیر

الجواب: نکاح صحیح ہوگیا، اور بعد میں بھی باقی رہا[۱] اگرچہ وہ دونوں عاصی وفاسق ہیں، جب تک کہ تائب نہ ہوں۔ فقط واللہ اعلم (۷/۱۷۴-۱۷۵)

بے ہودہ شرائط کے ساتھ جو نکاح کیا جائے، وہ درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۱۴) اگر کوئی عورت اپنا نکاح کسی کے ساتھ ایسے شرائط کے ساتھ کرے جن میں یہ راز پوشیدہ ہو کہ اس کے تعلقات ناجائز جو کسی ایک کے ساتھ وہ قبل نکاح کے رکھتی ہے، بعد نکاح کے بھی قائم رہیں گے، اور اس راز کو شوہر سے پوشیدہ رکھ کر فقرات مہمل میں اقرار لکھا لے تو اس قسم کا نکاح جس کی بناء اور غرض ایک شخص کو دام تزویر میں پھنسا کر روپیہ یا مال حاصل کرنا مقصود ہو، شرعًا جائز ہوگا یا نہیں؟ اور بعد معلوم ہو جانے اس راز کے شوہر کو کیا کرنا چاہیے؟ (۷/۸۲ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: نکاح صحیح ہوگیا، باقی جو وعدے اس سے دھوکہ دے کر لیے گئے بعد اطلاع کے اس پر کاربند نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۳۴)

وضاحت: نکاح میں اگر کوئی شرطِ فاسد لگائی جائے تو ایسی صورت میں حکم شرعی یہ ہے کہ نکاح درست ہو جائے گا اور شرط کو لغو قرار دیا جائے گا، جیسا کہ ماقبل مسائل میں مفتی علامؒ نے تحریر فرمایا ہے؛ لیکن اگر نکاح کو شرط پر معلق کیا جائے تو حکم یہ ہے کہ اس صورت میں نکاح درست نہیں ہوتا، جیسا کہ آئندہ جوابات میں آرہا ہے، یہ دو قریب قریب صورتیں ہیں اور دونوں کا حکم الگ الگ ہے، ایک یہ کہ نکاح میں کوئی شرطِ فاسد لگائی اور دوسری یہ کہ نکاح کو کسی شرط پر معلق کیا؛ پہلی صورت میں نکاح درست ہو جاتا ہے اور شرط کالعدم قرار دی جاتی ہے اور دوسری صورت میں نکاح ہی درست نہیں ہوتا۔

الحیلۃ الناجزہ میں معلق نکاح اور مشروط نکاح میں فرق اس طرح مذکور ہے:

''نکاح معلق وہ ہے کہ اس وقت نکاح ہی نہ ہو، جیسے کہ کوئی عورت اس طرح کہے کہ اگر میرے والد رضامند ہوں تو میں نے خود کو تمہارے نکاح میں دے دیا، یا شوہر اس طریقے سے کہے کہ

(۱) حوالۂ سابقہ۔۱۲

اگر میرے والد (اس نکاح) سے رضا مند ہوں تو میں نے قبول کرلیا؛ تو اس صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوتا، اور اگر اصل نکاح معلق نہ کیا جائے، بلکہ اُس کے ساتھ کوئی زائد شرط لگا دی جائے تو اس طریقے سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے، جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ مجلسِ عقد میں نکاح اُسی وقت ہورہا ہے لیکن اُس کے ساتھ ایک شرط ہے جس کو شوہر سے تسلیم کرایا جاتا ہے۔'' (الحیلة الناجزہ:ص:۴۵، معلق نکاح اور مشروط نکاح میں فرق، ط: مکتبہ رضی دیوبند)

والنّكاح لا يصحّ تعليقه بالشّرط كتزوّجتكَ إن رضي أبي لم ينعقد النّكاح إلخ، ولٰكن لايبطل النّكاح بالشّرط الفاسد، وإنّما يبطل الشّرط دونه يعني لو عقد مع شرط فاسد لم يبطل النّكاح بل الشّرط، بخلاف ما لو علّقه بالشّرط (الدّرّ المختار) وفي الشّامي: قوله: (والنّكاح لايصحّ تعليقه بالشّرط) المراد أنّ النّكاح المعلّق بالشّرط لا يصحّ، لا ما يوهمه ظاهر العبارة من أنّ التّعليق يلغو ويبقى العقد صحيحًا إلخ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۱۱۲، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، قبيل باب الوليّ)

وما يصحّ ولا يبطل بالشّرط الفاسد ...... القرض ...... والنّكاح (الدّرّ المختار) قوله: (والنّكاح) كتزوّجتك علٰى أن لا يكون لك مهر فيصحّ النّكاح ويبطل الشّرط ويجب مهر المثل، ومن هٰذا القبيل ما في الخانية: تزوّجتك علٰى أنّي بالخيار يجوز النّكاح ولا يصحّ الخيار؛ لأنّه ما علّق النّكاح بالشّرط بل باشر النّكاح وشرط الخيار أهـ وليس منه: إن أجاز أبي أو رضي؛ لأنّه تعليق والنّكاح لا يحتمله فلا يصحّ كما في الخانية إلخ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۷/۳۹۳-۳۹۴، كتاب البيوع، باب المتفرّقات مطلب: قال لمديونه إذا متّ فأنت بريء)

أقول: فرّق الزّركشي في قواعده بين التّعليق والشّرط بفرقٍ غير هٰذا، فقال: الفرق بين التّعليق والشّرط أنّ التّعليق داخل علٰى أصل الفعل بأداته كإن وإذا، والشّرط ما جزم فيه بالأصل، أي أصل الفعل وشرط فيه أمر آخر، وإن شئت فقل في الفرق: إنّ التّعليق ترتيب أمر لم يوجد علٰى أمر لم يوجد بإن أو إحدى أخواتها، والشّرط التزام أمر لم يوجد في أمر وجد بصيغة مخصوصة. (شرح الحموي على الأشباه والنّظائر: ۳/۱۷۶، الفنّ الثّالث: الجمع والفرع، القول في الشّرط والتّعليق، ط: زكريا ديوبند) محمد حسان بیگ قاسمی

نکاح کو شرط پر معلق کرنا صحیح نہیں

سوال: (۱۱۵) ایک شخص نے نکاح شرطی ایجاد کیا ہے؛ جس کی شرطیں یہ ہیں: ایک شخص ایک سال میں بارہ عقد کرسکتا ہے، اور مہر دس بیس درہم کرسکتا ہے، عورت نکاح شرطیہ کو بھی اختیار ہے کہ بلا اجازت مرد کے نکاح سے علیحدہ ہوسکتی ہے، نکاح شرطی طوائفوں کے ساتھ جائز ہے، موجد اس کا ثبوت درمختار عالمگیری وغیرہ سے دیتا ہے، یہ صحیح ہے یا غلط؟ (۱۶۷۴/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: درمختار کی عبارت یہ ہے کہ **والنّكاحُ لا يصحُّ تعليقُهُ بالشّرطِ كتزوَّجْتك إنْ رَضِيَ أبي لم ينعقِدْ إلخ** [۱] (شامي: ۲/۲۹۴) ترجمہ یہ ہے کہ اور نکاح کو معلق کرنا شرط پر صحیح نہیں ہے جیسا کہ یہ کہے کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا اگر میرا باپ راضی ہو؛ اس سے نکاح منعقد نہ ہوگا، پس معلوم نہیں کہ مجوز کا کیا منشا ہے، اور کس دلیل سے وہ کہتا ہے، اس کے قول کا بطلان عبارت درمختار مذکورہ سے ظاہر ہے، اور نکاح متعہ اور موقت بھی باطل ہے۔ **كما في الدّرّ المختار: وبطل نكاح متعة و موقّت إلخ** [۲] اور باطل ہے نکاح متعہ اور موقت۔ فقط (۷/۱۱۹-۱۲۰)

تعلیق نکاح بالشرط کے معنی

سوال: (۱۱۶) فقہاء جو لکھتے ہیں کہ تعلیق نکاح بالشرط میں شرط ملغٰی ہوتی ہے، اور نکاح صحیح، اس کے کیا معنی ہیں؟ زید نے اپنی بیٹی کی شادی اس شرط پر کی کہ ناکح کے بعد النکاح دوسری شادی یا فلاں کام کرنے پر طلاق، کیا اس شرط کے وقوع سے طلاق پڑے گی یا نہیں؟ اگر پڑتی ہے تو شرط ملغی ہونے کے کیا معنی؟ (۱۸۳۴/۱۳۳۹ھ)

الجواب: تعلیق نکاح بالشرط کے یہ معنی ہیں کہ نکاح کو کسی شرط پر معلق کرے مثلاً یہ کہ اگر میرا

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۱۲، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، قبيل باب الوليّ.

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۰۹، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب فيما لو زوّج المولیٰ أمته.

باپ راضی ہوتو میں نے نکاح کردیا یہ لغو ہے، نکاح نہ ہوگا، اور اگر شوہر نکاح کے بعد کسی شرط پر طلاق کو معلق کرے تو وہ تعلیق طلاق بالشرط ہے، نہ تعلیق نکاح۔ کما هو ظاهر، في الدّرّ المختار: والنّكاح لا يصحّ تعليقه بالشّرط كتزوّجتك إن رضي أبي لم ينعقد(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۳۷)

معلق نکاح منعقد نہیں ہوتا ہے

سوال: (۱۱۷) ایک شخص نے قسم کھا کر ایک طالب علم کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر تم ہندوستان جا کر علم حاصل کر کے آؤ گے تو میں نے تم کو اپنی یہ لڑکی صغیرہ دے دی، اور اس طالب علم نے بھی اسی مجلس میں کہا کہ میں نے قبول کیا، اور یہ معاملہ چند معتبر اشخاص کے سامنے ہوا تھا، اور اب وہ طالب علم پڑھ کر آ گیا ہے، اور لڑکی بالغہ ہوگئی ہے تو نکاح اس صورت میں منعقد ہوا تھا یا نہیں؟ اور اس لڑکی کا نکاح کسی دوسرے سے جائز ہے یا نہ؟ (۴۲۱/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں نکاح صحیح نہیں ہوا۔ کما في الدّرّ المختار: والنّكاح لا يصحّ تعليقه بالشّرط كتزوّجتكَ إن رضي أبي لم ينعقد النّكاح إلخ (الدّرّ المختار) وفي الشّامي: قوله: (والنّكاح لايصحّ تعليقه بالشّرط) المراد أنّ النّكاح المعلّق بالشّرط لا يصحّ، لا ما يوهمه ظاهر العبارة من أنّ التّعليق يلغو و يبقى العقد صحيحًا إلخ (۱) (شامي: ۲/۳۹۴) پس جب کہ نکاح صغیرہ کا طالب علم مذکور کے ساتھ منعقد نہیں ہوا تو اس کا ولی دوسرے شخص سے نکاح اس کا کرسکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم (۷/۲۷۶-۲۷۷)

نکاح میں سانٹا کی شرط لگانا باطل ہے مگر نکاح ہوجاتا ہے

سوال: (۱۱۸) فی زمانہ بعض اہل دختر معروف و شرط قرار دے کر صاحبِ فرزند سے رشتہ یعنی سانٹا لیتا ہے؛ شرعاً درست ہے یا نہیں؟ (۲۲۲۶/۱۳۳۷ھ)

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۱۱۲، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، قبيل باب الوليّ.

الجواب: نکاح دونوں صحیح ہوجاتے ہیں اور شرط باطل ہے، اور مہر ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ واجب ہوتا ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۷۱/۷)

سوال: (۱۱۹) اہل دختر صاحب فرزند سے بہ امر معروف یا مشروط قرار دے کر رشتہ کے عوض رشتہ یعنی سانٹا لیوے؛ شرعاً درست ہے یا نہیں؟ (۴۵۱/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: یہ ظاہر ہے کہ حسب قواعد حنفیہ دونوں نکاح ہوجاتے ہیں؛ اس لیے کہ ہر ایک کے ذمہ مہر علیحدہ لازم ہوتا ہے، ایک دوسرے کا معاوضہ نہیں ہوتا، اور حدیث شریف میں جو شغار کی ممانعت آئی ہے اس کی صورت یہ ہے کہ ایک نکاح کا معاوضہ دوسرا نکاح ہو اور مہر کچھ نہ ہو، اور جب کہ مہر علیحدہ علیحدہ لازم ہوا تو شغار نہ رہا۔ کذا حققه في كتب الفقه[1] (اضافہ از رجسٹر نقول فتاویٰ)

نکاحِ شغار کا وعدہ ہوا، ایک ہوا ایک نہ ہوا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۲۰) دو شخص باہم عہد ساختند کہ دختر ہر ایک با فرزند دیگر نکاح کردہ شود، از نکاحان مذکور یک نکاح نمودہ شد و یک نکاح باقی ماند، ہر دو شخص فوت شدند، اولیاء دختر دیگر از نکاح دختر انکار می کنند، پس نکاح اوّل منعقد شد یا نہ؟ والیان پسری گویند کہ نکاح اوّل باقی ماندہ وصحیح شدہ، چہ حکم شریعت است؟ (۵۴۹/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: ایں صحیح است کہ یک نکاح منعقد شد، ونکاح دیگر بہ اختیارِ والیانِ دختر است، اگر مصلحت بینند نکاح دیگر ہم کنند والا لا۔ فقط (۱۸۲/۷-۱۸۳)

ترجمہ سوال: (۱۲۰) دو لوگوں نے آپس میں معاہدہ کیا کہ ہر ایک کی لڑکی دوسرے کے لڑکے کے ساتھ نکاح کی جائے گی، مذکورہ دونوں نکاحوں میں سے ایک نکاح ہوگیا اور ایک نکاح باقی رہا، دونوں لوگ فوت ہوگئے، دوسری لڑکی کے اولیاء لڑکی کے نکاح سے انکار کرتے ہیں، پس نکاح اوّل منعقد ہوا یا نہ؟ لڑکے کے اولیاء کہتے ہیں کہ نکاح اوّل باقی رہا، اور صحیح ہوگیا، شریعت کا کیا حکم ہے؟

---

(۱) و وجبَ مهرُ المثل في نكاح الشّغارِ، هو أن يزوّجه بنته على أن يزوّجه الآخر بنته أو أخته مثلاً معاوَضةً بالعقدَين، وهو منهيٌّ عنه لخُلُوِّه عن المهر، فأوجبنا فيه مهر المثل فلم يبقَ شغارًا. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۷۳/۴-۱۷۴، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب: نكاح الشّغار)

الجواب: یہ صحیح ہے کہ ایک نکاح منعقد ہوگیا، اور دوسرا نکاح لڑکی کے اولیاء کے اختیار میں ہے، اگر مصلحت سمجھیں گے تو دوسرا نکاح بھی کریں گے ورنہ نہیں۔ فقط

نکاحِ شغار کی صورت اور اُس کا حکم

سوال: (۱۲۱) زید نے اپنی لڑکی کا نکاح آج بکر کے لڑکے کو اس شرط پر دینا کیا کہ بکر اپنی لڑکی کا نکاح زید کے لڑکے کو کل نکاح کردے، اس طریق سے شرعاً نکاح کرنا کیسا ہے؟ (۱۸۶۹/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: یہ صورت جو سوال میں مذکور ہے نکاح شغار کی ہے اس سے ممانعت احادیث میں وارد ہوئی ہے، اور مطلب اس کا یہ ہے کہ مہر ہر ایک کا یہی ہو، مثلاً کوئی شخص اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح دوسرے شخص کے پسر سے یا اس سے کرے، اور مہر اس کا یہ ہو کہ دوسرا اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح اس کے پسر یا اس سے کرے، ہمارے فقہاء حنفیہ لکھتے ہیں کہ یہ صورت شغار کی جس سے احادیث میں ممانعت وارد ہے[1] باطل اور ناجائز ہے، اس لیے اگر کسی نے اسی طرح نکاح کیا تو مہرِ مثل ہر ایک پر لازم ہوگا اور نکاح صحیح ہوگا، اس لیے کہ وہ وجہ جو ممانعت کی تھی باقی نہ رہی۔ درمختار میں ہے:

ووجب مهر المثل في الشّغار هو أن يزوّجه بنته علٰى أن يزوّجه الآخر بنته أو أخته مثلاً معاوضةً بالعقدين، وهو منهيّ عنه لخلّوه عن المهر فأوجبنا فيه مهر المثل فلم يبق شغارًا إلخ[2] وتفصيله مع الاعتراض والجواب في الشّامي[3] فقط واللہ اعلم (۲۹۰/۷)

سوال: (۱۲۲) جو لوگ اس بات پر مصر ہوں کہ تاوقتیکہ عوض میں ہمیں بیٹی نہ ملے ہم اپنی بیٹی کسی کو نہیں دیں گے؛ ایسے لوگوں پر کیا حکم ہے اور ان کا یہ فعل کیسا ہے؟ (۳۶۵/۱۳۳۸ھ)

---

(۱) عن ابن عمر أنّ رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم نهٰى عن الشّغار، والشّغار أن يُزوّج الرّجل ابنته علٰى أن يُزوّجه الآخر ابنته، وليس بينهما صداق، متّفق عليه. (مشكاة المصابيح: ص: ۲۷۱، كتاب النّكاح، باب إعلان النّكاح والخطبة والشّرط، الفصل الأوّل)

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۷۳/۴-۱۷۴، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب: نكاح الشّغار.

(۳) قوله: (وهو منهي عنه لخلوّه عن المهر إلخ) جواب عمّا أورده الشّافعيّ من حديث الكتب السّتّة مرفوعًا إلخ. (ردّ المحتار: ۱۷۴/۴، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب: نكاح الشّغار)

الجواب: یہ خیال جاہلانہ ہے اور یہ جاہلیت کی رسم ہے، رسول اللہ ﷺ نے شغار سے منع فرمایا ہے، اور شغار کی تفسیر حدیث میں یہ آئی ہے کہ کوئی شخص اپنی دختر کا نکاح کسی سے اس شرط پر کرے کہ وہ اپنی دختر کا نکاح اس سے کردے، اور بجائے مہر کے یہی ہو اور کچھ مہر نہ ہو[1] اور اگر دونوں کا مہر علیحدہ علیحدہ مقرر ہو جیسا کہ اب رواج ہے تو اس میں دونوں نکاح صحیح ہو جاتے ہیں[2] لیکن بہر حال یہ برا خیال ہے کہ ایسا کہے کہ میں اپنی دختر کا نکاح اس سے ہی کروں گا جو اپنی دختر ہم کو دیوے، پس اس کو چھوڑنا چاہیے۔ فقط واللہ اعلم (۲۹۱/۷)

سوال: (۱۲۳) بہت سے غریب آدمی ایسا کرتے ہیں کہ اپنی دختر دوسرے کے لڑکے کو دے دیتے ہیں اور اس کی دختر اپنے لڑکے سے لے لیتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۶۸/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اگر مہر علیحدہ علیحدہ ہر ایک کا مقرر کیا جاوے تو کچھ حرج اس میں نہیں ہے[3] فقط (۲۰۹/۷-۲۱۰)

سوال: (۱۲۴) زید نے اپنی بہن کا نکاح بکر سے اس شرط پر کیا کہ بکر اپنی بہن کا نکاح زید سے کردے، یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (اس قسم کو سانٹھ کہتے ہیں)[4] (۲۲۶/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اگر مہر ہر ایک کا علیحدہ مقرر ہوا تو نکاح دونوں کا صحیح ہے اور یہ شغار نہیں ہے، جو منہی عنہ ہے، کیوں کہ شغار میں مہر علیحدہ نہیں ہوتا بلکہ دوسرے کا اپنی بہن وغیرہ سے نکاح کر دینا یہی مہر ہے پہلے نکاح کا اور برعکس، حنفیہ نکاح شغار میں بھی نکاح کو صحیح کہتے ہیں اور مہر مثل واجب

---

(۱) حدیث شریف سابقہ جواب کے حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔۱۲

(۲) حوالہ؛ سابقہ جواب کے متن میں آچکا ہے۔۱۲

(۳) ووجبَ مهرُ المثل في الشّغارِ إلخ هو منهي عنه لخلوّه عن المهر، فأوجبنا فيه مهر المثل فلم يبق شغارًا (الدّرّ المختار)قوله:(في الشّغار) إلخ، أي علىٰ أن يكون بُضْع كلّ صداقًا عن الآخر، وهٰذا القيد لا بدّ منه في مسمّى الشّغار حتّى لو لم يقل ذٰلك ولا معناه بل قال: زوّجتك بنتي علىٰ أن تزوّجني بنتك فقبل إلخ، لم يكن شغارًا بل نكاحًا صحيحًا اتّفاقًا. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱۷۳/۴-۱۷۴، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب: نكاح الشّغار)ظفیر

(۴) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

فرماتے ہیں۔ کما في الدرّ المختار: ووجب مهر المثل في الشّغار هو أن يزوّجه بنته علىٰ أن يزوّجه الآخر بنته أو أخته مثلاً معاوضة بالعقدين، وهو منهي عنه لخلوّه عن المهر، فأوجبنا فيه مهر المثل فلم يبق شغارًا إلخ (۱) فقط واللہ اعلم (۲۱۰/۷)

ہر ایک دوسرے کی لڑکی سے اپنے لڑکے کا نکاح کرے تو یہ درست ہے

سوال: (۱۲۵) زید نے اپنی لڑکی عمر کے لڑکے سے اور عمر نے اپنی لڑکی زید کے لڑکے سے نکاح کردی، اور مہر دونوں لڑکیوں کا شرعی طور پر مقرر ومعین ہوگیا تو یہ نکاح شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۱۶۴۴ھ)

الجواب: دونوں نکاح شرعًا صحیح ہوگئے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۷۲/۷)

بہن کی شادی کے معاوضہ میں اپنی شادی کرلی تو درست ہے

سوال: (۱۲۶) میں غریب یتیم ہوں اور میری ہمشیرہ یتیمہ قریب البلوغ ہے بلکہ بالغہ ہے، اگر میں اپنی ہمشیرہ کے عقد نکاح کے عوض اپنا نکاح کرلوں تو جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۳۹/۵۱۵ھ)

الجواب: شریعت اس میں کسی کو کچھ مجبور نہیں کرتی، جہاں موقع ہو اور مناسب ہو اپنا عقد اور اپنی ہمشیرہ کا عقد کردیا جاوے۔ فقط واللہ اعلم (۱۶۵/۷)

تبادلہ میں بیاہ کروں تو اپنی بہن سے کروں کہنے کے بعد تبادلہ میں شادی کی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۲۷) زید نے کہا تھا کہ اگر میں اپنی بہن دے کر اس کے تبادلہ میں اپنا بیاہ کروں تو گویا اپنی بہن سے بیاہ کروں، اب زید اپنی بہن کا رشتہ دے کر اس کے تبادلہ میں ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے؛ شرعًا کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۸/۵۱۸ھ)

---

(۱) الدرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۷۳/۴-۱۷۴، کتاب النّکاح، باب المهر، مطلب: نکاح الشّغار.

الجواب: زید کے اس کہنے سے کچھ نہیں ہوتا نکاح دونوں درست ہوں گے۔ فقط (۲۵۷/۷)

نکاح کے لیے تحریر ضروری نہیں

سوال: (۱۲۸) نکاح میں اگر حاکم کی طرف سے تحریر کو ضروری قرار دیا ہے تو تحریر ضروری ہے یا نہ بغیر تحریر کے نکاح منعقد ہوگا یا نہ؟ (۲۲۱۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: بلاتحریر نکاح منعقد ہوجاوے گا، تحریر ضروری نہیں ہے، شرائط نکاح مثل شہود وغیرہ ہونی چاہئیں، تحریر ہونا یا نہ ہونا ضروری نہیں ہے [۱] فقط واللہ اعلم (۸۵/۷-۸۶)

خط وکتابت کے ذریعہ بھی نکاح ہوسکتا ہے

سوال: (۱۲۹) ایک شخص لاہور میں ہے اور عورت مثلاً پشاور میں ہے تو کیا بہ ذریعہ خط وکتابت نکاح ان کا منعقد ہوسکتا ہے یا نہیں؟ خط بہ ذریعہ رجسٹری یا دو پیسے کا ٹکٹ لگا کر یا معتبر آدمی کے ہاتھ بھیجا جاوے؟ (۴۵۱/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: بہ ذریعہ کتابت نکاح ہوسکتا ہے، ایک صورت اس کی یہ بھی ہے کہ عورت مرد کو، یا مرد عورت کو اپنے نکاح کا وکیل بہ ذریعہ خط وغیرہ بنادیوے، پس اگر مکتوب الیہ روبہ رو دو گواہوں کے اس مضمون کو ادا کرکے نکاح اپنے سے کرے، نکاح ہوجاوے گا۔ في الشّامي: **قوله: (لو حاضرين) احترز به عن كتابة الغائب لما في البحر عن المحيط: الفرق بين الكتاب والخطاب أنّ في الخطاب لو قال: قبلت في مجلس آخر لم يجز وفي الكتاب يجوز [۲] وفيه أيضًا: قال في الفتح: ومن اشتراط السّماع ما قدّمناه في التّزوّج بالكتاب من أنّه لا بدّ من سماع الشّهود ما في الكتاب المشتمل على الخطبة بأن تقرأه المرأة عليهم أو سماعهم العبارة عنه بأن تقول: إنّ فلانا كتب إليّ يخطبني ثمّ تشهدهم أنّها زوّجته نفسها أهـ،**

---

(۱) والثّاني أعني الشّرط الخاصّ للإنعقاد: سماع اثنين بوصف خاصّ للإيجاب والقبول إلخ، وركنه الإيجاب والقبول حقيقةً أو حكمًا. (البحر الرّائق: ۱۳۸/۳-۱۳۹، كتاب النّكاح) ظفیر

(۲) ردّ المحتار: ۶۵/۴، كتاب النّكاح، مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب.

لكن إذا كان الكتاب بلفظ الأمر بأن كتب: زوّجي نفسك منّي لايشترط سماع الشّاهدين لما فيه بناء علىٰ أن صيغة الأمر توكيل لأنّه لا يشترط الإشهاد على التّوكيل إلخ(۱)

پس جب کہ معلوم ہوا کہ بہ ذریعہ خط وکتابت بھی نکاح ہوسکتا ہے تو خط جس طرح سے بھی بھیجا جاوے سب برابر ہے، مگر یہ ضرور ہے کہ خط اسی کا ہو، دھوکا نہ ہو۔ فقط واللہ اعلم (۱۴۴/۷)

خط وکتابت کے ذریعہ نکاح کرنے کی ایک صورت

سوال: (۱۳۰) میرے ایک عزیز نے جو کہ ولایت بہ غرض تعلیم گئے ہوئے ہیں، میری ایک عزیزہ کی نسبت اپنا پیغام شادی دیا ہے؛ لیکن عزیزہ کے رشتہ دار بہ غرض اطمینان یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح یہ رشتہ عقد کے ذریعہ سے مستحکم ہوجاوے، ولایت سے یہاں آنے میں تعلیم کا سخت نقصان ہے زیرباری کا خیال ہے، لڑکا و لڑکی دونوں بالغ ہیں کیا کسی صورت سے عقد ہوسکتا ہے؟ (۱۰۰۵/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس کی صورت جواز کی یہ ہے کہ اس لڑکے کا ولی یا کوئی رشتہ دار یا غیر رشتہ دار ولایت ان کو لکھیں کہ ہم تمہاری شادی فلاں شخص کی دختر سے اس قدر مہر پر کرنا چاہتے ہیں تم اپنی اجازت لکھ بھیجو، پس ان کی اجازت آنے پر جس کو وہ اجازت دیویں یہاں شاہدین کے سامنے ایجاب وقبول باضابطہ ان کی طرف سے کرلیا جاوے نکاح منعقد ہوجاوے گا(۲) فقط واللہ اعلم (۱۵۱/۷)

خط وکتابت کے ذریعہ نکاح کرنے کی دوسری صورت

سوال: (۱۳۱) ایک شخص دور دراز اپنے وطن سے رہتا ہے، اور گورنمنٹی ملازمت ہے، اس کی شادی کے دن قریب آگئے ہیں، رخصت منظور نہیں ہوتی، تو بہ ذریعہ خط اس کی شادی ہوسکتی ہے یا نہ؟ (۱۳۶۹/ ۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) ردّ المحتار: ۷۵/۴، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به.

(۲) يصحّ التّوكيل بالنّكاح وإن لم يحضر الشّهود. (الفتاوى الهندية: ۲۹۴/۱، كتاب النّكاح، الباب السّادس في الوكالة بالنّكاح وغيرها)

ينعقد النّكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب. (ردّ المحتار: ۶۳/۴، كتاب النّكاح، مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب) ظفیر

الجواب: دور سے بہ ذریعہ خط وکتابت بھی نکاح ہوسکتا ہے[1] اس کی صورت یہ ہے کہ وہ شخص جو نکاح کا ارادہ رکھتا ہے اپنی طرف سے کسی کو وکیل بنادے کہ میرا نکاح فلاں لڑکی سے کردو، وہ شخص وکیل عورت کے سامنے یا اس کے وکیل کے سامنے جاکر روبہ رو دو گواہوں کے یہ کہے کہ میں نے فلاں مرد کا نکاح فلاں عورت سے بہ عوض اس قدر مہر کے کیا، اور عورت یا اس کا وکیل قبول کرے یا عورت کی طرف سے ایجاب ہو اور مرد کا وکیل قبول کرے، بہر حال یہ صورت بھی جواز نکاح کی ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۶۰/۷)

خط وکتابت کے ذریعہ نکاح کرنے کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۳۲) ایک عورت نے ایک شخص کو خط لکھا کہ میں آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں اتنے مہر پر آپ منظور کریں، اور ادھر سے اس شخص نے اس کے جواب میں لکھا کہ مجھے منظور ہے، اور وہ شخص دو شخصوں کے سامنے پڑھ کر اور اس کا جواب بھی ان کو سنا کر لکھ دیا تو کیا یہ نکاح ہوگیا، مگر اس عورت نے خفیہ بلا دو گواہ شرعی کے یہ خط لکھا ہو تو کیا جب بھی نکاح ہوجاوے گا؟ یا ادھر سے بھی دو گواہ شرعی ہونے کی ضرورت ہوگی؟ اور ان دونوں خطوں پر دونوں فریق کے گواہان کے دستخط بھی ہونے چاہئیں یا نہیں؟ (۸۴۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: شامی میں خط پر جواز نکاح کی یہ صورت لکھی ہے کہ مثلاً مرد عورت کو خط لکھے کہ میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں، اور عورت دو گواہوں کو بلا کر ان کے سامنے اس خط کو پڑھے اور یہ کہہ دے کہ میں نے اپنا نکاح اس سے کیا الخ، اس صورت کے موافق یہ بھی جائز ہے کہ عورت مرد کو خط لکھے اور مرد دو گواہوں کے سامنے اس کا خط پڑھے اور یہ کہہ دے کہ میں نے اس عورت سے نکاح کیا،

---

(۱) قال: ينعقد النّكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب، وصورته أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب أحضرت الشّهود وقرأته عليهم إلخ. (ردّ المحتار: ۶۳/۴، كتاب النّكاح، مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب) ظفیر

(۲) وإذا أذنت المرأة للرّجل أن يزوّجها من نفسه فعقد بحضرة شاهدين جاز إلخ، لنا أنّ الوكيل في النّكاح معبّر وسفير والتّمانع في الحقوق دون التّعبير ولا ترجع الحقوق إليه. (الهداية: ۳۲۲/۲، كتاب النّكاح، باب الأولياء والأكفاء، فصل في الوكالة بالنّكاح) ظفیر

غرض یہ کہ اگر دو گواہوں کے سامنے شوہر نے اس خط کو پڑھ دیا اور قبول کرلیا تو نکاح ہوگیا[1] فقط واللہ اعلم (۷/۱۰۲-۱۰۳)

مرد نے عورت کی تحریر گواہوں کے سامنے پڑھ کر یہ کہا کہ میں نے قبول کیا تو نکاح ہوگیا

سوال: (۱۳۳) ایک عورت نے دو تین آدمیوں کے سامنے ایک شخص کو لکھوا کر بھیج دیا کہ میں اپنی مرضی سے بالعوض مہر شرعی تمہارے نکاح میں آچکی، اس نے قبول کرلیا تو یہ نکاح ہوگیا یا نہیں؟

(۲۳۵۰/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اس میں جوازِ نکاح کی صورت یہ لکھی ہے کہ جس مرد کو عورت نے ایسا لکھا ہے وہ دو گواہوں کے سامنے عورت کی تحریر کو سنا کر یہ کہے کہ میں نے قبول کیا، غرض دو گواہوں کا ہونا اور اعادہ تحریر عورت کا کرنا اور اس کے بعد رو بہ رو ہر دو گواہ کے قبول کرنا شرط جواز ہے[1] فقط (۷/۱۰۰)

خط کے ذریعہ نکاح کب جائز ہوتا ہے؟

سوال: (۱۳۴) زید نے اپنی لڑکی کو بکر کو دیا اور اس سے یہ کہا کہ میں نے اپنی لڑکی تم کو دی، اس کے بعد زید نے بکر کو خط لکھا اور تین آدمیوں کا دستخط کرادیا تو خط پر نکاح جائز ہوا یا نہ؟

(۱۷۲۶/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اگر زید نے بکر کو خط اس مضمون کا بھیج دیا کہ میں نے اپنی دختر کا نکاح تم سے کیا،

---

(۱) قوله: (فتح) فإنّه قال: ينعقد النّكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب، وصورته أن يكتب إليها يخطبها، فإذا بلغها الكتابُ أحضرت الشّهود وقرأته عليهم، وقالت: زوّجت نفسي منه، أو تقول: إنّ فلانا كتب إليّ يخطبني فاشهدوا أنّي زوّجت نفسي منه، أمّا لو لم تقل بحضرتهم سوى زوّجت نفسي من فلان لا ينعقد لأنّ سماع الشّطرين شرط صحّة النّكاح، وبإسماعهم الكتابَ أو التّعبيرَ عنه منها. (ردّ المحتار: ۴/۶۳، كتاب النّكاح، مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب) ظفير

اور مکتوب الیہ نے اس کے مضمون کو حاضرین کو سنایا اور قبول کیا تو نکاح منعقد ہوگیا (اسی طرح اگر باپ نے یہ لکھ دیا کہ میں نے تم کو اپنی لڑکی کے نکاح کا اختیار دیا اور مکتوب الیہ نے روبہ رو شاہدین کے نکاح کرلیا تو نکاح منعقد ہوگیا)[۱] فقط واللہ اعلم (۱۰۲/۷)

لڑکا گواہوں کے سامنے لڑکی کا تحریری ایجاب سنا کر خود قبول کرلے تو نکاح صحیح ہے

سوال: (۱۳۵) فاطمہ ایک عاقلہ بالغہ نوجوان خواندہ لڑکی ہے، مسائلِ شرعیہ سے بھی واقفیت رکھتی ہے، راجپوت قوم سے ہے، جن کے یہاں اب تک یہ رسم ہندوانہ چلی آتی ہے کہ وہ ایک گوت (قوم) میں رشتہ ناطہ نہیں کرتے، لڑکی خود ایک لڑکے سے جو انہیں کے گوت (قوم) میں ہے اپنا نکاح کرنا چاہتی ہے، گویا برادری کی رو سے اس سے نکاح نہیں کرسکتی، باقی دینی لحاظ سے لڑکا اس کا بالکل کفو ہے، اب یہ لڑکی چاہتی ہے کہ میں پہلے اس کے ساتھ خفیہ نکاح کرلوں اور بعد میں اس کا اظہار کردوں، والدین مجبور ہوکر نکاح کو مان لیں گے، اب یہ لڑکی گاؤں کے گواہان تو برائے نکاح نہیں کرسکتی کیوں کہ پہلے ہی راز افشاء ہونے کا خوف ہے؛ اس لیے لڑکی خود اپنے ہاتھ سے اپنا مکمل حال اور ایجاب لکھ کر دیتی ہے کہ لڑکا کہیں دوسری جگہ جاکر گواہوں کے روبہ رو ایجاب پڑھ کر سناوے، اور وہ قبول کرے اور اسی کاغذ پر لکھ دے، آیا اس طور سے نکاح منعقد ہوجائے گا یا نہیں؟

(۲۸۰۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں اگر مرد اس ایجاب مکتوب از جانب عورت کو دو گواہوں کے سامنے پڑھ کر سنادیوے، اور انہیں گواہوں کے سامنے قبول کرے تو نکاح منعقد ہوجاوے گا[۲] اور ایک صورت جواز کی یہ ہے کہ وہ عورت اسی مرد کو وکیل اپنے نکاح کا بنادیوے، یعنی یہ کہہ دے یا لکھ دے

---

(۱) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۲) وأفاد المصنّف أن انعقاد النّكاح بكتاب أحدهما يشترط فيه سماع الشّاهدين قراءة الكتاب مع قبول الآخر. (البحر الرّائق: ۳/۱۵۷، كتاب النّكاح) ظفیر

کہ میں نے تجھ کو اختیار دیا کہ اپنا نکاح مجھ سے کرے اور مرد روبرو دو گواہوں کے اس کو ظاہر کرکے انہیں گواہوں کے سامنے قبول کرے یا یہ کہہ دے کہ میں نے اس عورت سے اپنا نکاح کرلیا، تب بھی نکاح منعقد ہوجاوے گا۔ كذا في الشّامي (۱) وغیرہ (۲) اور چوں کہ یہ نکاح کفو میں ہے، لہٰذا اس کی صحت کے لیے اجازت اولیاء کی ضرورت نہیں ہے۔ كذا في الدّرّ المختار (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۹۸-۹۹)

ایجاب وقبول اور گواہوں کے بغیر محض منی آرڈر بھیج کر نکاح کرنے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا

سوال: (۱۳۶) الٰہی بخش نے مسماۃ چندو کو منی آرڈر بھیجا اور اس میں لکھا کہ چندو! اگر تم نے منی آرڈر لیا تو تم میرے نکاح میں آجاؤ گی اور گواہ نکاح کے وہ لوگ ہوں گے جن کے سامنے منی آرڈر وصول کروگی، اس طرح نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟ (۱۶۳۸/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس طرح نکاح منعقد نہیں ہوتا (۴) فقط واللہ اعلم (۷/۵۶)

---

(۱) كما للوكيل الّذي وكّلته أن يزوّجها من نفسه فإنّ له ذٰلك فيكون أصيلاً من جانب وكيلاً من آخر (الدّرّ المختار) قوله: (فإنّ له ذٰلك) أي تزويجها لنفسه إلخ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۱۶۵، كتاب النّكاح، باب الكفاءة، مطلب في الوكيل والفضوليّ في النّكاح) ظفیر

(۲) وإذا أذنت المرأة للرّجل أن يزوّجها من نفسه فعقد بحضرة شاهدين جاز. (الهداية: ۲/۳۲۲، كتاب النّكاح، فصل في الوكالة بالنّكاح) ظفیر

(۳) فنفذ نكاح حرّة مكلّفة بلا رضا وليّ إلخ، وله …… الإعتراض في غير الكُفء. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۱۵-۱۱۶، كتاب النّكاح، باب الولي) ظفیر

(۴) بنیادی بات یہ ہے کہ نہ ایجاب وقبول پایا گیا، اور نہ شرعی گواہ جو ارکان وشرائط ہیں۔ وينعقد ………… بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۵۹-۶۰، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة) ظفیر

محض عورت کے تحریری ایجاب بھیجنے سے نکاح نہیں ہوتا اگرچہ گواہوں کے پاس بھی وہ تحریر بھیجی ہو

سوال: (۱۳۷) ایک دختر ۱۸ سالہ نے اپنا عقد خلافِ مرضیٔ والدین اس طریقے سے کیا ہے کہ جس سے وہ نکاح کرنا چاہتی تھی اس کو یہ تحریر لکھی کہ میں بہ صحت وثباتِ عقل بلا اکراہ واجبار بہ رضائے خود اپنے نفس کو بالعوض پانچ سو روپے دَین مہر مؤجل کے تمہاری زوجیت میں دیتی ہوں، اور چھ گواہوں کے نام بھی یہ تحریر بھیج دی، اس صورت میں نکاح منعقد ہوجاتا ہے یا نہیں؟ (۱۴۶/۱۳۴۵ھ)

الجواب: صورتِ جوازِ نکاح بہ ذریعۂ تحریر شامی میں فتح القدیر سے یہ نقل کی ہے کہ اگر کسی مرد نے عورت کو لکھا کہ مجھ سے نکاح کرلو اور اس عورت نے گواہوں کو بلا کر ان سے کہا کہ فلاں شخص مجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو تم گواہ رہو کہ میں نے اس سے اپنا نکاح کرلیا ہے تو اس صورت میں نکاح منعقد ہوجاوے گا، اور اگر عورت نے گواہوں کے سامنے مرد کی طرف سے کچھ کلام نقل نہ کیا، اور صرف یہ لکھایا کہا کہ میں نے اپنا نکاح فلاں شخص سے کیا تو نکاح منعقد نہ ہوگا، البتہ اگر عورت مرد کو یہ لکھے کہ تم مجھ سے اپنا نکاح کرلو، اس پر مرد نے روبہ رو دو گواہوں کے عورت کے اس پیام کو نقل کر کے کہا کہ تم گواہ رہو میں نے اس عورت سے اپنا نکاح کرلیا تو نکاح منعقد ہوجاوے گا۔

الغرض جوازِ نکاح کے لیے اس صورت میں ضروری ہے کہ مرد روبہ رو دو گواہوں کے یہ نقل کرے کہ فلاں عورت نے مجھ کو لکھا ہے اور وہ مجھ سے نکاح کرنا چاہتی ہے، پس تم گواہ رہو کہ میں نے اس عورت سے نکاح کرلیا اور قبول کرلیا، اس طرح اگر کیا جاوے گا تو نکاح منعقد ہوجاوے گا[1] (شامی) فقط (صورتِ مسئولہ میں نکاح درست نہیں ہوا۔ ظفیر) (۱۰۳/۷-۱۰۴)

---

(۱) قوله: (فتح) فإنّه قال: ينعقد النّكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب، وصورته أن يكتب إليها يخطبها، فإذا بلغها الكتابُ أحضرت الشّهود وقرأته عليهم، وقالت: زوّجت نفسي منه، أو تقول: إنّ فلانا كتب إليّ يخطبني فاشهدوا أنّي زوّجت نفسي منه، أمّا لو لم تقل بحضرتهم سوى زوّجت نفسي من فلان لا ينعقد لأنّ سماع الشّطرين شرط صحّة النّكاح، وبإسماعهم الكتابَ أو التّعبيرَ عنه منها. (ردّ المحتار: ۶۳/۴، كتاب النّكاح، مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب) ظفير

ولی کی اجازت سے سمجھ دار بچے کا قبول معتبر ہے

سوال: (۱۳۸) ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح پڑھنے کے واسطے قاضی کو اجازت دی، قاضی نے صرف لڑکے سے جو نابالغ ہے قبول کرایا، حالاں کہ اس کا باپ بھی مجلس میں موجود تھا، نہ اُس سے قاضی نے کچھ کہا اور نہ وہ کچھ بولا؛ اس صورت میں نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟ (۱۲۷۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جب کہ لڑکے کا باپ اس نکاح سے راضی تھا اور لڑکے کے قبول کرنے کو اس نے جائز رکھا تو نکاح منعقد ہوگیا، کیوں کہ نکاح ان تصرفات میں سے ہے کہ صبی ممیّز اپنے ولی کی اجازت سے ان کو کرسکتا ہے۔ في الدرّ المختار: **وما تردّد من العقود بين نفع وضرر إلخ، توقّف على الإذن...... فإن أذن لهما الولي فهما في شراء وبيع كعبد مأذون إلخ**[1] فقط واللہ اعلم (۷/۷۳-۷۴)

سوال: (۱۳۹) زید کا نکاح اس کے ولی نے بہ عمر دس سال کر دیا، مگر قبول زید ہی نے کیا؛ نکاح درست ہے یا نہیں؟ (۷/۴۵-۱۳۴۱ھ)

الجواب: اس صورت میں زید کا نکاح ہوگیا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۶۴)

نابالغ بچے کی طرف سے قبول کرنے کے بجائے باپ نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو نکاح کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۴۰) زید کا نکاح بہ عمر ساڑھے تین سال مسماۃ ہندہ سے جس کی عمر گیارہ سال کی تھی ہوا؛ جس کو تخمیناً عرصہ آٹھ سال کا ہوا، چوں کہ زید بچہ تھا جب نکاح کے وقت جلسہ میں لایا گیا تو وہ رونے لگا قاضی صاحب نے اس کے باپ بکر سے کہا کہ تم الفاظ ایجاب وقبول اپنی زبان سے ادا کردو یہ تو صرف ضابطہ پُری ہے، جب یہ دونوں زید وہندہ بالغ ہوں گے نکاح تو ان کا اس وقت ہوگا، پس قاضی صاحب نے حسب قاعدہ دستور بعد پڑھنے خطبہ کے بکر سے کہا؛ ان لفظوں میں کہ مسماۃ

---

(۱) **الدرّ المختار مع ردّ المحتار: ۹/۲۰۸، كتاب المأذون، مبحث في تصرّف الصّبيّ ومن له الولاية عليه وترتيبها.**

فلاں بیٹی فلاں کو اس قدر زرِ مہر پر میں نے تیرے عقد نکاح میں دیا، تو نے اس کو قبول کیا؟ بکر نے درجواب اس کے صرف یہ لفظ کہ قبول کیا میں نے تین بار ادا کیے، اس صورت میں مسماۃ ہندہ کا نکاح کس کے ساتھ ہوا؟ (۱۹۴۳/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اس صورت میں حسب تصریحات فقہاء نکاح ہندہ کا بکر کے ساتھ منعقد ہوگیا، زید کے ساتھ منعقد نہیں ہوا، قاضی نکاح خواں اگر یہ کہتا کہ میں نے ولیٔ ہندہ کی طرف سے وکیل ہوکر ہندہ کا نکاح تیرے بیٹے زید سے کیا، اس پر بکر یہ کہتا کہ میں نے اپنے بیٹے زید کے لیے قبول کیا تو نکاح زید سے ہوجاتا، برخلاف اس صورت کے جو واقع ہے، اس میں نکاح ہندہ کا بکر کے ساتھ ہوگیا

قال في الشّامي: ونظير هٰذا ما في البحر عن الظّهيرية: لو قال أبو الصّغيرة لأبي الصّغير: زوّجت ابنتي؛ ولم يزد عليه شيئًا، فقال أبو الصّغير: قبلت، يقع النّكاح للأب هو الصّحيح، ويجب أن يحتاط فيه فيقول: قبلت لابني أهـ. وقال في الفتح بعد أن ذكر المسئلة بالفارسية: يجوز النّكاح على الأب، وإن جرى بينهما مقدّمات النّكاح للابن هو المختار، لأنّ الأب أضافه إلٰى نفسه إلخ[1] فقط واللہ اعلم (۷/۱۱۴-۱۱۵)

ایجاب میں کہا گیا: فلاں صغیر سے نکاح کردیا، اس کے جواب میں ولی نے کہا: میں نے قبول کیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۴۱) ولیٔ صغیرہ نے پہلے کہا ہے کہ میں نے اپنی صغیرہ کو فلاں صغیر سے نکاح کردیا، ولیٔ صغیر نے جو کہ اپنے واسطے قبول کرنا چاہتا تھا کلمۂ قبول بدیں طور کہا: ''میں نے قبول کیا''، اس کلمۂ قبول کو اس کلمۂ قبول پر حمل کیا جاوے جس میں صریحاً کہتا ہے کہ میں نے اپنے واسطے قبول کیا، یا اس کلمۂ قبول پر حمل کیا جاوے جس میں اسی لڑکے کے واسطے قبول کیا؛ مگر صریحاً نہیں کہا، بلکہ یہ کہا کہ قبول کیا؛ اس صورت میں نکاح صغیر کا منعقد ہوا یا نہیں؟ (۲۳/۷۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ولیٔ صغیر کا قبول اسی ایجاب کے ساتھ مقید ہوگا جو ولیٔ صغیرہ نے کیا ہے،

(۱) ردّ المحتار: ۴/۷۹، كتاب النّكاح، مطلب في عطف الخاصّ على العامّ، تحت قوله: (ولو له بنتان)

پس صورت مسئولہ میں نکاح صغیر کا منعقد ہوگیا، کیوں کہ ولیٔ صغیرہ کی طرف سے ایجاب صغیر کے لیے ہوا ہے، اس کے جواب میں ولیٔ صغیر کا یہ کہنا کہ ''میں نے قبول کیا'' اسی ایجاب مذکور کے ساتھ متعلق ہے، اور یہ کہنا ولیٔ صغیر کا کہ میں نے اپنے لیے قبول کیا ہے لغو ہے؛ کیوں کہ وہ اپنے لیے قبول نہیں کرسکتا۔ قال في الشّامي: **بخلاف ما لو قال أبو الصّغيرة: زوّجت بنتي من ابنك، فقال أبو الابن: قبلت، ولم يقل: لابني، يجوز النّكاح للابن لإضافة المزوّج النّكاحَ إلى الابن بيقين، وقول القابل: قبلت جواب له، والجواب يتقيّد بالأوّل، فصار كما لو قال: قبلت لابني**[1] فقط (اور الأشباه والنّظائر میں ہے: **السّوال معاد في الجواب**[2] ظفیر) (۱۳۸/۷-۱۳۹)

نکاح خواں نے لڑکی کے والد کے کہنے پر لڑکے سے نکاح قبول کرنے کے لیے کہا اور اس نے قبول کرلیا تو نکاح صحیح ہوگیا

سوال: (۱۴۲) دختر کے والد نے نکاح خواں سے کہا کہ ہماری لڑکی کا نکاح کردو، نکاح خواں نے بہ الفاظ ذیل نکاح کردیا:

تم نے اے عمر! زید کی لڑکی بہ عوض سو روپے مہر کے قبول کی؟ ہاں میں نے زید کی لڑکی قبول کی، ایسے ایجاب وقبول سے نکاح ہوگیا یا نہ؟ اور یہ نکاح خواں عورت کا وکیل ہے یا اُس کے والد کا؟ (۱۳۳۴-۳۳/۱۳۳۰ھ)[3]

الجواب: اس صورت میں ایجاب وقبول مذکور کے ساتھ جب کہ روبہ رو شاہدین کے ہوا نکاح صحیح ہوگیا، نکاح خواں عورت کے باپ کا وکیل ہے[4] فقط واللہ اعلم (۶۵/۷)

---

(۱) **ردّ المحتار: ۷۹/۴، كتاب النّكاح، مطلب في عطف الخاصّ على العامّ.**

(۲) **الأشباه والنّظائر مع شرح الحموي: ۳۸۰/۱، الفنّ الأوّل: القواعد الكلّيّة، القاعدة الحادية عشر: السّوال معاد في الجواب، المطبوعة: زكريا، ديوبند.**

(۳) سوال کو رجسٹر نقول فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۴) **أمر الأب رجلاً أن يزوّج صغيرته فزوّجها عند رجل أو امرأتين، والحال أنّ الأب حاضر صحّ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۷۷/۴، كتاب النّكاح، مطلب في عطف الخاصّ على العامّ)** ظفیر

لڑکی کے ولی کی اجازت کے بعد وکیل نے ایجاب وقبول کرادیا تو نکاح منعقد ہوگیا

سوال: (۱۴۳) ایک شخص نے میاں جی کو کہا کہ میں نے تجھ کو اجازت دی ہے، پھر میاں جی نے مرد کو کہا کہ فلانی عورت تم نے قبول کی، اس نے کہا: میں نے قبول کی، اس صورت میں نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟ یہاں ایجاب وقبول میں سے صرف ایک جز وموجود ہے۔ (۱۰۹۷/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اس صورت میں نکاح منعقد ہوگیا کیوں کہ میاں جی وکیل ہے ولیٔ دختر کی طرف سے، پس میاں جی نے جو کلام شوہر سے کیا کہ فلانی عورت کو تم نے قبول کیا؛ یہ ایجاب ہے، اور جب شوہر نے کہا: میں نے قبول کی؛ یہ قبول ہوا، پس دونوں رکن یعنی ایجاب وقبول پائے گئے، اور مطلب میاں جی کے کلام کا یہ ہے کہ میں نے فلانی عورت دختر فلاں شخص کی تمہارے نکاح میں دی؛ تم نے اس کو قبول کی؟ اس پر شوہر نے کہا کہ میں نے قبول کی، پس ایجاب وقبول پورا ہوا۔ درمختار میں ہے:
وينعقد ملتبسًا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر وُضِعا للمضيّ لأنّ الماضي أدلّ على التّحقيق؛ كزوّجتُ نفسي أو بنتي أو مؤكّلتي منك، ويقول الآخر: تزوّجت إلخ (الدّرّ المختار) أي أو قبلتُ[1] **(شامي)** فقط (مگر یہ اُس وقت صحیح ہوگا کہ اس وقت دو گواہ موجود رہے ہوں، ورنہ نہیں۔ ظفیر) (۱۲۹/۷-۱۳۰)

باکرہ عورت خاموش رہے اور اس کا ولی اجازت دے دے تو نکاح صحیح ہے

سوال: (۱۴۴) ایک نکاح خواں نے ایک نکاح اس صورت سے پڑھا کہ اوّل باکرہ عورت سے اجازت لی؛ وہ خاموش رہی، پھر ولی سے اجازت لی؛ اس نے اجازت دے دی، پھر مرد سے کہا کہ فلاں بنت فلاں سے تمہارا نکاح بہ عوض مہر معین کیا تم نے قبول کیا؟ اس نے کہا: میں نے قبول کیا، کیا یہ صورت نکاح موافق شرع ہے؟ (۶۶۷/۴۴-۱۳۴۵ھ)

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۵۹/۴-۶۰، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة.

الجواب: اس صورت میں نکاح ہوگیا [۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۵۸/۷)

بیوہ سے نکاح جائز ہے گو اس کے ولی کو خبر نہ ہو

سوال: (۱۴۵) آیا بیوہ سے بھی بغیر مشورہ اولیاء کے دو گواہوں کے روبہ رو نکاح جائز ہے؟ (۹۰۳/۱۳۳۹ھ)

الجواب: یہ نکاح جائز ہے، بہ شرطیکہ کفو میں ہو، غیر کفو میں نہ ہو [۲] فقط واللہ اعلم (۲۷۲/۷)

لڑکی سے اجازت لینے پر گواہ بنانا ضروری نہیں اور جس کی صرف ایک ہی لڑکی ہو اُس کے لیے تعیین ضروری نہیں

سوال: (۱۴۶) زید نے اپنی لڑکی بالغہ باکرہ سے تنہا کہا کہ میں تیرا نکاح محمود سے کرتا ہوں، زید کی لڑکی سن کر چپ رہی، بعد میں زید نے مجمع عام میں آکر بکر سے کہا کہ میری لڑکی کا نکاح محمود سے پڑھ دے، اور اس قدر مہر مقرر کر دے، بکر نے خطبہ پڑھ کر محمود سے کہا کہ زید نے اپنی لڑکی کا بہ معاوضہ ڈیڑھ سو روپے کے تجھ سے نکاح کیا، محمود نے کہا: قبول کیا، میں نے اور بکر نے عقد کے وقت زید کی لڑکی کا نام اس وجہ سے نہیں لیا کہ زید کے صرف ایک ہی لڑکی ہے تو صورتِ مسئولہ میں زید کی لڑکی کا نکاح محمود سے صحیح ہے یا نہیں؟ اجازت لینے کے وقت اپنی لڑکی سے زید کا شہادت کو ترک کرنا یعنی دو گواہوں کو اپنے ہمراہ نہ لے جانا، یا عقد کے وقت بکر کا ایجاب میں زید کی لڑکی کا نام نہ لینا نکاح میں فساد ڈالتا ہے یا نہیں؟ (۱۲۰۰/۱۳۳۵ھ)

---

(۱) وينعقد ...... بإيجاب ...... وقبول إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵۹/۴-۶۰، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة) ظفیر

(۲) الكَفَاءَ ةُ مُعْتَبَرَةٌ .... مِن جانبِهِ أي الرّجُل لأنّ الشّريفةَ تأبى أن تكونَ فِراشًا للدّنيءِ، ولذا لا تُعتبرُ مِن جانِبِها لأنّ الزّوجَ مُسْتَفْرِشٌ، فلا تَغِيْظُهُ دَنَاءَ ةُ الفِراشِ وهٰذا عند الكلِّ (الدّرّ المختار) فإنّ حاصِلَهُ: أنّ المرأةَ إذا زوّجتْ نفسهَا مِن كُفءٍ لزِم على الأولياءِ وإنْ زوّجتْ مِن غير كفءٍ لا يلزَمُ أوْ لَا يصحُّ، بِخلاف جانبِ الرّجلِ فإنّه إذا تزوّج بنفسهِ مُكافِئَةً له أوْ لَا فإنّهُ صحيحٌ لازِمٌ إلخ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱۴۸/۴، كتاب النّكاح، باب الكفاءة)

الجواب: نکاح محمود کا اس صورت میں زید کی دختر سے صحیح ہوگیا کیوں کہ ولی کو لڑکی سے اجازت لینے کے وقت اشہاد ضروری نہیں ہے[1] صرف ایجاب وقبول کا سننا دو گواہوں کا شرط ہے، **كما في الدّرّ المختار: وشرط حضور شاهدين إلخ، سامعين قولهما معًا ...... فاهمين أنّه نكاح**[2] اور جب کہ زید کے صرف ایک دختر ہے تو جہالت مرتفع ہے، اور یہ امر جواز نکاح کے لیے کافی ہے؛ جیسا کہ **ردّ المحتار شامي** میں بہ شرح قول ماتن: **ولا المنكوحة مجهولةً** مذکور ہے: **فلو زوّج بنته منه، وله بنتان لايصحّ إلّا إذا كانت إحداهما متزوّجة فينصرف إلى الفارغة**[3] فقط واللہ اعلم (۷/۱۰۶-۱۰۷)

وکیل موکل کا نکاح کرسکتا ہے

سوال: (۱۴۷) کسی شخص سے عمر نے کہا کہ میں جاتا ہوں تم میرا نکاح فلاں عورت سے فلاں مہینہ میں کر دینا، دو گواہ بھی موجود تھے تو وکیل میعاد مقرر پر شخص مذکور کا نکاح عورت مذکورہ سے کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۲۱۵۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: کرسکتا ہے[4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۱۳۷)

---

(۱) **ولا يشترط الإشهاد على التّوكيل.** (البحر الرّائق: ۳/۱۵۸، كتاب النّكاح)

فإن استأذنها هو أي الوليّ وهو السّنّة أو وكيله أو رسوله أو زوّجها وليّها إلخ، فسكتت عن ردّه مختارة أو ضحكت غير مستهزئة أو تبسّمت أو بكت بلا صوت إلخ، فهو إذن أي توكيل في الأوّل (الدّرّ المختار) أي فيما إذا استأذنها قبل العقد حتّى لو قالت بعد ذٰلك لا أرضى ولم يعلم به الوليّ فزوّجها صحّ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۱۱۹-۱۲۰، كتاب النّكاح، باب الوليّ) ظفیر

(۲) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۷۳-۷۵، كتاب النّكاح، مطلب في عطف الخاصّ على العامّ.**

(۳) **ردّ المحتار: ۴/۶۶، كتاب النّكاح، مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب.**

(۴) **يصحّ التّوكيل بالنّكاح وإن لم يحضره الشّهود.** (الفتاوى الهندية: ۱/۲۹۴، كتاب النّكاح، الباب السّادس في الوكالة بالنّكاح وغيرها) ظفیر

عورت کی وکالت سے نکاح درست ہے

سوال: (۱۴۸) اگر زنے زنے را در کردن نکاح خود با شخصے وکیل کند، وآں وکیلہ بعد ثبوت وکالت نفس موکلہ مذکورہ بہ شخص مذکور نکاح کرد، واوقبول می کند؛ نکاح درست شود یانہ؟

(۱۱۴۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر بہ حضور شاہدین ایجاب وقبول نکاح شود نکاح صحیح است، الحاصل وکالت زن معتبر است۔ فقط (۹۸/۷)

ترجمہ سوال: (۱۴۸) اگر کوئی عورت کسی عورت کو اپنا نکاح کسی شخص کے ساتھ کرنے میں وکیل بنا دے، اور وہ وکیلہ وکالت ثابت ہو جانے کے بعد مذکورہ موکلہ کا؛ شخص مذکور کے ساتھ نکاح کردے، اور وہ قبول کرلے تو نکاح درست ہوگا یانہ؟

الجواب: اگر گواہوں کی موجودگی میں نکاح کا ایجاب وقبول ہوا تو نکاح صحیح ہے، الحاصل عورت کی وکالت معتبر ہے۔ فقط

عورت نے جسے وکیل بنایا تھا اُس نے نکاح خواں سے کہہ کر ایجاب وقبول کرادیا تو نکاح صحیح ہوگیا

سوال: (۱۴۹) عمر کو ہندہ عاقلہ بالغہ نے اپنے نکاح کا وکیل روبہ رو دو گواہوں کے بنایا تھا؛ چنانچہ عمر نے زید سے کہا کہ تم ہندہ کا نکاح خالد سے پڑھا دو، معًا زید نے خطبہ مسنونہ پڑھ کر خالد سے ایجاب وقبول کرادیا، بعدہ دعائے تبریک کی گئی اور چھوارے بھی تقسیم ہوئے، اس صورت میں نکاح شرعًا صحیح ہوایانہیں؟ (۸۷۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں موافق صورت بالا کے نکاح صحیح ہوگیا، ہندہ عاقلہ بالغہ کے وکیل نے جب کہ اجازت نکاح خوانی کی زید کو دے دی، اور زید نے بعد تحقیق حال و بیان شہود روبہ رو شاہدین کے ایجاب وقبول کیا تو وہ نکاح حسب قواعد شرعیہ وتصریح کتب فقہ صحیح ہوگیا، کچھ خامی

اور خلل (اس میں)[۱] نہیں رہا، نیم ملاؤں کا اعتراض غلط ہے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۶۱/۷)

ایک شخص اپنی طرف سے اصیل اور عورت کی طرف سے وکیل بن کر نکاح کرسکتا ہے

سوال: (۱۵۰) زید اپنی طرف سے اصیل اور عورت کی طرف سے وکیل ہوکر نکاح اپنا اپنی موکلہ سے کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۳۲/۴۶-۱۳۳۳ھ)[۳]

الجواب: زید ایک طرف سے اصیل اور ایک طرف سے وکیل ہوکر نکاح اپنا اپنی موکلہ سے کرسکتا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ وکیل یعنی زید دو گواہوں کے روبہ رو یہ کہے کہ مسماۃ فلانہ نے مجھ کو اختیار اپنے نکاح کا دیا، اور وکیل بنایا، پس تم گواہ رہو کہ میں نے اپنا نکاح فلاں بنت فلاں سے کیا پس نکاح صحیح ہوجاوے گا۔ **في الشّامي: ولو صرّح بالتّوكيل، وقال: وكلتك بأن تزوّجي نفسك منّي فقالت: زوجت، صحّ النّكاح[۴] وأيضًا فيه: وصورته أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب وحضرت الشّهود وقرأته عليهم، وقالت: زوجت نفسي منه إلخ[۵] (شامي: ۲)** فقط واللہ اعلم (۱۳۸/۷)

---

(۱) قوسین والے الفاظ رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کیے گئے ہیں۔۱۲

(۲) **وينعقد ملتبسًا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر وُضِعَا للمضي...... كزوّجت نفسي أو بنتي أو مؤكلتي منك، ويقول الآخر: تزوّجت إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵۹/۴-۶۰، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة)** ظفیر

وشرط سماع كلّ من العاقدين لفظ الآخر ليتحقّق رضاهما، وشرط حضور شاهدين حرّين أو حرّ وحرّتين مكلّفين سامعين قولهما معًا إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۷۲/۴-۷۵، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به) ظفیر

(۳) سوال کی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ میں نہیں ہے۔۱۲

(۴) **ردّ المحتار: ۶۰/۴، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة.**

(۵) **ردّ المحتار: ۶۳/۴، كتاب النّكاح، مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب.**

عورت اگر اُسی مرد کو اپنا وکیل بنادے جس سے نکاح کرنا چاہتی ہے اور وہ اُس کا نکاح اپنے آپ سے کرلے تو نکاح درست ہے

سوال: (۱۵۱) مسماۃ زینب چاہتی ہے کہ میرا نکاح عمر کے ساتھ ہوجاوے، مگر زینب اپنے کنبہ والوں کے خوف سے عمر کو اپنے گھر پر بلا کر نکاح نہیں کرسکتی، لہٰذا عمر ہی کو وکیل اپنی طرف سے مقرر کردے اور وہ اپنا نکاح زینب سے کرلیوے تو درست ہے یا نہ؟ (۱۱۵۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)[۱]

الجواب: اس طریق سے نکاح کرنا جائز اور صحیح ہے، زینب وعمر کا نکاح اس طور سے منعقد ہوجاوے گا، درمختار میں ہے: **ویتولّی طرفي النّکاح واحد بإیجاب یقوم مقام القبول في خمس صور: کأن کان ولیًا، أو وکیلاً من الجانبین، أو أصیلاً من جانب و وکیلاً، أو ولیًا من آخر، أو ولیًا من جانب و وکیلاً من آخر إلخ**[۲] فقط واللہ اعلم (۱۰۸/۷)

بات چھوٹے لڑکے سے طے کی اور دھوکا دے کر نکاح بڑے لڑکے سے کردیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۵۲) زید کی ایک لڑکی دس برس کی تھی، اور عمر کے دو لڑکے: ایک گیارہ سالہ دوسرا بیس سالہ تھے، بڑا لڑکا ایک آنکھ سے زخمی بھی ہے، زید کی دختر کی نسبت عمر کے چھوٹے پسر سے قرار پائی تھی، شادی کی تاریخ مقرر ہوئی اور لڑکی عمر کے یہاں بھیج دی گئی، عمر نے دھوکا دے کر اپنے بڑے لڑکے کے ساتھ شادی کردی؛ یہ نکاح جائز ہے یا نہ؟ (۲۳۹۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اگر بڑے لڑکے کے ساتھ دختر کے باپ سے ایجاب وقبول ہوگیا تو اس سے نکاح صحیح ہوگیا، مثلاً عمر نے اپنے بڑے لڑکے کو مجلس نکاح میں لاکر اس سے قبول کرایا، اور لڑکی کا باپ بھی

---

(۱) اس سوال کو رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔۱۲

(۲) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۶۲/۴، کتاب النّکاح، باب الکفاءۃ، مطلب في الوکیل والفضولي في النّکاح.**

موجود تھا جس سے اجازت نکاح کی لی گئی تو اس حالت میں بڑے لڑکے کا نکاح ہوگیا(۱) اور اگر یہ صورت ہوئی کہ زید نے اپنی دختر کے نکاح کی اجازت عمر کے چھوٹے لڑکے سے دی، اور عمر نے بڑے لڑکے سے کردی تو یہ نکاح زید کی اجازت پر موقوف ہے، اگر زید اس کو رد کردے گا اور انکار کر دے گا تو وہ نکاح باطل ہوجاوے گا(۲) فقط واللہ اعلم (۷/۲۹۱-۲۹۲)

جس لڑکے سے منگنی ہوئی تھی نکاح کے وقت اُس کے چھوٹے بھائی سے ایجاب وقبول ہوگیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۵۳) زید نے اپنی ہمشیرہ کی منگنی بکر کے بڑے لڑکے عمرو سے کردی، بعدازاں بکر نے اپنے بڑے لڑکے عمرو کی شادی دوسری جگہ کرلی، اور زید کو اس کا مطلق علم نہ ہوا، پھر بکر اپنے دوسرے لڑکے خالد کو لے کر جو کہ عمرو سے چھوٹا ہے زید کے یہاں نکاح کے لیے آیا، لیکن زید کو مطلق اس کا علم نہ ہوا کہ آیا لڑکا وہی عمرو ہے یا دوسرا لڑکا ہے، اور زید کی لاعلمی میں رات کو نکاح ہوگیا، بعد میں زید کو اس کا علم ہوا، اب زید ناراض ہے؛ آیا اس صورت میں یہ نکاح صحیح اور درست ہوا یا نہیں؟ (۴۳۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس صورت میں نکاح بکر کے چھوٹے لڑکے خالد سے منعقد ہوگیا ہے، چوں کہ جب وہ لڑکا خالد سامنے موجود تھا اور زید نے اس سے اپنی بہن کے نکاح کی اجازت دی، اور ایجاب وقبول ہوگیا تو اسی کا نکاح ہوگیا، اگر چہ زید اس کو بڑا لڑکا بکر کا سمجھتا رہا اور درحقیقت وہ چھوٹا لڑکا تھا(۳) فقط واللہ اعلم (۷/۱۲۴-۱۲۵)

---

(۱) وما ذكروه في المرأة يجري مثله في الرّجل، ففي الخانية: قال الإمام ابن الفضل : إن كان الزّوج حاضرًا مشارًا إليه جاز ولو غائبًا فلا. (ردّ المحتار: ۴/۷۴، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به)ظفیر

(۲) اس لیے کہ بڑے سے اجازت نہیں دی تھی۔ لو زوّجه المأمور بنكاح امرأة امرأتين في عقد واحد لا ينفذ للمخالفة إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۶۱، كتاب النّكاح، باب الكفاءة، مطلب في الوكيل والفضوليّ في النّكاح)ظفیر

(۳) وكذا لو غلط في اسم بنته إلاّ إذا كانت حاضرةً وأشار إليها فيصحّ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۷۸، كتاب النّكاح، مطلب في عطف الخاصّ على العامّ) ==

لڑکے والوں نے فریب سے بجائے عبدالرحمٰن کے لال محمد کے ساتھ نکاح پڑھوالیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۵۴) ایک شخص نے شادی کا پیام دیا، اوراس میں یہ اظہار کیا کہ لڑکا مہرپور کا ہے، بعد نکاح ہو جانے کے وہ ہرگام کا نکلا، مزید برآں نوشہ کے تعین علم میں بھی اختلاف رہا، لڑکی تو یہ کہتی ہے میرا نکاح عبدالرحمٰن ابن کلو کے ساتھ پڑھا گیا، اور قاضی کا بھی یہی قول ہے، مگر گواہ لال محمد ابن منو بتلاتے ہیں، اور وکیل لال محمد ابن کلو کا مدعی ہے، اور وہ لڑکا جو نوشہ بن کر آیا تھا وہ دراصل قصبہ ہرگام کا تھا، اوراس کا نام لال محمد ابن منو تھا، اس صورت میں نکاح کس کے ساتھ ہوا؟ اور لڑکی کے وارث اور اولیاء عبدالرحمٰن ابن کلو کے ساتھ نکاح کرنا چاہتے تھے، اوراسی کے ساتھ پیام بھی تھا، مگر لڑکے والوں نے فریب سے بجائے عبدالرحمٰن کے لال محمد ابن منو کے ساتھ نکاح پڑھوالیا، صبح کو معلوم ہوا کہ یہ عبدالرحمٰن نہیں ہے؛ یہ نکاح ہوا یا نہیں؟ اگر ہوا تو لڑکی لال محمد کو قبول نہیں کرتی، اب تفریق کرادی جاوے یا کیا حکم ہے؟ (۱۷۷/۶ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: اگر لال محمد ابن منو کا نام زوجہ کے سامنے نہیں لیا گیا، اور ایجاب وقبول اس نام پر نہیں ہوا تو یہ نکاح لال محمد کے ساتھ منعقد نہیں ہوا، غرض یہ ہے کہ جس کے نام پر ایجاب وقبول ہوا اس کا نکاح منعقد ہوا[1] فقط واللہ اعلم (۱۱۸/۷-۱۱۹)

دکھایا کسی کو اور شادی کردی کسی سے اب عورت انکار کردے تو نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

سوال: (۱۵۵) ہندہ بالغہ مطلقہ کو لوگوں نے ایک شخص کو دکھلا کر نکاح پر آمادہ کیا، پھر اس کی لاعلمی میں دوسرے آدمی سے نکاح کردیا، بہ حالت خلوت ہندہ نے شور مچایا کہ یہ وہ شخص نہیں ہے جو ہم کو دکھلایا گیا تھا، آیا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ (۱۱۵۹/ ۱۳۴۱ھ)

== اس جزئیہ سے معلوم ہوا کہ جب لڑکا موجود تھا اور ایجاب وقبول پایا گیا تو نکاح درست ہے۔ واللہ اعلم۔ ظفیر

(۱) وَكَّلَـهُ أن يزوّجه من قبيلته فزوّجه من قبيلة أخرى لم يجز كذا في الخلاصة. (الفتاوى الهندية: ۲۹۶/۱، كتاب النّكاح، الباب السّادس في الوكالة بالنّكاح وغيرها) ظفير

الجواب: دوسرے شخص سے جس سے وہ عورت راضی نہیں ہے نکاح منعقد نہیں ہوا[1] فقط (۲۷۳/۷)

قاضی نے بڑی بہن کے بجائے چھوٹی بہن کا نام بول کر ایجاب وقبول کرایا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۵۶) مسماۃ حکیمن بیوہ بالغہ نے اپنے نکاح کا اذن اپنی زبان سے دو گواہوں کے روبہ رو دے دیا؛ لیکن قاضی صاحب نے سہواً حکیمن کے بجائے اس کی چھوٹی بہن سلیمن کا نام لے کر ایجاب وقبول کرادیا، نکاح صحیح ہوا یا نہ؟ (۱۳۱۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں حکیمن کا نکاح صحیح نہیں ہوا[2] اور سلیمن اگر بالغہ ہے تو اس کا نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہا، اور جو نابالغہ ہے تو اس کے ولی کی اجازت پر موقوف رہا[3] فقط (۱۱۲/۷)

قاضی یا وکیل نے دو بہنوں کا نکاح دو لڑکوں سے غلط منسوب کر کے پڑھا دیا پھر دوبارہ صحیح کر کے نکاح پڑھایا تو کون سا صحیح ہوگا؟

سوال: (۱۵۷) ایک موضع میں ایک شخص کے یہاں دو لڑکیوں کی بارات آئی، بہ وقت عقد

---

(۱) لو استأذنهافي معيّن فردّت، ثمّ زوّجها منه فسكتت صحّ في الأصحّ؛ بخلاف ما لو بلغها فردّت إلخ، لم يجز لبطلانه بالرّدّ (الدّرّ المختار) لأنّ نفاذ التّزويج كان موقوفًا على الإجازة وقد بطل بالرّدّ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۱۲۰-۱۲۱، كتاب النّكاح، باب الوليّ) ظفير

(۲) غلط وكيلها بالنّكاح في اسم أبيها بغير حضورها لم يصحّ للجهالة وكذا لو غلط في اسم بنته إلخ، ولو له بنتان أراد تزويج الكبرى فغلط فسمّاها باسم الصّغرى صحّ للصّغرى. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۷۸-۷۹، كتاب النّكاح، مطلب في عطف الخاصّ على العامّ) ظفير

(۳) كلّ عقد صدر من الفضوليّ وله قابل يقبل سواء كان ذٰلك القابل فضوليًا آخر أو وكيلاً أو أصيلاً انعقد موقوفًا. (الفتاوى الهندية: ۱/۲۹۹، كتاب النّكاح، الباب السّادس في الوكالة بالنّكاح وغيرها) ظفير

ایک ہی قاضی دونوں کے وکیل بالنکاح مقرر ہوئے، انہوں نے بڑی لڑکی کا عقد چھوٹے لڑکے سے اور چھوٹی دختر کا عقد بڑے لڑکے سے کر دیا، رخصت نہیں ہوئی، ایک گھنٹے کے بعد پھر دوبارہ نکاح خواں آ کر کہنے لگے کہ پہلا عقد غلطی سے سہواً خلافِ ترتیب ہوگیا، اب پھر عقد کیا جاوے؛ چنانچہ دوبارہ ردّ و بدل کر کے عقد کر دیا، اب چھوٹی لڑکی کا شوہر رخصت کر کے نہیں لاتا کہ آخر کا عقد غیر صحیح ہے، اور بڑی لڑکی کا شوہر کہ وہ بھی جاہل مطلق ہے رخصت کرا کر لے گیا، ایک لڑکا بھی پیدا ہوا، وہ لڑکا ولد الحلال ہے یا نہیں؟ آئندہ کے لیے کیا ہونا چاہیے؟(۶۳۱/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اس صورت میں جس طرح پہلے نکاح ہوگیا، یعنی بڑی لڑکی کا چھوٹے دولہا سے اور چھوٹی لڑکی کا بڑے دولہا سے وہی صحیح ہوگیا، پھر اگر ردّ و بدل کرنا ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ جب دونوں دولہا بالغ ہوں اور خلوت اور وطی نہ ہو اس وقت ہر ایک شوہر اپنی منکوحہ کو طلاق دے اور دوسری سے عقد کرے، ورنہ اسی طرح رہنے دیں جس طرح نکاح ہوگیا ہے، اور نکاح خواں نے جو بعد ایک گھنٹہ کے ردّ و بدل کر دیا؛ یہ صحیح نہیں ہوا، اور بڑی لڑکی کا شوہر جو اس کو رخصت کرا لایا یہ درست نہیں ہوا اور وہ مرتکبِ زنا ہے، اور نسب کے ثابت ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے، پس اس کو چاہیے کہ اپنی منکوحہ کو علیحدہ کر دے یا پہلی منکوحہ کو طلاق دے کر اس عورت سے پھر نکاح کرے۔ فقط (۱۲۸-۱۲۶/۷)

استدراک: ولولہ بنتان أراد تزویج الکبری ...... فسمّاھا باسم الصّغری صحّ للصّغری (الدّرّ المختار) أي بأن کان اسم الکبری مثلاً عائشة و الصّغری فاطمة فقال: زوّجتك بنتي فاطمة وقیل: صحّ العقد علیھا وإن کانت عائشة ھي المرادة، وھٰذا إذا لم یَصِفْھَا بالکبری. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۹۷، کتاب النّکاح، قبیل فصل في المحرّمات) اس عبارت میں صراحت ہے کہ خود لڑکی کے باپ نے اگر ایسا کیا ہے تو کرنے کے مطابق ہو جائے گا؛ لیکن یہاں سوال میں یہ ہے کہ یہ اُلٹ پلٹ اور ردّ و بدل قاضی نے کیا، جو وکیل ہے اور وکیل اس کو بنایا گیا تھا کہ بڑی کا بڑے لڑکے سے کرے اور چھوٹی کا چھوٹے سے، اور یہی وجہ ہے کہ جوں ہی اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو آ کر کہا اور موافق ترتیب دوبارہ کیا، اور یہ معلوم ہے کہ وکیل کو ردّ و بدل کا قطعًا اختیار نہیں ہے، اگر اس نے ایسا کیا تو وہ نافذ نہیں ہوا؛ اس لیے

خاکسار کے خیال میں دوسرا نکاح موافق ترتیب صحیح ہوا، پہلا صحیح نہیں ہوا، فقہاء کی صراحت ہے:
وكّلَهُ بأن يزوّجه فُلَانةً بِكذا فزادَ الوكيلُ في المهرِ لمْ يَنْفُذْ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۸۰/۴، كتاب النّكاح)

معلوم ہوا کہ خلافِ وکالت اگر وکیل مہر میں اضافہ کرے گا تو وہ نافذ نہیں ہوگا، اسی طرح یہاں اس کا پہلا ایجاب وقبول چوں کہ وکالت کے خلاف تھا؛ اس لیے وہ نافذ ہی نہیں ہوا، دوبارہ جو نکاح اس نے موافق اختیارِ وکالت کیا اور جس کو سب نے تسلیم بھی کیا وہی نافذ ہوا۔ واللہ اعلم۔ ظفیر مفتاحی

وکیل قاضی نے دو بہنوں کے نام ایجاب کے وقت بدل ڈالے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۵۸) دولڑکے بالغ زید وعمر دو بالغ لڑکیاں عائشہ اور فاطمہ سے بہ ایں تشریح منسوب ہوئے کہ زید کا نکاح عائشہ سے اور عمر کا نکاح فاطمہ سے ہو؛ چنانچہ وقت نکاح جو ایک ہی وقت میں ہوا؛ عائشہ کے ایجاب وقبول میں زید آیا، لیکن قاضی صاحب نے غلطی سے زید کا نکاح فاطمہ سے عام مجمع میں معہ خطبہ کے پڑھا دیا، اور یہ غلطی عمر کے عائشہ سے نکاح پڑھانے کے وقت معلوم ہوئی، زید کے ایجاب وقبول میں فاطمہ آئی؛ شرعًا نکاح مکرر ہونا چاہیے یا زید فاطمہ کا عقد مستقل ہوگیا؟
(۱۳۳۸/۳۲۷ھ)

الجواب: اگر چہ ظاہر عبارات کتب فقہ سے اس صورت میں واضح ہوتا ہے کہ نکاح زید کا فاطمہ کے ساتھ جس کا نام وقت ایجاب وقبول لیا گیا ہے منعقد ہوجائے، مگر اس میں بحث یہ ہے کہ جب کہ قاضی سے پہلے یہ کہہ دیا گیا تھا کہ نکاح زید کا عائشہ سے کرے، اور نکاح عمر کا فاطمہ سے کرے تو قاضی چوں کہ وکیل ہوتا ہے اور وکیل کو یہ اختیار نہیں ہوتا کہ خلاف وکالت کرے، لہٰذا اس صورت میں زید کا نکاح فاطمہ سے نہیں ہوا؛ کیوں کہ فاطمہ کا نکاح زید سے کرنے میں وہ وکیل ہی نہیں ہے، پس نکاح زید کا پھر عائشہ سے ہونا چاہیے، اور نکاح عمر کا فاطمہ سے ہونا چاہیے، البتہ اگر قاضی نے جو نکاح زید کا فاطمہ سے (غلطی سے)[1] کر دیا، اور فاطمہ نے یا اس کے ولی نے

(۱) قوسین والے الفاظ رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کیے گئے ہیں۔۱۲

اس کو سن کر جائز رکھا تو نکاح زید کا فاطمہ سے منعقد ہوگیا، عبارت درمختار یہ ہے: **وكذا لو غلط في اسم بنته إلخ، ولو له بنتان أراد تزويج الكبرى فغلط فسمّاها باسم الصّغرى صحّ للصّغرى إلخ** [۱] اور شامی میں ہے: **قوله: (ولو له بنتان إلخ) أي بأن كان اسم الكبرى مثلاً عائشة والصّغرى فاطمة، فقال: زوّجتك بنتي فاطمة، وقيل: صحّ العقد عليها وإن كانت عائشة هي المرادة إلخ** [۱] یہ عبارت مقتضی اس کو ہے کہ صورتِ مسئولہ میں نکاح زید کا فاطمہ کے ساتھ ہوجاوے؛ لیکن اس میں بحث یہی ہے کہ درمختار کی صورت میں خود باپ نے عقد نکاح کیا ہے، اور صورتِ مسئولہ میں قاضی نے نکاح پڑھا ہے جو کہ وکیل ہے اور وکیل اگر خلاف کرے تو وہ معتبر نہیں ہے۔ **كما مرّ تفصيله.** فقط واللہ اعلم (۷/۱۲۲-۱۲۳)

جس لڑکی سے منگنی تھی وکیل نے ایجاب وقبول کے وقت اس کے بجائے اس کی بہن کا نام لیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۵۹) زید کی نسبت ساتھ ہندہ کے ہوئی، اور ہندہ کی بہن مریم کے ساتھ بکر کی نسبت ہوئی، بہ وقت نکاح موافق نسبت کے ایجاب کرایا گیا، بعد ایجاب کے جب قاضی کے روبہ رو قبول کروایا، وکیل نے بھول کر زید کے ساتھ ہندہ کی بہن مریم کا نام لیا، اور بکر کے ساتھ ہندہ کا نام لیا، اسی وقت ایک شخص بولا: یہ خلاف نسبت کے نام کیسے لیتے ہو؟ چنانچہ دوسری مرتبہ قاضی نے موافق نسبت کے قبول صحیح کرایا، اس صورت میں پہلا ایجاب وقبول صحیح ہوا یا دوسرا؟ (۷/۲۴۷-۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: درمختار کتاب النکاح میں ہے: **ولو له بنتان أراد تزويج الكبرى فغلط فسمّاها باسم الصّغرى صحّ للصّغرى، خانية** شامی میں اس کی شرح میں ہے: **أي بأن كان اسم الكبرى مثلاً عائشة والصّغرى فاطمة، فقال: زوّجتك بنتي فاطمة، وقيل: صحّ العقد عليها إلخ** [۲]

---

(۱) **الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۷۸-۷۹، كتاب النّكاح، مطلب في عطف الخاصّ على العامّ.**

(۲) **الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۷۹، كتاب النّكاح، مطلب في عطف الخاصّ على العامّ.**

اس عبارت سے واضح ہے کہ صورتِ مسئولہ میں پہلا نکاح صحیح ہوا دوسرا نکاح درست نہیں ہوا (اور طلاق قبل دخول وخلوت میں نصف مہر دینا ہوگا۔ ویجب نصفهٔ بطلاق قبل وطء أو خلوة [1] (الدّرّ المختار)) [2] فقط واللہ اعلم (۷/۱۲۰-۱۲۱)

استدراک: جواب میں تسامح ہے، اگر باپ نے ایسا کیا ہوتا تو بلا شبہ پہلا ہی نکاح صحیح ہوتا، مگر یہاں وکیل نے یہ ایجاب وقبول کرایا ہے، اور وکیل کو خلاف وکالت نکاح کردینے کا قطعًا اختیار نہیں ہے، لہٰذا پہلا ایجاب اس نے جو کرایا وہ اس کے لیے جائز ہی نہیں تھا؛ اس لیے دوسرا نکاح درست ہوا، پہلا درست نہیں ہوا، خود مفتی علام کا جواب بھی اس سلسلے کا اوپر سابقہ جواب میں آچکا ہے۔ ومن أمر رجلاً أن یزوّجه امرأة فزوّجه اثنتین في عقدة لم تلزمه واحدة منهما، لأنّه لا وجه إلٰی تنفیذهما للمخالفة. (الهدایة: ۲/۳۲۳، کتاب النّکاح، فصل في الوکالة، قبیل باب المهر) ظفیر

بہ ذریعۂ خط یا تار کسی کو وکیل بنایا تو وہ نکاح پڑھا سکتا ہے

سوال: (۱۶۰) دو شخص ایک ہی مرشد کے معتقد ہیں، ان دونوں میں سے ایک نے اپنی لڑکی کا عقد دوسرے کے لڑکے سے کردیا ہے، اور تاریخ نکاح کی اس مرشد کی حضوری میں طے ہوگئی، ایک فریق وقت مقررہ پر نہیں آسکا، اس نے بہ ذریعہ تار مرشد کو اطلاع دی کہ میری عدم موجودگی میں نکاح پڑھ دیا جاوے، اس صورت میں مرشد نکاح پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ (۷/۲۰۷-۳۲/۱۳۳۳ھ)

الجواب: مرشد اس حالت میں نکاح پڑھا سکتا ہے، اور ایجاب وقبول اس فریق کی طرف سے کرسکتا ہے جس نے بہ ذریعہ خط یا تار کے اجازت دی [3] فقط واللہ اعلم (۷/۱۳۸) [4]

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۷۱-۱۷۲، کتاب النّکاح، باب المهر، قبیل مطلب: نکاح الشّغار.

(۲) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔ ۱۲

(۳) یصحّ التّوکیل بالنّکاح و إن لم یحضره الشّهود، کذا في التّاتارخانیة. (الفتاوی الهندیة: ۱/۲۹۴، کتاب النّکاح، الباب السّادس في الوکالة بالنّکاح وغیرها) ظفیر

(۴) یہ سوال وجواب اور مطبوعہ فتاویٰ: ۷/۱۴۰، سوال نمبر: (۱۵۵) کے مکرر ہونے کی وجہ سے ایک کو حذف کردیا گیا ہے۔

عورت کے وکیل نے گواہوں کے سامنے ایجاب کیا اور شوہر نے قبول کیا تو نکاح ہوگیا اور وکیل بنانے کے لیے گواہوں کا ہونا ضروری نہیں

سوال: (۱۶۱) زید و ہندہ میں برسوں ناجائز مخالطت رہی، جب دل میں ہدایت آئی زید و ہندہ میں مشورہ ہوا کہ ہم دونوں کا نکاح ہو جانا چاہیے؛ چنانچہ زید نے عمر وکیل کو زنانہ مکان میں بلا کر ہندہ کے سامنے عمر وکیل سے کہا کہ ہم دونوں نکاح کرنا چاہتے ہیں نکاح کر دیجیے، عمر وکیل نے زید سے ہندہ کے سامنے پوچھا کہ مہر کس قدر مقرر ہو؟ زید نے کہا کہ دس درہم شرعی، ازاں بعد عمر وکیل نے ہندہ سے کہا کہ گواہ کون کون ہیں؟ ہندہ نے کہا کہ شمس الہدیٰ وعثمان، اس کے بعد عمر وکیل اور زید دونوں زنانہ مکان سے باہر نشست کے مکان میں آئے، اور وہاں شمس الہدیٰ ومحمد عثمان موجود تھے، پھر عمر وکیل نے زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ کر دیا؛ ان دونوں گواہوں کے روبہ رو، حاصل کلام یہ ہے کہ عورت جب کسی کو وکیل بالنکاح مقرر کرے تو گواہان کا بھی موجود رہنا عورت کے سامنے شرط ہے یا نہیں؟ اور یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟ ہدایہ جلد اوّل باب النکاح، فصل فی الوکالہ وغیرہ میں مسطور ہے:
وكذٰلك لو زوّج رجل امرأةً بغير رضاها أو رجلاً بغير رضاه، وهٰذا عندنا فإنّ كلّ عقد صدر من الفضوليّ وله مجيز انعقد موقوفًا على الإجازة[۱] اس نکاح فضولی میں جوازِ عقد عورت کی رضا پر موقوف ہے، باوجودیکہ شاہدین کی موجودگی عورت کے نزدیک نہیں، اور صورتِ مذکورہ مسئولہ اس سے اقوی ہے؛ اس لیے کہ عورت خود اجازت دیتی ہے اور شاہدین غائبین کو مقرر کرتی ہے، اور یہ بیوہ عورت تھی نکاح ثانی زید سے ہوا؟ (۱۳۳۸/۶۰ھ)

الجواب: جب کہ ہندہ نے عمر کو اپنے نکاح کا وکیل بنا دیا اور عمر نے باہر آکر دو گواہوں کے سامنے ہندہ کا نکاح زید سے کیا، اور زید نے قبول کیا تو یہ نکاح منعقد ہوگیا، کیوں کہ دو گواہوں کا موجود ہونا بہ وقت ایجاب وقبول ضروری ہے، وکیل ہونے کے لیے دو گواہوں کا ہونا ضروری (نہیں)[۲] ہے، یہ شہادت علی التوکیل ہے، یہ اس وقت ضروری ہوتی ہے کہ عورت توکیل سے

---

(۱) الهداية: ۳۲۲/۲، كتاب النّكاح، باب في الأولياء والأكفاء، فصل في الوكالة بالنّكاح.
(۲) رجسٹر نقولِ فتاویٰ میں لفظ (نہیں) نہیں تھا، اس کو مفتی ظفیر الدین صاحبؒ نے بڑھایا ہے۔۱۲

انکار کرے[1] قال في الدّرّ المختار: وشرط حضور شاهدين حرّين ...... مكلّفين سامعين قولهما معًا ...... فاهمين أنّه نكاح إلخ [2] اور واضح ہو کہ یہ نکاح فضولی کا نہیں ہے، بلکہ اس میں عورت نے عمر کو وکیل بنایا ہے، پس ایجاب عمر کا بہ منزلہ ایجاب عورت کے ہے، اس کے بعد قبول کرنا شوہر کا مفید عقدِ نکاح کو ہے، جب کہ ایجاب وکیلِ عورت کا، اور قبول کرنا شوہر کا روبہ رو دو گواہوں کے ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۷۶-۷۷)

فضولی کا نکاح اجازت پر موقوف رہے گا

سوال: (۱۶۲) ایک شخص نے زید کی لڑکی کا نکاح بلا اجازت ایک غیر شخص کے ساتھ کر دیا، یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ (۱۰۳۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: غیر کے ساتھ نکاح کرنا موقوف ہے باپ کی اجازت پر، یا اگر لڑکی بالغہ ہے تو خود اس کی اجازت پر، اگر انہوں نے اجازت نہیں دی اور اس نکاح سے رضا مندی ظاہر نہ کی تو نکاح باطل ہوا[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۱۳۷)

مفقود کی طرف سے باپ نے قبول کیا تو نکاح ہوا یا نہیں؟

سوال: (۱۶۳) ایک شخص نے اپنے پسر مفقود الخبر کے واسطے ایک نکاح کی قبولیت کی، اور مفقودیتِ پسر کی وجہ سے اجازتِ پسرِ مفقود کی نوبت نہیں آئی، پس یہ عقد منعقد ہو گیا یا اجازتِ مفقود پر موقوف رہا؟ یا عدمِ قدرت بر امضاءِ عقد نکاح بہ وجہِ مفقودیتِ پسر یہ عقد باطل ہو گیا؟ اگر منعقد ہو گیا تو کیا دلیل ہے؟ اور اگر موقوف ہے تو کب تک موقوف رہے گا، اس کی مدت شرع میں کیا مقرر ہے؟ آیا معدومیت ہم عمران مفقود تک یہ نکاح موقوف رہے گا، یا اس سے پہلے ہی یہ توقف

---

(۱) وقدمنا أنّ الشّهادة على الوكالة لا تلزم إلّا عند الجحود. (ردّ المحتار: ۴/۱۶۲، كتاب النّكاح، باب الكفاءة، مطلب في الوكيل والفضوليّ في النّكاح) ظفير

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۷۳-۷۵، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به.

(۳) كلّ عقد صدر من الفضولي وله قابل إلخ، انعقد موقوفًا. (الفتاوى الهندية: ۱/۲۹۹، كتاب النّكاح، الباب السّادس في الوكالة بالنّكاح وغيرها) ظفير

جاتا رہے گا، اور اگر باطل ہوا تو اس کی وجہ کیا ہے؟ و نیز اس نکاح میں والد فضولی ہے یا ولی؟ بینوا توجروا (۶۶۴/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: شرعاً مفقود وہ غائب ہے کہ اس کی موت وحیات کچھ معلوم نہ ہو[1] پس جب کہ حیات اس کی محقق نہیں **کما یظهر من تعریفه** تو قبولِ نکاح اس کی طرف سے موقوف نہ رہے گا، بلکہ باطل ہوگا؛ کیوں کہ فقہاء نے موقوف رہنے کی شرائط میں سے یہ لکھا ہے کہ حالتِ عقد میں مجیز کا وجود محقق ہو، اور جب کہ مفقود کے وجود کا تحقق نہیں ورنہ وہ مفقود نہیں تو عقد مذکور باطل ہوگا۔ **قال في الدرّ المختار: كنكاح الفضولي إلخ، إن لها مجيز حالة العقد وإلّا تبطل إلخ**[2] فقط واللہ اعلم (کتبہ: عزیز الرحمٰن)[3] (۱۳۹/۷-۱۴۰)

فضولی کا نکاح مجیز کی اجازت پر موقوف ہے

سوال: (۱۶۴) زینب نے بلا اجازت باپ کے زید کے ساتھ نکاح کرلیا ہے، اور زینب کے ساتھ اس کا چھوٹا بھائی عمر تھا، جس کی عمر تخمیناً چھ سال ہوگی، زید کے بھائی بکر نے اپنی لڑکی فاطمہ کا نکاح عمر کے ساتھ کر دیا، جب کہ عمر کا والد موجود نہ تھا، دس روز کی مسافت پر تھا، بغیر اُس کی اجازت کے کیا گیا، عمر کی جانب سے خالد نے قبول کیا جو کہ عمر کا رشتہ دار نہیں، بلکہ اجنبی شخص ہے، دس گیارہ سال کا عرصہ گزر چکا ہے، اب نکاح عمر کا فاطمہ کے ساتھ ہے یا نہیں؟ (۲۱۰۳/۳۵-۱۳۳۶ھ)[4]

الجواب: درمختار میں ہے: **كلّ تصرّف صدر منه...... و له مجيز...... حال وقوعه انعقد**

(۱) **قوله: (وهو غائب لم يدر موضعه) يعني لم تدر حياته ولا موته، فالمدار إنّما هو على الجهل بحياته وموته إلخ. (البحر الرّائق: ۲۷۴/۵، كتاب المفقود)**

(۲) **الدرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۶۳/۴-۱۶۴، باب الكفاءة، مطلب في الوكيل والفضولي في النّكاح.**

قال في الفتح وهٰذا يوجب أن يفسّر المجيز هنا بمن يقدر علىٰ إمضاء العقد لا بالقابل مطلقًا. (ردّ المحتار: ۱۶۴/۴، باب الكفاءة، مطلب في الوكيل والفضولي في النّكاح) ظفیر

(۳) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے، نیز سوال وجواب کو رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔۱۲

(۴) رجسٹر نقولِ فتاویٰ میں یہ سوال مفصل ہے، حضرت مفتی ظفیر الدین صاحبؒ نے اس سوال کو تسہیل و اختصار کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔

موقوفًا [۱] اورعلامہ شامی مجیز کے بیان میں لکھتے ہیں :من مالك أو وليّ كأب وجدّ و وصي وقاض [۱] پس اس سے ثابت ہوا کہ صورت مسئولہ میں جب کہ عمر کا والد مجیز؛ وقت عقد کے موجود ہے تو یہ تصرف فضولی کا اس کی اجازت پر موقوف رہے گا باطل نہ ہوگا، اور جب عمر قبل اجازت اپنے والد کے بالغ ہوگیا تو اب عقد اس کی اجازت پر موقوف ہوگا جیسا کہ اس جزئیہ سے مستنبط ہوتا ہے: أي تصرّفًا يجوز عليه لو فعله وليّه في صغره كبيع وشراء وتزوّج وتزويج أمته وكتابة قنّه ونحوه فإذا فعله الصّبيّ بنفسه يتوقّف علىٰ إجازة وليّه ما دام صبيًّا؛ ولو بلغ قبل إجازة وليّه فأجاز بنفسه جازولم يجز بنفس البلوغ بلاإجازة [۱] (ردّالمحتار:۱۵۲/۴) الغرض یہ نکاح موقوف ہے، جب تک مجیز کی طرف سے اجازت یا انکار نہ ہوجاوے موقوف رہے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۲۲/۷-۲۲۳)

نکاح میں شہادت کا کیا راز ہے؟

سوال: (۱۶۵)......(الف) نکاح میں شہادت کا اصلی راز کیا ہے؟ اور جو راز ہے وہ راز وفلسفہ بعد ایجاب وقبول شہرتِ عامہ کے وقت حاصل ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(ب) اگر عدم شہادت والا ایجاب وقبول عنداللہ بھی معتبر نہیں ہے تو پھر إنّما الأعمال بالنّيّات کے کلیہ سے یہ جزئیہ کیوں خارج ہے اور اس کا حقیقی فلسفہ کیا ہے؟ (۱۳۷۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: (الف) حکم اور ارشاد آنحضرت ﷺ معلوم ہونے کے بعد کسی راز کے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، حکم شریعت بلا چون وچرا و بلا کشفِ حقیقت و دریافت راز مان لینا چاہیے۔ كما قال الله تعالىٰ: ﴿وَمَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (سورۂ حشر، آیت:۷) فقط (گواہ کا منشا یہ ہے کہ زنا کی تہمت دور ہوجائے اور یہ تہمت عائد نہ ہوسکے، بعد میں شہرت سے یہ بات حاصل نہیں ہوسکتی [۲] ظفیر)

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار:۲۳۱/۷-۲۳۳، كتاب البيوع، فصل في الفضولي.

(۲) وفي البدائع: إنّ الإشهاد في النّكاح لدفع تهمة الزّنا لا لصيانة العقد عند الجحود والإنكار، والتّهمة تندفع بالحضور من غير قبول علىٰ أنّ معنى الصّيانة تحصل بسبب حضورهما، وإن كان لا تقبل شهادتهما لأنّ النّكاح يظهر ويشتهر بحضورهما. (البحر الرّائق:۱۵۸/۳، كتاب النّكاح) ظفير

(ب) اس کے متعلق بھی وہی جواب ہے جو (الف) میں گزرا کہ بعد حکم شریعت حقیقی فلسفہ دریافت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور ابطالِ احکام شرعیہ حقیقی فلسفہ کی بناء پر درست نہیں ہے۔ (یہاں صرف اس کا تعلق خود اس کی اپنی ذات سے نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق سماج، شہر اور خاندان سے ہے؛ اس لیے صرف نیت پر اعتماد کافی نہ ہوگا، گواہ کے ذریعہ نیت کا مظاہرہ بھی ضروری ہوگا۔ ظفیر) (۷/۹۲-۹۴)

نکاح میں دو گواہ ضروری ہیں تنہائی میں اللہ رسول کو گواہ بنا کر نکاح کرنے سے نکاح نہیں ہوتا

سوال: (۱٦٦) ایک عورت اور ایک مرد نے اوّل تنہائی میں ایجاب وقبول کرلیا، اس جگہ اور کوئی موجود نہ تھا، خدا اور رسول کو دونوں نے درمیان میں دیا تھا، پھر کچھ عرصہ کے بعد ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے پھر دونوں نے ایجاب وقبول کیا تو نکاح درست ہوا یا نہیں؟ (۵۹٦/۱۳۴۳ھ)

الجواب: تنہائی میں صرف مرد اور عورت کے ایجاب وقبول کرنے سے نکاح نہیں ہوتا [۱] اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی گواہی پر نکاح کرنے کو بعض فقہاء نے کفر لکھا ہے، بہر حال یہ سخت گناہ ہے [۲] اور نکاح صحیح نہیں ہوتا، البتہ اگر پھر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے پھر ایجاب وقبول کیا جاوے تو نکاح صحیح ہو جاوے گا۔ فقط واللہ اعلم (۷/۵۴-۵۵)

بدون دو گواہوں کے نکاح درست نہیں ہوتا اور فرشتوں کو گواہ بنانا کافی نہیں

سوال: (۱٦۷) بدون گواہوں کے کسی طرح نکاح منعقد ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر فرشتوں کو

---

(۱) لو تزوّج بغير شهود ثمّ أخبر الشّهود على وجه الخبر لا يجوز إلّا أن يجدّد عقدًا بحضرتهم. (البحر الرّائق: ۳/۱۵۵، کتاب النّکاح) ظفیر

(۲) وفي الخانية والخلاصة: لو تزوّج بشهادة الله ورسوله لا ينعقد ويكفّر لاعتقاده أنّ النّبيّ يعلم الغيب. (البحر الرّائق: ۳/۱۵۵، کتاب النّکاح) ظفیر

گواہ کر کے نکاح پڑھا جاوے تو منعقد ہوگا یا نہیں؟ (۹۸۴/۱۳۳۹ھ)

الجواب: ایسی کوئی صورت نہیں ہے کہ بدون دو گواہوں کے بہ وقت ایجاب وقبول موجود ہونے کے نکاح منعقد ہو جاوے، ایسا نکاح جو بدون موجودگی دو گواہوں کے ہو باطل وکالعدم ہے وہ نکاح نہیں ہے[1] زنا کا مواخذہ اس میں ہوگا، اور فرشتوں کو گواہ بنانے سے بھی نکاح منعقد نہ ہوگا، کراماً کاتبین دو فرشتے تو بدون گواہ کے بھی ہر ایک عمل انسانی کے کاتب وشاہد ہیں، مگر نکاح کے لیے یہ کافی نہیں ہے[2] بلکہ دو مسلمان مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں بہ وقت ایجاب وقبول موجود ہونی چاہئیں۔ فقط واللہ اعلم (۸۵/۷)

بلا گواہ نکاح جائز نہیں اور گواہوں کے لیے شرائط

سوال: (۱۶۸) نکاح بلا گواہ وناکح کے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے نکاح کے لیے بعد نفاذ حقوق زن وشوہر کے طلاق ضروری ہے یا نہیں؟ اور گواہان کے لیے کیا کیا شرائط وقیود شرعی ہیں؟

(۷۵۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: جب تک دو گواہ ایجاب وقبول کے سننے والے بہ وقت نکاح موجود نہ ہوں گے نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ کما في الدّرّ المختار: وشرط حضور شاهدين حرّين أو حرّ وحرّتين مكلّفين سامعين قولهما معًا على الأصحّ إلخ[3] اور ان دو گواہوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ حر اور مسلمان ہوں، اور بالغ ہوں، اگرچہ فاسق ہوں۔ کما في الدّرّ المختار أيضًا: ولو فاسقين إلخ[3] فقط واللہ اعلم (۷۳/۷)

---

(۱) وشرط حضور شاهدين......مكلّفين سامعين قولهما معًا على الأصحّ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۷۳-۷۵، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به)

(۲) وفي الخانية والخلاصة: لو تزوّج بشهادة اللّٰه و رسوله لا ينعقد إلخ. (البحر الرّائق: ۳/۱۵۵، كتاب النّكاح) ظفیر

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۷۳-۷۵، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به.

گواہوں کے بغیر نکاح صحیح نہیں ہوتا

سوال: (۱۶۹) زید کہتا ہے کہ بلا حضور شاہدین عقد نکاح منعقد نہیں ہوسکتا؟
(۱۵۸۰/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: بلا حضور شاہدین نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ والتّفصیل في کتب الفقه (۱) فقط واللہ اعلم (۷/ ۹۰)

عالم نے بلا گواہ جو نکاح پڑھایا وہ درست نہیں ہوا

سوال: (۱۷۰) اگر خالد مع ہندہ کے زید عالم کے پاس گیا کہ ہندہ کا نکاح میرے ساتھ کردیجیے، زید نے ہندہ سے دریافت کیا، اس نے بھی رضامندی ظاہر کی، زید نے خطبہ نکاح کا پڑھ کر ایجاب وقبول نکاح کا کرادیا؛ یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو اب کیا کرنا چاہیے؟
(۱۲۳۶/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: یہ نکاح نہیں ہوا؛ نکاح بدون دو گواہ یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت کے موجود ہونے کے جو کہ ایجاب وقبول کو سنیں منعقد نہیں ہوتا، اس صورت میں دوبارہ باقاعدہ بہ حضور شاہدین نکاح ہونا چاہیے اور مامضیٰ سے توبہ واستغفار کرنا چاہیے (۲) فقط واللہ اعلم (۷/ ۹۴)

---

(۱) ومنها الشّهادة، قال عامّة العلماء: إنّها شرط جواز النّكاح هٰكذا في البدائع. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۲۶۷، كتاب النّكاح، الباب الأوّل في تفسيره شرعًا وصفته و ركنه وشرطه وحكمه)

وشرط حضور شاهدين حرّين إلخ مكلّفين سامعين قولهما معًا على الأصحّ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۷۳-۷۵، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به) ظفیر

(۲) ولا ينعقد نكاح المسلمين إلّا بحضور شاهدَين حرّين عاقلين بالغين مسلمين إلخ، اعلم أنّ الشّهادة شرط في باب النّكاح، لقوله عليه السّلام: "لا نكاح إلّا بشهود". (الهداية: ۲/ ۳۰۶، كتاب النّكاح) ظفیر

دو گواہوں کے بغیر محض ایجاب وقبول سے نکاح نہیں ہوتا اور بعد میں نکاح کی شہرت ناکافی ہے

سوال: (۱۷۱) اگر بہ وقت ایجاب وقبول شہادت نہ ہو اور بعد خلوت صحیحہ یا قبل خلوت صحیحہ کے وہ دونوں یا ایک اگر مشہور کردے کہ میرا نکاح ہوگیا ہے، اور لوگ اس کو یقین بھی کرلیں تو کیا یہ شہرت شہادت کے قائم مقام ہوگی یا نہیں؟ اگر نہ ہوگی تو کیوں؟ اور اگر ہوگی تو نکاح کا تحقق وجود شہرت کے وقت سے سمجھا جائے گا یا اس کے پہلے سے؟ کیا عنداللہ یا عندالناس کی بھی کوئی توجیہ اس میں نکل سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۷۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: دو گواہوں کا بہ وقت ایجاب وقبول موجود ہونا اور ایجاب وقبول کو سننا ضروری ہے اور شرط انعقاد نکاح کی ہے، بدون دو گواہوں کے موجود ہونے کے بہ وقت ایجاب وقبول کے نکاح منعقد نہ ہوگا؛ نہ عنداللہ اور نہ عندالناس، اور دلیل اس کی یہ عبارت درمختار کی ہے: وشرط حضور شاهدين إلخ[1] فقط واللہ اعلم (۷/۹۲-۹۳)

نکاح کے وقت شرعی گواہ نہ ہوں اور بعد میں گواہوں کے سامنے تذکرہ کرے تو نکاح نہیں ہوگا

سوال: (۱۷۲) زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور کوئی گواہ موجود نہ تھا، بعد میں زید نے ایک شخص کے روبہ رو؛ پھر دوسرے کے سامنے ذکر کیا کہ میں نے ہندہ سے نکاح کیا ہے یہ نکاح صحیح ہوا یا نہ؟ پھر زید نے ہندہ سے کہا کہ اگر تو ایسا نہ کرے گی تو تجھ پر تین طلاق اور ہندہ نے اس کام کو نہ کیا تو یہ طلاق واقع ہوگی یا نہ؟ (۱۳۴۳/۵۸ھ)

الجواب: اس صورت میں ہندہ کا نکاح زید سے منعقد نہیں ہوا، لہٰذا ہندہ پر طلاق بھی واقع نہیں ہوئی۔ لأنّ وقوع الطّلاق فرع صحّة النّكاح. قال في الدّرّ المختار: وشرط حضور

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۷۳، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به.

شاهدين إلخ، سامعين قولهما معًا على الأصحّ [1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۶۸/۷-۶۹)

نکاح کے وقت دو گواہ موجود نہ ہوں تو نکاح نہیں ہوتا اور بعد میں لوگوں سے تذکرہ کرنا کافی نہیں

سوال: (۱۷۳) ایک مرد اور ایک عورت ایک شخص کے پاس آئے، اور اس سے کہا کہ تم ہم دونوں کا نکاح پڑھا دو، اس شخص نے کہا کہ نکاح کے واسطے ایک وکیل اور دو گواہ کی ضرورت ہے، عورت نے جواب دیا کہ اگر میں موجود نہ ہوتی تب وکیل اور گواہ کی ضرورت تھی، اس شخص نے دونوں کا نکاح پڑھا دیا، وہ دونوں مثل زوجین کے رہتے ہیں اور اولاد بھی ہوگئی ہے یہ نکاح صحیح ہوا یا نہ؟ آیا دو گواہ کا ہونا نکاح کے واسطے ضروری ہے؟ اور جو اولاد ہوئی اس کا کیا حکم ہے؟ نکاح کے وقت گو دو گواہ موجود نہ تھے، لیکن شہادتِ نکاح کے واسطے ایک گواہ نکاح پڑھانے والا موجود ہے، اور بعد نکاح جن مرد اور عورتوں سے زوجین نے اپنے نکاح کے تذکرے کیے ہیں وہ بھی نکاح ہونے کے گواہ ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۶۹۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: بدون دو گواہوں کے موجود ہونے کے جو کہ ایجاب وقبول کو سنیں نکاح منعقد نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: **لا نكاح إلّا بشهود** [2] (ہدایہ) اور درّ مختار میں ہے: **وشرط حضور شاهدين حرّين...... مكلّفين سامعين قولهما معًا إلخ** [3] انتهٰى ملخّصًا، پس صورتِ مذکورہ میں نکاح منعقد نہیں ہوا اور صحیح نہیں ہوا، کیوں کہ دو گواہوں کا موجود ہونا اور ایجاب وقبول کو سننا فرض ہے اور شرط ہے، اور جب کہ شرط نہ پائی گئی تو مشروط بھی نہ پایا گیا جیسا کہ قاعدہ ہے: **إذا فاتت الشّرط فاتت المشروط** [4] اور ہدایہ میں ہے: **ولا ينعقد نكاح المسلمين إلّا بحضور**

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۷۳/۴-۷۵، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به.

(۲) الهداية: ۳۰۶/۲، كتاب النّكاح .

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۷۳/۴-۷۵، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به.

(۴) شرح الزّركشي على مختصر الكرخي: ۲۱۴/۴، كتاب المساقاة، حكم كون البذر من المزارع وما يترتّب علٰى ذٰلك، المطبوعة: مكتبة العبيكان، الرّياض.

شاهدين حرّين إلخ [۱] اور ایک شخص کی شہادت صحتِ نکاح کے لیے کافی نہیں ہے، اور بعد میں مشہور ہوجانا اس نکاح کا اور تذکرہ کرنا زوجین کا دوسرے لوگوں کے سامنے سے بھی انعقادِ نکاح نہیں ہوتا [۲] اور نکاح مذکور سے جو اولاد ہوئی وہ ولد الحرام ہے، اگرچہ احتیاطاً نسب ان کا اس شوہر سے عند البعض ثابت ہے، جیسا کہ شامی میں ہے: **إنّ الدّخول في النّكاح الفاسد موجب للعدّة وثبوت النّسب، ومثّل له في البحر هناك بالتّزوّج بلا شهود إلخ** [۳] فقط (۷/۹۰-۹۱)

بدون گواہوں کے نکاح منعقد نہیں ہوتا

سوال: (۱۷۴) ہندہ بیوہ ہے اور نکاح ثانی کرنا چاہتی ہے؛ لیکن بہ وجہ فساد اہلِ قرابت کے کہ وہ جاہل لوگ ہیں فی نفسہ اجازت دیتی ہے؛ تو ایسی صورت میں نکاح؛ ہندہ کے اذن پر بغیر گواہ و وکیل کے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۱/۲۷۰-۲۹/۱۳۳۰ھ)

الجواب: نکاح بدون دو گواہوں کے منعقد نہیں ہوتا، البتہ ہندہ کے اذن پر بدون وکیل کے بھی نکاح منعقد ہوسکتا ہے؛ اگر نکاح رو بہ رو دو گواہوں کے کیا جاوے، اور ہندہ نکاح کا علم ہونے کے بعد اگر اس کو جائز رکھے منعقد تام ہوجاوے گا، اور اگر وہ اس نکاح کو ناپسند کرے تو باطل ہوجاوے گا پس اگر ہندہ کسی شخص کو وکیل کرے اور وہ وکیل رو بہ رو دو گواہوں کے اس کا نکاح کردے نکاح ہوجاوے گا، اور اگر کسی شخص نے عورت بالغہ کا نکاح بدون وکالت یا اجازت کے کردیا تب یہ نکاح نکاح فضولی ہوگا، اور نکاح فضولی منعقد موقوف ہوتا ہے۔ کما في الدّرّ المختار: **و نكاح عبد وأمة بغير إذن السّيّد موقوف على الإجازة كنكاح الفضولي إلخ** [۴] وقال الشّامي:

---

(۱) الهداية: ۲/۳۰۶، كتاب النّكاح .

(۲) لو تزوّج بغير شهود ثمّ أخبر الشّهود على وجه الخبر لا يجوز إلاّ أن يجدّد عقدًا بحضرتهم. (البحر الرّائق: ۳/۱۵۵، كتاب النّكاح) ظفیر

(۳) ردّ المحتار: ۵/۱۵۷، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب في النّكاح الفاسد والباطل .

(۴) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۶۳، كتاب النّكاح، باب الكفاءة، مطلب في الوكيل والفضولي في النّكاح.

وإنّما ينبغي أن يشهد على الوكالة إذا خيف جحد الموكّل إيّاها، فتح[۱] (شامي)

الغرض بدون دو گواہوں کی موجودگی کے اور ایجاب وقبول کے سننے کے نکاح منعقد نہ ہوگا، لیکن بدون وکیل کے نکاح ہوسکتا ہے، اس طرح کہ عورت سے خود اذن لے لیا جاوے، اور دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرلیا جاوے، پس وہ عورت اور وہ مرد جو نکاح کرتے ہیں موجود ہوں، اور دو شخص اور ہوں ان کے سامنے ایجاب وقبول ہو؛ نکاح ہوجاوے گا[۲] فقط (۷/۱۴۰-۱۴۱)[۳]

کسی جگہ گواہ بننے کے لیے اگر کوئی بھی میسر نہ ہو تب بھی بدون دو گواہوں کے نکاح درست نہیں ہوتا

سوال: (۱۷۵) ایک مرد اور عورت جنگل ویران میں ایسے مقام پر ہیں کہ وہاں کوئی مسلمان نہیں جو گواہ ہو، کیوں کہ وہ دونوں نکاح پر راضی ہیں؛ کیا وہ دونوں ایجاب وقبول کرسکتے ہیں، اور نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟ (۵۱۷/۱۳۳۶ھ)

الجواب: بدون دو گواہوں مسلمان کی موجودگی کے جو ایجاب وقبول کو سنیں نکاح صحیح نہیں ہوتا[۴] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۸۴)

---

(۱) ردّ المحتار: ۴/۱۶۰، كتاب النّكاح، باب الكفاءة، كتاب النّكاح، مطلب في الوكيل إلخ

(۲) ينعقد ...... بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر إلخ ، وشرط حضور شاهدين إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۵۹-۷۳، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة) ظفير

(۳) سوال وجواب کو رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۴) وشرط حضور شاهدين حرّين ...... مكلّفين سامعين قولهما معًا على الأصحّ . (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۷۳-۷۵، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به)

قوله: (عند حرّين أو حرّ وحرّتين عاقلَين إلخ) متعلّقٌ بِيَنْعَقِدُ بيانٌ للشّرط الخاصّ به وهو الإشهاد فلم يصحّ – أي النّكاح – بغير شهود لحديث التّرمذي: "البغايا اللاّتي ينكحن أنفسهنّ من غير بينة". ولما رواه محمّد بن الحسن مرفوعًا: "لا نكاح إلاّ بشهود" إلخ. (البحر الرّائق: ۳/۱۵۵، كتاب النّكاح) ظفير

گواہوں یا خطبۂ نکاح کے بغیر ایجاب وقبول ہوا تو نکاح اور جماع کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۷۶) اگر کوئی کسی رانڈ عورت سے بغیر حضورِ شواہد کے از خود ایجاب وقبول کر کے اس کو اپنے گھر میں رکھ لیوے؛ آیا وہ اس کو حلال ہے یا حرام؟ اور اگر دو شاہد کے رو بہ رو ایجاب و قبول کر کے بغیر حضور ملاّ و نکاح کے خطبہ کے؛ گھر میں ساتھ رہا، تو ان صورتوں میں جماع اس عورت سے حلال ہے یا حرام؟ (۱۲۱۳/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: دو شاہد کا موجود ہونا اور سننا ایجاب وقبول کا جوازِ نکاح کے لیے ضروری ہے، ملاّ اور خطیب نہ ہو تو مضائقہ نہیں، پس اگر کوئی گواہ نہ تھا نکاح ناجائز ہوا، اور وطی حرام ہے، اور اگر دو گواہ سننے والے ایجاب وقبول کے موجود تھے تو نکاح صحیح ہوا، وطی حلال ہے[۱] فقط (واللہ اعلم، کتبہ: عزیز الرحمٰن، مفتی مدرسہ ہٰذا)[۲] (۱۴۲/۷)

بدون گواہوں کے جو نکاح ہو وہ عند اللہ بھی غیر معتبر ہے اور ایسے نکاح کے بعد وطی حرام ہے

سوال: (۱۷۷) نکاح میں جو شہادت جزوِ نکاح ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا وہ نکاح

---

(۱) درج ذیل عربی عبارت جس کو مفتی ظفیر الدینؒ نے شامل جواب کیا تھا، ہم نے اس کو حاشیہ میں رکھا ہے، کیوں کہ یہ رجسٹر نقولِ فتاویٰ میں نہیں ہے:

قال في الدّرّ المختار: وشرط حضور شاهدَين حرّين أو حرّ وحرّتين مكلّفين سامعين قولهما معًا على الأصحّ فاهمين أنّه نكاح على المذهب بحر، مسلمين نكاح مسلمة إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۷۳-۷۵، كتاب النّكاح، مطلب الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به)

(۲) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے، نیز سوال و جواب کو رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔۱۲

صرف عندالناس معتبر نہ ہوگا یا عنداللہ بھی معتبر نہ ہوگا؟ اور اگر عورت مرد میں ایجاب وقبول ہو جائے اور شہادت نہ ہو تو کیا ان دونوں کا یہ فعل اور باہمی اختلاط عنداللہ بھی زنا میں شمار ہوگا اور وہ دونوں گنہ گار ہوں گے یا صرف عندالناس ہی یہ زنا میں شمار ہوگا؟ (۱۳۷۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: عنداللہ وعندالناس دونوں اعتبار سے بدون دو گواہوں کے ایجاب وقبول سننے کے نکاح منعقد نہیں ہوتا اور وطی جو اس حالت میں ہو وہ زنا شمار ہوگا[1] فقط واللہ اعلم (۷/۹۲-۹۳)

بدون دو گواہوں کے مرد وعورت باہم ایجاب وقبول کرلیں تو نکاح نہیں ہوگا اور مجامعت حرام ہے

سوال: (۱۷۸) ایک بیوہ عورت اگر اپنے میکہ والوں کے خوف سے جو کہ جاہل ہیں اور نکاح ثانی کو معیوب جانتے ہیں، کسی نیک مرد سے آپس میں کلمہ کلام اور حسب شرع مہر مقرر کرکے مرد وعورت دو بہ دو ایجاب وقبول کرلیں اور تیسرے شخص کو خبر نہ ہو تو کیا نکاح منعقد ہو جاوے گا؟ اگر نکاح درست نہیں تو مجامعت کرنے پر کیا کفارہ ہوگا؟ (۱۶۶۰/۱۳۳۹ھ)

الجواب: بدون اس کے کہ دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہو نکاح صحیح نہ ہوگا، پس یہ تو جائز ہے کہ بیوہ بالغہ خود اپنی رضا سے اپنا نکاح کفو میں کرے اور میکہ والوں کو خبر نہ کرے؛ لیکن بہ وقت ایجاب وقبول دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے، بدون اس کے نکاح نہ ہوگا، البتہ یہ جائز ہے کہ سوا ان دو گواہوں کے اور کسی کو بہ وجہ مصلحت کے اطلاع نہ کی جاوے[2] پس اگر ایسا کیا کہ

---

(۱) فلم يصحّ – النّكاح – بغير شهود لحديث التّرمذي: "البغايا اللاّتي ينكحن أنفسهنّ من غير بيّنة" ولما رواه محمّد بن الحسن مرفوعًا: "لا نكاحَ إلاّ بشهود" فكان شرطًا، ولذا قال في مآل الفتاوى: لو تزوّج بغير شهود، ثمّ أخبر الشّهود على وجه الخبر لا يجوز. (البحر الرّائق: ۳/۱۵۵، كتاب النّكاح) ظفير

(۲) عند حرّين أو حرّ و حرّتين عاقلين بالغين مسلمين ولو فاسقين (كنز) بيانٌ للشّرط الخاصّ به وهو الإشهاد فلم يصحّ –النّكاح– بغير شهود إلخ، ولا يشترط الإعلان مع الشّهود لما في التّبيين أنّ النّكاح بحضور الشّاهدين يخرج عن أن يكون سرًّا ويحصل بحضورهما الإعلان. (البحر الرّائق: ۳/۱۵۵-۱۵۶، كتاب النّكاح) ظفير

دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہوا تو نکاح صحیح ہے اور شوہر کو مجامعت وغیرہ درست ہے، اور اگر ایسا نہیں ہوا تو نکاح نہیں ہوا اور مجامعت حرام ہے، اور جو کچھ ہوا وہ زنا ہوا، اس سے دونوں توبہ کریں اور تجدید نکاح روبہ روشاہدین کے کریں۔ فقط واللہ اعلم (۷/۹۱-۹۲)

بلا گواہ کے نکاح میں مجامعت زنا کے حکم میں ہے

سوال: (۱۷۹) زید ہندہ سے بلاشہود نکاح کرتا ہے، اگر چہ یہ نکاح بلاشہود ناجائز ہے، سوال صرف یہ ہے کہ اگر چہ یہ نکاح بہ غرض تسلیم بین الناس منعقد نہیں ہوا؛ لیکن کیا عنداللہ بھی نہیں ہوا، یعنی ایسے نکاح بلاشہود میں اگر ناکح منکوحہ سے مجامعت کرے تو کیا ناکح ومنکوحہ عنداللہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں؟ (۱۰۰۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: وہ نکاح جس میں دو گواہ نہ ہوں عنداللہ بھی نکاح نہیں ہے [1] اور وطی کرنا اس میں زنا ہے۔ كما جاء عن ابن عبّاس أنّ النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم قال: البغايا اللاّتي ينكحن أنفسهنّ بغير بيّنة [2] والأصحّ أنّه موقوف على ابن عبّاس، رواه التّرمذيّ [3] أقول: والموقوف في مثل هٰذا له حكم المرفوع كما تقرّر في الأصول [4] قال في اللّمعات:

(۱) ومنها الشّهادة، قال عامّة العلماء: إنّها شرط جواز النّكاح، هٰكذا في البدائع. (الفتاوى الهندية: ۱/۲۶۷، كتاب النّكاح، الباب الأوّل في تفسيره شرعًا وصفته و ركنه وشرطه وحكمه) البتہ اگر لوگوں کی موجودگی میں نکاح ہوا؛ لیکن باقاعدہ کسی کو گواہ نہیں بنایا تو نکاح منعقد ہوگیا، کیوں کہ حاضرین مجلس گواہ بن جاتے ہیں، خواہ اُن کو گواہ بنایا ہو یا نہ بنایا ہو۔ محمد امین پالن پوری

(۲) جامع التّرمذي: ۱/۲۱۰، أبواب النّكاح، باب ما جاء لا نكاح إلاّ ببيّنة.

(۳) مشكاة المصابيح: ص: ۲۷۱، كتاب النّكاح، باب الوليّ في النّكاح واستيذان المرأة، الفصل الثّاني.

(۴) اس قول کا مطلب یہ ہے کہ وہ حدیثِ موقوف جس میں کوئی ایسی بات بیان کی گئی ہو جس کے اندر قیاس اور رائے کا کوئی دخل نہ ہو، تو موقوف ہونے کے باوجود وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے، مثلاً: ماضی کے واقعات ہوں یا ثواب وعقاب کی بات ہو یا جنت جہنم کا تذکرہ ہو؛ کیوں کہ یہ سب ایسی چیزیں ہیں جن میں اجتہاد اور قیاس کی گنجائش نہیں ہے؛ لہٰذا ایسی تمام موقوف احادیث حکمًا مرفوع ہوں گی۔　==

وفیہ: أنّ النّکاح بلا شھود فاسد، وھو المذھب عند جمھور الأئمّة إلخ (۱) وفي الدّرّ المختار: تزوّج بشھادة اللّٰہ ورسولہ لم یجز، بل قیل: یکفر (۲) فقط واللہ اعلم (۷/۹۵)

بلا گواہ نکاح کیا جائز ہوا یا نہیں؟ اور اولاد کا کیا حکم ہے؟ اور اولاد کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۸۰) ایک شخص نے اپنی بیوہ بھاوج سے خفیہ بہ طور خود نکاح ہونا ظاہر کیا، اور دو غیر قوم شخصوں کو دیوار کی آڑ میں مسماۃ سے یہ بیان کرا دیا کہ میرا نکاح فلاں سے ہوگیا ہے، نہ کوئی نکاح پڑھنے والا ہے نہ وقتِ نکاح کا کوئی گواہ ہے تو نکاح مذکور جائز ہے یا ناجائز؟ اور ناکح سے جو اولاد ہو وہ صحیح سمجھی جاوے گی یا ولد الزنا؟ اور اولاد مذکور میں سے کسی کو امام بنانا درست ہے یا نہیں؟ (۱/۳۳-۳۴ ۱۳۳۴ھ) (۳)

الجواب: دو گواہ بہ وقت ایجاب وقبول ہونا ضروری ہے جو کہ ایجاب وقبول کو سنیں، اگر ایسا نہیں ہوا تو وہ نکاح منعقد نہیں ہوا (۴) اور بلا گواہوں کے نکاح سے جو اولاد ہوئی

== والحقّ أنّ ضابط ما یعتبرہ الصّحابيّ إن کان ممّا لا مجال فیہ للاجتھاد ولا منقول عن لسان العرب فحکمہ الرّفع؛ وإلاّ فلا، کالإخبار عن الأمور الماضیة من بدء الخلق وقصص الأنبیاء وعن الأمور الآتیة کالملاحم والفتن والبعث وصفة الجنّة والنّار والإخبار عن أمرٍ یحصل بہٖ ثواب مخصوص أو عقاب مخصوص، فھٰذہ أشیاء لا مجال للاجتھاد فیھا فیحکم لھا بالرّفع. (توضیح الأفکار لمعاني تنقیح الأنظار: ۱/۲۵۶، مسألة: ۲۷ في بیان المقطوع، ط: دارالکتب العلمیة، بیروت) محمد حبان بیگ

(۱) لمعات التّنقیح: ۶/۳۸، کتاب النّکاح، باب الوليّ في النّکاح واستیذان المرأة، رقم الحدیث: ۳۱۳۲، المطبوعة: دار النّوادر، دمشق.

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۸۰، کتاب النّکاح، قبیل فصل في المحرّمات.

(۳) سوال کو رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔۱۲

(۴) وشرط حضور شاھدین ...... مکلّفین سامعین قولھما معًا. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۷۳-۷۵، کتاب النّکاح، مطلب: الخصّاف کبیر في العلم یجوز الاقتداء بہٖ)

وہ ولد الزنا ہے[1] باقی ولد الزنا اگر صالح ہو تو امامت اس کی درست ہے۔ فقط واللہ اعلم (۷/ ۹۷)

دو شرعی گواہ کہیں کہ ہمارے سامنے ایجاب وقبول ہوا ہے تو نکاح ہو جائے گا

سوال: (۱۸۱) زید مدعی ہے کہ ہندہ نے میری عدم حاضری میں اپنے نفس کو مجھ کو دے دیا تھا اور میں نے بھی اس کی عدم حاضری میں قبول کر لیا تھا، اور عمرو خالد و پدر ہندہ شاہد ہیں تو اس صورت میں نکاح ہوا یا نہ؟ (۵۳۰/ ۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں اگر ہندہ وزید دونوں کے ایجاب وقبول پر شرعی شہادت موجود ہے تو یہ نکاح صحیح ہو گیا، صحتِ نکاح کا اصلی مدار شاہدین پر ہے، پس اگر عمرو خالد اس امر کے شاہد ہیں کہ ہم دونوں کے سامنے زید وہندہ نے ایجاب وقبول کر لیا ہے تو نکاح منعقد ہو گیا۔ هٰكذا في كتب الفقه[2] فقط (کتبہ عتیق الرحمٰن عثمانی)[3] (۷/ ۵۷)

ایک مرد اور دو عورت کی موجودگی میں نکاح ہو جاتا ہے

سوال: (۱۸۲) ایک شخص کا ایک طوائف سے ایک سال تک ناجائز تعلق رہا، بعد میں ایک مرد معمر پرہیزگار نے ان دونوں کا عقد بلا موجودگی وکیل وگواہ کے کر دیا، عورت مکان کے اندر موجود تھی، اور اس کے پاس اس کی ماں اور بہن اور ان معمر شخص کی عورت اور وہ مرد معمر موجود تھے تو یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ (۳۲۹/ ۴۶-۱۳۴۷ھ)

---

(۱) والمراد بالنّكاح الفاسد النّكاح الّذي لم تجتمع شرائطه كتزوّج الأختين معًا، والنّكاح بغير شهود إلخ، يجب على القاضي التّفريق بينهما إلخ، فظاهره أنّهما لا يحدّان وأنّ النّسب يثبت فيه. (البحر الرّائق: ۳/ ۲۹۴-۲۹۵، كتاب النّكاح، باب المهر) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایجاب وقبول بغیر گواہ ہوا ہے تو گو یہ باطل وفاسد ہے، مگر نسب ثابت ہوگا۔ ظفیر

(۲) وشرط حضور شاهدين (الدّرّ المختار) أي يشهدان على العقد. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/ ۷۳، كتاب النّكاح، قبيل مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به)

(۳) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔ ۱۲

الجواب: نکاح میں شرط ہے کہ دو گواہ ایجاب وقبول کے سننے والے یا ایک مرد اور دو عورتیں ایجاب وقبول کی سننے والی موجود ہوں (۱) پس اس صورت میں ایک مرد معمر اور ان کی زوجہ اور دو عورتیں اور موجود تھیں، لہٰذا اگر طوائف مذکور نے اس مرد معمر کو وکیل اپنے نکاح کا بنادیا تھا اور اس نے شوہر سے قبول کرایا، اور ایک مرد معمر اور دو عورتوں نے سن لیا تو نکاح شرعاً صحیح ومنعقد ہوگیا (۲) (درمختار وغیرہ) فقط واللہ اعلم (۱۱۰/۷)

صرف باپ بیٹے اور لڑکی کے والد کی موجودگی میں نکاح خواں نے نکاح پڑھایا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۸۳) اگر پدر نفسِ دخترِ نابالغۂ خود بہ پسرِ شخص بہ نکاح بدہد، آں شخص برائے پسر قبول کند، گواہ صرف ملاّ صاحب دارد؛ آں نکاح راچہ حکم است؟ (۱۴۸۶/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر آں پسر ہم نابالغ است نکاح منعقد نہ شد کہ صرف یک گواہ ملاّ صاحب باقی ماند، البتہ اگر پسر بالغ باشد تعبیر پدرش بہ او راجع شود، و پدر ہم گواہ متصور شود، پس نکاح منعقد شود۔

---

(۱) وشرط حضور شاهدين حرّين أو حرّ و حرّتين مكلّفين سامعين قولهما معًا. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۷۳-۷۵، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به) ظفیر

(۲) والوكيلُ شاهدٌ إنْ حضرَ موكِّلُهٗ كالوليّ إن حضرتْ مولِّيَتُهٗ بالغة ...... ولأنّه لا فرقَ بينَ أن يكون المأمورُ رجلاً أو امرأةً فإن كان رجلاً اشتُرطَ أن يكونَ معه رجلٌ آخر أو امرأتان، وإن كان امرأةً اشترطَ أن يكونَ معهَا رجلانِ أو رجلٌ وامرأة. (البحر الرّائق: ۳/۱۶۱، كتاب النّكاح، قبل فصل في المحرّمات) ظفیر

وينعقد ...... بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر ...... كزوّجتُ نفسي أو بنتي أو مؤكلتي منكَ، ويقول الآخر: تزوّجت (الدّرّ المختار) أشار إلى عدم الفرق بين أن يكون الموجب أصيلاً أو وليًّا أو وكيلاً...... قوله: (ويقول الآخر: تزوّجتُ) أي أو قبلتُ لنفسي أو لمؤكّلي أو ابني أو مؤكّلتي. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۵۹-۶۰، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة)

كما صرح به الفقهاء (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۱۰۵)

ترجمہ سوال: (۱۸۳) اگر باپ اپنی نابالغہ بیٹی کسی شخص کے بیٹے کے نکاح میں دے، وہ شخص بیٹے کے لیے قبول کرلے، گواہ صرف مولانا صاحب ہوں، تو اس نکاح کا کیا حکم ہے؟

الجواب: اگر وہ لڑکا بھی نابالغ ہے تو نکاح منعقد نہ ہوگا، اس لیے کہ صرف ایک گواہ مولانا صاحب باقی رہے، البتہ اگر لڑکا بالغ ہو تو اس کے باپ کی تعبیر (تلفظ) اس کی طرف لوٹ جائے گی، اور باپ بھی گواہ سمجھا جائے گا، پس نکاح منعقد ہوجائے گا، جیسا کہ فقہاء نے صراحت فرمائی ہے۔ فقط

باہم دو عبارتوں میں شبہ اور اُس کا حل

سوال: (۱۸۴) اس شبہ کا کیا جواب ہے؟ ولو زوّج بنته البالغةَ العاقلةَ بمحضر شاهدٍ واحدٍ جاز إن كانت ابنته حاضرةً لأنّها تجعل عاقدة وإلّا لا (۲) یہ دال ہے جوازِ نکاح پر، بایں وجہ کہ مامور جو کہ بہ ظاہر عاقد معلوم ہوتا ہے سفیر محض ٹھہر کر شاہد ہوجاتا ہے اور خود عاقلہ بالغہ عاقد ٹھہرائی جاتی ہے، اس سے ظاہر ہوا کہ مامور کا بکنا پھرنا آنا عاقد فی الشہادت لغو ہے، اور آئندہ عبارت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ لغو نہیں؛ وہ یہ ہے: ثمّ إنّما تقبل إلخ (۲) دریافت طلب یہ ہے کہ ترجیح کس کو ہے؟ فقط (۸۰۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ان دونوں عبارتوں میں جو آپ نے لکھی ہیں کچھ تناقض اور تدافع نہیں ہے، اوّل عبارت سے انعقادِ نکاح کا حکم بیان کیا ہے، اور دوسری عبارت میں قبول وعدم قبول شہادت کا ذکر ہے، یہ ایسا ہے جیسا کہ فقہاء لکھتے ہیں کہ شاہدین فاسقین سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے؛ لیکن اگر نزاع ہو

(۱) ولو زوّج بنته البالغة العاقلة بمحضر شاهد واحد جاز إن كانت ابنته حاضرة (الدّرّ المختار) قيّد بالبالغة لأنّها لو كانت صغيرة لا يكون الولي شاهدًا لأنّ العقد لا يمكن نقله إليها بحر. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۷۷، كتاب النّكاح، مطلب في عطف الخاصّ على العامّ) ظفیر

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۷۷، كتاب النّكاح، مطلب في عطف الخاصّ على العامّ.

اور شہادت کی ضرورت ہوگی تو فاسقین کی شہادت سے نکاح ثابت نہ ہوگا (۱) فقط واللہ اعلم (۷/۸۹)

بالغہ عورت کے نکاح کی مجلس میں صرف دو عورتیں اور قاضی صاحب موجود تھے تو نکاح ہو گیا

سوال: (۱۸۵) مسماۃ بگو کا نکاح علی زمان سے کیا گیا ہے؛ جس میں مندرجہ ذیل وجوہات ہیں: فریقین کے رہائشی مکانوں کے درمیان دس قدم کا فاصلہ ہے، بہ وقت نکاح علی زمان کی والدہ اور مسمی مہندہ گواہ تھے اور ایک قاضی صاحب، مہر کا نام تک نہیں لیا گیا، قاضی کو نکاح خوانی بھی نہیں دی وکیل کوئی نہ تھا، فریقین بالغ تھے، نکاح کو عرصہ چھ سال کا ہوا آج تک آباد نہیں ہوئے، نہ مسماۃ کو روٹی کپڑا دیا گیا، یہاں کے علماء اس نکاح کو فاسد کرتے ہیں؛ آیا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ (۱۲۱۸/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر مسماۃ بگو بالغہ بھی مجلس نکاح میں موجود تھی تو قاضی صاحب پہلے گواہ شمار ہو کر نکاح صحیح ہو جاوے گا، اصل یہ ہے کہ نکاح کے وقت دو گواہوں کا ہونا شرط ہے جو کہ ایجاب وقبول کو سنیں، اور اگر ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوں تب بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے (۲) اور یہ بھی مسئلہ ہے کہ اگر لڑکی بالغہ ہو اور اس نے نکاح خواں کو اجازت نکاح کی دی، اور اس نے روبہ رو ایک مرد یا دو عورتوں کے نکاح پڑھ دیا تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے؛ کیوں کہ وہ نکاح خواں بھی گواہ شمار ہو جاتا ہے جیسا کہ درمختار میں ہے: ولو زوج بنته البالغة العاقلة بمحضر شاهد واحد جاز إن كانت ابنته حاضرة لأنّها تجعل عاقدةً إلخ (۳) اور مہر کا ذکر نہ ہو تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور مہر مثل

---

(۱) ولو فاسقين (الدّرّ المختار) اعلم أنّ النّكاح له حكمان حكم الانعقاد وحكم الإظهار، فالأوّل ما ذكره، والثّاني إنّما يكون عند التّجاحد فلا يقبل في الإظهار إلخ، فلذا انعقد بحضور الفاسقين والأعميين إلخ، وإن لم يقبل أداء هم عند القاضي إلخ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۷۵، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به)

(۲) وشرط حضور شاهدين حرّين أوحرّ وحرّتين مكلّفين سامعين قولهما معًا. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۷۳-۷۵، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به) ظفیر

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۷۷، كتاب النّكاح، مطلب في عطف الخاصّ على العامّ

لازم آتا ہے [۱] اور نکاح خواں کو نکاح خوانی نہ دینا یا وکیل نہ ہونا کچھ خلل انداز انعقادِ نکاح میں نہیں ہے، اور ایک جگہ زوجین کا نہ رہنا یا نان ونفقہ نہ دینا موجبِ فسخِ نکاح نہیں ہے؛ لیکن شوہر اگر حقوق زوجہ ادا نہ کرے یا نفقہ نہ دیوے تو عاصی ہے اور نفقہ اس کے ذمہ لازم ہے [۲] فقط واللہ اعلم
(۱۰۷/۷-۱۰۸)

صرف دوعورتوں کی موجودگی میں ایک مولوی صاحب نے ایک بیوہ بالغہ کا نکاح کردیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۸٦) ایک مولوی صاحب نے ایک بیوہ بالغہ سے اذن لے کر روبرو دو گواہوں کے یعنی دوعورتوں کے اس کا نکاح ایک مرد سے کردیا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہ؟ (۱۲۱۲/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: اگر وہ بیوہ عورت اس مجلس نکاح میں موجود تھی تو وہ مولوی صاحب نکاح خواں گواہ سمجھے جائیں گے، اور دوعورتیں مل کر ایک مرد اور (یہ مولوی) [۳] گواہ نکاح کے ہوجاویں گے اوران کا نکاح منعقد ہوجاوے گا۔ کما قال في الدّرّ المختار: ولو زوّج بنته البالغة العاقلة بمحضر شاهد واحدٍ جاز إن كانت ابنته حاضرة لأنّها تجعل عاقدة وإلّا لا. الأصل أنّ الآمر متٰى حضر جعل مباشرًا إلخ [۴] (الدّرّ المختار) فقط واللہ اعلم (۱۰۵/۷-۱۰٦)

---

(۱) وإن لم يسمه أو نفاه فلها مهر مثلها إن وطىء أو مات عنها لما روي في السّنن والجامع التّرمذي: عن عبد اللّٰه بن مسعود في رجل تزوّج امرأة فمات عنها ولم يدخل بها ولم يفرض لها الصّداق، فقال لها الصّداق كاملاً إلخ. (البحر الرّائق: ۲۵٦/۳، كتاب النّكاح، باب المهر) ظفیر

(۲) فتجب-النّفقة – للزّوجة بنكاح صحيح .... علٰى زوجها. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲۲۳/۵، كتاب الطّلاق، باب النّفقة، مطلب: اللّفظ جامد ومشتقّ) ظفیر

(۳) رجسٹر نقولِ فتاویٰ میں (یہ مولوی) کی جگہ ''دوعورتیں'' ہے، اس کو مفتی ظفیر الدین صاحبؒ نے بدلا ہے۔۱۲

(۴) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۷۷/۴، كتاب النّكاح، مطلب في عطف الخاصّ على العامّ.

صرف ایک مرد اور ایک عورت کے سامنے ایجاب وقبول ہوا تو نکاح منعقد نہیں ہوگا

سوال: (۱۸۷) ایک لڑکی بالغہ نے ایک مرد اور ایک عورت کے سامنے لڑکے بالغ کی طرف متوجہ ہوکر کہا بالعوض پانچ ہزار روپے و دو دینار شرعیہ کے آپ مجھ کو اپنی زوجیت میں قبول کرلو، لڑکے نے قبول کیا، علاوہ ازیں اور کوئی احکام عقد کے ادا نہ ہوسکے، مثلاً خطبہ وگواہ وغیرہ کا ہونا، یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۷/۶ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **وشرط حضور شاهدين حرّين أو حرّ وحرّتين مكلّفين سامعين قولهما معًا إلخ** [1] پس معلوم ہوا کہ بدون حاضر ہونے دو مرد آزاد یا ایک مرد اور دو عورتوں کے جو کہ ایجاب وقبول کو سنیں نکاح منعقد نہ ہوگا، پس صورت مسئولہ میں کہ صرف ایک مرد اور ایک عورت موجود تھے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم (۹۸/۷)

دو گواہوں میں سے ایک نکاح ہونا بیان کرے اور دوسرا منگنی ہونا، تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۸۸) مدعی اور مدعا علیہ ایک عالم کے پاس نکاح کا معاملہ لے کر آئے، عالم نے مدعی سے پوچھا کہ دعوے دار نکاح کا کون ہے؟ مدعی نے کہا کہ میں خود ناکح نہیں ہوں ناکح سفر میں ہے، میں اس کا برادر ہوں، ایک شخص نکاح ہونا بیان کرتا ہے اور دوسرا منگنی کا ہونا بیان کرتا ہے کہ خطبہ ہوا ہے نکاح نہیں ہوا، اور مدعا علیہ بھی یہی کہتا ہے کہ میں نے اپنی دختر کا خطبہ کیا ہے، مدعا علیہ سے عالم نے کہا کہ نکاح صحیح نہیں ہوا، تم اپنی دختر کا نکاح دوسری جگہ کرسکتے ہو اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۷/۷/۲۵ھ)

---

(۱) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۷۳-۷۵، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به.**

الجواب: جب کہ نکاح کے دو گواہوں میں اختلاف ہو جاوے ایک نکاح کا ہونا اور ایک صرف خطبہ اور منگنی کا ہونا بیان کرے تو ظاہر ہے کہ بہ صورتِ انکارِ مدعاعلیہ از نکاح؛ اس صورت میں نکاح ثابت نہ ہوگا، فتویٰ اس عالم کا جس نے بہ سبب نہ متفق ہونے دو گواہوں کے نکاح پر؛ فتویٰ عدم صحت نکاح کا دیا ہے صحیح ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے: **وشرط حضور شاهدين حرّين .... مكلّفين سامعين قولهما معًا على الأصحّ إلخ**[1] فقط واللہ اعلم (۷/۹۶)

نکاح میں فاسق کی گواہی معتبر ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۸۹) جو شخص تارک الصلاۃ ہو، اور افعال قبیحہ کا اعلانیہ مرتکب ہو جیسے شربِ خمر و تاڑی و زنا کا اور جھوٹی گواہی دیتا ہو، ایسے شخص کی گواہی نکاح و طلاق کے معاملے میں معتبر ہے یا نہیں؟ (۶۴۲/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: ایسے شخص کی گواہی سے نکاح تو منعقد ہو جاتا ہے؛ لیکن بہ صورت انکار ایسے لوگوں کی گواہی سے نکاح ثابت نہ ہوگا، اور طلاق کا ثبوت بھی ایسے لوگوں کی گواہی سے نہ ہوگا[2] واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ: عزیز الرحمٰن (۷/۱۴۵)

شیعہ گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول ہوا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۹۰) زید نے اپنی لڑکی کی شادی اس طرح کی کہ مجلس ایجاب و قبول میں صرف دو چار شیعہ تھے، وہی گواہ کی حیثیت بھی رکھتے ہیں، جو غالی ہوتے ہیں؛ تھے، یہ نکاح ہوا یا نہیں؟
(رجسٹر میں نہیں ملا)

---

(۱) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۷۳-۷۵، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به.**

(۲) درج ذیل عربی عبارت جس کو مفتی ظفیر الدینؒ نے شامل جواب کیا تھا، ہم نے اس کو حاشیہ میں رکھا ہے، کیوں کہ یہ رجسٹر نقولِ فتاویٰ میں نہیں ہے:

وشرط حضور شاهدين حرّين – إلى قوله – ولو فاسقين أو محدودين إلخ، وإن لم يثبت. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۷۳-۷۶، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به) ظفیر

الجواب: نکاح کے گواہوں میں فقہاء نے مسلمان گواہوں کی شرط لگائی ہے، شیعہ کے بعض فرقے کافر کے حکم میں ہیں، جو غالی نہیں ہوتے، وہ گو فاسق ہیں، مگر مسلمان ہیں، احتیاط اس میں ہے کہ یہ نکاح پھر مسلمان سنّی گواہوں کی موجودگی میں دوبارہ کیا جائے (۱) فقط (۷/۹۵-۹۶)

گواہوں کا ایجاب وقبول سن لینا کافی ہے با قاعدہ اُن سے اجازت لے کر ایجاب وقبول ضروری نہیں

سوال: (۱۹۱) ایک لڑکی کا نکاح اس کے ولی نے کیا، اور گواہ موقع پر موجود تھے اور تقریبًا پچاس آدمیوں کا مجمع تھا، مگر گواہوں سے اجازت نہیں لی، یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ (۴۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اگر دو آدمیوں نے اس مجمع میں سے ایجاب وقبول کو سنا ہے تو نکاح صحیح اور منعقد ہو گیا، اور گواہوں سے اجازت لینے کی کچھ ضرورت نہیں ہے (۲) فقط واللہ اعلم (۷/۱۴۵)

جب گواہوں کا ایجاب وقبول کو سننا محتمل ہے تو دوبارہ نکاح کیا جاوے

سوال: (۱۹۲) عمرو کہتا ہے کہ میری مناکحت اس طرح ہوئی تھی کہ میری منکوحہ کا چچا ولی معہ

---

(۱) وشرط حضور شاهدين حرّين ...... مكلّفين سامعين قولهما معًا إلخ، مسلمين لنكاح مسلمة ولو فاسقين. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۷۳-۷۵، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به)

إنّ الرّافضيّ إن كان ممّن يعتقد الألوهيّة في عليّ أوأنّ جبريل غلط في الوحي، أو كان ينكر صحبة الصّدّيق، أو يقذف السّيّدة الصّدّيقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدّين بالضّرورة، بخلاف ما إذا كان يفضِّل عليًّا أو يسبّ الصّحابةَ فإنّه مبتدع لا كافر. (ردّ المحتار: ۴/۱۰۲، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللاّتي يؤخذن غنيمةً في زماننا)

(۲) وشرط حضور شاهدين حرّين .... مكلّفين سامعين قولهما معًا ...... فاهمين. (الدّرّ المختارمع ردّ المحتار: ۴/۷۳-۷۵، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به) ظفير

دو شاہدوں کے ان کے پاس جا کر اجازت لے آیا، مجلسِ نکاح میں آ کر میرے کان میں آہستہ ایجاب کیا، میں نے بھی آہستہ قبول کیا، اور مجھے یقین ہے کہ یہ الفاظ ایجاب وقبول کے ہم عاقدین کے سوا کسی نے بھی نہیں سنے ہوں گے، اس صورت میں نکاح فسخ کر کے تجدیدِ نکاح کی جاوے یا کیا کرنا چاہیے؟ اگر وجوبِ فسخ دیانۃً ہے تو جو حقوقِ عباد: عدمِ توریث اور مہرِ مثل وغیرہ فسخ پر قضاءً مرتب ہوتے ہیں؛ اس پر بھی مرتب ہوں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا (۶۸۵/۱۳۳۵ھ)

الجواب: یہ ظاہر ہے کہ سننا اور نہ سننا شاہدین کا ایجاب وقبول کو محتمل ہو گیا، پس تجدیدِ نکاح بلا فسخ نکاح کر لی جاوے، تجدیدِ نکاح احتیاطاً کے لیے پہلے نکاح کو فسخ کرنے کی ضرورت نہیں ہے؛ جیسا کہ کفرِ محتمل میں فقہاء نے تصریح کی ہے کہ تجدیدِ نکاح بہ مہر جدید کر لی جاوے[1] اور عدمِ توریث وغیرہ امور اس پر مرتب نہ ہوں گے اور مہر پہلا بھی لازم ہوگا اور دوسرا بھی[2] فقط (۷/۱۰۴-۱۰۵)

ایجاب یا قبول کو اگر گواہ نہ سن سکیں تو نکاح درست نہیں

سوال: (۱۹۳) زید و ہندہ میں نکاح کا ایجاب وقبول ہوا؛ لیکن زید کے قبول کو گواہوں

(۱) وفي شرح الوهبانية للشّرنبلاليّ: ما يكون كفرًا اتّفاقًا: يبطل العمل والنّكاح ...... وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتّوبة وتجديد النّكاح (الدّرّ المختار) قوله: (وتجديد النّكاح) أي احتياطًا إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ٦/٢٩٨، كتاب الجهاد، باب المرتدّ، مطلب: جملة من لا يُقتل إذا ارتدّ)

(۲) وفي الكافي: جدّد النّكاح بزيادة ألف لزمه الألفان على الظّاهر (الدّرّ المختار) قوله: (وفي الكافي إلخ) حاصل عبارة الكافي: تزوّجها في السّرّ بألف ثمّ في العلانية بألفين ظاهر المنصوص في الأصل؛ أنّه يلزم عنده الألفان، ويكون زيادة في المهر إلخ، أقول: بقي ما إذا جدّد بمثل المهر الأوّل، ومقتضى ما مرّ من القول باعتبار تغيير الأوّل إلى الثّاني أن لا يجب بالثّاني شيء هنا، إذ لا زيادة فيه، وعلى القول الثّاني يجب المهران.

تنبيه: في القنية: جدّد للحلال نكاحًا بمهر يلزم إن جدّده لأجل الزّيادة لا احتياطًا أهـ. أي لو جدّد لأجل الاحتياط لا تلزمه الزّيادة بلا نزاع كما في البزّازية. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۱۸۱، كتاب النّكاح، باب المهر، قبل مطلب: في حطّ المهر والإبراء منه)

نے نہیں سنا، اس کے بعد زید نے ہندہ سے مباشرت کی، اس صورت میں نکاح ہوا یا نہیں؟ جو فعل زید سے ہوا اس کا کیا حکم ہے؟ (۱۹۲۴/۱۳۴۵ھ)

الجواب: جب کہ زید کے قبول کو دو گواہوں نے نہیں سنا تو وہ نکاح نہیں ہوا۔ کذا في الدّرّ المختار [1] پس ان دونوں میں پھر ایجاب وقبول دو گواہوں کے سامنے ہونا چاہیے اور جو فعل زید سے ہوا، اس سے توبہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۸۴/۷-۸۵)

عورت مکان میں تنہا تھی اُس نے گواہوں کے سامنے ایجاب کیا، مرد نے قبول کیا تو نکاح منعقد ہوگیا

سوال: (۱۹۴) ایک مرد اور عورت میں جائز نکاح کی رغبت تھی، مگر عورت بہ ضرورت و بہ مصلحت خانگی نکاح میں توقف کرتی تھی، پس مرد نے گواہ دروازہ کے باہر کی طرف کھڑے کر کے عورت سے ایجاب چاہا، جب اس نے ایجاب کیا تو مرد نے قبول کر لیا، اس صورت میں نکاح ان کا شرعًا درست ہے یا نہیں؟ درانحالیکہ اس مکان کے اندر صرف وہی عورت تھی اور گواہ اس کی آواز کو خوب پہچانتے تھے، کیوں کہ ایک جگہ کے رہنے والے ہیں؟ (۱۸۷۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: شامی میں ہے: ولا بدّ من تمييز المنكوحةِ عندَ الشّاهدَينِ لِتَنْتَفِي الْجهَالَةُ، فإن كانت حاضرةً مُنْتَقبةً كفى الإشارةُ إليها والإحتياطُ كشفُ وجهِهَا. فإن لم يَرَوْا شخصها وسمِعُوا كَلاَمَهَا من الْبَيْتِ، إنْ كانتْ وحدَها فيه جازَ، ولو معهَا أخرىٰ فلاَ؛ لعدمِ زوالِ الجَهَالَةِ إلخ [2] (شامي) اس سے معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں نکاح منعقد ہوگیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۶۶/۷)

---

(۱) وشرط حضور شاهدَين حرّين أو حرّ و حرّتين مكلّفين سامعين قولهما معًا على الأصحّ (الدّرّ المختار) فلا ينعقد بحضرة النّائمين والأصمين. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۷۳/۴-۷۵، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به) ظفیر

(۲) ردّ المحتار: ۷۳/۴، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به.

دو اجنبی گواہوں کے سامنے رات کی تاریکی میں ایجاب وقبول ہوا اور لڑکی موجود تھی تو نکاح منعقد ہوگیا

سوال: (۱۹۵) ایک شخص نے اپنی ہم کفو بالغہ لڑکی سے بدون اجازت اس کے والدین کے اس طریقے پر نکاح کیا کہ دو گواہوں کو جو مسافر اور رہ گزر تھے، ایک مقام پر ٹھہرا کر اس بالغہ لڑکی کو بھی وہاں لے گیا، بہ سبب تاریکیٔ شب اور برقع ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکے نہ پہچان سکے، وہ شخص لڑکی سے مخاطب ہوکر کہنے لگا: تم نے مجھے حق نکاح میں قبول کیا ہے یا تم نے مجھے اپنے نفس کا اختیار بخشا ہے؟ وہ لڑکی یہ جواب کہتی ہے: ہاں میں نے قبول کیا ہے یا اختیار دیا ہے وغیرہ، یہ نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟ (۱۷۳۲/۱۳۳۹ھ)

الجواب: شامی جلد ثانی میں بحر سے منقول ہے: **فإن کانت حاضرة منتقبة کفی الإشارة إلیها، والاحتیاط کشف وجهها، فإن لم یروا شخصها وسمعوا کلامها من البیت إن کانت وحدها فیه جاز إلخ** [۱] اس عبارت سے واضح ہوا کہ صورت مسئولہ میں نکاح منعقد ہوگیا۔ فقط واللہ اعلم (۷/ ۸۷-۸۸)

جو گواہ عورت کو جانتے ہوں اُن کی موجودگی میں نکاح ہوا مگر گواہوں کو عورت کی پہچان نہ دی گئی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۹۶) ہندہ کا عقد ثانی ہندہ کے مکان میں زید سے دو گواہ کے سامنے ہوا جو مکان ومالک مکان سے خوب واقف تھے، لیکن وقت نکاح معرفت ہندہ کی شاہدین کو نہ دی گئی، اور زید نے ان سے یہ کہا کہ ایک عورت اس مکان میں بہ غرض نکاح آئی ہیں، میں ان سے عقد کرنا چاہتا ہوں، تم گواہ رہو، یہ نکاح صحیح ہوا یا نہ؟ پھر زید نے ہندہ کو طلاق بائن دیا اور پھر ورثۂ ہندہ نے زید پر جبر کرکے تین طلاق دلائی، اس صورت میں طلاق بائن کی عدت میں بعد کی طلاق واقع ہوئی یا نہ؟ (۲۱۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) **ردّ المحتار: ۴/ ۷۳، کتاب النّکاح، مطلب: الخصّاف کبیر في العلم یجوز الاقتداء به.**

الجواب: شامی میں ہے: **فإن كانت حاضرةً منتقبةً كفى الإشارة إليها** [۱] اس سے معلوم ہوا کہ اس صورت میں نکاح منعقد ہوگیا، اور تین طلاق اس پر واقع ہوگئی، کیوں کہ جبریہ طلاق بھی واقع ہوجاتی ہے (اور لکھنے سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے) [۲] اور طلاق بائنہ کی عدت میں دوسری اور تیسری طلاق واقع ہوجاتی ہے، درمختار میں ہے: **الصّريح يلحق الصّريح ويلحق البائن بشرط العدّة إلخ** [۳] فقط واللہ اعلم (۷/۷۹-۸۰)

تعارف کے لیے لڑکی کا نام مع ولدیت کافی ہے

سوال: (۱۹۷) نکاح پڑھاتے وقت گواہوں اور حاضرانِ مجلس کے سامنے زوجہ کے تعارف کرنے کے لیے نکاح خواں اس کے باپ دادا کا نام لیتا ہے، اگر ان کا نام لینے سے بھی تعارف نہ ہوتو کونسی صورت تعارف کی ہے، عدمِ تعارف سے نکاح صحیح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۶۹۶/۱۳۳۸ھ)

الجواب: باپ کا نام لینا کافی ہے، تعارف ہو یا نہ ہو، لڑکی کا نام معہ ولدیت کے لینا قائم مقام تعارف کے ہے [۴] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۱۱۸)

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔۱۲

(۲) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۳) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۴۰۵، كتاب الطّلاق، باب الكنايات، مطلب: الصّريح يلحق الصّريحَ والبائنَ.**

(۴) درج ذیل عربی عبارت جس کو مفتی ظفیر الدینؒ نے شامل جواب کیا تھا، ہم نے اس کو حاشیہ میں رکھا ہے، کیوں کہ یہ رجسٹر نقولِ فتاویٰ میں نہیں ہے:

والحاصل أنّ الغائبة لا بدّ من ذكر اسمها واسم أبيها وجدّها وإن كانت معروفة عند الشّهود على قول ابن الفضل وعلى قول غيره يكفي ذكر اسمها إن كانت معروفة عندهم وإلاّ فلا وبه جزم صاحب الهداية إلخ، لأنّ المقصود من التّسمية التّعريف وقد حصل. (ردّ المحتار: ۴/۷۴، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به)

نکاح کے وقت اصل نام میں غلطی ہوئی مگر عرفی نام اور ولدیت درست ذکر کی گئی تو نکاح ہوگیا

سوال: (۱۹۸) خالد کا نکاح مسماۃ حیات النساء عرف رضیہ بیگم بنت زید پردہ نشین سے قرار پایا، حسبِ قاعدہ گواہان واسطے حصولِ اجازت واذن پاس مسماۃ مذکورہ کے گئے، اور بعد حصولِ اجازت گواہان نے روبہ روئے قاضی بہ جلسۂ عام شہادت اس صورت سے ادا کی کہ سعادت النساء بیگم عرف رضیہ بیگم بنت زید نے اپنے نکاح کا اختیار عمر وکیل کو دیا؛ چنانچہ قاضی نے بہ اجازت عمر وکیل بہ تعدادیٔ مہر مثل خالد کے ساتھ نکاح پڑھا دیا، آیا نکاحِ مسماۃِ مذکورہ؛ خالد مذکور کے ساتھ صحیح ہوا یا باطل؟ کیوں کہ گواہان نے بجائے نام حیات النساء بیگم عرف رضیہ بیگم بنت زید کے؛ غلطی سے سعادت النساء بیگم عرف رضیہ بیگم بنت زید شہادت میں ادا کیا، اوّل یہ کہ سعادت النساء بیگم کی ولدیت زید نہیں ہے، دویم سعادت النساء کا عرف رضیہ بیگم نہیں ہے، ایسی غلطی سے نکاح منعقد ہوا یا باطل؟ (۲۲۵۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: نام معروف جو کہ رضیہ بیگم ہے چوں کہ وہ صحیح لیا گیا اور نیز رضیہ بیگم کا دختر زید ہونا بھی صحیح ہے؛ اس لیے اس صورت میں نکاح منعقد ہوگیا، کیوں کہ غلطی نام غیر معروف میں ہوئی ہے اور نام معروف میں غلطی نہیں ہوئی، اور جب کہ عرف اس کا رضیہ بیگم ہے تو گویا نام معروف یہی ہے، اور اس کی ولدیت بھی صحیح بیان کی گئی ہے، لہٰذا یہ نکاح صحیح ہے، کیوں کہ مقصود رفع جہالت ہے اور وہ حاصل ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۱۳/۷)

---

(۱) ویذکر اسمها واسم أبیها وجدّها ولو کان الشّهود یعرفونها وهي غائبة فذکر الزّوج اسمها لا غیر، وعرف الشّهود أنّه أراد به المرأة الّتي یعرفونها جاز النّکاح. (الفتاوی الهندیة: ۱/۲٦۸، کتاب النّکاح، الباب الأوّل في تفسیره شرعًا وصفته و رکنه وشرطه وحکمه)

قال في البحر: وإن کانت غائبة ولم یسمعوا کلامها بأن عقد لها وکیلها فإن کان الشّهود یعرفونها کفی ذکر اسمها إذا علموا أنّه أرادها. (ردّ المحتار: ۴/۷۴، کتاب النّکاح، مطلب: الخصّاف کبیر في العلم یجوز الاقتداء به) ظفیر

بہ وقت عقد نکاح منکوحہ کا نام غلط لیا اور رجسٹر میں بھی غلط اندراج کیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۹۹) ایک لڑکی کا نکاح اس کے باپ کے مکان پر منعقد ہوا نکاح خواں موجود نہیں ہے رجسٹر قاضی میں لڑکی منکوحہ کا نام غلط درج ہو گیا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہ؟ (۱۲۰۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: رجسٹر میں نام لکھے جانے کا اعتبار نہیں ہے، شرعًا اس امر کا اعتبار ہے کہ نکاح خواں نے بہ وقت عقد نکاح کیا نام لیا؛ اگر اس وقت صحیح نام لیا تھا تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے، پھر رجسٹر میں غلط نام درج ہونے سے نکاح میں فرق نہیں ہوتا، گواہان نکاح سے دریافت کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۱۴/۷)

سوال: (۲۰۰) متعلق/ ۱۲۰۷ (مذکورہ بالا سوال) اگر نکاح خواں نے نام رفیقن کا نہ لیا اور وقت نکاح بجائے رفیقن؛ رفاقن کہا اور نکاح رفیقن کے مکان پر منعقد ہوا اور رفاقن نامی کوئی عورت اس مکان میں موجود نہیں، اس صورت میں نکاح منعقد ہو جاوے گا یا نہیں؟ (۱۲۶۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: غلط وكيلها بالنّكاح في اسم أبيها بغير حضورها لم يصحّ للجهالة وكذا لو غلط في اسم بنته إلّا إذا كانت حاضرةً وأشار إليها فيصحّ (الدّرّ المختار) وفي الشّامي: وكذا يقال فيما لو غلط في اسمها إلخ[1] ان عبارات سے واضح ہوا کہ غلط نام لینے سے نکاح مذکور نہیں ہوا، یعنی رفیقن کا نکاح نہیں ہوا، البتہ اگر وہ سامنے ہوتی اور اشارہ بہ وقت نکاح اس کی طرف ہوتا، مثلاً اس طرح کہ اس عورت کا جو سامنے بیٹھی ہے تیرا نکاح کیا گیا اور نام اس کا غلط لیا تو نکاح ہو جاتا ہے لیکن اگر منکوحہ سامنے نہ ہو، بلکہ اندر گھر کے ہو اور نام غلط لیا گیا تو نکاح نہیں ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۱۴/۷)[2]

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۷۸، كتاب النّكاح، مطلب في عطف الخاصّ على العامّ.

(۲) حضرت مفتی ظفیر الدین صاحبؒ نے مذکورہ بالا دونوں سوالوں کو معمولی حذف واضافہ کے ساتھ یکجا لکھ کر جوابات کو بھی یکجا نقل فرمایا تھا، ہم نے رجسٹر نقول فتاویٰ سے بعینہٖ الگ الگ نقل کیا ہے۔ ۱۲

صرف لڑکی کا نام ذکر کرنے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا

سوال: (۲۰۱) ایک شخص نے ایک بالغہ غائبہ لڑکی کے نکاح کا ایجاب وقبول بہ ذریعہ وکیل بالنکاح بدون ذکر نام پدر منکوحۂ غائبہ کرادیا؛ یہ نکاح شرعًا منعقد ہوا یا نہیں؟ (۱۵۹۵/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اقول وباللہ التوفیق: بے شک اس صورت میں بہ قول جمہور فقہاء سوائے قول خصّاف نکاح غائبہ کا صحیح نہیں ہوا؛ کیوں کہ صرف نام غائبہ کا لینا اور باپ کا نام نہ لینا صحت نکاح کے لیے کافی نہیں ہے جب کہ وہ معروفہ ومعلومہ عند الشہود نہ ہو۔ قال في ردّ المحتار: **لأن الغائبة يشترط ذكر اسمها و اسم أبيها وجدّها ، و تقدّم أنّه إذا عرفها الشّهود يكفي ذكر اسمها فقط خلافًا لابن الفضل، وعند الخصّاف يكفي مطلقًا إلخ** [1] فقط واللہ اعلم (۱۲۱/۷)

جو گواہ عورت سے واقف نہ ہوں اُن کے سامنے صرف اُس کا نام لینے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا

سوال: (۲۰۲) ایک شخص نے ایک عورت سے اس کی رضا سے نکاح کیا، اور عورت ومرد میں باہم یہ گفتگو ہوئی کہ عورت نے مرد سے کہا کہ میرا نکاح اپنے ساتھ کر لینا، مرد نے جا کر دو مردوں کے سامنے یہ کہا کہ میں نے فلاں عورت کا نکاح اپنے نفس سے کر لیا اور قبول کیا، اور گواہوں کے سامنے صرف عورت کا نام لیا اور قوم وباپ کا نام نہیں لیا، اور گواہ اس عورت کو جانتے بھی نہیں ہیں؛ تو یہ نکاح جائز ہوا یا نہ؟ (۶۶۷/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اگر عورت کا نام مع نام باپ کے لیا گیا تو نکاح صحیح ہوگیا۔ (۵۸/۷)

وضاحت: صورتِ مسئولہ میں نکاح نہیں ہوا؛ اس لیے کہ گواہ اُسے نہیں جانتے ہیں، اور نہ باپ کا ہی نام لیا گیا ہے کہ وہ متعین ہوسکے [2] ظفیر

---

(۱) ردّ المحتار: ۷۸/۴، كتاب النّكاح، مطلب في عطف الخاصّ على العامّ.

(۲) ولا المنكوحة مجهولة (الدّرّ المختار) ظاهره أنّها لو جرت المقدّمات على معيّنة وتميّزت عند الشّهود أيضًا يصحّ العقد ...... لأنّ المقصود نفي الجهالة، ==

لڑکی کی موجودگی میں ایجاب وقبول ہوا اور دولہا کے باپ کا نام نہیں لیا گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۰۳) دولہا و دولہن کی طرف کے لوگوں نے حاضر ہوکر دولہن سے کہا کہ بہ عوض دوسو روپے مہر زید کو قبول کیا، ہندہ نے کہا: میں نے قبول کیا، حالاں کہ وکیل نے دولہا کے باپ کا نام نہیں لیا، اس صورت میں نکاح درست ہوگا یا نہیں؟ (۷۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: دولہا اگر حاضر مجلس نکاح ہے اور اس نے خود قبول کیا ہے تو اس کے باپ کا نام معلوم ہونے کی ضرورت نہیں ہے (۱) اور اگر مجلس نکاح میں موجود نہ ہو لیکن گواہ وغیرہ اور دولہن اس کو جانتے ہیں تب بھی نکاح صحیح ہوگیا (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۱۱۰-۱۱۱)

ولدیت غلط بتلانے سے نکاح صحیح نہیں ہوتا

سوال: (۲۰۴) ایک عورت نے بلا اجازت شوہر کے اپنی لڑکی کا نکاح کردیا، اور بہ وقت نکاح لڑکی کے باپ کا نام غلط بتلایا، ایسی صورت میں نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ (۲۳۵۳/۱۳۴۰ھ)

الجواب: ولدیت غلط بتلانے سے نکاح صحیح نہیں ہوتا، البتہ اگر لڑکی سامنے ہو اور اشارہ

== وذٰلك حاصل بتعينها عند العاقدين والشّهود إلخ، ويؤيّده ما سيأتي من أنّها لو كانت غائبة و زوّجها وكيلها، فإن عرفها الشّهود وعلموا أنّه أرادها كفى ذكر اسمها وإلّا لا بدّ من ذكر الأب والجدّ أيضًا. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۶۶، كتاب النّكاح، مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب) ظفیر

(۱) ينعقد ...... بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر إلخ، كزوّجت نفسي إلخ، ويقول الآخر ...... تزوّجت. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۵۹-۶۰، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة) ظفیر

(۲) إن كانت غائبة ولم يسمعوا كلامها بأن عقد وكيلها فإن كان الشّهود يعرفونها كفى ذكر اسمها إذا علموا أنّه أراد بها. (ردّ المحتار: ۴/۷۴، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به) ظفیر

اس کی طرف کیا جاوے تو نکاح صحیح ہے۔ درمختار میں ہے: **غلط وكيلها بالنّكاح في اسم أبيها بغير حضورها لم يصحّ للجهالة وكذا لوغلط في اسم بنته إلّا إذا كانت حاضرةً وأشار إليها إلخ**[1] (درّ مختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۱۲۱-۱۲۲)

عبدالرحمٰن کا لڑکا اور عبدالرحیم کی لڑکی کی جگہ رحمان کا لڑکا اور رحیم کی لڑکی کہا تو نکاح ہو جائے گا

سوال: (۲۰۵) عبدالرحیم کسی کا نام ہے یا عبدالرحمٰن اور عبداللہ، اگر تنہا رحمٰن یا رحیم کہا جاوے اور نکاح کے وقت یہ لفظ کہے جاویں کہ رحمان کا لڑکا رحیم کی لڑکی اتنے مہر کے بہ عوض اس میں نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں؟ (۱۲۱۱/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں نکاح ہو جاتا ہے[2] اور بہتر یہ ہے کہ نام پورے لے، اگرچہ بہ وجہ عرف کے؛ گناہ اس کو نہیں ہوا۔ فقط واللہ اعلم (۷/۱۱۱)

نکاح میں لڑکی کو سوتیلے باپ کی طرف منسوب کیا گیا مگر گواہوں کو حقیقت کا علم ہے تو نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۰۶) زید نے ہند سے نکاح کیا، زید سے اس کے ایک لڑکا عمرو اور دو لڑکیاں سلمیٰ وعائشہ پیدا ہوئیں، پھر زید کا انتقال ہو گیا اس کے بعد ہند نے دوسرے شوہر بکر سے عقد نکاح کر لیا، بکر سے دو لڑکیاں جمیلہ وحبیبہ پیدا ہوئیں اور بکر بھی فوت ہو گیا، اس کے بعد ہند بہ معہ ہر دو لڑکیوں جمیلہ وحبیبہ کے اپنے فرزند عمرو کے پاس آ گئی، کچھ عرصہ بعد ہند نے اپنی لڑکی جمیلہ کی شادی کر دی،

---

(۱) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۷۸، كتاب النّكاح، مطلب: في عطف الخاصّ على العامّ.**

(۲) **لأنّ المقصودَ من التّسمية التّعريف وقد حصل. (ردّ المحتار: ۴/۷۴، كتاب النّكاح، مطلب: الخصّاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به)** ظفیر

پھر خود ہند وفات پا گئی، دوسری لڑکی حبیبہ کی شادی اس کے سوتیلے بھائی عمرو نے خالد سے کر دی بروقتِ نکاح عمرو نے بہ وجہ عار حبیبہ کے والد کا نام بجائے بکر کے زید بتلایا، حبیبہ مجلسِ نکاح میں حاضر نہ تھی، شہداءِ نکاح میں سے اکثر کو علم تھا کہ منکوحہ زید کی بیٹی نہ تھی، اس کے باپ کا نام بکر ہے اور عمرو محض اپنی والدہ کا دوسرا شوہر چھپانے کی غرض سے بجائے حبیبہ کے باپ کے اپنے باپ کا نام بتا رہا ہے، اور ناکح یعنی خالد کو اس قصہ کا مطلق علم نہ تھا، حبیبہ بعد نکاح دو سال زندہ رہ کر ایک لڑکی فاطمہ بنت خالد چھوڑ کر مرگئی، اب سوال یہ ہے کہ یہ نکاح جس میں دیدہ ودانستہ منکوحہ کی ولدیت اس کی غیر حاضری میں غلط بتلائی گئی شرعاً جائز ہوا یا نہیں؟ (۵۳۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)[1]

الجواب: چوں کہ شہود کے نزدیک حبیبہ مجہولہ نہیں ہے اور عمرو کا باوجود علم کے حبیبہ کو بنت زید بتلانا قرینہ مجاز کا ہے؛ اس لیے نکاح صحیح ہو گیا جیسا کہ شامی میں ولا المنکوحۃ کی شرح میں لکھا ہے:

فلو زوّج بنتَه منهُ وله بِنتانِ لا يصحّ إلّا إذا كانت إحداهما متزوّجة، فينصرفُ إلى الفارغة إلـخ، وفـي مـعـنـاه ما إذا كانت إحداهما مُحَرَّمة عليه إلخ ، قلت: وظاهره أنّها لو جَرَتْ المقدّمات – مقدّمات الخطبة – عـلٰى معيّنةٍ وتميّزت عند الشّهودِ أيضًا، يصحّ العقدُ، وهـي واقـعة الـفتـوى، لأنّ الـمـقـصـودَ نَفْيُ الْجَهَالَةِ وذٰلك حاصلٌ بتعيّنِها عند العاقدينِ والشّهود(وإن لـم يـصرّح باسمها كما إذا كانت إحداهما متزوّجة، ويؤيّده ما سيأتي من أنّهـا لـو كـانـت غـائبة وزوّجهـا وكيلها فإن عرفها الشّهود وعلموا أنّه أرادها كفى ذكر اسمها وإلّا لا بدّ من ذكر الأب والجدّ أيضًا إلخ[2])[1] فقط (۱۱۶/۷)

لڑکی کی نسبت بہ وقت نکاح سوتیلے باپ کی طرف کی گئی تو نکاح کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۰۷) ایک لڑکی کا باپ مرگیا، اس کی ماں نے اپنے شوہر کے حقیقی بھائی سے

---

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں سوال کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا گیا تھا ہم نے اس کو رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا ہے، اور جواب میں قوسین والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی ہے۔۱۲

(۲) ردّ المحتار: ۶۲/۴، كتاب النّكاح، مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب.

نکاح کرلیا، اس لڑکی کا نکاح اس کے چچا یعنی سوتیلے باپ کی اجازت سے ہوا، اور بہ وقت نکاح بجائے نام اصل باپ کے سوتیلے باپ کا لیا گیا، پس اس صورت میں یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

(۳۲/۱۱۲۴-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ظاہر یہ ہے کہ یہ نکاح صحیح ہوگیا، اگر چہ درمختار کی ایک عبارت سے ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ ایسی غلطی میں نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ وہ عبارت یہ ہے: **غلط وكيلها بالنّكاح في اسم أبيها بغير حضورها لم يصحّ للجهالة إلخ**[1] اس پر علامہ شامی نے یہ لکھا ہے: **قوله: (لم يصحّ) لأنّ الغائبة يشترط ذكر اسمها واسم أبيها وجدّها، وتقدّم أنّه إذا عرفها الشّهود يكفي ذكر اسمها فقط، خلافًا لابن الفضل، وعند الخصّاف يكفي مطلقًا، والظّاهر أنّه في مسئلتنا لايصحّ عند الكلّ لأن ذكر الاسم وحده لا يصرفها عن المراد إلٰى غيره بخلاف ذكر الاسم منسوبًا إلى أبٍ آخر، فإنّ فاطمة بنت أحمد لا تصدق علٰى فاطمة بنت محمّد تأمّل، وكذا يقال فيما لو غلط في اسمها إلخ**[1] **(شامي)**

لیکن جواب اس کا یہ ہے کہ اوّل تو درمختار کے اس قول **للجهالة** سے معلوم ہوتا ہے کہ علت عدم جواز نکاح کی غلطی مذکور میں جہالت ہے؛ جو صورتِ مسئولہ میں مفقود ہے، دوسرے درمختار کا مسئلہ بہ صورت غلطی کے فرض کیا گیا ہے کہ وکیل نے غلطی سے نام بدل دیا، اور صورتِ مسئولہ میں غلطی سے ایسا نہیں کیا گیا، بلکہ بر بناء **علی المعروف والشّهرة** ایسا کیا گیا، کیوں کہ عرف میں والدہ کے شوہر ثانی کو باپ کہا جاتا ہے، اور غرض جو رفعِ جہالت ہے وہ اس صورت میں حاصل ہے؛ کیوں کہ مطلب اس نسبت کا یہ ہے کہ فلاں لڑکی جو فلاں شخص کی تربیت میں ہے، اور فلاں لڑکا جو فلاں شخص کی تربیت میں ہے ان کا عقد ہوا ہے، بلکہ عجب نہیں کہ اصل باپ کی طرف نسبت کرنے میں وہ تعارف نہ ہو جو اس نسبت میں حاصل ہے، اور مقصود اصلی رفعِ جہالت ہی ہے، جیسا کہ شامی میں درمختار کے اس قول: **ولا المنكوحة مجهولة** کے تحت میں ہے: **قلت: وظاهره أنّها لو جرت المقدّمات علٰى معيّنة وتميّزت عند الشّهود أيضًا يصحّ العقد، وهي واقعة الفتوى،**

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۷۸/۴، كتاب النّكاح، مطلب في عطف الخاصّ على العامّ.

لأنّ المقصود نفي الجهالة، وذٰلك حاصل بتعيّنها عند العاقدين والشّهود وإن لم يصرّح باسمها، كما إذا كانت إحداهما متزوّجة و يؤيّده ما سيأتي من أنّها لو كانت غائبة وزوّجها وكيلها فإن عرفها الشّهود وعلموا أنّه أرادها كفٰى ذكر اسمها، و إلّا لا بدّ من ذكر الأب والجدّ أيضًا إلخ[1] (شامي) الحاصل صورتِ مسئولہ میں نکاح منعقد ہوگیا۔ فقط

(۷/۱۲۳-۱۲۴)

وضاحت: سابقہ دونوں جوابوں سے معلوم ہوا کہ نکاح کے وقت لڑکی مجلسِ نکاح میں موجود نہ ہو اور اُس کے باپ کا نام غلط لیا گیا ہو تو نکاح صحیح ہوگیا؛ لیکن آئندہ دو جوابوں میں صراحت ہے کہ اگر لڑکی حاضر ہو اور اُس کی طرف اشارہ کیا جائے تو ایسی غلطی سے نکاح ہو جاتا ہے، اور اگر حاضر نہ ہو تو نکاح صحیح نہیں ہوتا، اور راجح یہی ہے کہ اگر لڑکی حاضر نہ ہو تو ایسی غلطی سے نکاح منعقد نہیں ہوتا اور مذکورہ متعارض فتاویٰ کی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی آخری رائے عدم صحت کی ہے، اور احتیاط بھی اسی میں ہے، نیز درج ذیل عبارات بھی اسی رائے کی مؤید ہیں:

في نكاح فتاوى أبي اللّيثؒ: رجل له ابنة واحدة اسمها فاطمة، قال لرجل: زوّجت منك ابنتي عائشة ولم تقع الإشارة إلٰى شخصها، ذكر في فتاوى الفضلي: أنّه لا ينعقد النّكاح؛ لأنّه إذا لم تقع الإشارة إلٰى شخصها كان انعقاد النّكاح بالتّسمية وليست له ابنة بهٰذا الإسم. (المحيط البرهاني: ۳/۱۹، كتاب النّكاح، الفصل الخامس في تعريف المرأة والزّوج في العقد بالتّسمية والإشارة، ط: دارالكتب العلمية، بيروت)

وكذا لا ينعقد النّكاح لو غلط رجل في اسم بنته ...... ومن هنا يؤخذ حكم ما لو عرفت عند الشّهود و زوّجها الخاطب والوكيل المزوّج، وسمّاها وكيلها وسمّى أباها وأخطأ في اسم أبيها فهٰذا الخطأ يضرّ في صحّة النّكاح. (طوالع الأنوار على الدّرّ المختار: ۵/ ۳۸ ب –۳۹، الف، مخطوط: المكتبة الأزهرية)

والظّاهر أنّه في مسئلتنا لايصحّ عند الكلّ؛ لأن ذكر الاسم وحده لا يصرفها

(۱) ردّ المحتار: ۴/۶۶، كتاب النّكاح، مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب.

عن المراد إلٰی غیرہٖ بخلاف ذکر الاسم منسوبًا إلی أبٍ آخر؛ فإنّ فاطمة بنت أحمد لا تصدق علٰی فاطمة بنت محمّد، تأمّل، وکذا یقال فیما لو غلط في اسمها إلخ. (ردّ المحتار: ۴/۸۷، کتاب النّکاح، مطلب في عطف الخاصّ علی العامّ) *محمد امین پالن پوری*

نکاح میں منکوحہ کی ولدیت غلط بتائی تو نکاح ہوا یا نہیں؟

سوال: (۲۰۸) ہندہ بالغہ کی طرف سے اس کی موجودگی میں یعنی ہندہ مجلس نکاح سے علیحدہ مکان میں تھی (نہ معلوم کہ وہ مجلس نکاح سے کتنے فاصلہ پر تھی)[1] ایک آدمی وکیل بالنکاح کیا گیا جس کو اس کے حقیقی والد کی مطلقًا خبر نہیں تھی، نیز اہل مجلس سے بھی اس امر سے کوئی واقف نہ تھا کہ اس کا حقیقی والد کون ہے؟ ہاں اس کے سوتیلے والد کو سب جانتے ہیں، اسی واسطے وکیل بالنکاح نے نسبتِ بنتیت اس کے سوتیلے والد کی طرف کردی، چھ ماہ تک شوہر کے گھر آباد رہنے کے بعد یہ راز فاش ہوا کہ وکیل بالنکاح نے نسبتِ بنتیت میں غلطی کی ہے، اس صورت میں ہندہ کا نکاح درست ہوا یا نہیں؟ بہ صورت عدمِ جوازِ نکاح وہ زنا کا گناہ کس کے ذمہ ہوا؟ (۸۲/۷۷-۱۳۳۲ھ)

الجواب: عبارت درمختار اس بارے میں یہ ہے: غلط وکیلها بالنّکاح في اسم أبیها بغیر حضورها لم یصحّ للجهالة إلخ [2] وهٰکذا حقّقه في الشّامي [2] اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر لڑکی حاضر ہو اور اس کی طرف اشارہ کیا جائے تو ایسی غلطی سے نکاح ہو جاتا ہے، اور اگر حاضر نہ ہو نکاح صحیح نہیں ہوتا، اور شامی میں یہ بھی تحقیق فرمائی ہے کہ اگر گواہ منکوحہ کو جانتے ہوں تو بدون باپ کا نام لیے نکاح ہو جاتا ہے؛ لیکن اگر باپ کی جگہ دوسرے شخص کا نام لیا جاوے اور بنت فلاں کہا جاوے تو اس صورت میں اگرچہ گواہ اس منکوحہ کو جانتے بھی ہوں تب بھی نکاح صحیح نہیں ہوتا[3]

---

(۱) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۲) الدّرّ المختار وردّ المحتار: ۴/۸۷، کتاب النّکاح، مطلب في عطف الخاصّ علی العامّ.

(۳) لأنّ الغائبةَ یُشترطُ ذِکرُ اسمِها واسم أبیها وجدّها، وتقدّم أنّه إذا عرفها الشّهودُ یکفي ذکر اسمِها فقط إلخ، بخلافِ ذِکر الاسم منسوبًا إلی أبٍ آخرَ، فإنّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أحمدَ لا تصدُقُ علٰی فاطمَةَ بنتِ مُحَمّدٍ تَأمّل. (ردّ المحتار: ۴/۸۷، کتاب النّکاح، مطلب في عطف الخاصّ علی العامّ) *ظفیر*

البتہ حاضر ہونے کی صورت میں جب کہ اسی کی طرف اشارہ کیا جائے کہ اس عورت کا نکاح کیا جو کہ فلاں بنت فلاں ہے، تو غلطی کی صورت میں بھی نکاح صحیح ہے [۱] خواہ اس منکوحہ کا نام غلط لیا گیا ہو یا اس کے باپ کا، فإنّها لو كانت مشار إليها وغلط في اسم أبيها أو اسمها لا يضرّ إلخ [۲] (شامي: ۲/ ۲۵۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۱۱۷-۱۱۸)

سوال: (۲۰۹) ہندہ کی (بنتیت کی؛ عینِ) [۳] نکاح میں اس کے سوتیلے باپ کی طرف نسبت کی گئی ہے، اور حاضرین مجلس اور نکاح خواں اور ناکح بھی مطلقاً اس کے تشخصات سے ناواقف تھے، بعد نکاح یہ امر ظاہر ہوا کہ اس کا حقیقی والد وہ نہ تھا دوسرا تھا تو اس صورت میں یہ نکاح ہوا یا نہ ہوا؟

(۱۳۳۷/۳۵ھ)

الجواب: مسئلہ یہ ہے کہ اگر بدون حاضر ہونے لڑکی کے اس کے باپ کا نام غلط لیا جاوے تو نکاح اس کا درست نہیں ہوتا جیسا کہ درمختار میں ہے: غلط وكيلها بالنّكاح في اسم أبيها بغير حضورها لم يصحّ إلخ [۴] پس چاہیے کہ پھر دوبارہ تصحیح نام پدر کے ساتھ نکاح کیا جاوے۔ فقط (۷/ ۱۱۶-۱۱۷)

ولد الزنا لڑکی کا نام گواہوں کے سامنے غیر مسلم باپ کی طرف نسبت کر کے لیا گیا تو نکاح کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۱۰) ایک ہندو نے ایک مسلمان عورت کو رکھا اس سے اولاد ہوئی، بعد بلوغ اس نے ایک لڑکی کی شادی کسی مسلمان سے کی، نکاح کے وقت لڑکی سے اجازت لینے کے بعد ایجاب وقبول کے وقت یہ کہا گیا کہ ''شیو پرشاد کی لڑکی مسماۃ فلاں''، اس سے نکاح میں کچھ خرابی تو نہیں ہوئی؟

---

(۱) وكذا لو غلط في اسم بنته إلّا إذا كانت حاضرةً وأشار إليها فيصحّ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۷۸، كتاب النّكاح، مطلب في عطف الخاصّ على العامّ) ظفیر

(۲) ردّ المحتار: ۴/ ۷۸، كتاب النّكاح، مطلب في عطف الخاصّ على العامّ.

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں (بنتیت کی عین) کی جگہ ''ولدیت'' تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۴) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۷۸، كتاب النّكاح، مطلب في عطف الخاصّ على العامّ

عاجز کا یہ خیال ہے کہ ایسی صورت میں اگر نام لیا جائے تو ماں کا، بعد نکاح لوگوں کو دعوت کھانے کی دی گئی اس پر یہ اعتراض ہوا کہ اجرت زانیہ حرام ہے؛ اس لیے دعوت کھانا درست نہیں، اس پر ہندو مذکور نے یہ کہا کہ میں دعوت دیتا ہوں، اس کی ماں سے کوئی مطلب نہیں، تب شرکائے جلسہ نے یہ خیال کر کے کہ ہندو کی دعوت درست ہے قبول کرلیا، یہ کھانا شرعًا درست ہے یا نہیں؟ (۱۷۱/۹۷۱-۱۳۴۳ھ)

الجواب: یہ صحیح ہے کہ ولد الزنا کا نسب ماں سے ثابت ہوتا ہے، اور وہ اولاد ماں کی طرف منسوب ہوتی ہے، لہٰذا ایسی صورت میں ماں کا نام لینا چاہیے؛ لیکن اگر گواہان نکاح اس کو جانتے ہیں کہ فلاں لڑکی مراد ہے (اور اس کا نکاح ہوتا ہے)[1] تو نکاح بہ صورت مذکورہ صحیح ہوجاوے گا۔ کما في الشّامي: وظاهره أنّها لو جرت المقدّمات – أي مقدّمات الخطبة – علیٰ معيّنة وتميّزت عند الشّهود أيضًا يصحّ العقد، وهي واقعة الفتوی لأنّ المقصود نفي الجهالة، وذٰلك حاصل بتعيّنها عند العاقدين والشّهود، وإن لم يصرّح باسمها، كما إذا كانت إحداهما متزوّجة، ويؤيّده ما سيأتي من أنّها لو كانت غائبة، و زوّجها وكيلها فإن عرفها الشّهود وعلموا أنّه أرادها كفی ذكر اسمها وإلّا لابدّ من ذكر الأب والجدّ أيضًا إلخ[2] اور کھانا کھانا ہندو کی دعوت کا جائز ہے، لہٰذا کھانا صورتِ مسئولہ میں جائز ہے[3] اگرچہ مقتداؤں کے لیے شرکت ایسی مجلس میں مناسب نہیں ہے[4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۱۱۱-۱۱۲)

(۱) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے ۱۲

(۲) ردّ المحتار: ۴/۶۶، كتاب النّكاح، مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب، تحت قول الماتن: (ولا المنكوحة مجهولة)

(۳) ولا بأس بالذّهاب إلیٰ ضيافة أهل الذّمّة. (الفتاوی الهندية: ۵/۳۴۷، كتاب الكراهيّة، الباب الرّابع عشر في أهل الذّمّة والأحكام الّتي تعود إليهم) ظفیر

(۴) دعي إلی وليمة وثمّه لعب أو غناء قعد وأكل لو المنكر في المنزل، فلو علی المائدة لا ينبغي أن يقعد بل يخرج معرضًا لقوله تعالیٰ: ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (الأنعام، الآية: ٦٨) فإن قدر علی المنع فعل، وإلّا يقدر صبر إن لم يكن ممّن يقتدی به، فإن كان مقتدًی ولم يقدر علی المنع خرج ولم يقعد ...... وإن علم أوّلاً باللّعب لا يحضر أصلاً، سواء كان ممّن يقتدی به أو لا. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۹/۴۲۲-۴۲۴، كتاب الحظر والإباحة)

مسائل متعلقاتِ نکاح

رافضی نے نکاح پڑھایا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۱۱) رافضی نے اہل سنت کا نکاح پڑھا، صحیح ہوا یا نہ؟ (۱۹۷۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: نکاح صحیح ہوگیا، کیوں کہ ناکح ومنکوحہ دونوں سنی ہیں، رافضی نے صرف ایجاب و قبول کرایا ہے تو اس سے نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا، البتہ مناسب یہ ہے کہ رافضی کو قاضی نکاح خواں سنیوں کا نہ بنایا جاوے۔ فقط واللہ اعلم (۱۶۶/۷)

بدعتی فاسق کا پڑھایا ہوا نکاح ہوجاتا ہے

سوال: (۲۱۲) جو شخص چرس گانجا پیئے، تعزیہ داری کرے، شیخ سدو کو مانے، اس کی نذر نیاز کھاوے، صدقہ کھاوے، مردہ نہلاوے، فال جھوٹ سچ بول کر پیسہ ٹھگے، غیبت کرے، عورتوں کو بہکا کر دوسروں کی کراوے، اس کا پڑھا ہوا نکاح معتبر ہے یا نہیں؟ (۵۳۶/۱۳۳۹ھ)

الجواب: نکاح پڑھا ہوا اس کا صحیح ہے اور نکاح منعقد ہوجاتا ہے، اگرچہ وہ شخص بہ وجہ ارتکاب افعالِ محرمہ کے فاسق وعاصی ہے۔ فقط واللہ اعلم (۱۴۷/۷-۱۴۸)

وضاحت: جس طرح نماز ہر فاسق وفاجر کے پیچھے درست ہے۔ **صلّوا خلف کلّ برّ وفاجر الحدیث**[۱] اسی طرح اس کا پڑھا ہوا نکاح بھی درست ہے، گو بہتر یہ ہے کہ کسی عالم صالح سے

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: صلّوا خلف كلّ برّ وفاجر وصلّوا على كلّ برّ وفاجر، وجاهدوا مع كلّ برّ وفاجر. (سنن الدّار قطني: ۱/۱۸۵ كتاب الصّلاة، بـاب صفة من تجوز الصّلاة معه والصّلاة عليه، المطبوعة: المطبع الأنصاري الواقع في الدّهلي)

یہ کام لیا جائے؛ تاکہ سنت کے مطابق سارے کام انجام پائیں اور باعث برکت ہو۔ واللہ اعلم۔
ظفیر مفتاحی

فاسق قاضی کا پڑھایا ہوا نکاح درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۱۳) ایک موجودہ قاضی شراب خوار اور زنا کار، اور ہر قسم کی بے احتیاطی اور جھوٹی گواہی، تغلب (خیانت، دغا) بے جا ستانی کا مرتکب ہے، اس نے جھوٹے نکاح پڑھنے اور دوسرے معاملات میں سزائیں بھی پائی ہیں، اور ڈگریوں میں گرفتار بھی ہوا ہے، اس کے اظہار بھی بار بار عدالت میں غلط ثابت ہوئے ہیں، اس کا پڑھا ہوا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (۴۷۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: قال في الدّرّ المختار، كتاب النّكاح: ويندب إعلانه وتقديم خطبة وكونه في مسجد يوم جمعة بعاقد رشيد وشهود عدول إلخ. وفي الشّامي: فلا ينبغي أن يعقد مع المرأة بلا أحد من عصبتها ولا مع عصبة فاسق ولا عند شهود غير عدول إلخ[1]
اس عبارت سے واضح ہے کہ فاسق کا نکاح پڑھا ہوا اگر چہ منعقد ہو جاتا ہے؛ لیکن فاسق سے نکاح پڑھانا اچھا نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم (۷/ ۱۴۸-۱۴۹)

بے نمازی کا پڑھا ہوا نکاح درست ہے

سوال: (۲۱۴) تارک الصّلاۃ اگر نکاح کسی کا پڑھاوے تو نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ اور اولاد کا کیا حکم ہے؟ (۹۶/۱۳۴۱ھ)

الجواب: وہ نکاح صحیح ہے اور اولاد جو اس نکاح کے بعد پیدا ہو وہ ولد الحلال ہے، اور ثابت النسب ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۱۴۸)

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/ ۵۷-۵۸، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة.
(۲) اس لیے کہ اس کا پڑھایا ہوا نکاح درست ہے، جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، جب نکاح درست ہے تو اولاد ثابت النسب اور حلال ہوگی۔ ظفیر

عاقدین جس سے چاہیں نکاح پڑھوا سکتے ہیں

سوال: (۲۱۵) عاقدین کو یہ اختیار ہے یا نہیں کہ وہ جس سے چاہیں نکاح پڑھوالیں یا شریعت کسی خاص شخص کو حکم دیتی ہے؟ (۱۳۴۵/۸۴۵ھ)

الجواب: شرعًا عاقدین کو یہ حق حاصل ہے کہ خواہ وہ خود بلا واسطہ ایجاب وقبول کرلیں یا کسی دوسرے شخص سے ایجاب وقبول نیابۃً وتوکیلاً کرالیں، اور اگر انتظاماً حکام کی طرف سے اس کام پر کوئی قاضی وغیرہ مقرر ہو؛ تا کہ ناجائز طور سے نکاح نہ ہوا کریں تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے کہ اس سے نکاح پڑھوائیں۔ فقط واللہ اعلم (۵۲/۷-۵۳)

سوائے قاضی شہر دوسرا نکاح پڑھاوے تو وہ بھی جائز ہے

سوال: (۲۱۶) سوائے قاضیٔ شہر کے اور کوئی دوسرا شخص نکاح پڑھ دے اور وہ نکاح رجسٹر قاضی میں درج نہ ہو؛ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۸۵ھ)

الجواب: سوائے قاضی شہر کے اگر دوسرا شخص بہ رضائے طرفین نکاح پڑھ دے تو صحیح ہے، نکاح ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۵۷/۷)

نکاح کوئی بھی پڑھا سکتا ہے اور قاضی کے رہتے ہوئے فقیر بھی پڑھا سکتا ہے

سوال: (۲۱۷) مجسٹریٹ کا یہ فرمانا کہ نکاح پڑھنا ہر خاص عام کا کام ہے، قاضی کی کوئی ضرورت نہیں؛ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۵۳۸ھ)

الجواب: صحیح ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۶۳/۷)

---

(۱) لأنّ الشّـرع يعتبـر الإيجاب والقبول أركان عقدِ النّكاح لا أمورًا خارجيةً كالشّرائط. (ردّ المحتار: ۵۹/۴، كتـاب الـنّكـاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة)

سوال: (۲۱۸) بہ موجودگی قاضیٔ شہر، بلا اجازت قاضی کے، فقیر جو وکالت کرتا ہے نکاح پڑھ سکتا ہے یانہیں؟ (۱۳۳۸/۵۳۹ھ)

الجواب: پڑھ سکتا ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۶۳/۷)

نکاح خوانی کسی خاندان کے ساتھ خاص نہیں

سوال: (۲۱۹) جو قاضی عرصہ سے نکاح خوانی پر قابض ہے، اور اس کے پاس سند بہ ایں مضمون ہو کہ قضا پر انہیں کا خاندان رہے یا پشتہا پشت سے قبضہ چلا آتا ہو تو قابلِ لحاظ ہے یانہیں؟ (۱۳۳۸/۵۴۰ھ)

الجواب: نکاح خوانی کسی خاص خاندان یا کسی خاص شخص کا حق شرعًا نہیں ہے جس سے نکاح پڑھوالیا جائے نکاح منعقد ہوجاتا ہے، انتظامی قضیہ جداگانہ ہے، جیسا حکام مصلحت سمجھیں انتظام کریں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۶۳/۷)

نکاح خوانی کسی شخص واحد کی جاگیر نہیں

سوال: (۲۲۰) نکاح خوانی کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور یہ کام حکمًا کسی خاص شخص یا اشخاص کے لیے مخصوص کیا جاسکتا ہے یانہیں؟ اگر کوئی شخص جو سرکار سے اس کام کے لیے مقرر نہ کیا گیا ہو نکاح پڑھاوے تو وہ جائز ہوگا یانہ؟ یامنا کحین کو کسی ایسے حکم کی پابندی پر مجبور کیا جانا شرعًا درست ہے یانہ؟ اس زمانہ میں کوئی باقاعدہ نکاح کا رجسٹر رکھا جانا بہت خرابیوں سے محفوظ رکھ سکتا ہے، اور حقوق زن وشوہر کی حفاظت کے لیے ایک نہایت مستحکم اور مضبوط ذریعہ ہے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ تاوقتیکہ نکاح خوانی کی خدمت کی غرض سے خاص شخص یا اشخاص کو حکمًا مقرر نہ کیا جاوے، کسی رجسٹر یا کتاب نکاح کا باقاعدہ رکھنا ناممکن ہے، قاضیوں کی درخواست میں جو نذرانہ سرکاری کی نسبت لکھا گیا ہے یہ درحقیقت ایک فضول امر ہے، کسی سرکاری نذرانہ یا محصول کا مقرر کیا جانا کس قدر نامناسب ہے؟ اور گویا ریاست ہذا میں یہ پرانا قانون نکاح ثانی کی نسبت کسی زمانۂ سابق سے جب کہ قانون کا

(۱) حوالۂ سابقہ ۱۲

رواج یہاں ایسا نہ تھا جیسا کہ آج کل ہے چلا جاتا ہے، مگر عدالت ہائے سرکار نے سرکاری نذرانہ کو عمداً نکاح ثانی کے لیے لازمی وضروری خیال نہیں کیا؟ (۷/۱۰۴۷-۲۹/۱۳۳۰ھ)

الجواب: شرعاً نکاح ثانی کے لیے کوئی قید اور پابندی نہیں ہے، خود زوجین بالغین رو بہ رو دو گواہوں کے اپنا عقد کر سکتے ہیں، اور ایجاب وقبول کے ساتھ نکاح کر سکتے ہیں اگر وہ خود نہ کریں تو ہر ایک ان میں سے جس کو وکیل نکاح بنا دیوے صحیح ہے، اور وکیل کا نکاح کیا ہوا معتبر ہے، اور ولی شرع میں اسی لیے مقرر ہے کہ وہ اس کام کو کرے، پس مخصوص کرنا عقد نکاح کا ساتھ خاص اشخاص کے کہ وہ ہی عقد نکاح کریں تو معتبر ہو ورنہ نہ؛ مقید کرنا امر مطلق شارع کا ہے جو ناجائز ہے، پس ایسا حکم کرنا کہ سوائے خاص لوگوں کے اور کوئی نکاح خوانی نہ کر سکے، اور اگر کرلے تو وہ معتبر نہ ہو، اور گویا وہ نکاح نکاح نہ سمجھا جاوے، بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے اور احکام شرعیہ کا مبطل ہے، مناسب بلکہ بہ قاعدۂ شرعیہ لازم ہے کہ اس حکم کو عام ہی رکھا جاوے اور کسی کی رعایت سے مخلوق کو اپنے حوائج ضروریہ کے پورا کرنے میں مجبور نہ کیا جاوے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ: عزیز الرحمٰن (۷/۱۶۳-۱۶۴)

سرکار کے مقرر کردہ آدمی کے واسطے سے نکاح نہ ہو تو بھی جائز ہے

سوال: (۲۲۱) یہاں کی سرکار نے ایک قانون یہ بھی جاری کیا ہے کہ جو شخص نکاح کرنا چاہے وہ ایک خاص شخص کی معرفت جو اس کام کے لیے مقرر ہے کر سکتا ہے وہی عورت جائز سمجھی جاتی ہے؟ (۷/۳۱۷-۳۲/۱۳۳۳ھ)

الجواب: جب کہ سرکار نے یہ قانون مقرر کر رکھا ہے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ کوئی نکاح بدون وساطت اس شخص کے جس کو اس کام کے لیے سرکار نے مقرر کیا ہے کوئی نکاح نہ کریں، تاکہ ایسا نہ ہو کہ منکوحہ غیر منکوحہ شمار اور اولاد صحیح النسب غیر صحیح النسب نہ سمجھی جاوے۔ فقط (۷/۱۶۴-۱۶۵)

وضاحت: لیکن یہ بہ غرض سہولت مشورہ دیا گیا ہے، اس قانون کا ماننا لازم نہیں ہے، اور اب یہ قانون کہیں لازمی درجہ کا نافذ بھی نہیں ہے، اور جیسا کہ پہلے گزرا، اس پر پابندی عائد کرنا مفاسد کا پیش خیمہ ہے۔ واللہ اعلم۔ ظفیر

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔ ۱۲

نکاح خوانی کے لیے ایک آدمی کو مقرر کرنا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۲۲) نکاح خوانی کے لیے شرعاً ایک شخص کو مخصوص کرنا ضروری ہے یا نہیں؟
(۱۵۴۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ضروری نہیں ہے۔ انتظاماً اگر ایسا کیا جاوے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط (۱۶۵/۷)

نکاح پڑھانے والے قاضی اور ملاّ اجرت کے مستحق ہیں یا نہیں؟

سوال: (۲۲۳)...... (الف) کیا قاضی اور ملاّ بلا رضامندی اور بلا طلب عاقدین کے نکاح پڑھانے اور سرکار میں جبراً نالش کر کے اجرتِ نکاح حاصل کرنے کے مستحق ہیں؟

(ب) اور جب کہ وہ نکاح ہی نہ پڑھائیں تو اجرت نکاح خوانی کے مستحق ہو سکتے ہیں اور جبراً بہ ذریعہ عدالت وصول کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(ج) جو فطری حقوق شارع علیہ السلام نے مسلمانوں کو مرحمت فرمائے ہیں ان میں کوئی شخص مداخلت کر سکتا ہے یا نہیں؟

(د) اگر کوئی شخص مسلمانوں کو ان کے فطری حقوق عطا کردہ شارع علیہ السلام سے بہ طمع نفسانی؛ رسم جہلاء کی پیش کر کے سرکار میں نالش کر کے جبراً محروم کرنے والا کیسا ہے اور اس کے لیے کیا حکم ہے؟
(۸۴۵/۱۳۴۵ھ)

الجواب: (الف) شرعاً ان کو از خود یہ حق نہیں ہے، لیکن اگر حکام کی طرف سے وہ اس کام پر مقرر ہیں اور انتظام اس کو مقتضی ہے کہ جو اشخاص اس کام کے لیے منجانب حکام مقرر ہیں انہیں سے نکاح پڑھوایا جاوے اور درج رجسٹر کرایا جاوے؛ تا کہ بعد میں جھوٹے دعاوی اور غلط انکحہ کا نزاع پیش نہ آوے تو شریعت اس کو منع نہیں فرماتی، بلکہ یہ بھی شرعی حکم ہے، کیوں کہ انتظام معاملات اور دفع خصومات و رفع نزاع بھی ضروری ہے، جیسا کہ بیع و شراء کے لیے اس قسم کے انتظامات کر دیے گئے ہیں کہ ان کی پابندی حکام کے امر سے کی جاتی ہے۔

(ب) اس صورت میں وہ مستحق اجرت کا نہیں ہے، باقی تحریر وغیرہ کی اجرت جو اس کے لیے حکام کی طرف سے مقرر ہو اس کی بابت موافق قواعد مقررہ عمل کیا جاوے گا۔

(ج) دراصل تمام معاملات شرعیہ میں کسی تحریر اور دستاویز اور رجسٹری وغیرہ کی ضرورت نہیں، جملہ عقود بیع وشراء ونکاح وغیرہ زبانی طے ہوسکتے ہیں، لیکن حکام اگر کوئی انتظام اور قواعد اس کے لیے مصلحت سمجھیں تو وہ بھی خلافِ شریعت نہیں ہے، جیسا کہ قرآن شریف میں ارشاد ہے: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْهُ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۸۲) پس یہ لکھنا اگر چہ ضروری نہیں تھا، لیکن مصالح کی وجہ سے (اس میں کچھ حرج بھی نہیں ہے بلکہ بہتر ہے، اسی طرح رجسٹر نکاح کا ہونا اور تحریر وتصدیق قاضی وغیرہ کی ہونے میں بعض مصالح ہیں اور رفع نزاع کے لیے)[1] مفید ہے، اس لیے ان امور کی بھی شریعت میں اجازت ہے۔

(د) ایسا شخص گنہ گار ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۵۲-۵۴)

اجرتِ نکاح جبرًا لینا کیسا ہے؟

سوال: (۲۲۴) نکاح خوانی کی اجرت جبراً لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۴۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: جائز ہے اور جس قدر اجرت معروف ہے وہ موافق قاعدہ: **المعروف کالمشروط**[2] جبراً بھی لے سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۱۶۵)

خطبۂ نکاح سنت ہے یا فرض؟ اور بدون خطبہ نکاح کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۲۵) اگر قاضیٔ نکاح نے خطبۂ نکاح نہ پڑھا تو نکاح ہوا یا نہ؟ خطبۂ نکاح سنت ہے یا فرض؟ (۹۰۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: درست ہوگیا، سنت ہے[3] فقط واللہ اعلم (۷/۲۹۸-۲۹۹)

---

(۱) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۲) **ردّ المحتار: ۴/۲۰۱، کتاب النّکاح، باب المهر، مطلب: مسئلة دراهم النّقش والحمام ولفافة الکتاب ونحوها.**

(۳) **ویندب إعلانه وتقدیم خطبة وکونه في مسجد یوم جمعة. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۵۷-۵۸، کتاب النّکاح، مطلب: کثیرًا ما یتساهل في إطلاق المستحبّ علی السّنّة)** ظفیر

بغیر خطبہ نکاح ہوجاتا ہے یانہیں؟

سوال: (۲۲۶) بغیر خطبہ نکاح درست است یانہ؟ (۸۲۸/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: خطبہ اگر نباشد نکاح منعقد می شود، ارکان نکاح ایجاب وقبول است، خطبہ شرطِ نکاح نیست بلکہ سنت است[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۱۵۹)

ترجمہ سوال: (۲۲۶) بدون خطبہ؛ نکاح درست ہے یانہ؟

الجواب: خطبہ اگر نہ ہو نکاح منعقد ہوجائے گا، ارکانِ نکاح ایجاب وقبول ہیں، خطبہ نکاح کی شرط نہیں ہے، بلکہ سنت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک مجلس میں چند لڑکوں ولڑکیوں کے ایجاب وقبول کے لیے ایک خطبہ بھی کافی ہے

سوال: (۲۲۷) اگر ایک ہی مجلس میں دو چار نوشاہ مجتمع ہوں صرف ایک مرتبہ خطبۂ نکاح پڑھ کر سب سے ایجاب وقبول کرانا جائز ہے یانہیں؟ (۱۱۷۰/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: درست ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۱۴۸)

خطبۂ نکاح میں غیر نبی پر بالاستقلال درود شریف پڑھنا جائز نہیں

سوال: (۲۲۸) خطبہ نکاح میں اس طور سے درود شریف پڑھا: **اللّٰهم صلّ علىٰ سيّدنا ونبيّنا وحبيبنا وشفيعنا ومصطفانا ومجتبانا سيّد عبد القادر جيلاني.** اس کا کیا حکم ہے؟
(۱۵۹۵/۱۳۴۲ھ)

---

(۱) ويندب إعلانه وتقديم خطبة. (الدرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۵۷، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة)

(۲) ويندب إعلانه وتقديم خطبة وكونه في مسجد يوم جمعة بعاقد رشيد وشهود عدول (الدرّ المختار) وأطلق الخطبة فأفاد أنّها لا تتعيّن بألفاظ مخصوصة، وإن خطب بما ورد فهو أحسن. (الدرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۵۷-۵۸، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة) جب پہلے ایک دفعہ خطبہ پڑھ دیا تو وہ سب کے لیے کافی ہوگا۔ ظفیر

الجواب: غیر نبی پر بالاستقلال درود شریف پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔ قال في الدّرّ المختار: ولا يصلّى على غير الأنبياء ولا غير الملائكة إلّا بطريق التّبع إلخ [۱] فقط واللہ اعلم (۱۲۱/۷)

دف یا ڈھول کے ذریعہ نکاح کا اعلان کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۲۲۹) ما قولكم دام فضلكم ورحمكم ربّكم: درصورتے کہ در عدم اعلان بہ دہل اگر نکاح کردہ می شود، نکاح چنداں مشتہر نمی گردد، وعدم تشہیر آں باعث چند فسادات می گردد، خویشاں واقارب منکوحہ کہ عدم رضائے اوشاں در نکاح است در سرکار دعویٰ باطلہ برائے نکاح خود می کنند، وایں چنیں فسادات دریں دیار خیلی سرزد می شود، آیا درصورت اعلان بہ طبل کہ آں باعثِ اجتماعِ ناس است، ایں چنیں فسادات کمتر می شود، لہٰذا دریں چنیں حالت اگر در وقت نکاح اعلان بہ طبل بہ وجہے کردہ شود کہ اجتماعِ ناس ازاں حاصل آید شرعاً ممنوع است یا نہ؟ (۱۱۰۸/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: اعلانِ نکاح مسنون ومستحب است۔ كما في ردّ المحتار: قوله: (ويندب إعلانه) أي إظهاره، والضّمير راجع إلى النّكاح بمعنى العقد لحديث التّرمذي: ”أعلنوا هٰذا النّكاح واجعلوه في المساجد واضربوا عليه بالدّفوف“ إلخ [۲] (شامي) پس معلوم شد کہ اعلان بالدف در نکاح جائز است [۳] فقط (۱۴۹/۷-۱۵۰)

ترجمہ سوال: (۲۲۹) کیا فرماتے ہیں آپ حضرات ــــ دام فضلكم ورحمكم ربّكم ــــ اس صورت میں کہ اگر ڈھول کے ذریعہ اعلان نہ ہونے کی صورت میں نکاح کیا گیا ہو تو نکاح بالکل مشہور نہیں ہوتا، اور اس کی تشہیر نہ ہونا چند خرابیوں کا باعث ہوتا ہے، منکوحہ کے اعزہ واقارب کہ

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴۰۰/۱۰-۴۰۱، كتاب الخنثىٰ، مسائل شتّٰى.

(۲) ردّ المحتار: ۵۷/۴، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة.

(۳) سوال جواب کا ماحصل یہ ہے کہ بہ ذریعہ دف نکاح کا اعلان جائز ہے، بلکہ اعلان کرنا چاہیے، جیسا کہ حدیث میں صراحت ہے، مگر اس اعلان کو باجا اور ڈھول ڈھمکا کا بہانہ ہرگز نہ بنانا چاہیے۔ وفي الذّخيرة: ضرب الدّفّ في العرس مختلَف فيه، ومحلّه ما لا جلاجل له، أمّا ما له جلاجل فمكروه. (البحر الرّائق: ۱۴۳/۳، كتاب النّكاح) ظفیر

جن کی نکاح کے بارے میں ناراضگی ہے، اپنے نکاح کے لیے باطل دعوی کرتے ہیں، اور اس علاقہ میں اس جیسی بہت خرابیاں واقع ہوتی ہیں، آیا ڈھول کے ذریعہ اعلان کی صورت میں کہ وہ لوگوں کے اجتماع کا باعث ہے اس طرح کی خرابیاں کم ہوجاتی ہیں، لہٰذا اس جیسی حالت میں اگر نکاح کے وقت میں ڈھول کے ذریعہ اس طرح سے اعلان کردیا گیا ہو کہ اس سے لوگوں کا اجتماع حاصل ہوجائے، شرعًا ممنوع ہے یا نہ؟

الجواب: نکاح کا اعلان مسنون ومستحب ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے: **ويندب إعلانه إلخ،** پس معلوم ہوا کہ نکاح میں ڈھول کے ذریعہ اعلان کرنا جائز ہے۔ فقط

دُف بجا کر اعلانِ نکاح کا منشا کیا ہے؟ اور کتنی دیر بجایا جائے؟

سوال: (۲۳۰) حدیث: **أعلنوا هٰذا النّكاح واضربوا عليه بالدّفوف** (۱) ضمیر راجع بہ نکاح بمعنی عقد است، آیا چند بار زدن دفوف جائز واز کدام زمان تا بکدام حین؟ واگر اعلان یعنی اظہار عقد بزدن دف چند بار یا بہ دیگر چیز شدہ بود، پس دوم بار بزدن دف اعلان بعد اعلان نمودن جائز باشد یا نہ؟ (۳۱۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: ہرگاہ درصریح حدیث ضرب دفوف علی الاطلاق وارد است، پس بہ قید اعداد وازمان واحیان مقید نخواہد شد، بہر قدر کہ اعلان حاصل شود وہر قدر کہ مروج است جائز است، واگر اعلان بہ اشیاء دیگر شود کافی است حاجت ضرب دفوف نیست، لیکن اگر باوجود حصول اعلان بہ اشیاء دیگر ضرب دفوف کردہ شود ممنوع نخواہد شد لاطلاق الحدیث۔ فقط (۱۵۰/۷)

ترجمہ سوال: (۲۳۰) حدیث: **أعلنوا هٰذا النّكاح إلخ،** نکاح کی طرف لوٹنے والی ضمیر عقد کے معنی میں ہے، آیا چند بار دُف بجانا جائز ہے؟ اور کب سے کب تک؟ اور اگر اعلان یعنی اظہارِ عقد چند بار دُف بجاکر یا دوسری چیز کے ذریعہ سے ہوچکا تھا، پس دوبارہ دُف بجاکر اعلان پر اعلان کرنا جائز ہوگا یا نہ؟

---

(۱) **عن عائشة قالت: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: أعلنوا هٰذا النّكاح الحديث. (جامع التّرمذي: ۲۰۷/۱، أبواب النّكاح، باب ما جاء في إعلان النّكاح)**

الجواب: صریح حدیث میں ہر جگہ ضربِ دفوف مطلقًا وارد ہوا ہے، پس اعداد و اوقات کی قید کے ساتھ مقید نہیں ہوگا، جس قدر سے کہ اعلان حاصل ہو جائے اور جتنی مقدار کہ رائج ہو جائز ہے، اور اگر اعلان دوسری چیزوں کے ذریعہ ہو جائے تو کافی ہے، دُف بجانے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن اگر دوسری چیزوں کے ذریعہ اعلان ہو جانے کے باوجود دُف بجایا جائے تو ممنوع نہیں ہوگا، حدیث کے اطلاق کی وجہ سے۔ فقط

سوال: (۲۳۱) نکاح میں دُف بجانا کتنی دیر تک جائز ہے؟ (۶۱۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: دُف بجانا صرف بہ قصد اعلان نکاح جائز رکھا ہے، پس جس قدر ضرورت اعلان میں ہے وہاں تک مباح ہے۔ فقط (باقی اس کو بہانہ بنا کر ڈھول صبح سے شام تک پٹوانا درست نہیں، یہ پھر اعلان کے بجائے باجا کے حکم میں ہو جاتا ہے۔ ظفیر) (۱۵۸/۷)

باجا وغیرہ سے نکاح میں فساد آتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۳۲) جس نکاح میں باجا وغیرہ ہو وہ نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں؟ (۴۰۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: نکاح ہو جاتا ہے۔ فقط (مگر باجا وغیرہ بجانا ناجائز اور گناہ ہے، اور غیر مسلموں کی رسم ہے، اس سے بچنا ضروری ہے[۱] ظفیر) (۱۵۶/۷)

اعلانِ نکاح کے واسطے باجا وغیرہ کی ممانعت اور دُف کی اجازت ہے

سوال: (۲۳۳) اعلانِ نکاح میں باجے حلال ہیں یا نہیں؟ (۶۱۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اعلان نکاح کے لیے دف حلال ہے، اور باقی باجے سب حرام ہیں[۲] فقط (۱۵۸/۷)

---

(۱) وفي الذّخيرة: ضرب الدّفّ في العرس مختلَف فيه، ومحلّه ما لا جلاجل له، أمّا ما له جلاجل فمكروه. (البحر الرّائق: ۱۴۳/۳، كتاب النّكاح) ظفیر

(۲) قوله: (ويندب إعلانه) أي إظهاره، والضّمير راجع إلى النّكاح بمعنى العقد لحديث التّرمذي أعلنوا هٰذا النّكاح واجعلوه في المساجد واضربوا عليه بالدّفوف. (ردّ المحتار: ۵۷/۴، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة) ظفیر

هٰذا إذا لم يكن له جلاجل ولم يضرب على هيئة التّطرب. (ردّ المحتار: ۴۲۷/۹، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل في اللّبس) ظفیر

دُف کی اجازت ہے، مگر یہ کہنا کہ بغیر باجا نکاح حرام ہے، بددینی ہے اور کفر کا خوف ہے

سوال: (۲۳۴) تقویۃ الایمان کے حاشیہ میں لکھا دیکھا ہے کہ تبوک کی لڑائی کے بعد دف کو بھی منع فرما دیا تھا، اور جو شخص یہ کہے کہ جس نکاح میں باجا نہ ہو وہ نکاح حرام ہے، اس شخص کے لیے کیا حکم ہے؟ (۶۱۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: فقہاء احناف نے دُف کی اجازت نکاح میں دی ہے۔ شامی میں ہے: قولہ: (ویندب إعلانُهُ) أي إظهارُهُ والضّميرُ راجعٌ إلی النّکاح بمعنَی العقد لحديث التّرمذي: أعلنوا هٰذا النّكاحَ واجْعلُوه في المساجدِ واضْرِبُوا عليه بالدّفوفِ، فتح [1] جو شخص یہ کہے کہ جس بیاہ میں باجا وغیرہ نہ ہو وہ حرام ہے، وہ شخص فاسق ہے؛ بلکہ اس کے کفر کا خوف ہے، توبہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۱۵۸-۱۵۹)

سہرہ، کنگنا باندھ کر نکاح کیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۳۵) نوشہ نے نکاح کرتے وقت سہرہ یا کنگنا [2] باندھا یا جوا کھیلا تو نکاح درست ہے یا نہیں؟ (۲۷۳۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ افعال درست نہیں ہیں، مگر نکاح ہو جاتا ہے۔ فقط (یہ افعال بدعت ہیں، اُن سے بچنا ضروری ہے۔ ظفیر) (۷/۱۵۱)

مسجد میں نکاح پڑھنا درست ہے

سوال: (۲۳۶) نکاح مسجد میں پڑھنا بالاتفاق درست ہے یا نہیں؟ (۲۶/۱۳۳۸ھ)

---

(۱) ردّ المحتار: ۴/۵۷، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة.

(۲) کنگنا: وہ ڈورا جو دولہا کی کلائی پر باندھا جاتا ہے۔ (فیروز اللغات)

الجواب: درست ہے [۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۶۶/۷)

نکاح مسجد میں مستحب ہے

سوال: (۲۳۷/۷) زید کہتا ہے کہ مسلمانوں کا نکاح مسجد میں ہونا چاہیے، کیوں کہ قرون ثلاثہ میں نکاح مسجد ہی میں ہوتا تھا، عمرو کہتا ہے کہ مسجد میں نکاح ہونا پہلے تو مشابہت بہ نصاریٰ ہے، اس لیے کہ ان کے مذہب میں گرجا ہی میں نکاح ہوتا ہے، اس کے علاوہ مسجد میں خاص اسی نکاح کے لیے روشنی بے حد ہمیشہ سے زیادہ کرنا، اور فرش وغیرہ ہمیشہ سے زیادہ بچھانا، اور ہزار ڈیڑھ ہزار آدمیوں کا مسجد میں گھس پڑنا جن میں بہت سے بے وضو اور بہت سے بے نمازی بھی ہوتے ہیں، اور بعد نکاح کے اسی مسجد کے اندر لڑکے کا مبارک بادی گانا، پھر صحن مسجد میں شربت پلانا شور وغل ہونا؛ جس کے سبب سے کتنے ایک نمازیوں کی نماز میں خلل ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ؛ یہ سب خلاف آداب مساجد ہیں، اس لیے مسجدوں میں نکاح نہیں ہونا چاہیے، سوال یہ ہے کہ ان دونوں میں کون حق پر ہے؟ بیّنوا وتوجروا. (۱۷۸۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **ویندب إعلانه وتقدیم خطبة وکونه في مسجد یوم جمعة إلخ** [۲] اس کا حاصل یہ ہے کہ نکاح میں یہ امور مستحب ہیں: اعلان کرنا اور خطبہ پڑھنا اور مسجد میں ہونا اور جمعہ کے دن ہونا وغیرہ، پس حتی الوسع اگر ان امور کی رعایت رہے بہت اچھا ہے، اور مبارک ہے، اور شامی میں مسجد میں نکاح کے مستحب ہونے کی یہ وجہ لکھی ہے: **لالأمر به في الحدیث** یعنی حدیث شریف میں اس کا حکم وارد ہوا ہے کہ مسجد میں نکاح پڑھو، الفاظ اس حدیث کے جس میں یہ حکم وارد ہوا ہے یہ ہیں: **وعن عائشة قالت: قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم: أعلنوا هذا**

(۱) حدیث شریف میں ہے: **عن عائشة قالت: قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم: أعلنوا هذا النّکاح واجعلوه في المساجد واضربوا علیه بالدّفوف، رواه التّرمذي. (مشکاة المصابیح: ص:۲۷۲، کتاب النّکاح، باب إعلان النّکاح والخطبة والشّرط، الفصل الثّاني)** *محمد امین*

(۲) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵۷/۴-۵۸، کتاب النّکاح، مطلب: کثیرًا ما یتساهل في إطلاق المستحبّ علی السّنّة.**

النّكاح واجعلوه في المساجد واضربوا عليه بالدّفوف، رواه التّرمذي[1] حاصل یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس نکاح کو اعلان کرو اور مسجد میں کرو اور دف سے اعلان کرو، مرقات میں لکھا ہے: قوله: (بالدّفوف) لٰكن خارج المسجد[2] یعنی دف اگر ہو تو خارج مسجد ہونا چاہیے، پس معلوم ہوا کہ قول زید کا صحیح ہے، البتہ مسجد کے آداب کا بھی خیال رکھنا چاہیے، جیسا کہ مرقات کی عبارت سے واضح ہوا کہ دف خارج عن المسجد ہونا چاہیے، اسی طرح مسجد میں دیگر امور خلافِ شرع بھی نہ ہونے چاہئیں۔ فقط واللہ اعلم (۷/۱۶۶-۱۶۷)

کسی ماہ میں نکاح کرنے کی ممانعت نہیں

سوال: (۲۳۸) کسی ماہ میں نکاح کرنے کی ممانعت ہے یا نہ؟ (۳۲/۹۰۴-۱۳۳۳ھ)

الجواب: کسی میں نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۹۸-۲۹۹)

ذی قعدہ میں نکاح کرنا جائز ہے

سوال: (۲۳۹) زید اپنی دختر کا نکاح بکر سے ذی قعدہ میں کرنا چاہتا ہے، لوگ کہتے ہیں دو عیدوں کے درمیان نکاح حرام ہے۔ (۳۳/۱۸۸۴-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ماہ ذی قعدہ میں نکاح کرنا درست ہے، مانعین کا قول بے اصل ہے، شرعًا اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۱۵۷)

نکاح دن میں بہتر ہے یا رات میں؟

سوال: (۲۴۰) نکاح دن میں بہتر ہے یا شب میں؟ (۳۲/۱۱۳۰-۱۳۳۳ھ)

---

(۱) مشكاة المصابيح: ص: ۲۷۲، كتاب النّكاح، باب إعلان النّكاح والخطبة والشّرط، الفصل الثّاني.

(۲) مرقاة المفاتيح: ۲۸۶/۶، كتاب النّكاح، باب إعلان النّكاح إلخ، رقم الحديث: ۳۱۵۲، المطبوعة: المكتبة الأشرفية ديوبند.

الجواب: درمختار میں ہے: **ویندب إعلانه وتقدیم خطبة وکونه في مسجد یوم جمعة إلخ**[۱] پس معلوم ہوا کہ یوم جمعہ میں ہونا نکاح کا مستحب ہے۔ (اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دن میں مستحب ہے۔ظفیر) (۱۵۷/۷)

عصر بعد نکاح پڑھانا خلافِ اولیٰ نہیں

سوال: (۲۴۱) عصر اور مغرب کے درمیان میں عقد نکاح کرنا خلافِ اولیٰ ہے یا نہیں؟
(۱۳۳۵/۱۲۰۰ھ)

الجواب: عصر اور مغرب کے درمیان نکاح غیر اولیٰ یا مکروہ نہیں ہے۔ **لعدم دلیل الکراهة، في الدّرّ المختار: ویندب إعلانه وتقدیم خطبة وکونه في مسجد یوم جمعة إلخ**[۱] یوم جمعہ اپنے اطلاق کی وجہ سے تمام یوم کو شامل ہے، بعد عصر کا وقت بھی اس میں داخل ہے۔ فقط واللہ اعلم
(۱۴۹/۷)

ولیمہ کا کھانا کب مسنون ہے؟

سوال: (۲۴۲) ولیمہ کا کھانا کب مسنون ہے؟ ایک گروہ کہتا ہے کہ نکاح کی صبح کو اور ایک گروہ کہتا ہے کہ رخصت کے بعد صبح کو؟ (۱۴۱۹/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: ولیمہ کا کھانا نکاح کے بعد ہر وقت جائز ہے اور ہر طرح سنت ادا ہو جاتی ہے خواہ نکاح سے اگلے دن کرے، زفاف ہو یا نہ ہو اور خواہ بعد زفاف کے کرے، اور بعض علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ نکاح کے بعد بھی کرے اور زفاف کے بعد بھی، یعنی جب کہ زفاف کچھ بعد میں ہو، مرقاۃ میں ہے: **قیل: إنّها تکون بعد الدّخول، وقیل: عند العقد وقیل: عندهما**[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۶۷/۷)

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۵۷-۵۸، کتاب النّکاح، مطلب: کثیرًا ما یتساهل في إطلاق المستحبّ علی السّنّة.

(۲) مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح: ۶/ ۳۳۵، کتاب النّکاح، باب الولیمة، الفصل الأوّل، رقم الحدیث: ۳۲۱۰، المطبوعة: المکتبة الأشرفیة دیوبند.

نکاح پہلے ہوا اور رخصتی کئی ماہ بعد تو ولیمہ کب کیا جائے؟

سوال: (۲۴۳) بعض نکاح ایسے ہوتے ہیں کہ نکاح چھ ماہ پہلے ہوجاتا ہے، اور رخصت چھ ماہ بعد ہوتی ہے، آیا دعوتِ ولیمہ بعد نکاح ہونی چاہیے یا بعد شبِ زفاف؟ (۳۱۶/۱۳۳۸ھ)

الجواب: شرح شرعۃ الاسلام میں ہے: **وكذلك الوليمة......سنّة إلخ، واختلفوا أيضًا في وقت فعل الوليمة، قال بعضهم: بعد الدّخول بها، وقال بعضهم: عند العقد، وقال بعضهم: عندهما جميعًا إلخ** [1] اس کا حاصل یہ ہے کہ بعض نے فرمایا کہ (ولیمہ زفاف کے بعد ہے اور بعض نے فرمایا کہ) [2] نکاح کے وقت ہے اور بعض نے فرمایا کہ دونوں وقتوں میں سے جس وقت چاہے کردے، الغرض خواہ نکاح کے بعد ولیمہ کرے یا رخصت کے بعد کرے؛ سنت ولیمہ حاصل ہو جاوے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۱۶۷-۱۶۸)

---

(۱) **مفاتيح الجنان شرح شرعة الإسلام:** ص:۵۲۴، **فصل في سنن النّكاح وفضائله وحقوقه، المطبوعة: مكتبة الحقيقة، استنبول، تركي.**

(۲) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

وہ عورتیں جن سے نکاح درست ہے

سوتیلی ساس اور سوتیلی خالہ وغیرہ سے نکاح جائز ہے

سوال: (۲۴۴) ...... {۱} سوتیلی ماں کی حقیقی بہن۔ {۲} سوتیلی ماں کی سوتیلی بہن۔ {۳} ساس کی بہن۔ {۴} سوتیلی ساس کی بہن؛ ان عورتوں سے نکاح جائز ہے یا نہ؟
(۱۰۵۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ان سب عورتوں سے نکاح درست ہے، اور یہ سب آیت کریمہ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) میں داخل ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۰۰-۳۰۱)

بیوی کے رہتے ہوئے اس کے باپ کی دوسری بیوہ سے شادی کرنا درست ہے

سوال: (۲۴۵) زید کے دو بیویاں ہیں: فاطمہ و زینب، فاطمہ سے زید کے ایک لڑکی ہے، وہ لڑکی خالد کو بیاہ کر کے دیتا ہے، عرصہ کے بعد زید مر گیا، اس صورت میں خالد زینب کے ساتھ جو اس کی ماموں زاد بہن بھی ہوتی ہے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۲۹/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: خالد کا نکاح اس صورت میں زینب سے درست ہے۔ **کما في الدّرّ المختار: فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها إلخ**[1] فقط واللہ اعلم (۷/۱۹۹-۲۰۰)

بیوی کے رہتے ہوئے اپنی سوتیلی ساس سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۲۴۶) زید نے دو عورتوں سے عقد کیا، دوسری عورت کے عقد کے وقت ایک لڑکی

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۹۴-۹۵، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات.

چار سالہ زید کے نطفے سے موجود تھی، جسے بالغہ ہونے پر بکر اپنے عقد میں لایا، زید مرض طاعون سے فوت ہوگیا، اب زید کی پہلی بیوی کو بکر اپنے نکاح میں لانا چاہتا ہے، نکاح کے پہلے بکر کا رشتہ زید کے ساتھ کسی قسم کا نہ تھا، پس اس حالت میں زید کی پہلی بیوی جو بکر کی سوتیلی ساس ہوتی ہے بکر کے ازدواج میں شرعًا آسکتی ہے یا نہیں؟ (۹۰۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اگر وہ لڑکی جو بکر کے عقد میں آئی زید کی پہلی زوجہ کے شکم سے نہیں ہے، اور زید کی پہلی زوجہ بکر کی ساس حقیقی نہیں ہے تو نکاح بکر کا اس سے درست ہے۔ درمختار میں ہے: **فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها إلخ**[1] **(الدّرّ المختار)** فقط واللہ اعلم (۷/۲۲۴-۲۲۵)

سوتیلی ساس سے نکاح جائز ہے

سوال: (۲۴۷) شیر محمد نے اپنی دختر کا نکاح اپنے بھتیجے محمد مراد سے کردیا، حالاں کہ شیر محمد کی دو منکوحہ تھیں، شیر محمد فوت ہوگیا، آیا محمد مراد اپنے خسر کی زوجہ سے جو اس کی حقیقی ساس نہیں ہے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۷۹۵/۱۳۳۹ھ)

الجواب: محمد مراد کا نکاح زوجۂ شیر محمد سے جو کہ اس کی حقیقی ساس نہیں ہے نکاح کرنا درست ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۴۱)

داماد اپنی سوتیلی ساس اور بہو اپنے سوتیلے سسر سے نکاح کرسکتی ہے

سوال: (۲۴۸)...... (الف) شوہر کا انتقال ہوگیا اس کے داماد سے یہ بیوہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ شوہر کا داماد مذکور پہلی بیوی سے جو لڑکی ہے اس سے نکاح ہو چکا تھا یہ سوتیلی ساس ہے۔

(ب) بیوی کی بہو جب کہ لڑکا بیوی کا جو شوہر سابق سے ہے مرجاوے؛ بہو مذکور سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۷/۱۷/۱۳۳۹ھ)

---

(۱) حوالۂ سابقہ ۱۲

(۲) ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴)

الجواب: (الف-ب) ان دونوں صورتوں میں نکاح صحیح ہے۔ کذا في الدّرّ المختار[1]
فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۱۷۲-۱۷۳)

سوتیلی ساس سے نکاح کرنا جائز ہے

سوال: (۲۴۹) زید نے اپنی سوتیلی ساس سے نکاح کیا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۶۱۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: سوتیلی ساس سے نکاح درست ہے۔ کما في الدّرّ المختار: فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها إلخ[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۴۹)

بیوی کی سوتیلی ماں اور اپنی چچی سے نکاح جائز ہے

سوال: (۲۵۰) زید کی زوجیت میں خالدہ ہے اور ہندہ خالدہ کی سوتیلی ماں ہے، اور زید کی حقیقی چچی بھی ہے بیوہ ہوگئی ہے تو کیا زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ خالدہ کی موجودگی میں جائز ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۷/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: زید کا نکاح مسماۃ ہندہ کے ساتھ بہ حالت موجودگی خالدہ کے نکاحِ زید میں صحیح ہے درّ مختار میں ہے: فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها إلخ[2] فقط واللہ اعلم (۷/۲۵۲)

بیوی کے رہتے ہوئے اس کی سوتیلی ماں سے نکاح درست ہے

سوال: (۲۵۱) زید نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا، اور اس سے صحبت بھی کرلی، اب اس نے اس عورت کی سوتیلی ماں سے نکاح کرلیا، آیت: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۳) سے اصول حرام ہیں، موطوءۂ اب وجد اصول میں داخل ہیں، کیا لڑکی کے نکاح میں موجود ہونے کی حالت میں سوتیلی ساس سے نکاح جائز ہے، فتاویٰ قاضی خان، جلد اوّل، باب النکاح، ص: ۱۶۷ میں حسب ذیل صورت لکھی ہے:

---

(۱) فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها أو امرأة ابنها. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۹۴-۹۵، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۹۴-۹۵، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات.

قالوا: کلّ امرأتین لو کانت إحداھما ذکرًا والأخری أنثیٰ، حرم النّکاح بینھما، لا یجوز أن یجمع بینھما في النّکاح إلاّ في مسئلة إذا جمع بین امرأة وبین ابنة زوج کان لھا قبل ذٰلك فإنّه یجوز ذٰلك (۱) اس صورت میں جمع امرأتین ہوگئی؛ لیکن جب عورت سے نکاح کرلیا اور پھر دوسری زوجہ کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرلیا تو یہ لڑکی اس (عورت) (۲) کے اصول میں نہیں ہے، کیوں کہ شوہر کی دوسری زوجہ کی لڑکی اس عورت کے اصول میں —— سوتیلی ساس —— داخل ہے۔ (۱۳۴۲/۱۳۲۳ھ)

الجواب: جمع کرنا درمیان ایک عورت کے اور اس کی سوتیلی ماں کے نکاح میں درست ہے، کیوں وہ قاعدہ حرمت کا أیّتھما فرضت ذکرًا لم تحلّ للأخریٰ (۳) یہاں موجود نہیں ہے، کیوں کہ ایک طرف سے تو حرمت ہے یعنی اگر عورت منکوحہ سابقہ کو مرد فرض کیا جائے تو اس کے باپ کی موطوءہ اس پر حرام ہے؛ لیکن اگر اس کی سوتیلی ماں کو مرد فرض کیا جاوے تو حرمت باقی نہیں رہتی، اور درّ مختار میں اس صورت میں جواز کی تصریح ہے۔ فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجھا إلخ (۳) پس ظاہر ہے کہ عورت منکوحہ سابقہ؛ دوسری عورت یعنی اس کی سوتیلی ماں کی شوہر کی دختر ہے۔ فقط (۲۶۲-۲۶۱/۷)

سوتیلی ساس سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ نیز بیوی اور اس کی سوتیلی ماں کو جمع کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۲۵۲) سوتیلی ساس جو کہ لاولد اور بیوہ ہو؛ اس سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور زوجہ اور اس کی سوتیلی والدہ یعنی باپ کی منکوحہ کو نکاح میں جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۱۷۶۶ھ)

الجواب: سوتیلی ساس سے نکاح جائز ہے اس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں۔ لقولہٖ تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) اور جواز نکاح کے ساتھ دونوں کے درمیان

(۱) الفتاوی الخانیة مع الھندیة: ۳۶۵/۱، کتاب النّکاح، باب في المحرّمات.

(۲) مطبوعہ فتاویٰ اور رجسٹر نقولِ فتاویٰ میں (عورت) کی جگہ ''صورت'' تھا، ہم نے اس کو بدلا ہے۔ ۱۲

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۹۳/۴-۹۵، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات.

جمع بھی جائز ہے، یعنی پہلی بیوی کی موجودگی میں اس کے ساتھ اس کی سوتیلی ماں کو بھی رکھ سکتا ہے کتب فقہ میں تصریح ہے کہ عورت اور اس کے شوہر کی لڑکی دونوں ایک وقت میں ایک شخص کے نکاح میں جمع ہوسکتی ہیں۔ درمختار میں ہے: **فجاز الجمع بین امرأةٍ وبنت زوجها إلخ** [1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (کتبہ: عتیق الرحمٰن عثمانی) [2] (۷/۲۸۰-۲۸۱)

بیوی اور اُس کی سوتیلی ماں کو نکاح میں جمع کرنا جائز ہے

سوال: (۲۵۳) اپنی زوجہ کی حیات میں یا بعد وفات زوجہ اس کی سوتیلی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں مع دلیل بیان فرمایئے؟ (۳۸/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: زوجہ کی زندگی میں بھی اس کی سوتیلی ماں سے نکاح جائز ہے، یعنی زوجہ اور اس کی سوتیلی ماں کو نکاح میں جمع کرنا جائز ہے۔ درّ مختار: **فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها** [1] یہ امرأة سوتیلی ماں ہے، اور بنت زوج سوتیلی بیٹی ہے، اور جب کہ زوجہ وفات پاچکی ہے، تو اس حالت میں اس کی سوتیلی ماں سے نکاح جائز ہونے میں کچھ شک وشبہ ہی نہیں۔ فقط (۷/۴۳۹-۴۴۰)

سوال: (۲۵۴) زید کا نکاح اپنے سسر کی منکوحہ ہندہ سے درست ہے یا نہیں؟ ہندہ؛ زید کی زوجہ (زینب) کی ماں نہیں ہے تو ہندہ وزینب کا جمع کرنا زید کے لیے درست ہے یا نہیں؟

(۱۵۵۸/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: زید کا نکاح ہندہ مذکورہ سے درست ہے، اور جمع کرنا مابین زینب وہندہ درست ہے **کما في الدّرّ المختار: فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها إلخ** [1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۴۶)

سوال: (۲۵۵) زید کی دختر جو پہلی زوجہ متوفیہ سے ہے عمر کے عقد میں ہے تو زید کی زوجہ ثانیہ بیوہ سے بعد مرنے زید کے عقد کرسکتا ہے یا نہ؟ (۵۴۵/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں عمر کا نکاح زید کی دوسری زوجہ بیوہ سے جائز ہے۔ درمختار میں ہے

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۹۴-۹۵، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات.

(۲) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

کہ جمع کرنا نکاح میں ان دونوں کا جائز ہے[1] کیوں کہ ان دونوں میں وہ قاعدہ حرمت کا نہیں پایا جاتا جو اس بارہ میں منصوص ومسلم ہے کہ ان میں جس کسی کو مرد فرض کیا جائے تو دوسری عورت حلال نہ ہو تو یہ قاعدہ اس صورت میں جاری نہیں ہوسکتا[2] فقط واللہ اعلم (۲۸۱/۷)

بیوی کی نانی کی سوکن سے نکاح کرنا صحیح ہے

سوال: (۲۵٦) إنّ رجلاً نكح ضرة أمّ أمّ الزّوجة؛ هل صحّ نكاحه أم لا؟

(۸۵۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: يصحّ النّكاح بدليل قوله تعالىٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ الآية﴾ (النّساء: ۲۴) فإن ضرة أمّ أمّ الزّوجة ليست جدّة الزّوجة لتدخل في عموم قوله تعالىٰ: ﴿وَاُمَّهٰتُ نِسَآءِكُمْ﴾ (النّساء: ۲۳) فقط (۳۰۴/۷)

ترجمہ سوال: (۲۵٦) ایک شخص نے بیوی کی نانی کی سوکن سے نکاح کیا، کیا اس کا نکاح کرنا صحیح ہوا یا نہیں؟

الجواب: نکاح کرنا صحیح ہے، بہ دلیل ارشادِ ربّانی: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ اس لیے کہ بیوی کی نانی کی سوکن بیوی کی حقیقی نانی نہیں ہے، کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَاُمَّهٰتُ نِسَآءِكُمْ﴾ کے عموم میں داخل ہو۔ فقط

سوتیلی خالہ سے نکاح درست ہے

سوال: (۲۵۷) ایک شخص نے ایک عورت سے شادی کی، عورت مذکور سے ایک لڑکا پیدا ہوا، پھر شخص مذکور نے دوسری شادی کی، دوسری زوجہ کی بہن سے لڑکے مذکور کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ لڑکے مذکور سے بدکاری سے حاملہ بھی ہے۔ (۲۵۲۳/۱۳۳۷ھ)

---

(۱) فجاز الجمع بين امرأة وبنت زوجها. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۹۴/۴-۹۵، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۲) وحرم الجمع ...... بين امرأتين أيّتهما فرضت ذكرًا لم تحلّ للأخرىٰ أبدًا إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۹۳/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

الجواب: اس لڑکے کا نکاح اس کے باپ کی دوسری زوجہ کی بہن سے جائز ہے کیوں کہ وہ محرمات میں سے نہیں ہے بلکہ ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) میں داخل ہے اور جب کہ وہ عورت اسی لڑکے سے حاملہ عن الزنا ہے تو اس لڑکے کا اس حاملہ سے بہ حالت حمل نکاح اور جماع درست ہے۔ کذا في الدّرّ المختار [1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۴۶/۷)

سوال: (۲۵۸) زید نے کلثوم سے نکاح کیا، خلیل اور عمر دو لڑکے پیدا ہوئے، کلثوم کا انتقال ہوگیا، پھر زید نے خیر النساء سے نکاح کیا، خیر النساء کی ہمشیرۂ حقیقی رابعہ سے خلیل کا نکاح جائز ہے یا نہ؟ (۲۱۴۴/۱۳۳۹ھ)

الجواب: خلیل کا نکاح اس صورت میں رابعہ سے درست ہے [2] فقط واللہ اعلم (۲۳۹/۷)

چچیری خالہ سے نکاح جائز ہے

سوال: (۲۵۹) ماسی یعنی خالہ چچیری سے نکاح درست ہے یا نہیں؟ (۲۶۶/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: نکاح اس لڑکے کا اس ماسی غیر حقیقی سے جائز ہے [3] فقط واللہ اعلم (۳۰۰/۷)

سوتیلی ماں کی سگی بہن سے نکاح جائز ہے

سوال: (۲۶۰) زید کا ایک بیٹا بکر ہے، بکر کی ماں کے مرنے کے بعد زید نے دوسری عورت سے نکاح کیا، اب بکر اپنی سوتیلی ماں کی سگی بہن سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۸۴۱/۱۳۳۵ھ)

---

(۱) وصحّ نكاح حبلی من زِنا إلخ، لو نكحها الزّاني حلّ له وطؤها اتّفاقًا. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۰۶/۴-۱۰۷، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب فيما لو زوّج المولی أمته) ظفیر

(۲) وأمّا بنت زوجة أبيه وابنه فحلال. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۸۴/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات)

جب باپ کی بیوی کی لڑکی سے نکاح جائز ہے، اس کی بہن سے بہ درجۂ اولیٰ جائز ہوگا۔ دوسری کوئی وجہ حرمت نہیں پائی جاتی۔ ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) ظفیر

(۳) ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) ظفیر

الجواب: بکر کا نکاح زید کی دوسری زوجہ کی بہن سے صحیح ہے[۱] فقط واللہ اعلم (۷/ ۲۲۳-۲۲۴)

خالہ زاد بھانجی سے جس نے مدتِ رضاعت کے بعد لڑکے کی ماں کا دودھ پیا ہو نکاح درست ہے

سوال: (۲۶۱) زید اپنی خالہ زاد بھانجی سے عقد کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ خالہ زاد بھانجی جب کہ نسبی بہن زید کی شیر خوار تھی، اس کے ساتھ ایک دو دفعہ زید کی ماں کی چھاتی سے دودھ پیا تھا، اور عمر بھانجی کی اس وقت تخمیناً دو سال چھ ماہ سے زائد تھی؛ ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟ (۲۸۱/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں نکاح زید کا اس کی خالہ زاد بھانجی سے صحیح ہے کیوں کہ خالہ زاد بہن سے بھی شرعاً نکاح درست ہے، لہٰذا خالہ زاد بہن کی دختر سے بھی نکاح جائز ہے، کیوں کہ وہ محرمات میں مذکور نہیں ہے[۲] اور دودھ پینا بعد مدتِ رضاعت کے جو کہ دو برس یا اڑھائی برس ہے —— علیٰ اختلاف القولین —— حرمتِ رضاعت ثابت نہیں کرتا۔ كما في الدّرّ المختار: ويثبت التّحريم في المدّة إلخ[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۲۲۰-۲۲۱)

خالہ زاد بھانجی سے شادی درست ہے

سوال: (۲۶۲) خالہ زاد بھانجی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (۴۴/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: جائز ہے[۴] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۲۳۰-۲۳۱)

---

(۱) وأمّا بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال (الدّرّ المختار) وكذا بنت ابنها ...... ولا تحرم بنت زوج الأمّ ولا أمّه ولا أمّ زوجة الأب ولا بنتها إلخ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/ ۸۴-۸۵، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۲) وخالة خالة أبيه فحلال كبنت عمّه وعمّته وخاله وخالته لقوله تعالىٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۸۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۲۹۴، كتاب النّكاح، باب الرّضاع.

(۴) وتحلّ بنات العمّات والأعمام والخالات والأخوال. (فتح القدير: ۳/ ۱۹۹، كتاب النّكاح، فصل في بيان المحرّمات) ظفیر

ایک بھائی کا لڑکا اور دوسرے بھائی کی نواسی جو لڑکے کی غیر حقیقی بھانجی ہوئی دونوں میں نکاح جائز ہے

سوال: (۲۶۳) ایک بھائی کا لڑکا دوسرے بھائی کی نواسی ان دونوں میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (۱۶۰۶/۱۳۴۰ھ)

الجواب: ان دونوں میں نکاح درست ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۶۹/۷)

دوسری بیوی کے بھائی کا نکاح پہلی بیوی کی لڑکی (غیر حقیقی بھانجی) سے درست ہے

سوال: (۲۶۴) ایک شخص کی دو زوجہ ہیں، زوجہ اوّل سے تین لڑکیاں ہیں اور زوجۂ ثانی لاولد ہے، اب زوجۂ ثانی کا ایک حقیقی بھائی سے زوجۂ اوّل کی کسی لڑکی کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ (۹۳۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: زوجۂ ثانیہ کے بھائی کا نکاح زوجۂ اولیٰ کی کسی دختر سے درست ہے، اس میں کوئی وجہ حرمت نکاح کی نہیں ہے۔ **قال اللّٰہ تعالیٰ بعد ذکر المحرّمات:** ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۹۶/۷)

اپنی زوجہ کے بھائی سے اپنی سابقہ بیوی کی لڑکی کا نکاح جو اُس کی غیر حقیقی بھانجی ہوئی درست ہے

سوال: (۲۶۵) زید کی پہلی زوجہ متوفیہ سے ایک لڑکی ہے تو دوسری زوجہ کے بھائی سے اس لڑکی کا عقد ہوسکتا ہے یا نہیں؛ کیوں کہ اس لڑکی کا سوتیلا ماموں ہے؟ (۴۷۶/۱۳۳۵ھ)

---

(۱) ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴)

الجواب: ہوسکتا ہے؛ کہ درحقیقت زوجہ ثانیہ کا بھائی پہلی زوجہ کی دختر کا ماموں نہیں ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۸۲/۷)

اپنی علاتی بہن کے شوہر کی لڑکی (غیر حقیقی بھانجی) سے نکاح درست ہے

سوال: (۲۶۶) چاند محمد کا نکاح اپنی علاتی ہمشیرہ مسماۃ سکونت کے شوہر کی دختر زینب سے جو شوہر کی پہلی زوجہ سے ہے جائز ہے یا نہیں؟ اور مسماۃ سکونت نے اپنے برادر علاتی چاند محمد کو دودھ پلایا جب کہ وہ دوسرے شوہر کے نکاح میں تھی اور اسی سے دودھ تھا؟ (۲۰۳۱/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اس صورت میں زینب کا نکاح چاند میاں سے صحیح ہے۔ فقط واللہ اعلم (۲۶۳/۷)

لڑکے کی شادی باپ کی بیوی کی نواسی (غیر حقیقی بھانجی) سے درست ہے

سوال: (۲۶۷) زید اور بکر حقیقی بھائی ہیں، زید نے ایک دختر و بیوی چھوڑی، بکر نے بھاوج بیوہ سے نکاح کیا، اولاد نرینہ پیدا نہ ہونے سے بکر نے دوسری شادی کی، اس سے اولاد نرینہ ہوئی؛ تو اس صورت میں بکر کے پسر کا نکاح جو کہ دوسری زوجہ سے ہے اس کی یعنی بکر کی ربیبہ یعنی زید کی دختر کی دختر سے صحیح ہے یا نہ؟ ایک شخص ناجائز کہتا ہے اور دوسرا جائز کس کا قول صحیح ہے؟ (۱۲۸۸/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس میں دوسرا قول صحیح ہے، بکر کے پسر کا نکاح اس کی ربیبہ کی دختر سے صحیح ہے۔ **لقولہٖ تعالیٰ:** ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) فقط واللہ اعلم (۲۷۴/۷)

بیوی کے رہتے ہوئے بیوی کی غیر حقیقی بھتیجی سے نکاح درست ہے

سوال: (۲۶۸) عبدالکریم کی چچازاد ہمشیرہ کی شادی احمد حسن سے ہوئی، اب ہمشیرہ مذکورہ بہ وجوہات چند اور دائم المریض رہنے کے اپنے شوہر کو اجازت نکاح ثانی کے دیتی ہے؛ تو عبدالکریم کی لڑکی سے احمد حسن کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ (۲۲۹۰/۱۳۳۷ھ)

---

(۱) وجہ حرمت کوئی نہیں ہے، اور یہ بھی ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) میں داخل ہے۔ ظفیر

الجواب: نکاح احمد حسن مذکور کا اس صورت میں عبدالکریم کی دختر سے صحیح ہے۔ کذا في کتب الفقه(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۷۰/۷)

اپنے بھائی کی ربیبہ (غیر حقیقی بھتیجی) سے نکاح درست ہے

سوال: (۲۶۹) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید وعمرو دونوں حقیقی بھائی ہیں، اور ہندہ زید کی منکوحہ ہے، زینب کو اپنے ہمراہ لائی جو خالد کی لڑکی ہے ہندہ کے بطن سے، زید کا بھائی عمرو زینب سے عقد کرنا چاہتا ہے تو یہ عقد جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (۲۰۷۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: عمرو کا نکاح زینب ربیبۂ زید سے صحیح ہے، کیوں کہ زینب صرف زید پر حرام ہے کہ وہ اس کی ربیبہ ہے۔ کما قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَرَبَآئِبُكُمُ اللّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِسَآئِكُمُ اللّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۳) کما قال تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۳۰/۷)

بھائی کا نکاح بیوی کے پہلے خاوند کی لڑکی (غیر حقیقی بھتیجی) سے درست ہے

سوال: (۲۷۰) زید نے ایک عورت سے نکاح کیا، اور ایک لڑکی پہلے خاوند سے اس کے ہمراہ آئی تو اب یہ شخص اُس لڑکی کا نکاح اپنے حقیقی بھائی خرد سے کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۹۱۵/۱۳۳۹ھ)

---

(۱) وحرم أيضًا الجمع بين امرأتين بنكاح ...... أيّة امرأة منهما فرضت ذكرًا حرم النّكاح بينهما ...... وخرج بقوله: أيّة إلى آخره أنّها لو حرمت بتقدير وحلّت بآخر لم تحرم إلخ. (النّهر الفائق شرح كنز الدّقائق: ۱۹۰/۲، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، المطبوعة: دار الكتب العلميّة، بيروت) ظفیر

وحرم الجمع وطأً بملك يمين بين امرأتين أيّتهما فرضت ذكرًا لم تحلّ للأخرىٰ أبدًا إلخ، فجاز الجمع بين امرأة وبنت زوجها إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۹۳/۴-۹۵، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

الجواب: اُس لڑکی کا نکاح برادر خرد سے جائز ہے[1] فقط واللہ اعلم (۷/۱۷۵)

برادر علاتی کی بیوی کی لڑکی سے نکاح درست ہے

سوال: (۲۷۱) زید اور بکر برادر علاتی ہیں، بکر بہ قضائے الٰہی فوت ہوگیا، اس کی بیوہ ہندہ نے بعد گزرنے عدت کے عمر کے ساتھ نکاح کرلیا، ہندہ کے عمر سے دختر زینب پیدا ہوئی، زید اور زینب کا عقد ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۲۳۰/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں زینب دختر ہندہ کا نکاح زید سے درست ہے[2] فقط (۷/۲۷۸)

دو باپ شریک بھائیوں میں سے ایک کا نکاح دوسرے کے ماں شریک بھائی کی لڑکی (غیر حقیقی بھتیجی) سے درست ہے

سوال: (۲۷۲) حبیب پسر ڈوایہ و بدھو پسر نوبت، مادر حبیب و بدھو کی ایک ہے، اور ڈٹہ کہ بدھو کا پدری برادر ہے، حبیب کی دختر کو نکاح میں لاسکتا ہے یا نہیں؟ (۵۲۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اگر ڈٹہ کی ماں دوسری ہے، یعنی وہ نہیں جو حبیب اور بدھو کی ہے تو نکاح ڈٹہ کا دختر حبیب سے درست ہے۔ کما في الدّرّ المختار: وتحلّ أخت أخيه رضاعًا إلخ، وكذا نسبًا بأن يكون لأخيه لأبيه أخت لأمّ[3] پس نقشۂ نسب صورت مسئولہ میں یہ ہوگا:
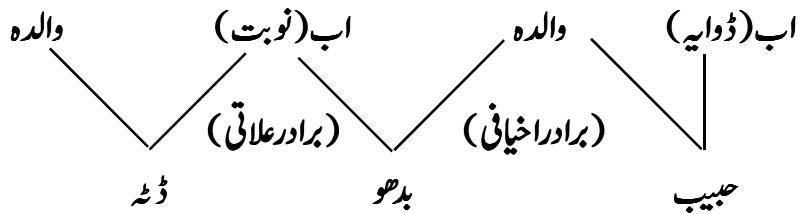
اس نقشہ کے موافق نکاح ڈٹہ کا دختر حبیب سے درست ہے۔ فقط واللہ اعلم (۷/۱۸۳)

---

(۱) ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴)

(۲) اس لیے کہ اس میں کوئی وجہ حرمت نہیں ہے، اور یہ ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) میں داخل ہے۔

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۳۰۱، كتاب النّكاح، باب الرّضاع.

ایک بہن کے لڑکے کا دوسری بہن کی پوتی سے نکاح درست ہے

سوال: (۲۷۳) بشیراً و میکن دونوں حقیقی بہن ہیں، بشیراً کے دو لڑکے: عبدالغفور و عبدالشکور، میکن کے تین لڑکے: بدلے، سعد اللہ، نصر اللہ اور ایک لڑکی ہے، عبدالغفور کی شادی میکن کی دختر سے ہوئی ہے تو عبدالشکور کی شادی میکن کی پوتی، یعنی بدلے کی لڑکی کے ساتھ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۱۲۶۳/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: مسماۃ بشیراً کے پسر عبدالشکور کا نکاح میکن کی پوتی یعنی بدلے کی دختر سے شرعاً درست ہے کہ وہ ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ الآیۃ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) میں داخل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۷۳/۷)

سوال: (۲۷۴) مسماۃ مریم و مسماۃ خدیجہ حقیقی بہنیں ہیں، مریم کی دختر کلثوم، کلثوم کی حقیقی لڑکی مسماۃ مجید النساء ہے اور خدیجہ کا لڑکا اصغر علی ہے تو اصغر علی کا عقد مسماۃ مجیداً سے درست ہے یا نہیں؟ (۲۵۷۸/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اصغر علی کا نکاح مسماۃ مجیداً سے اس صورت میں درست ہے۔ هٰكذا في كتب الفقه[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۴۸/۷)

چچازاد بھائی کی لڑکی (غیر حقیقی بھتیجی) سے نکاح جائز ہے

سوال: (۲۷۵) حامد کے دو لڑکے بکر و عمر ہیں، اور بکر کا لڑکا زید اور عمر کا الیاس ہے، آیا زید کا نکاح الیاس کی لڑکی سے ہوسکتا ہے جو کہ آپس میں چچا اور بھتیجی کا رشتہ ہے۔ (۳۰/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: ہوسکتا ہے یہ صورت ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) میں داخل ہے۔ فقط واللہ اعلم (۳۲۲/۷)

---

(۱) وأمّا عمّة عمّة أمّه وخالة خالة أبيه فحلال كبنت عمّه وعمّته وخاله وخالته، لقوله تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ﴾ (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۸۳/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات)

باپ کے چچازاد بھائی سے نکاح جائز ہے

سوال: (۲۷۶) ہندہ کو شرعاً اپنے باپ کے چچازاد بھائی (بکر) سے پردہ کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اور ہندہ کا نکاح اس سے درست ہے یا نہیں؟ (۳۶۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ہندہ کو بکر سے اس صورت میں پردہ کرنا لازم ہے، اور ہندہ کا نکاح بکر سے موافق شجرۂ نسب کے درست ہے [1] فقط واللہ اعلم (۱۸۲/۷)

چچا کے لڑکے سے بھتیجے کی لڑکی کی شادی درست ہے

سوال: (۲۷۷) دو بہنیں ہیں ایک چچا کے نکاح میں دوسری بھتیجے کے نکاح میں ہے، ایک بہن کے لڑکی پیدا ہوئی دوسری کے لڑکا، ان دونوں میں نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۷۷۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ہوسکتا ہے۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) فقط واللہ اعلم (۲۳۴/۷)

اپنے چچا کی پوتی (غیر حقیقی بھتیجی) سے نکاح کرنا درست ہے

سوال: (۲۷۸) چچا کی پوتی سے نکاح درست ہے یا نہیں؟ (۱۲۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: نکاح چچا کی پوتی سے درست ہے، آیت: ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) میں داخل ہے۔ فقط واللہ اعلم (۲۹۴/۷)

ایک بھائی کی پوتی سے دوسرے بھائی کے لڑکے کی شادی جائز ہے

سوال: (۲۷۹) الٰہی بخش وشبراتی حقیقی بھائی ہیں، الٰہی بخش کی پوتی کا نکاح شبراتی کے لڑکے سے صحیح ہے یا نہ؟ (۱۱۸۴/۱۳۳۷ھ)

---

(۱) اس لیے کہ کوئی وجہ حرمت نہیں ہے، اور یہ ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) میں داخل ہے۔ ظفیر

الجواب: یہ نکاح جائز ہے۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ بعد ذکر المحرّمات: ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) فقط واللہ اعلم (۱۹۴/۷)

بھائی کی پوتی سے اپنے لڑکے کا نکاح جائز ہے

سوال: (۲۸۰) بکر اور خالد برادر حقیقی ہیں، بکر کے پسر کا نکاح خالد کی پوتی سے جائز ہے یا نہیں؛ زید اس نکاح کو جائز کہتا ہے؟ (۴۶/۸۳-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں بکر کے پسر کا نکاح خالد کی پوتی سے جائز ہے، پس قول زید کا اس بارے میں صحیح ہے اور موافق ہے قولِ اللہ تعالیٰ کے جو شروع پارہ ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ﴾ میں ہے: ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ﴾ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۸۵/۷)

دادا کے چچا کی نواسی (غیر حقیقی بھتیجی) سے جو خلیری بہن بھی ہو نکاح درست ہے

سوال: (۲۸۱) عبدالرزاق کے دادا کے چچا کی نواسی مسماۃ رحیم النساء سے عبدالرزاق کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور عبدالرزاق و رحیم النساء میں خلیرے بھائی و بہن کا رشتہ بھی بتلاتے ہیں؛ آیا ان دونوں میں نکاح درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۸۴۱ھ)

الجواب: نکاح عبدالرزاق کا مسماۃ رحیم النساء کے ساتھ صحیح اور جائز ہے، دونوں رشتوں سے نکاح درست ہے، کیوں کہ رحیم النساء عبدالرزاق کے محرمات میں سے کسی رشتہ سے نہیں ہے، لہٰذا ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) میں داخل ہے۔ فقط واللہ اعلم (۱۹۷/۷)

ماموں کے لڑکے سے بھانجے کی لڑکی (غیر حقیقی بھتیجی) کا نکاح درست ہے

سوال: (۲۸۲) زید کے حقیقی ماموں کے لڑکے سے اس کی لڑکی کی شادی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **وأمّا عمّة عمّة أمّه وخالة خالة أبيه فحلال، كبنت عمّه وعمّته وخاله وخالته لقوله تعالى: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النّساء:۲۴)**[۱] اس سے معلوم ہوا کہ زید کے حقیقی ماموں کے پسر سے زید کی دختر کا نکاح درست ہے۔ فقط (۷/۳۰۹)

ایک بیوی سے پوتا ہے تو کیا اس کی شادی دوسری بیوی کے پوتے کی لڑکی (غیر حقیقی بھتیجی) سے جائز ہے؟

سوال: (۲۸۳) زید کی دو بیویوں سے دو لڑکے ہیں: عمرو و بکر، اور عمرو کا لڑکا خالد ہے، اور بکر کا لڑکا محمود ہے، محمود کی لڑکی ہندہ ہے، تو کیا خالد ہندہ سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۳۸۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: خالد کا نکاح ہندہ سے اس صورت میں صحیح و جائز ہے[۲] فقط واللہ اعلم (۷/۱۸۲)

غیر حقیقی بھانجے اور بھتیجے کی لڑکی سے نکاح جائز ہے

سوال: (۲۸۴) بنت بھانجا و بھتیجا کی جو ماموں اور چچا کی محرمات شرعیہ سے نہیں، مثلاً بھانجا و بھتیجا نے ماموں اور چچا کی غیر محرمات میں نکاح کیا ہے، اس بھانجا و بھتیجا کی بنت جو غیر محارم سے متولد ہے؛ ماموں اور چچا کو نکاح میں لانا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۶/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: چچازاد بھائی کی دختر یا دخترِ دختر سے نکاح درست ہے، اسی طرح ماموں زاد بھائی کی دختر، اور دخترِ دختر سے بھی نکاح درست ہے، غرض یہ ہے کہ حقیقی بھائی و بہن کی اولاد سے تو نکاح جائز نہیں ہے۔ **وإن سفلوا**، اور ابناء العمّ و ابناء الاخوان کی اولاد سے یا اولادِ اولاد سے نکاح درست ہے **لقوله تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾** (سورۂ نساء، آیت:۲۴) فقط واللہ اعلم (۷/۲۰۷-۲۰۸)

---

(۱) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۸۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.**

(۲) چچا کی لڑکی سے جس طرح نکاح جائز ہے، اُس کی پوتی سے بھی نکاح درست ہے، یہ محرمات میں نہیں ہے۔ ظفیر

وأمّا عمّة عمّة أمّه وخالة خالة أبيه فحلال كبنت عمّه وعمّته وخاله وخالته، لقوله تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۸۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات)

اپنے چچا کے نواسہ (غیر حقیقی بھانجے) کی لڑکی سے نکاح درست ہے

سوال: (۲۸۵) یعقوب جی اور مشائخ دونوں حقیقی بھائی ہیں، یعقوب جی کا لڑکا اسحاق ہے، اور مشائخ کی دختر امینہ بی ہے، اور امینہ بی کا لڑکا داؤد ہے اس کی دختر حبیب بی ہے تو اسحاق ولد یعقوب جی کا نکاح حبیب بی دختر داؤد سے درست ہے یا نہیں؟ حبیب بی اسحاق کی بھتیجی ہوتی ہے؟
(۳۰۲/۱۳۳۸ھ)

الجواب: مسماۃ حبیب بی یعقوب جی کے بھائی کے نواسہ کی دختر ہوتی ہے یا یہ کہا جائے کہ حبیب بی یعقوب جی کی بھتیجی کی پوتی ہے، اور محرمات میں سے نہیں ہے، لہٰذا نکاح یعقوب جی کے لڑکے اسحاق کا حبیب بی کے ساتھ درست ہے اور اسحاق کی حبیب بی حقیقی بھتیجی نہیں ہے [1] فقط واللہ اعلم (۲۵۴/۷-۲۵۵)

اپنے نانا کے بھائی کے لڑکے کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی جو اس کے غیر حقیقی بھانجے کی لڑکی ہوئی جائز ہے

سوال: (۲۸۶) زید اپنی لڑکی کی شادی اپنے نانا کے بھائی کے لڑکے کے ساتھ کیا چاہتا ہے؟
(۲۶۰/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: درست ہے اس میں کچھ حرج نہیں؛ نکاح جائز ہوگا۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ الآية﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) فقط (اضافہ از رجسٹر نقول فتاویٰ)

لڑکی کی شادی بیوی کے بھائی کے لڑکے سے درست ہے

سوال: (۲۸۷) زید اپنی لڑکی کی شادی اپنی بیوی کے بھائی کے لڑکے کے ساتھ کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا ناجائز؟ (رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: درست اور جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ فقط۔ دلیله ما قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۰۶/۷)

---

(۱) ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴)

حقیقی بھائی کے پوتے کی شادی اپنی لڑکی (غیر حقیقی پھوپھی) سے درست ہے

سوال: (۲۸۸) زید، عمر، بکر تینوں قرابت دار ہیں، زید وعمر دونوں کے آباء حقیقی بھائی تھے، زید کی شادی عمر کی ہمشیرۂ حقیقی سے ہوئی، اور بکر زید کے حقیقی بھائی کا حقیقی لڑکا ہے، بکر کی شادی عمر کی لڑکی سے ہوئی، عمر کی ہمشیرہ کے بطن سے ایک لڑکی ہے، یعنی بنت زید، اور عمر کی لڑکی کے بطن سے لڑکا ہے، یعنی ابن بکر؛ ابن بکر اور بنت زید کا باہم نکاح درست ہے یا نہیں؟ (۳۸/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: ابن بکر اور بنت زید کا صورت مذکورہ میں باہم نکاح درست ہے[1] فقط واللہ اعلم (۲۰۸/۷)

باپ کے ماموں کی لڑکی (غیر حقیقی پھوپھی) سے نکاح جائز ہے

سوال: (۲۸۹) اگر زید اپنے پدر کے ماموں کی دختر سے نکاح کرلے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۴۰۱/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: باپ کے حقیقی ماموں کی دختر سے نکاح جائز ہے۔ **قال اللّٰہ تعالیٰ : بعد بیان المحرّمات:** ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ الآية﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۰۵/۷)

دادا کے سوتیلے بھائی کی لڑکی (غیر حقیقی پھوپھی) سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۹۰) زید کے دادا دو بھائی تھے ایک سوتیلے اور ایک اپنے، زید نے سوتیلے دادا کی لڑکی سے نکاح کیا؛ یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (۲۶۱۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: دادا کے بھائی کی دختر سے نکاح صحیح ہے؛ کیوں کہ وہ ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) میں داخل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۴۹/۷)

---

(۱) وتحلّ بنات العمّات والأعمام والخالات والأخوال. (فتح القدير: ۱۹۹/۳، كتاب النّكاح فصل في بيان المحرّمات) ظفیر

بیوی کی وفات یا طلاق کے بعد اُس کی حقیقی بہن، خالہ پھوپھی، بھانجی یا بھتیجی سے فوراً نکاح جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۹۱) اگر کسی کی زوجہ مرجاوے یا مطلقہ ہوجاوے تو اس زوجہ کی بہن، خالہ، پھوپھی، بھانجی، بھتیجی سے اُس کے شوہر کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو عدت کے اندر جائز ہے یا بعد عدت کے؟ (۱۱۷۹/۱۳۳۹ھ)

الجواب: مسئلہ صحیح یہ ہے کہ اپنی زوجہ کے مرجانے کے بعد اس کی بہن یا خالہ یا پھوپھی یا بھانجی یا بھتیجی سے فوراً یعنی اگلے دن یا دو چار دن بعد نکاح کرسکتا ہے، کیوں کہ مرد پر عدت نہیں ہے شامی میں اسی کو صحیح کہا ہے[(۱)] اور اگر اپنی زوجہ کو طلاق دے دی ہے خواہ رجعی یا بائنہ تو جب تک اس عورت مطلقہ کی عدت نہ گزر جاوے اس وقت تک اس کی بہن اور خالہ و پھوپھی وغیرہ سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ درمختار میں ہے: **وحرم الجمع بین المحارم نکاحًا ...... وعدّةً ولو من طلاق بائن إلخ**[(۲)] اور شامی میں ہے: **فرع: ماتت امرأته له التزوّج بأختها بعد یوم من موتها إلخ**[(۲)] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۶۴/۷)

بیوی کی طلاق یا موت کے بعد اُس کی بہن سے شادی کب درست ہے؟

سوال: (۲۹۲) اگر کسی شخص کی زوجہ فوت ہوجائے تو وہ شخص فوت شدہ زوجہ کی ہمشیرہ کے ساتھ فی الحال نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ بعض علماء اس کے قائل ہیں کہ چار ماہ دس یوم تک نکاح نہیں کرسکتا، اور درمختار کی اس عبارت سے استدلال کرتے ہیں: **ومواضع تربّصه عشرون ......**

---

(۱) غَیرَ أنّ اسْمَ العِدّةِ اصطِلاحًا خُصّ بتَرَبُّصِهَا لاَ بتَرَبُّصِه. (ردّ المحتار: ۱۴۲/۵، کتاب الطّلاق، باب العدّة، قبیل مطلب: عشرون موضعًا یعتدّ فیها الرّجل)

(۲) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۹۳/۴، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات.

كنكاح أختها إلخ[1] یہ استدلال مطلقہ ومتوفیہ دونوں کے حق میں صحیح ہے یا صرف مطلقہ کے حق میں؟ بعض علماء فی الحال نکاح صحیح بتلاتے ہیں کس کا قول صحیح ہے؟ (۱۴۷۶/۱۳۳۸ھ)

الجواب: یہ استدلال مطلقہ کے بارے میں صحیح ہے اور متوفیہ کے حق میں نہیں، کیوں کہ زوجہ متوفیہ کی بہن سے فوراً بعد موتِ زوجۂ متوفیہ نکاح صحیح ہے۔ كما في ردّ المحتار: فرع: ماتت امرأته له التّزوّج بأختها بعد يوم من موتها كما في الخلاصة عن الأصل، وكذا في المبسوط لصدر الإسلام والمحيط للسّرخسيّ والبحر والتّاتر خانية وغيرها من الكتب المعتمدة إلخ[2] (شامي: ۲/۲۸۴، باب المحرّمات) فقط واللہ اعلم (۷/۲۲۷-۲۲۸)

فوت شدہ بیوی کی بہن سے فوراً نکاح درست ہے مگر مطلقہ بیوی کی بہن سے عدت کے بعد درست ہوگا

سوال: (۲۹۳) زید کی زوجہ ہندہ کا انتقال ہوگیا یا طلاق دے دی، دونوں صورتوں میں زید ہندہ کی حقیقی بہن سے بلا ایام عدت گزارے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۶۴۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اپنی زوجہ کے انتقال ہوجانے پر اس کی بہن سے فوراً نکاح کرسکتا ہے، کیوں کہ مرد پر عدت نہیں ہوتی، اور اس کو طلاق دینے کی صورت میں جب تک اس کی عدت نہ گزر جاوے اس وقت تک اس کی بہن سے نکاح درست نہیں ہے، چنانچہ یہ دونوں صورتیں کتب فقہ میں مصرح ہیں، درمختار میں ہے: وحرم الجمع بين المحارم نكاحًا...... وعدّةً ولو من طلاق بائن إلخ[3] اور شامی میں ہے: ماتت امرأته له التّزوّج بأختها بعد يوم من موتها إلخ[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۱۹۷-۱۹۸)

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵/۱۴۲-۱۴۳، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب: عشرون موضعًا يعتدّ فيها الرّجل.

(۲) ردّ المحتار: ۴/۹۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

(۳) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۹۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

بیوی کے انتقال کے بعد سالی سے نکاح درست ہے اگرچہ اس کے لڑکے نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہو

سوال: (۲۹۴) ایک شخص کی زوجہ کا انتقال ہو گیا، ایک لڑکا شیرخوار چھوڑا جو اپنی نانی کے دودھ سے پرورش ہوا، پھر شیرخوار کے والد نے اپنے حقیقی سالی سے جو اس شیرخوار کی حقیقی خالہ ہوتی ہے اپنا عقد کیا یہ عقد جائز ہے یا نہ؟ (۹۲۸/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اپنی زوجہ کے مرنے کے بعد اس کے حقیقی بہن سے نکاح درست ہے، اور اس کے پسر نے اگر اپنی نانی کا دودھ پیا تو اس کا نکاح سالی سے حرام نہیں ہوا، کیوں کہ وہ سالی اس کے پسر کی بہن رضاعی ہوئی اور بہن رضاعی اپنے پسر کی حرام نہیں ہے۔ **كما مرّ عن العالمكيرية: ويجوز في الرّضاع إلخ** [1] **وفي الدّرّ المختار : إلّا أمّ أخيه وأخته إلخ و ...... أخت ابنه وبنته إلخ** [2] **(باب الرّضاع)** فقط واللہ اعلم (۷/ ۱۹۵)

دو بہنوں سے نکاح کر کے پہلی کو طلاق دے دی تو اب بعد عدت دوسری سے نکاح کر سکتا ہے

سوال: (۲۹۵) ایک شخص نے دو بہنوں سے نکاح کیا، پھر لوگوں کے کہنے سننے سے پہلی بہن کو طلاق دے دی، آیا بعد عدت کے دوسری بہن سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: مسئلہ شریعت کا یہ ہے کہ اگر دو بہنوں سے آگے پیچھے نکاح کیا جاوے تو پہلا نکاح صحیح ہوتا ہے اور دوسرا باطل ہے، پس صورت مسئولہ میں اگر اس شخص نے دونوں بہنوں سے آگے پیچھے نکاح کیا تھا، یعنی ایک وقت میں ایک ایجاب وقبول سے نکاح نہ ہوا تھا بلکہ متفرق وقت میں

---

(۱) لا يجوز للرّجل أن يتزوّج أخت ابنه من النّسب، ويجوز في الرّضاع لأنّ أخت ابنه من النّسب إن كانت منه فهي ابنته، وإن لم تكن منه فهي ربيبته وهٰذا المعنىٰ لا يتأتّى في الرّضاع. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۳۴۳، كتاب الرّضاع)

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۲۹۸-۲۹۹، كتاب النّكاح، باب الرّضاع.

نکاح ہوا تھا تو دوسرا نکاح جو بعد میں ہوا وہ باطل ہے اور پہلا صحیح ہے؛ لیکن جب اس نے زوجۂ اولیٰ کو طلاق دے دی ہے تو اگر طلاق بائنہ یا مغلظہ دی تھی یا طلاق رجعی دے کر عدت میں رجوع نہ کیا تھا تو وہ نکاح بھی ٹوٹ گیا، پس اس کی عدت گزرنے کے بعد اگر وہ دوسری عورت سے نکاح کرے تو صحیح ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۵۳)

بیوی کو چھوڑ کر سالی سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۲۹۶) ایک شخص اپنی سالی یعنی بیوی کی خاص بہن سگی سے جو عرصہ سے بیوہ ہوگئی تھی اپنی بیوی کی زندگی میں جبراً نکاح اپنا پڑھاوے اور جگہ سے، برادری میں آدمی موجود ہوتے منع کرے اور بیوی کو بلا خطائے شرعی چھوڑ دیوے اور طلاق دے، اور بچوں کو بھی علیحدہ کرے تو طلاق اپنی بیوی پر اس سبب سے جائز ہے؟ اور اِس کا نکاح اُس (سالی) کے ساتھ شرعًا جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا (۲۶۳/۲۹-۱۳۳۰ھ)(۲)

الجواب: اگر اپنی بیوی کو پہلے طلاق دے دی ہے، اور عدت طلاق یعنی تین حیض گزر گئے ہیں تو نکاح اس کی بہن حقیقی بیوہ (سالی) سے شرعًا درست ہے، اور اگر قبل طلاق دینے زوجۂ اولیٰ کے یا قبل عدت گزرنے کے نکاح کیا ہے تو باطل ہے(۳) فقط واللہ اعلم (۷/۳۰۷-۳۰۸)

---

(۱) وَحرم الجمع بين المحارم نكاحًا أي عقدًا صحيحًا وعدّة ولو من طلاق بائن (الدّرّ المختار) إذا تزوّجهما في عقد واحد فإنّه لا يكون صحيحًا قطعًا ولا فيما إذا تزوّجهما على التّعاقب وكان نكاح الأولىٰ صحيحًا ، فإنّ نكاح الثّانية والحالة هذه باطل قطعًا. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۹۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۲) سوال وجواب رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیے گئے ہیں۔۱۲

(۳) وحرم الجمع بين المحارم نكاحًا أي عقدًا صحيحًا وعدّةً ولو من طلاق بائن. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۹۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات)

ولا يجوز أن يتزوّج أخت معتدّته سواء كانت العدّة عن طلاق رجعي أو بائن أو ثلاث أو عن نكاح فاسد أو عن شبهة إلخ. (الفتاوى الهندية: ۱/۲۷۹، كتاب النّكاح، الباب الثّالث في بيان المحرّمات، قبيل القسم الخامس: الإماء المنكوحة على الحرّة أو معها)

پہلی بیوی کو طلاق دے دی، اور عدت گزر گئی پھر سالی سے شادی کی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۹۷) ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر عدت طلاق گزر جانے کے بعد اپنی سالی حقیقی سے نکاح کر لیا ہے، مگر چوں کہ جملہ برادری اس فعل سے سخت خلاف اور معترض ہیں کہ یہ فعل شرعًا ناجائز ہے اور مجبور کرتی ہے کہ زوجہ ثانی کو چھوڑ کر زوجہ اولیٰ مطلقہ کو پھر نکاح میں لے لیا جاوے، آیا نکاح جو کیا گیا ہے جائز ہے یا نہیں؟ اور کیا زوجہ مطلّقہ سے بغیر حلالہ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۸۰/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: نکاح جو زوجہ مطلقہ کی بہن سے بعد عدت کے ہوا شرعًا صحیح ہے[1] اب اگر زوجہ سابقہ سے نکاح کرنا چاہے تو دوسری زوجہ کو طلاق دے کر جب اس کی عدت گزر جائے اگر وہ مدخولہ ہے؛ پہلی زوجہ سے نکاح کرے، اور اگر اس کو تین طلاق دی تھی تو بلا حلالہ کے اس سے نکاح صحیح نہیں ہے[2] فقط واللہ اعلم (۱۸۰/۷-۱۸۱)

بیوی کو طلاق دے کر بعد عدت اس کی بہن سے شادی کرنا جائز ہے

سوال: (۲۹۸) ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی، اور بعد گزرنے عدت کے اسی زوجہ مطلقہ کی چھوٹی بہن سے نکاح کر لیا؛ یہ نکاح صحیح ہے یا نہ؟ (۱۰۷۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

---

(۱) وَحرم الجمع بين المحارم نكاحًا أي عقدًا صحيحًا وعدّة ولو من طلاق بائن (الدّرّ المختار) شمل العدّة من الرّجعيّ إلخ، وأشار إلىٰ أنّ من طلق الأربع لا يجوز له أن يتزوّج امرأة قبل انقضاء عدّتهنّ فإن اتّفقت عدّة الكلّ معًا جاز له تزوّج أربع وإن واحدة فواحدة، بحر. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۹۳/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات)

(۲) وَإن كان الطّلاق ثلاثًا في الحرّة إلخ لم تحلّ له حتّى تنكح زوجًا غيره. (الهداية: ۳۹۹/۲، كتاب الطّلاق، باب الرّجعة، فصل فيما تحلّ به المطلّقة) ظفير

الجواب: یہ نکاح جو اس کی چھوٹی بہن سے بعد عدت گزرنے مطلقہ کے ہوا جائز اور صحیح ہے[(۱)]
فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۹۴/۷)

دو بہنوں سے یکے بعد دیگرے نکاح کیا تو دوسرا نکاح باطل ہے

سوال: (۲۹۹) صغیرن اور کبیرن دونوں حقیقی بہن ہیں، زید کی شادی صغیرن سے مقرر ہوئی، مگر نکاح غلطی سے کبیرن سے ہوگیا، بعدہ دوسرے دن صغیرن سے نکاح ہوا، صغیرن کو شوہر اپنے گھر لایا، ایک ماہ کے بعد کبیرن کو طلاق دے دی، یا صغیرن اپنے گھر ہے، ایسی صورت میں صغیرن کا نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اگر صغیرن کا نکاح ناجائز ہوا تو جائز ہونے کی کیا صورت ہے؟

(۱۳۱۷/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: قال في الشّامي: فلو علم فهو الصّحيح و الثّاني باطل إلخ[(۲)] اس سے معلوم ہوا کہ صغیرن کا نکاح باطل ہوا؛ بعد طلاق دینے کبیرن کے پھر صغیرن سے نکاح کرے، اور چوں کہ کبیرن سے خلوت و وطی نہیں ہوئی تو عدت لازم نہیں ہے، بعد طلاق دینے کبیرن کے فوراً صغیرن سے نکاح کرسکتا ہے۔ ﴿ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا﴾ (سورۂ احزاب، آیت: ۴۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۷۸/۷-۱۷۹)

ایک بہن کو طلاق دلوا کر فوراً دوسری سے شادی کر دی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۰۰) ایک شخص نے اپنی چھوٹی بہن کا نکاح ایک شخص سے کر دیا، والدہ اس نکاح سے ناراض تھی، اس نے چھوٹی لڑکی کو طلاق دلوا کر بڑی لڑکی کا نکاح اسی شخص سے کر دیا؛ آیا فوراً بعد طلاق کے بڑی لڑکی کا نکاح اسی شخص سے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۸۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اگر چھوٹی لڑکی سے خلوت بھی نہیں ہوئی تھی اور قبل خلوت اس کو طلاق دی گئی

---

(۱) وإذا طلّق امرأته طلاقًا بائنًا أو رجعيًّا لم يجز له أن يتزوّج بأختها حتّى تنقضي عدّتها. (الهداية: ۳۰۹/۲-۳۱۰، كتاب النّكاح، فصل في بيان المحرّمات) ظفیر

(۲) ردّ المحتار: ۹۶/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

تو عدت اس پر واجب نہیں [۱] اس حالت میں اس کی بہن سے فوراً نکاح صحیح ہے، لیکن والدہ ولی نہیں ہے، اگر بڑی لڑکی نابالغہ ہے تو بدون بھائی کی اجازت کے نکاح صحیح نہ ہوگا۔ فقط (۳۱۲/۷)

اپنی نابالغہ بیوی کو طلاق دے کر اس کی بیوہ بالغہ بہن سے شادی کرنا درست ہے

سوال: (۳۰۱) دو بھائیوں کا نکاح دو بہنوں سے ہوا تھا، اب بڑا بھائی فوت ہوگیا، اس کی بیوی بالغ ہے تو چھوٹا بھائی اپنی بیوی نابالغہ کو طلاق دے کر اپنے بڑے بھائی کی بیوی سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۲۳۸۱ھ)

الجواب: اگر چھوٹا بھائی اپنی زوجۂ نابالغہ کو طلاق دے کر اس کی بڑی بہن سے نکاح کرے تو یہ درست ہے، لیکن اگر وہ چھوٹا بھائی اب بھی نابالغ ہے تو اس کی طلاق واقع نہ ہوگی، اور اگر بالغ ہے تو اس کی طلاق واقع ہوجاوے گی [۲] اور اگر وہ خلوت اپنی زوجۂ نابالغہ سے کرچکا ہے تو اس کی عدت پوری ہونے کے بعد اس کی بڑی بہن سے نکاح کرے [۳] فقط واللہ اعلم (۳۱۲/۷-۳۱۳)

بیوی کے مرنے کے بعد اس کی سوتیلی نانی سے نکاح درست ہے

سوال: (۳۰۲) زید نے ہندہ سے نکاح کیا، تھوڑے عرصہ میں ہندہ فوت ہوگئی، اب زید ہندہ کی سوتیلی نانی یعنی ہندہ کی حقیقی نانا کی منکوحہ سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۱۶۱۸ھ)

---

(۱) قال لزوجته غير المدخول بها: أنتِ طالقٌ ...... ثلاثًا إلخ وقعن إلخ، وإن فرّق ...... بانت بالأولٰى لا إلٰى عدّة. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۳۸۰-۳۸۲، كتاب الطّلاق، باب طلاق غير المدخول بها) ظفیر

(۲) وأهله – أي الطّلاق– زوج عاقل بالغ (الدّرّ المختار) احترز .... بالبالغ عن الصّبيّ ولو مراهقًا. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۳۱۸، كتاب الطّلاق، مطلب: طلاق الدّور)

(۳) وسبب وجوبها – أي العدّة – عقد النّكاح المتأكّد بالتّسليم وما جرى مجراه من موت أو خلوة إلخ وحكمها حرمة نكاح أختها. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵/۱۴۳-۱۴۴، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب: عشرون موضعا يعتدّ فيها الرّجل)

الجواب: اس صورت میں زید اپنی زوجہ سابقہ ہندہ متوفیہ کے نانا کی منکوحہ بیوہ سے نکاح کرسکتا ہے۔ كذا في كتب الفقه(۱) وقد قال الله تعالىٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ الآية﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) وليس فيه الجمع بين المحارم. فقط واللہ اعلم (۷/۲۲۵-۲۲۶)

بیوی کے مرنے کے بعد اس کی حقیقی خالہ سے نکاح درست ہے

سوال: (۳۰۳) زید کی بیوی کا انتقال ہوگیا ہے، اور وہ اپنی بیوی کی خالہ حقیقی سے نکاح کرنا چاہتا ہے یعنی خوش دامن کی حقیقی بہن سے؛ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۲۷/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: بیوی کے مرنے کے بعد اس کی خالہ سے یعنی خوش دامن کی بہن حقیقی سے نکاح درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۴۴)

سوال: (۳۰۴) خوش دامن کی ہمشیرہ حقیقی سے نکاح جائز ہے یا نہیں، جب کہ زوجہ کا انتقال ہوگیا ہے؟ (۱۰۴۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس حالت میں کہ پہلی زوجہ کا انتقال ہوگیا ہے اس کی خالہ سے یعنی خوش دامن حقیقی سابقہ کی بہن سے نکاح درست ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۱۹۵)

اپنی زوجہ کے انتقال کے بعد زوجہ کی بھانجی سے نکاح کرنا درست ہے

سوال: (۳۰۵) زینب و ہندہ دو حقیقی بہنیں ہیں، بعد وفات ہندہ کے زینب کی بیٹی سے ہندہ کے شوہر کی شادی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ کیا یہ صحیح ہے کہ حضرت علیؓ بعد وفات حضرت فاطمہؓ کے حضرت عثمانؓ کی صاحب زادی سے نکاح کیا تھا؟ (۱۴۳۳/۱۳۳۷ھ)

---

(۱) ولا يجمع بين المرأة وعمّتها أو خالتها إلخ. (الهداية: ۲/۳۰۸، كتاب النّكاح، فصلٌ في بيان المحرّمات)

بیوی کے مرجانے کے بعد جمع کی صورت باقی نہیں رہتی۔ ماتت امرأته، له التّزوّج بأختها بعد يوم من موتها. (ردّ المحتار: ۴/۹۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

الجواب: ہندہ کے مرنے کے بعد اس کا شوہر ہندہ کی بھانجی سے یعنی زینب کی دختر سے نکاح کرسکتا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) اور حضرت علیؓ کا نکاح حضرت عثمان غنیؓ کی صاحب زادی سے ہونا کہیں نظر سے نہیں گزرا۔ فقط (۱۸۵/۷-۱۸۶)

سوال: (۳۰۶) کیا حضرت علیؓ کا حضرت فاطمہؓ کی بھانجی کو عقد میں لانا بعد انتقال حضرت فاطمہؓ کے ایک تاریخی واقعہ ہے، شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ کیا زوجہ کی بھانجی محرمات ابدیہ میں سے ہے یا نہیں؟ (۱۵۱۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اپنی زوجہ کے انتقال کے بعد زوجہ کی بھانجی سے نکاح کرنا شرعًا درست ہے، اور وہ محرمات ابدیہ میں سے نہیں ہے؛ صرف جمع کرنا خالہ بھانجی کو نکاح میں ناجائز ہے[(۱)] اور جب کہ ایک ان میں سے باقی نہ رہے تو دوسری سے نکاح صحیح ہے، پس اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا کیا ہو تو شرعًا اس میں کچھ حرج نہیں ہے، اور ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) میں داخل ہے۔ فقط واللہ اعلم (۲۰۱/۷)

سوال: (۳۰۷) ہندہ زید کے عقد میں تھی وہ فوت ہوئی، اب بعد وفات ہندہ کے زید کو اس کی حقیقی بھانجی سے عقد کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۰۳۰/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: ہندہ کے مرنے کے بعد زید ہندہ کی بھانجی سے نکاح کرسکتا ہے[(۲)] فقط (۲۱۶/۷)

متوفیہ بیوی کی حقیقی بھانجی جو بھتیجے کی مطلقہ بھی ہو اُس سے نکاح درست ہے

سوال: (۳۰۸) محمد بخش؛ مسماۃ بھوری کا حقیقی خالو ہے اور مسماۃ بھوری کے خاوند سابق کا نام

---

(۱) ولا يجمع بين المرأة وعمّتها أو خالتها إلخ. (الهداية: ۲/۳۰۸، كتاب النّكاح، فصل في بيان المحرّمات) ظفیر

(۲) اس لیے کہ جمع کی صورت پیدا نہیں ہوئی، جو ناجائز ہے۔ ولا يجمع بين المرأة وعمّتها أو خالتها أو ابنة أخيها أو ابنة أختها. (الهداية: ۲/۳۰۸، كتاب النّكاح، فصل في بيان المحرّمات) ظفیر

شادی ہے، شادی مذکور کا محمد بخش چچا حقیقی ہے، اگر شادی مسماۃ بھوری کو طلاق دے اور مسماۃ بھوری محمد بخش سے نکاح کرلے تو جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ مسماۃ بھوری کی خالہ حقیقی فوت ہوگئی ہے، اور کچھ اولاد نہیں ہے؟ (۹۲۵/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: محمد بخش کا نکاح اس صورت میں اپنی بیوی متوفیہ کی بھانجی مسماۃ بھوری سے درست ہے اور بھتیجے کی زوجہ مطلقہ سے بھی بعد عدت کے نکاح درست ہے، پس محمد بخش کا نکاح مسماۃ بھوری سے اس صورت میں ہر دو وجہ سے صحیح ہے۔ **کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾** (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۱۶/۷)

سالی کی لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۰۹) بکر اپنی حقیقی سالی کی لڑکی سے عقد کرنا چاہتا ہے شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ (۷۷۴/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اگر زوجہ بکر کی بکر کے نکاح میں نہ ہو تو اس کی بھانجی سے نکاح بکر کا صحیح ہے، اور اکٹھا کرنا خالہ بھانجی کو نکاح میں صحیح نہیں ہے[1] فقط واللہ اعلم (۱۷۴/۷)

بیوی کے مرنے کے بعد اس کی بھتیجی سے نکاح صحیح ہے

سوال: (۳۱۰) زید نے ایک عورت سے نکاح کیا، اس سے وطی ہوئی دو بچے بھی ہوئے؛ جو زندہ موجود ہیں، بعد انتقالِ زوجہ زید نے اسی عورت مرحومہ کی حقیقی بھتیجی سے نکاح کیا؛ یہ نکاح جائز ہوا یا حرام؟ شرح وقایہ و درمختار میں عورت کی بھانجی و بھتیجی سے نکاح حرام لکھا ہے[2] (۲۶۸۴/۱۳۳۷ھ)

---

(۱) وَلَا يجمع بين المرأة وعمّتها أو خالتها أو ابنة أخيها أو ابنة أختها. (الهداية: ۳۰۸/۲، كتاب النّكاح، فصل في بيان المحرّمات) ظفیر

(۲) وحرم على المرء ...... الجمع ...... بين امرأتين أيّتهما فرضت ذكرًا لم تحلّ له الأخرىٰ (شرح الوقاية) وفي هامشه: فيندرج تحت هٰذه الكلّيّة الجمع بين الأختين والجمع بين العمّة وبنت أخيها والجمع بين الخالة وبنت أختها. (شرح الوقاية مع حاشية عمدة الرّعاية: ۱۳/۲، كتاب النّكاح، بيان المحرّمات من النّساء، رقم الهامش: ۴) ==

الجواب: بعد مرنے زوجہ کے اس کی بھتیجی اور بھانجی سے نکاح درست ہے، شرح وقایہ وغیرہ میں جو یہ لکھا ہے کہ زوجہ کی بھتیجی و بھانجی سے نکاح حرام ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ زوجہ کی موجودگی میں اور بہ حالت اس کے نکاح میں ہونے کے اس کی بھتیجی و بھانجی سے نکاح حرام ہے؛ کیوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ پھوپھی بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، اسی طرح خالہ بھانجی کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے (۱) اور جب کہ پھوپھی نکاح میں نہ رہی یا خالہ نکاح میں نہ رہی تو اس کی بھتیجی اور بھانجی سے نکاح درست ہے۔ هٰكذا في كتب الفقه (۲) فقط واللہ اعلم (۷/۲۴۹-۲۵۰)

بیوی کے مرنے کے بعد اپنے سالے کی لڑکی سے نکاح درست ہے

سوال: (۳۱۱) زید کی بیوی کا انتقال ہوگیا، اب زید کا نکاح مرحومہ کی برادرزادی (بھتیجی) سے درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۳۴۶ھ)

الجواب: زوجہ متوفیہ کی برادرزادی سے زید کا نکاح جائز ہے، کیوں کہ پھوپھی اور بھتیجی کا ایک وقت میں نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، اور جب کہ پھوپھی کا انتقال ہوگیا، اور وہ زید کے نکاح میں نہ رہی تو اس مرحومہ کی بھتیجی سے زید کا نکاح جائز ہے (۳) فقط واللہ اعلم (۷/۲۳۳)

== لا تنكح المرأة علىٰ عمّتها (الدّرّ المختار) تمامه: ولا علىٰ خالتها ولا علىٰ ابنة أخيها ولا علىٰ ابنة أختها. (الدّرّ المختار وردّ المحتار: ۴/۹۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات)

(۱) عن أبي هريرة أنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم نهىٰ أن تنكح المرأة علىٰ عمّتها، أو العمّة علىٰ بنت أخيها، أو المرأة علىٰ خالتها، أو الخالة على بنت أختها، ولا تنكح الصّغرىٰ علىٰ الكبرىٰ ولا الكبرىٰ على الصّغرىٰ. (جامع التّرمذي: ۱/۲۱۴، أبواب النّكاح، باب ما جاء لا تنكح المرأة علىٰ عمّتها ولا علىٰ خالتها)

(۲) وحرم الجمع...... بين امرأتين أيّتهما فرضت ذكرًا لم تحلّ للأخرى. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۹۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۳) درج ذیل عربی عبارت جس کو مفتی ظفیر الدینؒ نے شامل جواب کیا تھا، ہم نے اس کو حاشیہ میں رکھا ہے، کیوں کہ یہ رجسٹر نقولِ فتاویٰ میں نہیں ہے:

ولا يجمع بين المرأة و عمّتها. (الهداية: ۲/۳۰۸، كتاب النّكاح، فصل في بيان المحرّمات) ظفیر

پھوپھا کا نکاح زوجہ کی بھتیجی سے کب جائز ہے؟

سوال: (۳۱۲) پھوپھا کا نکاح بھتیجی سے جائز ہے یا نہیں؟ (۶۳۳/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: پھوپھا کا نکاح زوجہ کی بھتیجی سے بعد مرنے زوجہ کے یا طلاق دینے اور عدت گزرنے کے درست ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۴۳/۷-۴۴۴)

چچازاد ہمشیرہ کے شوہر سے اپنی لڑکی کا نکاح درست ہے

سوال: (۳۱۳) ہندہ کی چچا زاد ہمشیرہ زبیدہ نے وفات پائی، اب ہندہ اپنی لڑکی کا نکاح زبیدہ مرحومہ کے خاوند سے کرسکتی ہے یا نہیں؟ (۵۶۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: کرسکتی ہے۔{ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ }(۲) (سورۂ نساء، آیت:۲۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۷۲/۷)

دور کے رشتے سے جو پھوپھا ہو اُس سے پھوپھی کی وفات کے بعد نکاح درست ہے

سوال: (۳۱۴) مسماۃ وحیدن دختر سینی چار پانچ برس سے بیوہ ہے، ایک شخص عیدو ہے جس کو وحیدن دور کے رشتہ سے پھوپھا کہتی تھی، کیوں کہ عیدو کا پہلا نکاح مسماۃ اللہ دی سے ہوا تھا، جو کہ وحیدن کی ہم جد تھی، اور وحیدن کی پھوپھی رشتہ کی تھی؛ اس کا انتقال ہوگیا، اب عیدو کا دوسرا نکاح مسماۃ وحیدن سے درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۲/۱۳۳۸ھ)

الجواب: نکاح عیدو کا مسماۃ وحیدن سے درست ہے، کیوں کہ مسماۃ وحیدن عیدو کی ان

---

(۱) وحرم الجمع ...... بين امرأتين أيّتهما فرضت ذكرًا لم تحلّ للأخرى أبدًا لحديث مسلم لا تنكح المرأة على عمّتها (الدّرّ المختار) ولا على خالتها ولا ابنة أخيها ولا على ابنة أختها. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۹۳/۴-۹۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفير

(۲) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

محرمات میں سے نہیں ہے جن سے نکاح حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ الآية ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) پس نکاح مسماۃ وحیدن کا عیدو سے درست اور صحیح ہے، اس میں کچھ شبہ اور تردد نہ کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۶۴/۷-۲۶۵)

سالی کے مرنے کے بعد اس کے شوہر سے اپنی بھتیجی کی شادی جائز ہے

سوال: (۳۱۵) زید و عمر کے نکاح میں دو حقیقی بہنیں ہیں، لیکن عمر کے گھر میں سے مرگئی، اب زید اپنی بھتیجی کا نکاح عمر سے کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ (۴۶/۲-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس حالت میں عمر زید کی بھتیجی سے نکاح کرسکتا ہے، شرعاً یہ نکاح جائز ہے۔ **لقوله تعالیٰ:** ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) فقط واللہ اعلم (۲۸۴/۷)

منکوحہ غیر مدخولہ کو طلاق دینے کے بعد اس کی لڑکی سے جو پہلے خاوند سے ہے نکاح کرسکتا ہے

سوال: (۳۱۶) زید نے ہندہ سے نکاح کیا؛ لیکن مباشرت سے قبل اس کو طلاق دے دی، کیا ہندہ کی دختر سے جو پہلے خاوند سے ہے زید کا نکاح جائز ہے؟ (۱۲۳/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس صورت میں ہندہ کی دختر سے جو دوسرے شوہر سے ہے زید کا نکاح درست ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ﴿وَرَبَآئِبُكُمُ اللّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ اللّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۷۰/۷)

بیوی اور اُس کے خاوند کی بیٹی کو جو دوسری عورت سے ہے نکاح میں جمع کرسکتا ہے

سوال: (۳۱۷) ایک شخص ایک عورت کو اور اس کے خاوند کی بیٹی کو جو دوسری عورت سے ہے دونوں کو نکاح میں جمع کرسکتا ہے یا نہ؟ (۲۹۶۱/۱۳۳۹ھ)

الجواب: کرسکتا ہے۔ كذا صرّح به في الدّرّ المختار لعدم علّة الحرمة[1] فقط واللہ اعلم (۷/۲۴۳)

سوال: (۳۱۸) هل يجوز الجمع بين امرأة وابنة زوجها من غيرها أم لا؟ بيّنوا توجروا (۱۴۰۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: قال في الدّرّ المختار: فجاز الجمع بين امرأة وبنت زوجها أو امرأة ابنها إلخ[2] وكذا في غيره من كتب الفقه، پس معلوم شد کہ جمع کردن درمیان زن وبنت زوج او کہ از زن دیگر است جائز وحلال است کہ علت حرمت جمع درآنہا یافتہ نمی شود۔ كما حقّقه في ردّ المحتار[3] فقط (۷/۲۴۸)

ترجمہ سوال: (۳۱۸) کیا بیوی اور اُس کے خاوند کی بیٹی کو جو اس کے علاوہ عورت کے بطن سے ہے (نکاح میں) جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: درمختار میں ہے: فجاز الجمع بين امرأة وبنت زوجها إلخ پس معلوم ہوا کہ جمع کرنا بیوی اور اُس کے شوہر کی اس بیٹی کو جو دوسری بیوی کے بطن سے ہے جائز اور حلال ہے، اس لیے کہ جمع کرنے کی حرمت کی علت اس صورت میں پائی نہیں جارہی ہے، جیسا کہ ردّالمحتار میں ہے۔ فقط

بیوی کے رہتے ہوئے بیوی کے فوت شدہ لڑکے کی بیوی سے نکاح کرنا درست ہے

سوال: (۳۱۹) زید فوت ہوا، زوجہ ہندہ اور پسر عمر چھوڑ کر، ہندہ نے نکاح ثانی بکر سے کیا اور عمر مذکور کا نکاح مسماۃ حلیمہ سے کردیا گیا، عمر فوت ہوا تو اس کی زوجہ حلیمہ سے بکر نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

---

(۱) فجاز الجمع بين امرأة وبنت زوجها إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۹۴-۹۵، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۹۴-۹۵، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

(۳) قوله: (لم يحرم) أي التّزوّج في الصّور الثّلاث، لأنّ الذّكر المفروض في الأولى يصير متزوّجًا بنت الزّوج وهي بنت رجل أجنبيّ، وفي الثّانية يصير متزوّجًا امرأة أجنبية، وفي الثّالثة يصير واطئًا لأمته. (ردّ المحتار: ۴/۹۵، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

جب کہ عمر کی والدہ ہندہ بھی بکر کے نکاح میں موجود ہے۔ (۱۳۳۷/۱۴۱۴ھ)

الجواب: اپنی زوجہ کے پسر از شوہر ثانی کی زوجہ سے نکاح کرنا باوجود نکاح میں ہونے اس زوجہ کے درست ہے، یعنی جمع کرنا درمیان ایک عورت کے اور اس کے پسر کی زوجہ کے شرعاً درست ہے۔ **لعموم قوله تعالیٰ:** ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) اور درمختار میں ہے: **فجاز الجمع بين امرأة وبنت زوجها أو امرأة ابنها إلخ** [1] فقط واللہ اعلم (۱۸۵/۷)

اپنی بیوی کے اس لڑکے کی زوجہ سے جو شوہرِ اوّل سے ہے نکاح درست ہے

سوال: (۳۲۰) ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا، اس عورت کے ایک لڑکا پہلے خاوند سے تھا، اس لڑکے کا نکاح اس شخص نے ایک عورت سے کر دیا، اس لڑکے نے اس عورت کو طلاق دے دی، پھر اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کیا، اس نے بھی اس کو طلاق دے دی، اب اگر یہ شخص اس عورت سے نکاح کرے تو درست ہے یا نہیں؟ فقط بینوا توجروا (۲۹/۱/۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: اگر شخص مذکور اس عورت سے نکاح کرے تو درست ہے [2] یعنی اپنی عورت کے اس لڑکے کی زوجہ سے جو شوہر اوّل سے ہے نکاح درست ہے۔ **قال الله تعالیٰ:** ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ الآية﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: رشید احمد عفی عنہ [3]　　الجواب صحیح: بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ (۳۰۵/۷-۳۰۶)

---

(۱) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۹۴/۴-۹۵، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات.**

(۲) درج ذیل عربی عبارت جس کو مفتی ظفیر الدینؒ نے شامل جواب کیا تھا، ہم نے اس کو حاشیہ میں رکھا ہے، کیوں کہ یہ رجسٹر نقولِ فتاویٰ میں نہیں ہے:

ودليله ما قال في الشّامي: ولو تحرم بنت زوج الأمّ ولا أمّه – إلىٰ أن قال– ولا زوجة الرّبيب ولا زوجة الرّاب. (ردّ المحتار: ۸۵/۴، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات)

(۳) ''کتبہ: رشید احمد عفی عنہ'' مطبوعہ فتاویٰ میں نہیں ہے، رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے، اور یہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ نہیں ہیں، بلکہ کوئی ناقلِ فتاویٰ ہے، رجسٹر نقولِ فتاویٰ سنہ ۲۹-۱۳۳۰ھ کے پہلے صفحہ پر یہ نوٹ درج ہے: ''رشید احمد صاحب جن کے دستخط اکثر فتاویٰ پر ہیں کوئی ناقلِ فتاویٰ ہے''۔۱۲

بیوی کے رہتے ہوئے اُس کے اُس لڑکے کی بیوی سے جو بھتیجا بھی لگتا ہو نکاح درست ہے

سوال: (۳۲۱) دو بھائی حقیقی تھے زید وعمر، عمر جو بڑا بھائی تھا، اس کا نکاح مسماۃ زینب سے ہوا اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، عمر کا انتقال ہوگیا، بعد گزر جانے عدت کے مسماۃ زینب کا نکاح اس کے چھوٹے بھائی زید سے کردیا گیا، اس سے بھی ایک لڑکا پیدا ہوا، عمر کے لڑکے کا نام بکر تھا، اور زید کے لڑکے کا نام خالد، اس کے بعد ان دونوں بھائی بکر اور خالد کا نکاح ایسی دو عورتوں سے ہوا جو دونوں حقیقی بہنیں تھیں، سوال یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں اگر عمر کے لڑکے بکر کی زوجہ کسی وجہ سے بہ وجہ طلاق یا اس کے انتقال کے نکاح سے علیحدہ ہوجاوے تو اس کے چچا یعنی عمر کے چھوٹے بھائی زید سے بکر کی زوجہ کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۱۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)(۱)

الجواب: قال في الدّرّ المختار: فجاز الجمع بين امرأة وبنت زوجها أو امرأة ابنها(۲) پس عبارت منقولہ سے ظاہر ہوا کہ اگر زوجۂ زید یعنی زینب بھی زید کے نکاح میں موجود ہو تب بھی زید اپنی زوجہ کے پسر اور اپنے بھتیجے بکر کی زوجہ سے بعد طلاق یا موت بکر نکاح کرسکتا ہے، اور اگر زینب موجود نہ ہو تو جواز نکاح میں کچھ تردد ہی نہیں۔ فقط واللہ اعلم (۳۰۱/۷)

بیوی کے لڑکے کی بیوہ سے نکاح درست ہے

سوال: (۳۲۲) زوجہ کے ساتھ پسر شوہر اوّل سے ہے، اس پسر کی زوجہ بیوہ سے اس شخص کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ (۴۹۳/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: درست ہے(۳) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) فقط واللہ اعلم (۲۱۲/۷)

---

(۱) یہ سوال رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔۱۲

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۹۴/۴-۹۵، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات.

(۳) فجاز الجمع بين امرأة وبنت زوجها أو امرأة ابنها. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۹۴/۴-۹۵، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

دو خالہ زاد یا ماموں زاد بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا درست ہے

سوال: (۳۲۳) رکن رکین میں لکھا ہے کہ دو خالہ زاد بہنیں یا ماموں زاد بہنیں ایک مرد کے نکاح میں جمع ہوسکتی ہیں؛ کیا یہ صحیح ہے اور اس کا کیا مطلب ہے؟ (۲۱۱۹/۱۳۴۰ھ)

الجواب: دو خالہ زاد بہنوں کا مطلب یہ ہے کہ دو بہنوں کی لڑکیاں ہیں، ایک ایک کی اور ایک دوسرے کی، وہ دونوں آپس میں خالہ زاد بہنیں ہیں، وہ دونوں ایک مرد کے نکاح میں اکٹھی ہوسکتی ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۰۷/۷)

دو بہنوں کا نکاح دو بھائیوں سے درست ہے

سوال: (۳۲۴) ایک ماں سے دو بہنیں ہیں باپ جدا ہے، اور ایک ماں سے دو بھائی ہیں باپ جدا ہے، اگر بڑے بھائی کے ساتھ بڑی بہن کی شادی جو دوسرے ماں باپ سے ہے کردی جاوے، اور چھوٹی بہن کی شادی چھوٹے بھائی سے جو دوسرے ماں باپ سے ہے کردی جاوے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۳۶/۱۳۴۱ھ)

الجواب: دو بہنوں کا نکاح دو بھائیوں سے اس طرح کردینا کہ ایک بھائی کا نکاح ایک بہن سے ہو اور دوسرے بھائی کا دوسری بہن سے ہو تو یہ درست ہے، مثلاً زید اور عمر دو بھائی ہیں خواہ عینی یا علاتی یا اخیافی، ہندہ و خالدہ آپس میں بہنیں ہیں، اور زید اور عمر سے غیر ہیں تو اگر زید کا نکاح ہندہ سے اور عمر کا خالدہ سے ہو تو شرعاً اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم (۲۵۹/۷)

ایک بہن کا نکاح باپ سے اور دوسری بہن کا بیٹے سے درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۲۵) زید نے اپنے لڑکے کا عقد اپنے ماموں کی لڑکی ہندہ سے کردیا؛ تو اب زید کا نکاح ہندہ کی حقیقی بہن سے جائز ہے یا نہیں؟ (۳۳/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس میں کچھ حرج نہیں ہے، یہ نکاح صحیح ہے [(۱)] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۶۱/۷)

سوال: (۳۲۶) دو حقیقی بہن ہیں ان میں سے اگر ایک باپ کے نکاح میں ہو، اور دوسری بیٹے کے نکاح میں؛ تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۶۶/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: دو بہنیں حقیقی ان میں سے ایک باپ کے نکاح میں ہو اور دوسری بیٹے کے نکاح میں یہ درست ہے، شرعًا اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) میں داخل ہے، اصل یہ ہے کہ دو بہنوں کا ایک شخص کے نکاح میں اکٹھا ہونا منع ہے، باپ بیٹے کے نکاح میں ہونا ممنوع نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۷۶/۷)

وضاحت: ایک بہن کا باپ سے اور دوسری بہن کا اُس کے بیٹے سے نکاح درست ہے؛ لیکن واضح رہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب کہ وہ لڑکا کسی اور عورت سے ہو، اگر وہ لڑکا اسی عورت کے بطن سے ہے جس سے باپ نے نکاح کیا ہے تو اب اُس عورت کی بہن اس لڑکے کی خالہ ہوگی اور خالہ محرمات ابدیہ میں سے ہے، جس سے نکاح قطعًا درست نہیں۔

محمد حبان بیگ قاسمی

سالے کی ایک لڑکی سے اپنا اور دوسری لڑکی سے اپنے لڑکے کا نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۲۷) زید کے نکاح میں خالد کی بہن تھی جس کا انتقال ہوگیا، اب زید کے سالے یعنی خالد کی دو لڑکیاں ہیں، زید ایک لڑکی سے اپنا اور دوسری سے اپنے لڑکے کا نکاح کرنا چاہتا ہے، زید کا لڑکا خالد کی ہمشیرہ سے نہیں ہے، بلکہ دوسری عورت سے ہے کیا صورتِ مسئولہ میں نکاح جائز ہیں؟ (۲۱۶/۳۵-۱۳۳۵ھ)

الجواب: زید کا نکاح خالد کی دختر سے اور زید کے پسر کا نکاح خالد کی دوسری لڑکی سے شرعًا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۸۰/۷)

---

(۱) یہ ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) میں داخل ہے۔

بیٹے کی بیوی کی حقیقی بہن سے باپ کی شادی درست ہے

سوال: (۳۲۸) محمود لڑکا زید کا ہے، اور محمود کی شادی مسماۃ بسم اللہ کے ساتھ ہوئی ہے جو حقیقی بہن خرد مسماۃ زینب کی ہے، اب یہ زینب اپنا نکاح ثانی زید کے ساتھ کرنا چاہتی ہے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۲/۱۳۳۷ھ)(۱)

الجواب: نکاح زید کا مسماۃ زینب سے جو حقیقی بہن اس کے بیٹے کی زوجہ کی ہے درست ہے(۲) کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) فقط (۷/ ۲۱۹-۲۲۰)

جس لڑکے سے اپنی لڑکی کی شادی کی اُس کی بہن سے خود شادی کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۳۲۹) زید کی ایک دختر اور بکر کے ایک پسر ہے اور ایک دختر ہے، زید نے اپنی دختر کی شادی بکر کے پسر سے، اور بکر کی دختر سے زید خود اپنا نکاح کرنا چاہتا ہے، یہ درست ہے یا نہیں؟ (۱۶۳۴/۱۳۴۰ھ)

الجواب: زید کی دختر کا نکاح بکر کے پسر سے اور بکر کی دختر کا نکاح خود زید سے درست ہے(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۲۶۸)

بھائی کی بیوہ سے خود اور اُس کی لڑکی سے اپنے لڑکے کا نکاح کرنا درست ہے

سوال: (۳۳۰) عبداللہ فوت ہوا، اس کی زوجہ بیوہ اور ایک دختر موجود ہے، اور ایک عبداللہ

---

(۱) سوال وجواب کو رجسٹر نقول فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔۱۲

(۲) فلا تحرم بنت زوجة الابن. (البحر الرّائق: ۳/۱۶۶، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات) جب لڑکے کی بیوی کی لڑکی حرام نہیں ہے تو اس کی بہن تو بہ درجۂ اولیٰ حرام نہ ہوگی۔ ظفیر

(۳) ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴)

متوفی کا برادر حقیقی حبیب اللہ اور ایک اس کا لڑکا موجود ہے، عبد اللہ کی بیوہ اپنا عقد ثانی حبیب اللہ سے بعد ایام عدت کے کرنا چاہتی ہے، دریافت طلب یہ امر ہے کہ اوّل عبد اللہ کی دختر کا عقد حبیب اللہ کے فرزند سے ہونا چاہیے یا کہ اوّل عقد ثانی عبد اللہ کی بیوہ کا حبیب اللہ سے ہونا چاہیے؟

(۱۷۴۴/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: عبد اللہ متوفی کی زوجہ کا نکاح اس کے بھائی حبیب اللہ سے اور عبد اللہ کے دختر کا نکاح حبیب اللہ کے پسر سے درست ہے، خواہ پہلے اس عورت کا نکاح ہو، اور خواہ دختر کا نکاح ہر طرح درست ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۱۹۱-۱۹۲)

بیوہ سے خود اور اس کی لڑکیوں سے اپنے لڑکوں کی شادی جائز ہے

سوال: (۳۳۱) خدا بخش فوت ہوا اس کی بیوہ اور اسی بیوہ سے دو تین لڑکیاں خدا بخش کی موجود ہیں، اب مسمّٰی عبد الہادی چاہتا ہے کہ میں خدا بخش کی بیوہ سے اپنا نکاح کروں، اور لڑکیوں کو اپنے لڑکوں سے شادی کروں، یہ صورت نکاح کی جائز ہے یا نہیں؟ (۸۹۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: یہ صورت جو سوال میں درج ہے بلا تردد جائز اور درست ہے، باپ کا نکاح جس عورت سے ہو، اس کے پہلے شوہر کی دختران سے اس جدید شوہر کے پسران کا نکاح صحیح ہے (۲) اور یہ صورت آیت: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) میں داخل ہے۔ فقط واللہ اعلم (۷/۲۶۳)

---

(۱) یہ دونوں محرمات میں نہیں ہیں، لہٰذا ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) کے تحت آئیں گی۔

وَلا بأس أن يتزوّج الرّجل امرأة ويتزوّج ابنه أمّها أو بنتها لأنّه لا مانع. (البحر الرّائق: ۳/۱۷۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۲) لَا بأس أن يتزوّج الرّجل امرأةً ويتزوّج ابنهُ ابنتَها أو أمَّها. (الفتاوى الهندية: ۱/۲۷۷، كتاب النّكاح، الباب الثّالث في بيان المحرّمات إلخ، قبيل القسم الثّالث: المحرّمات بالرّضاع) ظفیر

بیوہ سے خود نکاح کرنا اور اُس کے لڑکوں سے اپنی لڑکیوں کا نکاح کرنا جائز ہے

سوال: (۳۳۲) بکر کی پہلی بیوی سے دو لڑکیاں موجود ہیں، اور بیوۂ عمرو کے دو لڑکے موجود ہیں اب بکر بیوۂ عمرو سے نکاح کرنا چاہتا ہے، مگر بیوۂ عمرو اس شرط پر رضامند ہے کہ اگر تو اپنی لڑکیاں میرے لڑکوں سے نکاح کردے تو میں تجھ سے نکاح کرلوں، کیا ان لڑکے ولڑکیوں کا نکاح ہوکر بکر کو بیوۂ عمرو سے نکاح کرنا جائز ہے؟ (۹۶۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)(۱)

الجواب: یہ صورت جائز ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۰۳/۷)

پہلی بیوی سے جو لڑکی ہے اُس کا نکاح دوسری بیوی کے اُس لڑکے سے جو دوسرے شوہر سے ہو جائز ہے

سوال: (۳۳۳) زید عقد نکاح دختر خود کہ از بطن زوجہ اولی است بہ پسریکہ از بطن زوجہ ثانیہ است از زوج اوّل کہ قبل زید تحت او بود بستن می خواہد شرعًا رواہست یا نہ؟ (۱۰۲۸/۱۳۳۳۵ھ)

الجواب: جائز است (۳) لقولہٖ تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۰۱/۷)

ترجمہ سوال: (۳۳۳) زید اپنی اس بیٹی کا عقدِ نکاح جو پہلی بیوی کے بطن سے ہے اس لڑکے سے کرنا چاہتا ہے جو دوسری بیوی کے بطن سے —— پہلے شوہر سے کہ زید سے پہلے جس کے تحت تھی —— ہے، شرعًا جائز ہے یا نہ؟

---

(۱) یہ سوال رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔۱۲

(۲) وأمّا بنت زوجة أبيه أو إبنه فحلال. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۸۴/۴، کتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۳) ولا بأس أنْ يتزوّجَ الرّجلُ امرأةً ويتزوّجَ ابنُه أمَّهَا أو بنتَها لأنّه لا مانعَ. (البحر الرّائق: ۱۷۳/۳، کتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

الجواب: جائز ہے، ارشاد باری: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) کی وجہ سے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شوہر اپنے لڑکے کی شادی اپنی بیوی کی لڑکی سے کرسکتا ہے

سوال: (۳۳۴) ایک عورت کے دو نکاح ہوئے، پہلے شوہر متوفی سے ایک لڑکی ہے، اب عورت مذکورہ نے ایک ایسے شخص سے نکاح کیا ہے جس کے ایک لڑکا زوجۂ اولیٰ سے ہے، تو اس لڑکے اور لڑکی کا باہم نکاح جائز ہے یا نہ؟ (۳۸۵/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: ان میں نکاح درست ہے[1] فقط واللہ اعلم (۲۱۱/۷)

شوہر اپنے لڑکے کی شادی اپنی سابقہ بیوی کی لڑکی سے جو لڑکے کی چچازاد بہن بھی ہو؛ کرسکتا ہے

سوال: (۳۳۵) زید و بکر حقیقی بھائی ہیں، زید گھر سے ناراض ہوکر چلا گیا، اور دس سال تک کچھ پتا نہیں چلا، لاپتا ہوگیا، اس کی زوجہ سے بکر نے نکاح کرلیا، جب دس بارہ سال کے بعد زید واپس آیا تو بکر نے اس کو طلاق دے دی، اور نکاح زید کے ساتھ کرادیا، زید کے دختر ہے اور بکر کے پہلی زوجہ سے لڑکا ہے، زید کی دختر سے بکر کے لڑکے کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ نکاح زید کا بعد گزرنے عدت کے ہوا، یہ دختر بعد نکاح کے پیدا ہوئی، اب اس کا نکاح اس لڑکے سے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۲۵۲/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اگر زید کے نکاح کے بعد لڑکی چھ ماہ یا اس سے زیادہ میں پیدا ہوئی تو بکر کے پسر از زوجہ سابقہ سے اس کا نکاح درست ہے[2] فقط واللہ اعلم (۱۷۷/۷)

---

(۱) اس لیے کہ ان دونوں میں کوئی وجہ حرمت نہیں ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴)

وَلا بأس أن يتزوّج الرّجل امرأة ويتزوّج ابنه أمّها أو بنتها لأنّه لا مانع. (البحر الرّائق: ۱۷۳/۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۲) کوئی وجہ حرمت نہیں ہے، اور یہ ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) میں داخل ہے

باپ کی مطلقہ غیر مدخولہ کی لڑکی جو ماموں زاد بہن بھی ہو اس سے نکاح درست ہے

سوال: (۳۳٦) زید نے ہندہ سے نکاح کر کے بلا خلوتِ صحیحہ طلاق دے دی، اور زبیدہ سے نکاح کرلیا، اور زبیدہ کے بھائی بکر نے ہندہ سے نکاح کرلیا، زبیدہ کے زید سے لڑکا پیدا ہوا اور ہندہ کے بکر سے لڑکی پیدا ہوئی، ان دونوں میں نکاح درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۱٦۰۰ھ)

الجواب: اس صورت میں زبیدہ کے پسر کا نکاح ہندہ کے دختر سے درست ہے (۱) فقط (۷/۲٦۹)

پہلے شوہر سے جو لڑکی ہے اس کی شادی دوسرے شوہر کے لڑکے سے جائز ہے جب کہ وہ اس کی دوسری بیوی سے ہو

سوال: (۳۳۷) جب کہ ایک مسماۃ نے پہلا خاوند کیا، اور اس سے دختر یا فرزند تولد ہوئے، اور اتفاق سے پہلا خاوند گزر گیا، اور مسماۃ بیوہ نے دوسرا خاوند کرلیا، اس صورت میں پہلے خاوند کی دختر سے دوسرے خاوند کے فرزند کا نکاح شرعاً جائز ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳٦-۳۵/۱۳۴۱ھ)

الجواب: دوسرے شوہر کا فرزند اگر اس کی دوسری زوجہ سے ہو یعنی اس بیوہ سے نہ ہو جس نے اب اس سے نکاح کیا ہے تو اس بیوہ منکوحہ کی دختر از شوہر سابق کا نکاح شوہر ثانی کے فرزند از زوجہ سابقہ سے صحیح ہے (۲) فقط (اور اگر ایسا نہیں ہے، بلکہ دونوں اسی ایک عورت سے ہیں، ایک اس شوہر سے اور دوسرا دوسرے شوہر سے تو اس صورت میں نکاح درست نہیں ہے، بلکہ باطل و حرام ہے۔ ظفیر) (۷/۱۷۹-۱۸۰)

---

(۱) وخالة أبيه فحلال كبنت عمّه وعمّته وخاله وخالته لقوله تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۸۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفير

(۲) یہ دونوں لڑکا لڑکی کے ماں باپ علیحدہ علیحدہ ہیں، کوئی وجہ حرمت نہیں ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) میں داخل ہے۔ ظفیر

لڑکے کی شادی بیوی کے سابق شوہر کی لڑکی سے درست ہے

سوال: (۳۳۸) زید کے نکاح میں دو عورتیں تھیں، بعد فوت ہونے زید کے ایک عورت سے عمر برادر زید نے نکاح کر لیا، اب عمر کی پشت سے لڑکا پیدا ہوا؛ آیا وہ زید کی دوسری عورت کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۹۳۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: کر سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۰۲/۷)

بیوی شوہر کے لڑکے سے اپنی لڑکی کی شادی کر سکتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۳۹) ایک شخص نے ایک بیوہ سے نکاح کیا اس کے ساتھ پہلے خاوند سے ایک لڑکی ہے، اب وہ شخص مر گیا، اس کا ایک لڑکا ہے اور اگر وہ لڑکا اس لڑکی کے ساتھ نکاح کرے تو درست ہوگا یا نہیں؟ (۱۵۵۵/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اگر اس مرد کا لڑکا پہلی زوجہ سے یعنی اس عورت بیوہ سے نہیں ہے جس کے بطن سے پہلے شوہر سے وہ دختر ہے تو نکاح ان دونوں میں درست ہے [1] اور اگر وہ لڑکا اس مرد کا اسی بیوہ کے بطن سے ہے جس کی وہ لڑکی ہے تو ان میں نکاح درست نہیں ہے [2] فقط واللہ اعلم (۲۳۶/۷)

بیوی کی اس لڑکی سے جو پہلے شوہر سے ہے اپنے لڑکے کا نکاح کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۳۴۰) پیر بخش نے بسم اللہ مطلقہ سے شادی کر لی، یہ بسم اللہ اپنے ساتھ پہلے شوہر عبداللطیف سے لڑکی سردار بیگم گود میں لائی تھی، جس کو میر بخش نے پالا، پھر بسم اللہ مر گئی، اب پیر بخش

---

(۱) وأمّا بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۸۴/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۲) اس لیے کہ اس صورت میں دونوں اخیافی بھائی بہن ہوئے، اور بہن سے نکاح حرام ہے۔ ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۳) ظفیر

سردار بیگم کی شادی اپنے لڑکے عبدالعزیز سے جو پہلی بیوی سے ہے کرنا چاہتا ہے، یہ نکاح حلال ہے یا حرام؟ (۱۱۱۴/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: یہ ظاہر ہے کہ پیر بخش سردار بیگم کا ولی شرعی نہیں ہے، پس اگر سردار بیگم نابالغہ ہے تو پیر بخش اس کے نکاح کا ولی نہیں ہے، اس کو اختیار اس کے نکاح کا نہیں ہے، اور اگر سردار بیگم بالغہ ہے تو خود اس کی اجازت سے یا اگر نابالغہ ہے تو جو اس کا ولی ہے وہ اپنی ولایت سے نکاح عبدالعزیز کے ساتھ (کرتا ہے تو یہ نکاح درست ہے، غرض یہ کہ سردار بیگم کا نکاح اس صورت میں عبدالعزیز کے ساتھ)[1] شرعاً جائز ہے، کوئی وجہ حرمت کی اس میں موجود نہیں ہے، کیوں کہ دونوں کی ماں اور دونوں کے باپ علیحدہ علیحدہ ہیں۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ الآية﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) وهٰكذا في الدّرّ المختار وغيره[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۸۶/۷-۲۸۷)

سوتیلی ماں کی اس لڑکی سے نکاح درست ہے جو دوسرے شوہر سے ہے

سوال: (۳۴۱) زید کا باپ مر گیا؛ اس کی سوتیلی ماں ہندہ نے دوسرا نکاح کر لیا، اب ہندہ کے لڑکی پیدا ہوئی، اس لڑکی سے زید نے نکاح کر لیا؛ یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟

(۱۵۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: زید کا نکاح ہندہ کی لڑکی سے جو کہ دوسرے شوہر سے پیدا ہوئی ہے شرعاً صحیح ہے، کیوں کہ محرمات میں اور قاعدۂ حرمت میں وہ داخل نہیں ہے، بلکہ ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) میں داخل ہے، کیوں کہ ہندہ کی یہ دختر نہ زید کی اخیافی بہن ہے، نہ علاتی؛ یعنی نہ ماں شریک بہن ہے نہ باپ شریک بہن ہے، اور حقیقی بہن نہ ہونا اظہر ہے بلکہ یہ لڑکی زید سے محض اجنبیہ ہے، لہٰذا حلت میں کچھ شبہ نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم (۲۹۵/۷)

---

(۱) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔ ۱۲

(۲) وأمّا بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۸۴/۴، فصل في المحرّمات) ظفیر

سوتیلی ماں کے لڑکے سے اپنی لڑکی کا نکاح درست ہے

سوال: (۳۴۲) زید کی سوتیلی ماں بیوہ جب دوسری جگہ نکاح کرے اور اس سے لڑکا تولد ہو؛ تو زید اس لڑکے سے اپنی دختر کا نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۶۱/۱۳۳۹ھ)

الجواب: یہ نکاح درست ہے[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۳۱/۷)

رضیع کے جس بھائی نے اس کی رضاعی ماں کا دودھ نہیں پیا اس کا نکاح مرضعہ کی لڑکی سے جائز ہے

سوال: (۳۴۳) زید کے لڑکے نے بکر کی زوجہ کا دودھ پیا، بکر کے ایک دختر ہے، نیز زید کا بڑا لڑکا جس نے بکر کی زوجہ کا دودھ نہیں پیا اس سے بکر کی دختر کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو حدیث: **یحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب**[۲] کا کیا مطلب ہے؟ (اگر ناجائز ہے)[۳] تو روایت فقہی: **ویجوز أن یتزوّج الرّجل بأخت أخیه من الرّضاع**[۴] کا کیا جواب اور کیا مطلب ہوگا؟ (۱۳۵۷/۱۳۴۱ھ)

الجواب: زید کے بڑے لڑکے کو جس نے بکر کی زوجہ کا دودھ نہ پیا ہے بکر کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا حلال ہے۔ **کما في الهداية: ویجوز أن یتزوّج الرّجل بأخت أخیه من الرّضاع**[۴] اور اس میں نہ قرآن عزیز اور نہ حدیث شریف کی مخالفت ہے؛ اس لیے کہ حدیث شریف

---

(۱) فلا تحرم بنت زوجة الابن إلخ، ولا بنت زوجة الأب. (البحر الرّائق: ۱۶۶/۳، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۲) عن ابن عبّاس قال: قال النّبيّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم في بنت حمزة: لا تحلّ لي یحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب هي بنت أخي من الرّضاعة. (صحیح البخاري: ۳۶۰/۱، کتاب الشّهادات، باب الشّهادة علی الأنساب والرّضاعة إلخ)

(۳) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۴) الهداية: ۳۵۱/۲، کتاب الرّضاع.

کے معنی یہ ہیں کہ جو نسب سے حرام ہے اس کی نظیر رضاع سے بھی حرام ہے، پس جہاں نظیر مفقود ہے وہاں حکم بھی نہ ہوگا جیسے کہ نسباً بھائی کی ماں حرام ہے؛ لیکن اس وجہ سے کہ وہ اس کی بھی ماں ہوگی یا موطوءۂ اب ہوگی، اور یہ معنی رضاع میں مفقود ہیں؛ اس لیے کہ بھائی کے دودھ پینے سے اس کی ماں کیسے بن گئی، اسی طرح بھائی کا اب رضاعی اپنا اب رضاعی کیوں کر ہوگا، تاکہ اس کی اولاد کے ساتھ اخوت ثابت ہوجائے گی، اسی طرح بھائی کی بہن رضاعًا دوسرے بھائی کے لیے اجنبی کی طرح ہے، پس نکاح میں کوئی حرج نہیں، اور اس صورت میں تو اعتراض کا کوئی موقع بھی نہیں؛ اس لیے کہ یہاں نسبًا بھی جائز ہے، جیسے اخ لام کی بہن سے، یعنی منکوحۂ اب کی پچھلی لڑکی (ربیبہ) کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے، پس یہاں کوئی اعتراض بھی نہیں، البتہ باقی مستثنیات کے بارے میں اعتراض کیا گیا ہے جس کے جواب میں علماء نے ثابت کیا ہے کہ مستثنیات پر حدیث شامل ہی نہیں۔ **كما في الشّامي تحت قولہ: (استثناء منقطع)**[1] اور اس کا خلاصہ وہی ہے جس کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا۔ **فليراجع.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۱۰-۴۱۱)

دو بہنوں نے ایک دوسرے کی جن اولاد کو دودھ پلایا ہے اُن کے علاوہ بھائی بہنوں کا آپس میں نکاح درست ہے

سوال: (۳۴۴) رقیہ و زینب حقیقی بہنیں ہیں، اور رقیہ نے زینب کے لڑکے ظہور الحسن و اظہار الحسن اور صدر الحسن کو دودھ پلایا ہے، اور زینب نے بھی رقیہ کی لڑکی فاطمہ اور لڑکے غلام محمد مرتضیٰ کو دودھ پلایا ہے، پس اب رقیہ کے لڑکے غلام محمد مصطفیٰ اور غلام محمد مجتبیٰ کی شادی زینب کی لڑکی آمنہ اور کلثوم سے جائز ہے یا نہیں؟ یہ واضح رہے کہ غلام محمد مصطفیٰ اور غلام محمد مجتبیٰ نے زینب کا دودھ نہیں پیا، اور نہ آمنہ اور کلثوم نے رقیہ کا دودھ پیا۔ **بينوا و توجروا** (۱۱۱۸/۱۳۳۵ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **وتحلّ أخت أخيه رضاعًا**[2] پس صورت مسئولہ میں غلام مصطفیٰ اور غلام مجتبیٰ پسران رقیہ کا نکاح آمنہ اور کلثوم دختران زینب سے درست ہے۔ فقط (۷/۴۰۲-۴۰۳)

---

(۱) ردّ المحتار: ۴/۲۹۸، كتاب النّكاح، باب الرّضاع.

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۳۰۱، كتاب النّكاح، باب الرّضاع.

بھائی کے جس لڑکے کو دودھ پلایا اُس کے دوسرے لڑکے سے اپنی لڑکی کا نکاح کرے تو جائز ہے

سوال: (۳۴۵) مسماۃ زینب واحمد علی دونوں حقیقی بھائی بہن ہیں، احمد علی کے لڑکا اور زینب کی لڑکی پیدا ہوئی تھی، جس کا حسبِ قاعدہ دودھ چھڑا دیا گیا تھا، دودھ چھڑانے سے آٹھ نو ماہ بعد زینب نے اپنا دودھ اپنے بھائی احمد علی کے لڑکے کو پلایا، یہ یادنہیں کہ دودھ اترا تھا یانہیں، کئی مرتبہ بچے کے مُنہ میں پستان دینے کا اتفاق ہوا، لیکن دودھ اترنے نہ اترنے کی بابت کسی کو یقینی یادنہیں، اب زینب کے لڑکا پیدا ہوا، اور احمد علی کی لڑکی، زینب کے اس لڑکے سے احمد علی کی لڑکی کا نکاح درست ہے یانہیں؟ (۱۵۶۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: احمد علی کی اس دختر کا نکاح جس نے زینب کا دودھ نہیں پیا زینب کے پسر سے ہر حال درست ہے، خواہ احمد علی کے پسر سابق نے زینب کا دودھ پیا ہو یا نہ پیا ہو۔ کما في الدّرّ المختار: و تحلّ أخت أخيه رضاعًا إلخ [1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۲۵-۴۲۶)

نسبی بھائی کی رضاعی بھتیجی سے نکاح درست ہے

سوال: (۳۴۶) زید کی رضاعی برادرزادی زید کے نسبی بھائی کے نکاح میں آسکتی ہے یانہیں؟ (۱۲۸۱/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: زید کی رضاعی برادرزادی زید کے بھائی کے لیے حلال ہے۔ کما في الدّرّ المختار: وتحلّ أخت أخيه رضاعًا يصحّ اتّصاله بالمضاف كأن يكون له أخ نسبي له أخت رضاعيّة إلخ [1] پس معلوم ہوا کہ جب نسبی بھائی کی بہن رضاعی حلال ہے تو بھتیجی رضاعی بھی حلال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۱۶-۴۱۷)

بیوہ سمدھن سے شادی جائز ہے

سوال: (۳۴۷) ایک شخص اپنی سمدھن سے خواہ اس کے لڑکے کی بیوی زندہ ہو یا فوت ہو چکی ہو

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔ ۱۲

دونوں صورتوں میں نکاح درست ہے یا نہیں؟ (۲۵۳/۱۳۴۰ھ)

الجواب: دونوں صورتوں میں نکاح درست ہے [1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۶۵/۷)

بیوہ بھاوج سے نکاح کرنا درست ہے

سوال: (۳۴۸) بھاوج سے نکاح کرنا درست ہے یا نہ؟ ایک شخص کہتا ہے کہ بھاوج بڑی ماں کے درجے میں ہے اور چھوٹی بھاوج بیٹی کے درجہ میں ہے، اور ماں و بیٹی سے نکاح کرنا حرام ہے، قاضی صاحب نے اس کے رد میں یہ دلیل قرآنی پیش کی ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) وہ شخص کہتا ہے بھاوج کے نکاح کی حرمت ﴿حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّهٰتُکُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۳) میں داخل ہے، اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اگر ایسا نہیں ہے یعنی بھاوج کی حرمت اس آیت: ﴿حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّهٰتُکُمْ﴾ میں داخل نہیں ہے تو دادی و نانی و پوتی و نواسی کی حرمت بھی قرآن میں صاف مذکور نہیں ہے؛ تو چاہیے کہ دادی، نانی وغیرہ سے بھی نکاح درست ہو، اور قاضی صاحب نے دیگر کتب احادیث و فقہ سے بھی استدلالات پیش کیے مگر ان سب کو رد کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ ایسا صاف قرآن سے ثابت کرو جس سے بھاوج کی حرمت ثابت ہو مثلاً ایسی آیت ہونی چاہیے: وَاُحِلَّ لَکُمْ زوجة الأخ بعد العدّة اب جو کچھ عندالشرع حکم ہو تحریری فرماویں؟ (۱۳۴۵-۴۴/۳۳۲ھ)

الجواب: وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ بھاوج کی حرمت آیت: ﴿حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّهٰتُکُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۳) میں داخل ہے یہ غلط ہے۔ لأنّ زوجة الأخ ليست بداخلة في الأمّهات عند أحد [2] اور یہ دونوں دعوے بھی غلط ہیں کہ بھاوج بڑی ماں کے درجہ میں اور چھوٹی بھاوج

---

(۱) ولا تحرم بنت زوج الأمّ ولا أمّه ولا أمّ زوجة الأب ولا بنتها إلخ. (ردّ المحتار: ۸۵/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات)

لَا بأس بأن يتزوّج الرّجل امرأة ويتزوّج ابنه ابنتها أو أمّها، كذا في محيط السّرخسي (الفتاوى الهندية: ۲۷۷/۱، كتاب النّكاح، الباب الثّالث في بيان المحرّمات إلخ، قبيل القسم الثّالث: المحرّمات بالرّضاع) ظفير

(۲) فيراد بالأمّ الأصل أيضًا وبالبنت الفرع. (البحر الرّائق: ۱۶۳/۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفير

بیٹی کے درجہ میں ہے، اور یہ بھی اس شخص کا دعویٰ غلط ہے کہ دادی، نانی، پوتی، نواسی کا صاف حکم قرآن میں نہیں ہے، لہٰذا دادی ونانی؛ ماں کی حرمت میں اور پوتی، نواسی؛ بیٹی کی حرمت میں داخل نہیں ہیں، اس لیے کہ دادی ونانی أمّھـــات میں داخل ہیں، اور پوتی ونواسی بنات میں داخل ہیں (۱) اور آیت قرآنی سے زیادہ کوئی قوی دلیل نہیں ہوسکتی، پس جب کہ محرمات کے بیان کے بعد اللہ تعالیٰ نے صاف فرمادیا: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) تو بھاوج بیوہ سے نکاح کا جواز صاف طور سے ظاہر ہوگیا، اور قاضی صاحب نے جو کچھ فرمایا وہ صحیح ہے، ان کا مخالف شخص جو کہ دینِ اسلام کا مخالف ہے جو کچھ کہتا ہے محض جاہلانہ کلام ہے، احادیث اور تفاسیر کو نہ ماننا صریح الحادو کفر کی دلیل ہے، اور احادیث کا انکار کرنا درحقیقت قرآن شریف کا انکار ہے، کیوں کہ قرآن شریف میں حکم ہے: ﴿وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (سورۂ حشر، آیت: ۷) لہٰذا اہل اسلام کو قول اس مخالف کا ہرگز نہ ماننا چاہیے، اور اس کو سننا بھی نہ چاہیے، اور اس کی صحبت سے احتراز کرنا چاہیے، اس کی بد دینی اور کفر اس کے اقوال سے ظاہر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۲۷۶-۲۷۴/۷)

سوال: (۳۴۹) ایک شخص نے اپنی بھاوج بیوہ سے جو اس کی سمدھن بھی ہوتی ہے، نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس عورت سے اس مرد کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (۱۴۹۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس مرد کا نکاح مسماۃ مذکورہ سے جائز ہے، کیوں کہ وہ ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) میں داخل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۰۶/۷)

سوال: (۳۵۰) غفور وشکور دونوں حقیقی بھائی ہیں، دونوں کی شادی ہوگئی، شکور مر گیا تو غفور اس کی بیوہ سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۵۴۴/۱۳۳۸ھ)

الجواب: شکور کے مرنے کے بعد غفور اس کی بیوہ سے بعد عدت بہ وفات دس دن چار ماہ کے

---

(۱) لا يحلّ للرّجل أن يتزوّج بأمّه، ولا جدّاته من قِبل الرّجال والنّساء لقوله تعالىٰ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ﴾ والجدّات أمّهاتٌ إذ الإمُّ هو الأصلُ لغةً ...... ولا بِبنته لما تلونا، ولا ببنتِ ولده وإن سفلت (الهداية) وفي الهامش: سواء كان بنت ابن أو بنت بنت. (الهداية: ۲/ ۳۰۷، كتاب النّكاح، فصل في بيان المحرّمات، رقم الهامش: ۱۱) ظفیر

نکاح کرسکتا ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۵۰-۲۵۱)

دیور سے بیوہ کا نکاح درست ہے

سوال: (۳۵۱) ایک عورت نے شوہر کے فوت ہونے پر تین سال بعد اپنے دیور سے نکاح کرلیا ہے؛ جائز ہے یا نہیں؟ برادری نے مرد عورت پر یک صد روپے جرمانہ کیا شرعًا کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۱/۲۳۸۶ھ)

الجواب: اس صورت میں نکاح اس عورت بیوہ کا اپنے دیور سے شرعًا صحیح اور درست ہے، اس پر کچھ الزام شرعی نہیں ہے[1] بلکہ یہ کارِ ثواب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۶۰)

بھائی کی مطلقہ متہمہ سے نکاح جائز ہے

سوال: (۳۵۲) ایک شخص نے اپنی منکوحہ عورت کو اپنے والد کی زنا کی نسبت دے کر طلاق دے دی، اور اس کا والد اور عورت ہر دو زنا سے منکر ہیں، ایک گواہ بھی موجود نہیں، اب عورت مذکورہ کا نکاح خاوند اوّل کے بھائی سے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۲۶۹/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس صورت میں عدت گزرنے کے بعد شوہر اوّل کے بھائی سے نکاح درست ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۱۷۵-۱۷۶)

بھائی کی نابالغہ بیوہ سے فوراً نکاح کرے یا عدت ختم ہونے کے بعد؟

سوال: (۳۵۳) زید کا نکاح ایک لڑکی نابالغہ سے ہوا، بیس روز بعد زید فوت ہوگیا، زید کا بھائی اس سے فوراً عقد کرسکتا ہے یا عدت گزارنے کی ضرورت ہوگی؟ (۱۹۹۳/۱۳۳۹ھ)

الجواب: عدتِ موت دس دن چار ماہ گزارنا ضروری ہے، اس کے بعد نکاح ہوسکتا ہے، عدت میں نکاح درست نہیں ہے۔ درمختار میں ہے: والعدّة للموت أربعة أشهر إلخ، وعشرة ......

---

(۱) ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴)

(۲) کوئی وجہ حرمت نہیں: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) میں داخل ہے۔

مطلقًا وطئت أو لا ولو صغيرة إلخ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۳۷-۲۳۸)

بھتیجے کی مطلقہ سے نکاح درست ہے

سوال: (۳۵۴) بھتیجے کی بیوی مطلقہ سے بعد عدت کے نکاح درست ہے یا نہ؟
(۲۸۱۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: درست ہے۔ فقط (یہ بھی ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) میں داخل ہے۔ ظفیر) (۷/۲۱۲)

غیر حقیقی بھتیجے کی مطلقہ سے نکاح درست ہے

سوال: (۳۵۵) ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی، اس عورت مطلقہ کا نکاح پہلے شوہر کے چچا زاد چچا یعنی شوہر کے باپ کے چچا زاد بھائی سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور عورت مطلقہ غیر مدخولہ ہے تو اس پر عدت لازم ہے یا نہیں؟ (۱۸۵۸/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اس عورت مطلقہ کا نکاح پہلے شوہر کے چچا زاد چچا یعنی شوہر کے باپ کے چچا زاد بھائی سے درست ہے، بلکہ اگر شوہر کے حقیقی چچا سے بھی نکاح کیا جاتا تو درست ہوتا (۲) اور چوں کہ مطلقہ غیر مدخولہ ہے؛ اس لیے اس پر عدت لازم نہیں ہے۔ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا﴾ (سورۂ احزاب، آیت:۴۹) فقط واللہ اعلم (۷/۱۷۳)

حقیقی بھتیجے کی بیوہ سے نکاح درست ہے

سوال: (۳۵۶) حقیقی بھتیجے کی بیوی سے چچا نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۸۴۳/۱۳۳۹ھ)

---

(۱) الدرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵/۱۰۵، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب في عدّة الموت
أمّا نكاح منكوحة الغير ومعتدّته .... لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (ردّ المحتار: ۴/۲۰۳، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد) ظفیر

(۲) ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴)

الجواب: بھتیجے کے مرنے کے بعد اور اس کی زوجہ کی عدت گزرنے کے بعد نکاح مذکور جائز ہے، اور یہی حکم طلاق دینے کی صورت میں ہے[(۱)] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۷۴/۷)

تایا، چچا اور بھتیجے کی بیوہ سے نکاح درست ہے

سوال: (۳۵۷) حقیقی تایا و چچا و بھتیجا متوفی کی زوجات سے نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

(۹۳۳/۱۳۳۹ھ)

الجواب: تایا و چچا و بھتیجا کے انتقال کے بعد مثلاً اُن کی زوجہ بیوہ سے عدت کے بعد نکاح شرعًا جائز ہے[(۲)] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۷۵/۷)

سوال: (۳۵۸) چچی بیوہ سے نکاح جائز ہے یا نہ؟ (۹۰۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جائز ہے[(۱)] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۹۸/۷-۲۹۹)

بیوہ چچی سے نکاح جائز ہے

سوال: (۳۵۹) چچی بیوہ سے بعد عدت کے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ قرآن مجید میں چچا کو باپ فرمایا ہے تو چچی ماں حقیقی ہوئی، لہٰذا نکاح مطلق حرام اور باطل ہے، تمام کتب تفاسیر و احادیث وفقہ واصول فقہ میں چچی سے نکاح کرنا حرام بتلاتا ہے؛ یہ شرعًا صحیح ہے یا نہیں؟

(۱۷۹۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: چچی یعنی چچا متوفی کی زوجہ سے بعد گزرنے عدت کے نکاح جائز ہے[(۱)] قرآن شریف میں رکوع ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۳) میں چچی کو محرمات میں سے نہیں فرمایا، اور حدیث شریف میں بھی چچی سے نکاح کی حرمت مذکور نہیں ہے، یہ اس شخص کی جہالت اور گمراہی ہے جو ایسا باطل دعویٰ اس زور شور سے کرتا ہے، کسی کتاب تفسیر و حدیث وفقہ و

---

(۱) ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴)

(۲) اس لیے کہ کوئی وجہ حرمت نہیں پائی جاتی، ارشاد ہے: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴)

اصول فقہ میں چچی بیوہ سے نکاح کی حرمت مذکور نہیں ہے۔ **ومن ادّعی فعلیہ البیان واللّٰہ المستعان.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۸۲/۷)

دادا کے بھائی کی لڑکی سے جو اس کے چچا کی بیوہ بھی ہے نکاح درست ہے

سوال: (۳۶۰) سردار خان کے تین بیٹے: وزیر خان، منور خان، دلاور خان، وزیر خان کا ایک لڑکا واحد خان، منور خان کی ایک لڑکی ظہورن اور ایک لڑکا عظیم اللہ خان، دلاور خان کی ایک لڑکی صغریٰ، واحد خان کی شادی ظہورن کے ساتھ ہوئی، ان سے ایک لڑکا اسماعیل خان پیدا ہوا، عظیم اللہ خان کی شادی صغریٰ کے ساتھ ہوئی، عظیم اللہ خان فوت ہوگیا، اب اسماعیل خان کی شادی صغریٰ کے ساتھ ہوسکتی ہے یا نہیں؟ (۱۸۰۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس صورت میں اسماعیل خان کا نکاح صغریٰ سے شرعاً صحیح ہے، عدت گزرنے کے بعد نکاح صغریٰ کا اسماعیل خان کے ساتھ ہوسکتا ہے۔ **ھٰکذا في کتب الفقه**[1] فقط (۲۲۸/۷)

متبنّٰی بھتیجے کا چچا کی بیوہ سے نکاح درست ہے

سوال: (۳۶۱) زید لا ولد فوت ہوا اور اس نے اپنے برادر زادہ کو اپنا پسر متبنّٰی کر لیا تھا، اب زید متوفی کی زوجہ کریمہ؛ زید کے پسر متبنّٰی سے نکاح کرنا چاہتی ہے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۴۳۶/۱۳۴۱ھ)

---

(۱) درج ذیل عربی عبارت جس کو مفتی ظفیر الدینؒ نے شامل جواب کیا تھا، ہم نے اس کو حاشیہ میں رکھا ہے، کیوں کہ یہ رجسٹر نقولِ فتاویٰ میں نہیں ہے:

فیحرم علی الإنسان فروعه إلخ، وأصوله وهم أمّهاته وأمّهات أمّهاته وآبائه وإن علون وفروع أبویه وإن نزلن، فتحرم بنات الإخوة والأخوات وبنات أولاد الإخوة والأخوات وإن نزلن، وفروع أجداده وجدّاته لبطن واحد فلهٰذا تحرم العمّات والخالات وتحلّ بنات العمّات والأعمام والخالات والأخوال. (فتح القدیر: ۱۹۹/۳، کتاب النّکاح، فصل في بیان المحرّمات، المطبوعة: زکریا دیوبند. ظفیر **)**

الجواب: زید کی زوجہ بیوہ کا نکاح زید کے متبنّٰی سے شرعاً صحیح ہے کیوں کہ بہ موجب نص قطعی زید کا متبنّٰی زید کا بیٹا نہیں ہوا۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآئَكُمْ اَبْنَآئَكُمْ ﴾ (سورۂ احزاب، آیت: ۴) ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے متبناؤں کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا یعنی متبنّٰی بیٹے کے حکم میں نہیں ہے''۔ لہٰذا بہ موجب نص ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) نکاح مابین متبنّٰیٔ زید و مابین زوجۂ زید متوفی صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۴۴)

حقیقی چچی سے نکاح کب درست ہے؟

سوال: (۳۶۲) اپنی حقیقی چچی کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کب؟
(۱۳۳۶-۳۵/۲۱۷ھ)

الجواب: بعد انتقال چچا کے جب چچی کی عدت دس دن چار ماہ گزر جاویں اس وقت اس کا نکاح چچی کے ساتھ درست ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۱۰)

سوال: (۳۶۳) بھانجے کی بیوی سے ماموں نکاح کر سکتا ہے کہ نہیں؟ (۱۳۳۵/۶۱ھ)

الجواب: کر سکتا ہے[2] فقط (یعنی بھانجہ کے طلاق دے دینے یا مر جانے کے بعد جب عدت گزر جائے۔ ظفیر) (۷/۱۷۹)

بھانجے کی مطلقہ سے شادی جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۶۴) عیدو نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی، عبداللہ کا جو کہ (عیدو)[3] کا رشتے میں ماموں ہوتا ہے نکاح عیدو کی زوجہ مطلقہ سے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۳۳۶ھ)

الجواب: عبداللہ کا نکاح اس صورت میں عیدو پسر رمضانی کی زوجہ مطلقہ سے بعد گزرنے عدتِ طلاق کے جو کہ تین حیض ہیں درست اور جائز ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۴۴)

---

(۱) أمّا نكاح منكوحة الغير ومعتدّته إلخ لم يقل أحد بجوازہ فلم ينعقد أصلا. (ردّ المحتار: ۴/۲۰۳، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد) ظفیر

(۲) یہ بھی ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) میں داخل ہے۔ ظفیر

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں (عیدو) کی جگہ ''عبداللہ'' تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

بھانجے کی بیوہ سے جو سالی بھی ہے بیوی کے مرنے کے بعد شادی درست ہے

سوال: (۳۶۵) زید عمر کا حقیقی بھانجہ تھا اور دونوں کی زوجہ آپس میں حقیقی بہنیں تھیں، عمر کی زوجہ کا انتقال ہوگیا، اور تھوڑے عرصہ بعد زید کا بھی انتقال ہوگیا، کیا ایسی صورت میں زید کی بیوہ سے عمر کا نکاح بعد عدت جائز ہے یا نہیں؟ (۲۱۱۶/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: عمر کا نکاح اس صورت میں زید کی بیوہ سے جو کہ عمر کی سالی بھی ہے، اور بھانجے متوفی کی زوجہ بھی تھی صحیح ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۷۲/۷)

بیوی کی وفات کے بعد سالے کی بیٹی سے جو کہ بھانجے کی بیوہ ہے نکاح درست ہے

سوال: (۳۶۶) زید کی بیوی فوت ہو چکی، اب زید اپنے سالے کی دختر سے نکاح کرنا چاہتا ہے جو کہ بیوہ ہے، اور زید کے بھانجے متوفی کی منکوحہ رہ چکی ہے، اب زید کا بھانجا اور سالہ و زوجہ ہر سہ فوت ہو چکے ہیں، زید کا اس بیوہ سے شرعاً نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (۲۹۵/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: نکاح زید کا اس بیوہ سے شرعاً درست ہے۔ كذا في كتب الفقه[2] فقط (۲۵۲/۷)

بھانجے اور ماموں کی مدخولہ سے نکاح درست ہے

سوال: (۳۶۷) بھانجے کی مدخولہ سے ماموں کا اور ماموں کی مدخولہ کا بھانجے سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (۸۱۳/ ۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ صورت درست ہے اور ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) میں داخل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۷۶/۷)

---

(۱) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴)

(۲) فجاز الجمع بين امرأة وبنت زوجها أو امرأة ابنها. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۹۴/۴-۹۵، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

ماموں کی بیوہ (ممانی) سے نکاح کب درست ہے؟

سوال: (۳۶۸) ہندہ بیوہ بکر کی ایک رشتہ سے یعنی اس کے باپ کی ماموں زاد بہن ہونے کی وجہ سے پھوپھی بھی ہے اور حقیقی ممانی بھی، اور بکر کی زوجہ متوفیہ کی خالہ بھی ہے؛ آیا بکر ہندہ سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۳۲۱ھ)

الجواب: بکر کا ماموں جب کہ فوت ہو چکا ہے یا اس نے طلاق دے دی ہے، اور عدت گزر گئی تو بکر کا نکاح بہ صورت مذکورہ ہندہ سے درست ہے۔ لقوله تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۳۲-۲۳۳)

بیوہ ممانی سے نکاح جائز ہے

سوال: (۳۶۹) ممانی بیوہ سے نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۳/۳۷۳-۴۶/۱۳۴۷ھ)

الجواب: ممانی بیوہ سے نکاح درست ہے۔ كما قال الله تعالىٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) فقط (۷/۲۸۵)

سوال: (۳۷۰) ممانی بیوہ سے نکاح جائز ہے یا نہ؟ (۹۰۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۹۸-۲۹۹)

جو عورت کہے کہ میرا نکاح نہیں ہوا ہے اُس کا نکاح کر دینا درست ہے

سوال: (۳۷۱) ایک مسلمان کسی غیر ملک سے جوان عورت لایا، قاضی نے بلا تحقیق نکاح سابقہ ایک دوسرے شخص سے نکاح کر دیا کیا حکم ہے؟ (۱۲۵۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر عورت نے یہ بیان کیا ہو کہ میں کسی کی منکوحہ نہیں تھی یا بیوہ ہوگئی تھی تو اس کے قول کے موافق اس کا نکاح کر دینا کتب فقہ میں درست لکھا ہے[1] فقط واللہ اعلم (۷/۱۹۰)

---

(۱) وحلّ نكاحُ مَنْ قالت: طلّقني زوجي وانقضتْ عدّتي إلخ، إنْ وقعَ في قلبهِ صدقُها. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۹/۵۱۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع) ظفیر

عورت کہے کہ میرا نکاح نہیں ہوا ہے
تو اس کا نکاح کر دینا درست ہے

سوال: (۳۷۲) اگر عورت بیان کرے کہ میرا آج تک کسی سے نکاح نہیں ہوا، مگر یہ عورت پردیس سے آئی ہے، جس کی وجہ سے قاضی کو کوئی حال معلوم نہیں ہوسکتا، تو اب اس عورت کا کسی سے نکاح کر دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۰۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: جائز ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۲۰۱-۲۰۲)

عورت کی بات پر اعتماد کر کے نکاح کر دینا درست ہے

سوال: (۳۷۳) ایک عورت غریب الوطن مسافر ہمارے یہاں آئی، اور یہ بات ظاہر کی کہ میرا وارث کوئی نہیں، میں اپنا نکاح کرنا چاہتی ہوں، تھانہ میں اس نے رپورٹ بھی کر دی ہے کہ میرا نکاح کرا دیا جاوے؛ چنانچہ ایک مولوی صاحب نے رپورٹ دیکھ کر مبلغ دس روپے لے کر اس کا نکاح پڑھا؛ آیا یہ نکاح درست ہو گیا یا نہیں؟ (۱۵۱۱/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس عورت کا نکاح موافق اس کے بیان کے شرعاً جائز ہے۔ {درمختار میں ہے: **وكذا لو قالت امرأتُهُ لرجلٍ: طلّقني زوجي، وانقضت عدّتي لا بأس أن ينكحها إلخ (الدّرّ المختار) في الخانية: قالت: ارتدّ زوجي بعد النّكاح وسعه أن يعتمد علىٰ خبرها إلخ**[2] **(شامي)**}[3] الغرض اس صورت میں عورت کے بیان کے موافق اس سے نکاح کرنا بہ درجۂ اولیٰ درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۲۷۷)

---

(۱) **لو قالت امرأته لرجل: طلّقني زوجي وانقضت عدّتي لا بأس أن ينكحها. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵/ ۱۷۲، كتاب الطّلاق، باب العدّة، قبيل فصل في الحداد)** لہٰذا جب شادی نہ ہونے کی خبر دے تو بہ درجہ اولیٰ اُس کی بات مانی جائے گی۔ ظفیر

(۲) **الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۵/ ۱۷۲، كتاب الطّلاق، باب العدّة، قبيل فصل في الحداد.**

(۳) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔ ۱۲

عورت کہے کہ میرا نکاح نہیں ہوا، اس پر قاضی اگر نکاح پڑھا دے تو مجرم نہیں

سوال: (۳۷۴) میں ایک مسجد میں امامت کرتا ہوں، بعد نمازِ عشاء ایک شخص نکاح کے واسطے بلانے آیا، وہاں جا کر معلوم ہوا کہ دوسرے محلّہ کی فلاں عورت ہے، مجھے شک ہوا، کیوں کہ میں نے پہلے یہ سنا تھا کہ اس کا نکاح دوسرے شخص سے ہو چکا ہے، میں نے اس سے دریافت کیا، اس نے حلفیہ بیان کیا کہ نہیں ہوا، چنانچہ میں نے نکاح پڑھا دیا تو مجھ پر تو کچھ مواخذہ نہیں؟ فریق مخالف نے شور مچا رکھا ہے کہ اس کا نکاح پہلے ہو گیا تھا، اگر ہوا ہو یا نہ ہوا، دونوں صورتوں میں میں مجرم ہوں یا بری؟ (۲۴۶۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر عورت یہ کہے کہ میرا نکاح کسی سے نہیں ہوا تو اس کے قول کے موافق اس کا نکاح کر دینا درست ہے (۱) پس اس صورت میں نکاح پڑھنے والے پر کچھ مواخذہ نہیں ہے، پھر اگر بعد میں تحقیق ہو جاوے اور گواہان عدول سے ثابت ہو جاوے کہ اس کا نکاح پہلے ہو چکا تھا تو یہ دوسرا نکاح باطل ہوگا، اور وہ عورت پہلے شوہر کو ملے گی، اور اگر کچھ ثبوت پہلے نکاح کا نہ ہو تو دوسرا نکاح درست رہے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۵۱۰-۵۱۱)

بالغہ لڑکی کے قول پر اعتماد کر کے اس کی شادی کر دینا جائز ہے

سوال: (۳۷۵) ایک لڑکی جوان العمر ایک ریلوے اسٹیشن کے پاس ملی، اور باوجود تلاش کے اور کسی وارث کا پتا نہیں چلا، اور یہ کہتی ہے کہ میرا نکاح نہیں ہوا اس کے نکاح کی فکر ہے؛ اس لیے کہ وہ جوان العمر ہے؛ آیا اس کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ (۱۸۰۴/۱۳۳۸ھ)

الجواب: ایسی حالت میں کہ لڑکی خود بالغہ ہے کیوں کہ تحریر سوال کے موافق اب وہ پندرہ برس کی ہو گئی ہے تو موافق اس کے بیان کے کہ اس کا نکاح ابھی نہیں ہوا اگر اس کی رضامندی سے اس کا نکاح کفو میں کر دیا جاوے تو بہ قاعدۂ شرعیہ یہ درست ہے (۲) فقط واللہ اعلم (۷/۲۲۷)

---

(۱) حوالہ؛ سابقہ جواب میں ملاحظہ فرمائیں ۱۲۔

(۲) فنفذ نکاح حرّة مکلّفة بلا رضا ولي. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۱۵، کتاب النّکاح، باب الوليّ) ظفیر

لڑکی نابالغی میں نکاح ہونا بتاتی تھی، بالغ ہونے کے بعد انکار کرتی ہے، اب اس کا نکاح درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۷۶) ایک لڑکی نابالغہ آٹھ سالہ ایک شخص کو کہیں سے مل گئی، اس کا کوئی رشتہ دار اور وطن معلوم نہیں، جب وہ شخص اس لڑکی کو اپنے مکان میں لایا تھا وہ اپنی ہم سن لڑکیوں سے کہتی تھی کہ میری ایک شخص سے شادی ہوئی تھی، مگر یہ نہیں بتلا سکتی تھی کہ کس سے ہوئی اور وہ کہاں ہے، اب اس کی عمر پندرہ سولہ سال کی ہے، اور پہلی شادی سے انکار کرتی ہے اب وہ نکاح کی خواہش کرتی ہے، آیا اس کا نکاح کسی شخص سے کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۴۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جب کہ وہ لڑکی اس وقت بالغہ ہے، اور پندرہ برس کی پوری ہوگئی ہے، اور کسی کی منکوحہ ہونے کا اس وقت بعد بلوغ کے انکار کرتی ہے تو اس کی رضامندی جس شخص سے ہو اس کے ساتھ اس کا نکاح درست ہے[۱] فقط واللہ اعلم (۱۹۴/۷-۱۹۵)

عورت جب کہے کہ میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے تو اُس سے نکاح درست ہے

سوال: (۳۷۷) کسی عورت کے شوہر کا پتا نہ ہو، اور وہ یہ ظاہر کرتی ہو کہ میرا شوہر مجھے طلاق دے چکا ہے، اس سے نکاح جائز ہے یا نہ؟ (۲۳۱۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **لو قالت امرأته لرجل: طلّقني زوجي وانقضت عدّتي لابأس أن ينكحها إلخ** [۲] یعنی اگر کسی عورت نے یہ بیان کیا کہ میرے شوہر نے مجھ کو طلاق دے دی ہے، اور میری عدت بھی گزر گئی ہے تو اس سے نکاح کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے، اور شامی میں

---

(۱) فنفذ نكاح حرّة مكلّفة بلا رضا وليّ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۱۵/۴، كتاب النّكاح، باب الوليّ) ظفیر

(۲) الدّرّالمختار مع ردّ المحتار: ۱۷۲/۵، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب في المنعيّ إليها زوجها، قبيل فصل في الحداد.

خانیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ اس وقت ہے کہ اس شخص کو یہ گمان ہو کہ یہ عورت سچ کہتی ہے اور وہ عورت معتبر معلوم ہوتی ہو[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۱۷۰-۱۷۱)

جو عورت کہتی ہے کہ شوہر نے طلاق دے دی ہے اس سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۳۷۸) ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ بمبئی چلی گئی، کچھ دنوں کے بعد وہاں سے واپس آ کر بیان کرتی ہے کہ میرے شوہر نے مجھ کو طلاق دے دی ہے، پس اس صورت میں اس کا عقد ثانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا. (۲۶۸۶/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں موافق بیان عورت کے جب کہ کوئی امر اس کا مکذب نہیں ہے؛ اس کو نکاح کرنا درست ہے[۲] (الدّرّ المختار) فقط واللہ اعلم (۷/۲۸۱-۲۸۲)[۳]

مفقود کی عورت کہے کہ مجھے طلاق دے دی ہے تو اُس سے نکاح جائز ہے بدون نکاح رکھنا سخت معصیت ہے

سوال: (۳۷۹) ایک عورت جس کا خاوند عرصہ بارہ سال سے مفقود الخبر ہے، ایک اور شخص کے گھر آباد ہے، دیگر اس عورت نے اپنے خاوند پر دو دفعہ نالش سرکار میں اپنے خرچے کی کی اور زوج پر

---

(۱) قوله: (لا بأس أن ينكحها) في الخانية: قالت: ارتدّ زوجي بعد النّكاح وَسِعَهُ أن يعتمدَ علٰى خبرها ويتزوّجَها؛ وإن أخبرت بالحرمة بأمرٍ عارضٍ بعد النّكاح من رضاعٍ طارئ أو نحو ذٰلك، فإن كانت ثقةً أولم تكن و وقع في قلبه صدقها فلابأس بأن يتزوّجها. (ردّ المحتار: ۵/۱۷۲، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب في المنعيّ إليها زوجها، قبيل فصل في الحداد) محمد امین پالن پوری

(۲) وحلّ نكاح من قالت: طلّقني زوجي وانقضت عدّتي إن وقع في قلبه صدقها. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۹/۵۱۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع)

(۳) جواب کو رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔۱۲

سرکار سے ڈگری ہوگئی، اور عورت یہ بھی کہتی ہے کہ میرے خاوند نے مجھ کو دو آدمیوں کے روبرو شرعی طلاق بھی دے دی، اب اس عورت کا نکاح دوسرے مرد سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور اس عورت اور اس مرد کے جس کے گھر میں یہ رہتی ہے ان کے گھر کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ اور جو کچھ وہ خیرات کریں یا قربانی دیں تو جائز ہے یا نہیں؟ (۳۹۴/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: موافق بیان عورت کے دوسرا نکاح اس کا درست ہے [1] بدون نکاح کے رکھنا سخت معصیت ہے اور گناہ کبیرہ ہے؛ جس نے ایسا کیا کہ بدون نکاح کے اس عورت کو رکھا اس کو نصیحت کی جاوے اور توبہ کرائی جاوے کہ وہ نکاح کر لیوے، اور گزرے ہوئے افعال بد سے توبہ کرے، اگر وہ نہ مانے تو اس کے ساتھ کھانا پینا نہیں چاہیے، اور اس سے متارکت کر دی جاوے، اس کے خیرات و قربانی کی قبولیت کی توقع نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم، مفتی مدرسہ (۳۰۲/۷-۳۰۳)

عورت کا یہ قول کہ میرے شوہر نے طلاق دے دی ہے ماننا درست ہے

سوال: (۳۸۰) ایک درزی (پنجاب سے) [2] ایک عورت لایا، اس عورت نے بیان کیا کہ مجھ کو میرے پہلے خاوند نے طلاق دے دی ہے اور عدت بھی گزر گئی ہے، اس کے بعد امام مسجد نے اس عورت کا نکاح اس درزی سے پڑھا دیا، یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۲۳۴/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **وكذا لو قالت امرأته لرجل: طلّقني زوجي وانقضت عدّتي لابأس أن ينكحها** [3] یعنی اگر کسی عورت نے بیان کیا کہ میرے شوہر سابق نے مجھ کو طلاق دے دی ہے، اور عدت گزر گئی تو وہ شخص اس سے نکاح کر سکتا ہے، پس معلوم ہوا کہ موافق بیان اس عورت کے اس کا دوسرا نکاح صحیح ہوگیا۔ فقط واللہ اعلم (۱۷۷/۷-۱۷۸)

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔۱۲

(۲) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۳) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۷۲/۵، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب في المنعيّ إليها زوجها، قبيل فصل في الحداد.**

عورت کے دعویٔ طلاق کے بعد نکاح درست ہے

سوال: (۳۸۱) خاوند کے غائب ہونے کے بعد اگر عورت قاضی کے پاس طلاق کا دعوی کرے اور بیان کرے کہ میری عدت گزر گئی ہے، کیا قاضی اس کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا فتویٰ بہ حوالہ درمختار: **لو قالت امرأته لرجل: طلّقني زوجي و انقضت عدّتي لا بأس أن ينكحها** (۱) دے سکتا ہے یا نہیں؟ نیز دوسری روایت اس کے مخالف ہے: **المرأة إذا ادّعت على الزّوج أنّه طلّقها فهي للزّوج ما لم يثبت الطّلاق، نهاية** (۲) (۱۳۳۸/۳۰۸ھ)

الجواب: صورتِ مذکورہ میں دوسرے شخص سے نکاح کی اجازت ہے اور روایت ثانیہ کا محل یہ ہے کہ شوہر طلاق سے انکار کرے۔ فقط واللہ اعلم (۷/۲۵۵)

عورت کہے کہ شوہر نے مجھ کو طلاق دے دی ہے تو اس سے شادی کرنا درست ہے

سوال: (۳۸۲) ایک عورت یہ بیان کرتی ہے کہ میرے شوہر نے مجھ کو طلاق دے دی ہے، اور اس عورت کے والدین بھی یہی بیان کرتے ہیں؛ لیکن اس عورت کے شوہر کا کچھ پتا اور خبر نہیں کہ وہ کہاں اور کس جگہ ہے، تا کہ اس سے تصدیق کی جاوے، ایسی صورت میں اس عورت سے موافق اس کے بیان کرنے کے نکاح کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۵۴۷ھ)

الجواب: ایسی صورت میں کہ وہ عورت اور اس کے والدین اس کے شوہر سابق کا طلاق دینا بیان کرتے ہیں اور شوہر کا کہیں پتا نہیں ہے، تا کہ اس سے اس کی تصدیق یا تکذیب ہو سکے تو اس حالت میں فقہاء نے لکھا ہے کہ ایسی عورت سے نکاح کر لینا اس کے اعتبار پر درست ہے (۳) دیگر گاؤں والوں کو اس میں کچھ تعرض اور انکار نہ کرنا چاہیے۔ فقط واللہ اعلم (۷/۲۰۳-۲۰۴)

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔۱۲

(۲) یہ حوالہ ہمیں نہیں ملا۔۱۲

(۳) لو قالت امرأته لرجل: طلّقني زوجي وانقضت عدّتي لابأس أن ينكحها. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۷۲/۵/۲، كتاب الطّلاق، باب العدّة، قبيل فصل في الحداد) ظفیر

عورت کے باپ اور عورت کے بیان پر اعتماد کر کے نکاح کرنا درست ہے

سوال: (۳۸۳) ایک عورت حاملہ اور اس کا حقیقی باپ دونوں مراد آباد سے چل کر شہر پھلور میں آئے، اور یہ بیان کیا کہ عورت کے خاوند نے عورت کو طلاق دے دی، اب ہم کسی دین دار آدمی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں، اس صورت میں محض عورت اور اس کے باپ کے بیان پر اعتماد اور اعتبار کر کے بعد وضع حمل اس عورت سے نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۱۲۵/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس صورت میں موافق بیان عورت اور اس کے باپ کے؛ ان کے بیان پر اعتماد کر کے بعد وضع حمل نکاح اس کا شرعاً صحیح ہے۔ کذا في الدّرّ المختار والشّامي [1] فقط (۷/ ۲۰۹)

عورت کو طلاق دینا جب معلوم ہے تو عدت کے بعد دوسری شادی کر سکتی ہے

سوال: (۳۸۴) ایک عورت کو اس کے شوہر نے چند مرتبہ طلاق دی، مگر بہ وجہ نہ ہونے شہادت؛ عدالت تسلیم نہیں کر سکتی، آیا اس صورت میں مسماۃ دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ (۳۸/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: جب کہ عورت کو یقیناً معلوم ہے کہ طلاق ہو چکی ہے تو عدت کے بعد وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے، اور عدت اسی وقت سے شمار ہو گی جس وقت شوہر نے طلاق دی تھی۔ فقط (۷/ ۲۵۱)

استدراک: حضرت مفتی علامؒ نے صورتِ مسئولہ کا جو جواب تحریر فرمایا ہے وہ اُس صورت میں ہے جب کہ شوہر طلاق کا اقرار کرے؛ لیکن سوال میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شوہر طلاق کا منکر ہے؛ ورنہ عدالت تک جانے کی نوبت ہی کیوں آتی؟! اور جب شوہر تین مرتبہ طلاق دے کر منکر ہو جائے تو اس صورت میں حکمِ شرعی کی تفصیل حسب ذیل ہے:

---

(۱) وکذا لو قالت منکوحة رجل لآخر: طلّقني زوجي وانقضت عدّتي جاز تصدیقها إذا وقع في ظنّه عدلة کانت أم لا. (ردّ المحتار: ۵/ ۴۵، کتاب الطّلاق، باب الرّجعة، مطلب: مسئلة الهدْم) ظفیر

اگر کسی عورت کو اُس کا شوہر تین طلاق دے دے اور پھر انکار کرے تو اس صورت میں یا تو عورت اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کرے، ایسی صورت میں عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا، اور شوہر کا انکار معتبر نہ ہوگا ـــــ اگر عورت کے پاس گواہ موجود نہ ہوں تو شوہر سے حلف لیا جائے گا، اگر شوہر حلف سے انکار کر دے تو بھی فیصلہ عورت کے حق میں ہوگا ـــــ اور اگر شوہر حلف اٹھالیتا ہے تو ظاہری فیصلہ شوہر ہی کے حق میں ہوگا؛ البتہ جب عورت کو تین طلاق کا یقین ہو تو وہ شوہر کو اپنے اوپر قدرت نہ دے، اور چھٹکارے کی کوئی صورت بنائے۔ (مستفاد از: فتاویٰ رحیمیہ: ۴/ ۵۱۷، کتاب الطلاق، طلاق کا بیان، ط: مکتبہ الاحسان دیوبند)

و إن اختلفا في الشّرط فالقول قول الزّوج إلّا أن تقيم المرأة البيّنة؛ لأنه متمسك بالأصل و هو عدم الشّرط، و لأنه منكر وقوع الطّلاق و زوال الملك و المرأة تدّعيه. (الهداية: ۲/ ۳۸۶، كتاب الطّلاق، باب الأيمان في الطّلاق)

و كذلك إن سمعت أنّه طلّقها ثلاثًا و جحد الزّوج ذٰلك وحلف فردّها عليها القاضي لم يسعها المقام معه وينبغي لها أن تفتدي بمالها أو تهرب منه. (الفتاوى الهندية: ۵/ ۳۱۳، كتاب الكراهيّة، الباب الأوّل في العمل بخبر الواحد، الفصل الثّاني في العمل بخبر الواحد في المعاملات)

والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدلٌ لايحلّ لها تمكينُه والفتوى علىٰ أنّه ليس لها قتله، ولا تقتلُ نفسَها بل تفدي نفسها بمالٍ أو تهرب ...... وفي البزّازية عن الأوزْجنديّ: أنّها ترْفعُ الأمرَ لِلقاضِي، فإنْ حلفَ ولا بيّنةَ لها فالإثمُ عليه أهـ. (ردّ المحتار: ۴/ ۴۴۲، كتاب الطّلاق، باب الصّريح، مطلب في قول البحر: إنّ الصّريح يحتاج في وقوعهِ ديانةً إلى النّيّة) محمد حبان بیگ قاسمی

مطلقہ کا نکاح کب جائز ہے؟

سوال: (۳۸۵) ایک شخص نے اپنی بیوی کو برادری کے روبہ رو طلاق دے دی، بعد ایک سال کے اس عورت نے نکاح کر لیا، اس کے خاوند اوّل نے کسی وجہ سے طلاق نامہ لکھ کر نہیں دیا، نکاح ثانی اس عورت کا درست ہوا یا نہیں؟ (۹۶۱/ ۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جب کہ طلاق ثابت ہے اور عدت بھی گزر گئی تو دوسرے شخص سے اس کا نکاح درست ہے (۱) تحریری طلاق کی ضرورت نہیں ہے، زبانی طلاق بھی واقع ہوجاتی ہے (۲) فقط واللہ اعلم (۲۸۷/۷)

مطلقہ کا بعد عدت نکاح کرنا درست ہے

سوال: (۳۸۶) وزیر خان نے اپنی زوجہ کو عرصہ تقریبًا ۱۲ سال کا ہوا کہ گھر سے نکال دیا، قاضی صاحب نے وزیر خان کو ہدایت کی کہ تم اپنی عورت کو لے جاؤ، وزیر خان نے جواب دیا کہ میری طرف سے طلاق ہی ہے، عورت نے محبّ اللہ سے نکاح کرلیا ہے؛ آیا یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۳۱۲ھ)

الجواب: جس وقت وزیر خان نے یہ لفظ کہا کہ میری طرف سے طلاق ہی ہے، اس وقت اس کی زوجہ پر طلاق واقع ہوگئی، پس اگر نکاح اس کا محبّ اللہ سے بعد گزرنے عدت کے ہوا ہے جو کہ حائضہ کے لیے تین حیض ہیں تو یہ نکاح صحیح ہے۔ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۲۸) فقط واللہ اعلم (۱۷۱/۷)

عدت میں شادی کردی پھر علیحدگی ہوگئی اب عدت بعد دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۸۷) ایک عورت بیوہ نے عدت وفات کے اندر نکاح ثانی کرلیا، بعد اطلاع ان میں تفریق اور علیحدگی کرادی گئی، اب نزاع اس میں ہے کہ بعض عالم کہتے ہیں کہ ان کا نکاح آپس میں بعد عدت کے جائز ہے، اور قاضی صاحب نے یہ حکم دیا ہے کہ تمہارا نکاح اب بعد انقضاءِ عدت کے بھی ناجائز ہے، ہرگز آپس میں نکاح نہ کرنا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۱۸۶۵ھ)

---

(۱) وحلّ نكاح من قالت: طلّقني زوجي وانقضت عدّتي إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵۱۶/۹، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع) ظفیر

(۲) هو لغة: رفع القيد ...... وشرعًا: رفع قيد النّكاح في الحال بالبائن أو المآل بالرّجعيّ بلفظ مخصوص. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۳۱۲/۴-۳۱۳، كتاب الطّلاق)

الجواب: یہ حکم قاضی صاحب کا کہ ان میں کبھی نکاح نہ ہو سکے گا غلط ہے، عدت گزرنے کے بعد ان میں پھر نکاح ہوسکتا ہے، پس عدت میں نکاح کرنے کی وجہ سے جو گناہ ہوا ان پر ہوا اس سے توبہ کریں، اور عدت گزرنے کے بعد پھر نکاح کر لیویں اس میں شرعًا کچھ ممانعت نہیں ہے(۱) فقط (۷/۲۲۸-۲۲۹)

نکاح فسخ ہونے کے بعد فوراً نکاح کب جائز ہے؟

سوال: (۳۸۸) ایک امام مسجد نے ایک نکاح پڑھایا، قبل رخصت طرفین میں تکرار ہوا، اسی روز بعد مغرب پنچایت میں نکاح فسخ ہوگیا، پھر اس عورت کا نکاح دوسرے شخص سے موافق شرع شریف کے ہوگیا؛ کیا وہ نکاح جائز ہے؟ اور کیا ایسا نکاح خواں امامِ مسجد بن سکتا ہے؟ (۲۹۸۱/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اگر شوہر نے طلاق دے دی ہے اور قبل دخول وخلوت طلاق ہوئی ہے تو بدون عدت کے دوسرا نکاح اس عورت کا صحیح ہے(۲) اور اگر شوہر اوّل نے طلاق نہ دی تھی اور پنچایت نے ازخود طلاق دے دی ہے تو وہ طلاق واقع نہیں ہوئی، اس صورت میں دوسرا نکاح اس عورت کا درست نہیں ہے(۳) اور جس نے باوجود علم کے اس کا نکاح کیا وہ لائق امام بنانے کے نہیں ہے۔ فقط (۷/۲۴۳)

قاضی کے نکاح فسخ کردینے کے بعد دوسرا نکاح درست ہے

سوال: (۳۸۹) ایک بارہ سالہ عورت کا نکاح اس کے باپ نے کفو میں کر دیا، بعد بالغہ

---

(۱) أمّا نكاح منكوحة الغير ومعتدّته إلخ، لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (ردّ المحتار: ۴/۲۰۳، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد) ظفير

(۲) قال لزوجته غير المدخول بها أنتِ طالقٌ ...... ثلاثًا ...... وقعن ...... وإن فرّق ...... بانت بالأولٰى لا إلٰى عدّة. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۳۸۰-۳۸۲، كتاب الطّلاق، باب طلاق غير المدخول بها)

(۳) أمّا نكاح منكوحة الغير ومعتدّته إلخ، لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (ردّ المحتار: ۵/۱۵۷، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب في النّكاح الفاسد والباطل) ظفير

ہونے کے عورت نے ایک دعوی اس قسم کا شوہر کے نام دائر کیا کہ گو میری شادی بچپن میں ہوئی لیکن میل جول نہ ہوا، حقوق زوجیت بھی ادا نہ کیے گئے، نان ونفقہ میں خبر گیری نہ کی وغیرہ وغیرہ، حاکم منصف نے نکاح فسخ کر دیا، اس کی بناء پر وہاں کے شافعی المذہب قاضی نے شوہر مذکور کی غیر حاضری میں ہر دو گواہوں کے سامنے اس عورت کا نکاح فسخ کر دیا، کچھ عرصہ بعد دوسرے شخص کے ساتھ عورت مذکورہ کا نکاح کر دیا، آیا پہلا نکاح فسخ ہوا یا نہیں؟ اور دوسرا نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

(۲۴۸۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: پہلا نکاح فسخ ہوگیا اور دوسرا نکاح اس عورت کا صحیح ہوگیا، اور تفصیل اس کی مع الاختلاف کتب فقہ میں مبسوط ہے۔ من شاء فليرجع إليها(۱) فقط واللہ اعلم (۲۷۱/۷)

شوہر کی موت ثابت ہوجانے کے بعد عورت عدت گزار کر دوسری شادی کرسکتی ہے

سوال: (۳۹۰) مسماۃ کریمن بنت علی محمد جس کی شادی ننھے سے ہوئی تھی عرصہ سات سال سے وہ گم ہے، اور وہ میرا حقیقی ہمشیر زادہ ہے، اب لڑکی کی عمر اٹھارہ سال ہے؛ آیا عقد ثانی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ الٰہی بخش ہمشیر زادہ حقیقی سالی کے ونیز اہل محلّہ ہندو ومسلمان کی زبانی وتحریر سے واضح ہے کہ ننھے مذکورہ دریا میں ڈوب کر بہ قضائے الٰہی فوت ہوگیا، اور بلکہ علی محمد؛ الٰہی بخش مذکور کو اپنی تحریر سے اجازتِ عقد دیتا ہے۔ (۴۹۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر ننھے مذکور کی موت ثابت ہوگئی ہے تو مرنے کے بعد اس کی زوجہ عدتِ وفات یعنی دس دن چار ماہ پورے کر کے دوسرا نکاح کرسکتی ہے(۲) فقط واللہ اعلم (۲۰۲/۷)

---

(۱) تفصیل کے لیے دیکھیں: الحیلۃ الناجزہ، ص: ۱۲۹-۱۳۲، متعنت کی بیوی کے احکام، مطبوعہ: مکتبہ رضی دیوبند ۱۲۔

(۲) أخبرها ثقة أنّ زوجها الغائب مات أو طلّقها ثلاثًا أو أتاها منه كتاب على يد ثقة بالطّلاق إن أكبر رأيها أنّه حقّ فلا بأس أن تعتدّ وتتزوّج. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۷۲/۵، كتاب الطّلاق، باب العدّة، قبيل فصل في الحداد) ظفیر

جس کی موت کا ظن غالب ہو اُس کی بیوہ بعد عدت شادی کر سکتی ہے

سوال: (۳۹۱) زاہد ریل میں تھا، جب ریل امروہہ سے چلی تو ایک ڈیڑھ میل چل کر پل ٹوٹ جانے کی وجہ سے انجن معہ چند گاڑیوں (ڈبوں) کے ڈوب گیا، اس کے بعد بہت تلاش کی گئی کوئی پتا نہیں چلا، اس کی عورت حاملہ تھی، جس کے بچہ پیدا ہو چکا ہے؛ آیا زاہد مذکور کی زوجہ کا عقد ثانی کر دیا جاوے یا نہیں؟ (۱۵۹۲/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس صورت میں چوں کہ موت زاہد کی بہ ظن غالب ثابت ہے؛ اس لیے اس کی زوجہ اب بعد گزرنے عدت وفات کے نکاح کر سکتی ہے[1] فقط واللہ اعلم (۲۶۸/۷)

جس کے خاوند کے فوت ہونے کی بعض لوگ تصدیق کریں اور بعض تردید تو اُس سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۹۲) ایک شخص مسمّٰی عیسیٰ نے ایک عورت؛ مسمّٰی عالم سے بہ نیت تزویج مبلغ ۲۰ روپے کو خریدی اس عورت کی والدہ بھی ساتھ تھی؛ وہ کہتی ہے کہ میری لڑکی کا پہلا خاوند ایک سال ہوا مر چکا ہے، اور بائع عالم نے بھی خاوند کے مرنے کی شہادت دی، عالم کا چھوٹا بھائی کہتا ہے کہ زندہ ہے، کیا اب عیسیٰ کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ اگر پہلا خاوند موجود ہو تو عالم پر کیا تعزیر ہونی چاہیے؟ (۱۳۸۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: خریدنا آزاد عورت کا باطل ہے[2] اور عیسیٰ کو اگر گمان غالب مسماۃ کی والدہ اور مسمّٰی عالم کے صدق کا ہو تو ان کے قول اور بیان کے موافق نکاح اس عورت سے کر سکتا ہے،

---

(۱) أخبرها ثقة أنّ زوجها الغائب مات أو طلّقها ثلاثًا أو أتاها منه كتاب علٰى يد ثقة بالطّلاق إن أكبر رأيها أنّه حقّ فلا بأس أن تعتدّ وتتزوّج. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۷۲/۵، كتاب الطّلاق، باب العدّة، قبيل فصل في الحداد) ظفیر

(۲) وإذا كان أحد العوضين أو كلاهما محرّمًا فالبيع فاسد كالبيع بالميتة والدّم إلخ، وكذا إذا كان غير مملوكٍ كالحرّ. (الهداية: ۴۹/۳، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد) ظفیر

اور موقعِ شبہ میں احتراز بہتر ہے؛ لیکن از راہِ فتویٰ نکاح کرنا درست ہے[1] پھر اگر بعد نکاح کے معلوم ہو کہ شوہر اس کا نہیں مرا اور نہ طلاق دی تو نکاح باطل ہے، اور عالم وغیرہ نے اگر عمداً جھوٹ بولا تو وہ گنہ گار اور فاسق ہوا، توبہ کرے اور روپیہ عیسیٰ کا ہر حال واپس کرے خواہ وہ سچا ہو یا جھوٹا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۸۴/۷-۱۸۵)

شوہر اوّل کی موت کی خبر کے بعد نکاحِ ثانی کرلیا پھر شوہر اوّل آ گیا تو اب کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۹۳) مسماۃ کنیز فاطمہ بنت کریم الدین متوفی کا نکاح اس کے تایا امام الدین نے بہ حالت نابالغی عبدالرزاق سے کر دیا تھا، وہ نکاح کر کے کہیں نوکری کو چلا گیا تھا رخصتی نہیں ہوئی تھی، جانے سے ایک ماہ تک اس کا خط آتا رہا، بعد کو خط و کتابت بند کر دی، پونے چار سال تک کوئی خبر اس کے مرنے جینے کی نہیں آئی، اس کے بعد عبدالرزاق کے مرنے کا خط آیا، خط آنے سے ایک سال بعد مسماۃ کنیز فاطمہ نے نکاح کر لیا، اب دو تین ماہ بعد عبدالرزاق آ گیا ہے، اور وہ چاہتا ہے کہ مسماۃ مذکور مجھ کو مل جاوے؛ اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟ اور کونسا نکاح جائز ہے؟ (۲۱۰۱/۳۵-۱۳۳۶ھ)[2]

الجواب: موت شوہر اوّل کی خبر پر جو نکاح کیا گیا تھا وہ صحیح ہو گیا تھا، اسی لیے جو اولاد اس سے ہو وہ صحیح النسب ہوگی اور شوہر ثانی کی ہوگی، لیکن جب کہ شوہر اوّل واپس آ گیا اور موت کی خبر غلط نکلی تو وہ اپنی زوجہ کو لے سکتا ہے اس کا نکاح قائم ہے، اور اس کے آنے پر نکاح ثانی کو فسخ کا حکم ہو جاوے گا کما في الشّامي: لکن لو عادَ حیًّا بَعْدَ الحُکم بموتِ أقرانِهِ قَالَ ط: والظّاهرُ أنّه کالمیّتِ

(۱) وفیه عن الجوهرة: أخبرها ثقةٌ أنّ زوجهَا الغائبَ ماتَ، أو طلّقها ثلاثًا، أو أتاها منه کتاب علٰی ید ثقةٍ بالطّلاق، إن أکبرُ رأیِهَا أنّه حقّ فلا بأس أنْ تَعْتَدَّ وتتزوّجَ، وکذا لو قالت امرأته لرجلٍ: طلّقني زوجي وانقضتْ عدّتي لا بأسَ أن ینکِحها. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۷۲/۵، کتاب الطّلاق، باب العدّة، قبیل فصل في الحداد) ظفیر

(۲) سوال کی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کی گئی ہے۔۱۲

إذا أُحْيِيَ، والمرتدّ إذا أسلم إلخ، قال: ثمّ بعد رقمه رأيت المرحوم أبا السّعودِ نَقَلَه عن الشّيخ شاهين، ونَقَلَ أنّ زَوْجَتَهُ له والأولادَ لِلثّاني إلخ[1] فقط واللہ اعلم (۱۹۹/۷)

سوال: (۳۹۴) اگر کوئی جنگ میں یا پردیس گیا، کچھ عرصہ کے بعد اس کے مرنے کی خبر بہ ذریعہ خط یا سرکار ملی، اس کی منکوحہ نے عدت ختم کرکے نکاح ثانی کرلیا، اور نکاح ہونے کے بعد وہ شخص خود آگیا، اب وہ عورت شرعاً کس کو ملے گی؟ اگر شخص اوّل کو ملی تو تجدیدِ نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں؟ (۱۱۸۵/۱۳۳۵ھ)

الجواب: واپسی کے بعد وہ عورت شوہر اوّل کو ہی ملنی چاہیے، اور تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۵۰۶/۷)

جس عورت نے غائب شخص سے نکاح کا ایجاب کیا اُس کے قبول یا رد کرنے سے پہلے نہ وہ رجوع کرسکتی ہے نہ دوسرا نکاح

سوال: (۳۹۵) زید نے ہندہ کا نکاح اپنے بیٹے بکر عاقل بالغ غائب سے کردیا جو کہیں دور دراز ملازم ہے، دوتین ماہ سے خط وتنخواہ بھی نہیں آئی تو کیا نکاح موقوف مذکور سے قبل ردوقبول قولاً یا فعلاً

---

(۱) ردّ المحتار: ۳۶۰/۶، كتاب المفقود، مطلب في الإفتاء بمذهب مالك في زوجة المفقود، قبيل كتاب الشّركة.

(۲) ولو أنّ امرأة أخبرها ثقة أنّ زوجها الغائب مات عنها أو طلّقها ثلاثًا أو كان غير ثقة وأتاها بكتاب من زوجها بالطّلاق إلخ ، فلا بأس بأن تعتدّ ثمّ تتزوّج. (الهداية: ۴۶۹/۴، كتاب الكراهية، فصل في البيع)

غاب عن امرأته فتزوّجت بآخر (وفي الشّامي: شامل لما إذا بلغها موته أو طلاقه فاعتدّت وتزوّجت ثمّ بان خلافه) و ولدت أولادًا ثمّ جاء الزّوج الأوّل فالأولاد للثّاني على المذهب الّذي رجع إليه الإمام وعليه الفتوى كما في الخانية. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱۹۹/۵، كتاب الطّلاق، باب العدّة، فصل في الحداد، مطلب في ثبوت كرامات الأولياء والاستخدامات) ظفیر

ہندہ رجوع کرسکتی ہے؟ اگر دوسری جگہ نکاح کرے؛ تو کیا نکاحِ بات نکاح موقوف کو باطل کردے گا؟ والملك الباتّ إذا ورد على الموقوف أبطله[1] (شامي: ۴/۱۴۶) نیز عند العقد زندگی وموت بکر مشکوک تھی، نکاح کے بعد بھی ایک ماہ گزر گیا کوئی خبر نہیں تو ایسی صورت میں بکر عند العقد مجیز ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۴۴۱/۱۳۳۹ھ)

الجواب: ہندہ اپنے ایجاب سے؛ قبل قبول آخر (جب تک بکر کے قبول ورد کا علم نہ ہو، ظفیر) رجوع نہیں کرسکتی، اور نہ دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔ قال عليه الصّلاة والسّلام: ثلاث جدّهنّ جدّ وهزلهنّ جدّ الحديث [2] ولعدم جريان المساومة في النّكاح بخلاف البيع [3] اور بکر کی موت جب تک محقق نہ ہو یا حسبِ قاعدۂ مفقود حکم اس کی موت کا نہ کیا جاوے اس وقت تک وہ مجیز ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۳۵)

اگر فلاں عورت سے نکاح کروں تو گویا اپنی ماں سے کروں کہنے کے بعد اس سے نکاح جائز ہے؟

سوال: (۳۹۶) زید کا نکاح اس کی ماموں زاد بہن بی بی جمیلہ سے ہونے والا ہے، مگر کسی وجہ سے زید نے قسم کھالی کہ اگر میں جمیلہ سے نکاح کروں تو گویا اپنی والدہ سے نکاح کروں؛ زید کا نکاح جمیلہ سے ہوگا یا نہ؟ (۲۰۸۳/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس قسم کی وجہ سے زید کا نکاح اس کی ماموں زاد بہن بی بی جمیلہ سے حرام نہیں ہوا بلکہ نکاح مذکور شرعًا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۳۸)

---

(۱) ردّ المحتار: ۷/۲۴۳، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: إذا طرأ ملكٌ باتٌ علىٰ موقوف أبطله.

(۲) مشكاة المصابيح: ص:۲۸۴، كتاب النّكاح، باب الخلع والطّلاق، الفصل الثّاني، عن أبي هريرة مرفوعًا.

(۳) قوله: (لعدم جريان المساومة في النّكاح) احترز به عن البيع. (ردّ المحتار: ۴/۶۲، كتاب النّكاح، قبل مطلب: التّزوّج بإرسال كتاب)

یہ کہا: اگر میں ہندہ سے نکاح کروں تو وہ میری ماں بہن ہوگی پھر ہندہ سے نکاح کرلیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۹۷) زید اگر چند مرد ماں کے سامنے قرآن شریف کو ہاتھ لگا کر اور جناب پیر محبوب سبحانی صاحب کو ضامن دے کر زبان سے یہ کہے کہ اگر میں ہندہ سے نکاح کروں تو وہ میری ماں اور بہن ہوگی، اور بعد اس کے وہ نکاح کرلیوے تو کیا شرعًا جائز ہوگا؟ علاقہ کے کسی عالم نے نکاح نہیں پڑھا، زید نے مولوی صاحب امام مسجد کو فحش گالیاں دیں، حالاں کہ وہ زید کے استاذ بھی ہیں، اس صورت میں زید کے لیے کیا حکم ہے؟ (۶۱۳/۱۳۴۲ھ)

الجواب: درمختار میں ہے کہ اگر حرف تشبیہ کو ایسی صورت میں حذف کیا جاوے تو وہ لغو ہے، یعنی ظہار وغیرہ کچھ نہیں ہوتا۔ کما قال: أو حذف الکاف لغا إلخ [1] (الدّرّ المختار) پس اس صورت میں اگر زید اس عورت سے نکاح کرے گا تو طلاق اور ظہار کچھ نہ ہوگا اور نکاح صحیح ہو جاوے گا، علاقہ کے مولوی صاحب کا نکاح نہ پڑھنا غالبًا بہ وجہ اس مسئلہ کے نہ جاننے کے ہوا ہے؛ لیکن زید کا ان کو گالیاں دینا برا کہنا جائز نہیں ہے، خصوصًا جب کہ وہ زید کے استاذ بھی ہیں، اس حالت میں گستاخی کرنا زید کو درست نہ تھا، یہ زید سے سخت غلطی ہوئی اور گناہ ہوا، اس سے توبہ کرے اور اپنا قصور اپنے استاذ سے معاف کراوے۔ فقط واللہ اعلم (۲۶۰/۷-۲۶۱)

صرف یہ کہنے سے کہ تو میری سگی بہن ہے یا مجھ کو اپنا سگا بھائی سمجھ، نکاح حرام نہیں ہوتا

سوال: (۳۹۸) اگر کسی لڑکی کو کہ جو نہ حقیقی بہن ہے نہ رضاعی اس کو اگر بہن کی لقب سے یاد کیا جائے کہ تو میری سگی بہن ہے اور تو مجھے اپنا سگا بھائی سمجھا کر تو کیا یہ عہد اور قول کرنے کے بعد اس سے شادی کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۲۹/۱۳۳۸ھ)

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۰۳/۵، کتاب الطّلاق، باب الظّهار، مطلب: بَلاَ غَاثُ محمّدٍ – رحمه الله – مسندةٌ.

الجواب: اس کہنے سے کہ تو میری حقیقی بہن ہے یا مجھ کو اپنا سگا بھائی سمجھ؛ وہ عورت درحقیقت بہن نہیں ہوئی، اور نہ وہ محرمات میں داخل ہوئی، پس نکاح اس کے ساتھ درست ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے محرمات کو بیان فرما کر فرمایا: ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ الآیة﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) اور ارشاد ہے: ﴿مَا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا اللاَّئِیْ وَلَدْنَهُمْ﴾ (سورۂ مجادلہ، آیت: ۲) فقط واللہ اعلم (۲۵۴/۷)

یہ کہا کہ فلاں سے نکاح کروں تو اپنی بیٹی سے کروں پھر نکاح کرلیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۹۹) زید نے عمر کو کہا کہ اگر تو ہندہ کے ساتھ عقد کرے گا تو گویا اپنی بیٹی کے ساتھ عقد کرے گا، (عمر)[1] نے اس کو قبول کیا اور چند روز بعد ہندہ سے عقد کرلیا تو عمر پر کیا کفارہ ہوا؟ (۱۳۳۹/۱۶۸۴ھ)

الجواب: (زید)[1] کا یہ قول لغو ہے شرعاً اس کا کچھ اثر حرمتِ نکاحِ ہندہ پر نہ ہوگا، پس اگر عمر نے ہندہ سے نکاح کرلیا تو نکاح صحیح ہوگیا اور عمر پر کچھ (کفارہ)[2] نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم (۲۳۷/۷)

بستی کے رشتہ سے جو بھائی ہے اس کی بہن سے شادی جائز ہے

سوال: (۴۰۰) زید اور عمر میں نسبی تعلق نہیں ہے محض ایک بستی میں رہنے کی وجہ سے دونوں میں ملاقات ہے تو زید کی بہن سے عمر کی شادی جائز ہے یا نہیں؟ (۲۸۰۱/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس مواخات سے حقیقۃً نسبی تعلقات قائم نہیں ہوئے، عمر کی شادی زید کی بہن سے ہوسکتی ہے، اس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں، تبنی یا مواخات کا اثر نسبی سلسلوں پر کچھ نہیں پڑتا،

---

(۱) مطبوعہ فتاویٰ اور رجسٹر نقولِ فتاویٰ میں (عمر) کی جگہ ''زید'' اور (زید) کی جگہ ''عمر'' تھا، مسئلہ کو درست کرنے کے لیے ہم نے اس کو بدلا ہے۔۱۲

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں (کفارہ) کی جگہ ''اثر'' تھا، رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اس کی تصحیح کی گئی ہے۔۱۲

محض قول و اقرار سے نسبی اخوت کہ جس پر حرمتِ نکاح کا مدار ہے قائم نہیں ہوسکتی۔ فقط واللہ اعلم
(کتبہ: عتیق الرحمٰن عثمانی)[(۱)] (۷/۲۸۴)

آزاد کروں گا کہنا نکاح کے لیے مانع نہیں

سوال: (۴۰۱) ایک آدمی نے جس کی بیوی نہیں ہے یہ کہا کہ آزاد کروں گا تو وہ شادی کرے یا نہیں؟ (۷/۵۴/۱۳۳۸ھ)

الجواب: یہ قول اس شخص کا لغو ہے، اس سے کچھ نہیں ہوتا، وہ شخص نکاح کرے کچھ حرج نہیں ہے، اوران الفاظ سے اس کی زوجہ مطلقہ نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم (۷/۵۱۸)

خاندان سادات میں شادی کرنا جائز ہے

سوال: (۴۰۲) آیا خاندان سادات میں شادی کرنا جائز ہے؟ (۹۰۳/۱۳۳۹ھ)

الجواب: جائز ہے[(۲)] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۷۲)

بزرگ کی لڑکی سے نکاح جائز ہے

سوال: (۴۰۳) کسی بزرگ کی لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے؟ (۹۰۳/۱۳۳۹ھ)

الجواب: جائز ہے[(۲)] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۷۲)

---

(۱) قوسین والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۲) اگر لڑکی سادات خاندان کی ہے تو ہم کفو قریش لڑکے کی شادی خواہ صدیقی ہو یا فاروقی، عثمانی ہو یا علوی، درست ہے، اور اگر لڑکا سادات خاندان سے ہے تو اس سے ہر ایک لڑکی کی شادی جائز ہے، خواہ ہم کفو ہو یا نہ ہو الكَفَاءَ ةُ مُعْتَبَرَةٌ .... مِن جانبهٖ أي الرّجُل لأنّ الشّريفةَ تأبىٰ أن تكونَ فِراشًا للدّنيءِ، ولذا لاتُعتبرُ مِن جانِبِها لأنّ الزّوجَ مُسْتَفْرِشٌ، فلا تَغِيْظُهُ دَنَاءَ ةُ الفِراشِ وهٰذا عند الكلِّ (الدّرّ المختار) فإنّ حاصِلَهُ: أنّ المرأةَ إذا زوّجتْ نفسهَا مِن كُفءٍ لزِم على الأولياءِ وإنْ زوّجتْ مِن غير كفءٍ لايلزَمُ أولايصحُّ، بِخلاف جانبِ الرّجلِ فإنّه إذا تزوّج بنفسهٖ مُكافِئَةً له أوْلاَ فإنّهُ صحيحٌ لازِمٌ إلخ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۱۴۸، كتاب النّكاح، باب الكفاءة) ظفیر

اپنے استاذ یا پیر کی بیوہ سے نکاح درست ہے

سوال: (۴۰۴) اپنے استاذ یا پیر کی بیوہ سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ زید اس کو ناجائز کہتا ہے زید مصیب ہے یا مخطی؟ (۱۳۳۹/۲۶۳۸ھ)

الجواب: استاذ یا پیر متوفی کی بیوہ سے شاگرد اور مرید کو نکاح کرنا درست ہے۔ **لقوله تعالیٰ بعد بيان المحرّمات:** ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) پس زید کا قول غلط ہے اور زید اس بارے میں خطا پر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۴۱/۷)

مرید کی مطلقہ سے شادی جائز ہے

سوال: (۴۰۵) کسی پیر نے اپنے مرید کی بیوی سے بعد طلاق دے دینے اسی مرید کی عورت سے شادی کی، آیا اس پیر پر کوئی کسی قسم کا الزام تو نہیں؟ اور ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور اس پر طعن کرنا کیسا ہے؟ اور طعن کرنے والے کا کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۰-۲۹/۳۳۵ھ)

الجواب: جب کہ اس پیر نے اپنے مرید کی بیوی سے بعد طلاق اور عدت گزرنے کے نکاح کیا ہے، تو شرعاً اس پیر پر کچھ الزام نہیں، اور شریعت کے اصول کے موافق اس پر کچھ مواخذہ نہیں ہے (بہ شرطیکہ کوئی اور وجہِ حرمت وعدم صحتِ نکاح نہ ہو۔ ظفیر) طعن کرنا اس پر بیجا ہے، جس امر کو اللہ تعالیٰ نے جائز اور حرام فرمایا اس میں کسی کو مجالِ اعتراض اور طعن کرنے کی نہیں ہے، اور جو شخص طعن کرے وہ گنہ گار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۸۸/۷)[1]

اپنے پیر سے نکاح کرنا درست ہے

سوال: (۴۰۶) اگر کوئی عورت اپنے پیر سے نکاح کرنا چاہے تو نکاح مریدنی کا پیر سے درست ہے یا نہ؟ (۱۳۴۰/۲۴۸۲ھ)

الجواب: نکاح مریدنی کا پیر سے شرعاً درست ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۶۰/۷)

---

(۱) سوال وجواب رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیے گئے ہیں۔۱۲

(۲) ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴)

مریدنی سے نکاح کرنا جائز ہے

سوال: (۴۰۷) مریدنی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ پہلے مرید کرلیا جاوے پھر نکاح کرے۔ (۹۷۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: مریدنی سے نکاح درست ہے؛ لیکن دھوکے بازی کرنا حرام ہے۔ فقط (۳۰۱/۷)

پیر سے پردہ فرض ہے اور غیر حقیقی داماد سے نکاح درست ہے

سوال: (۴۰۸) ایک جوان بیوہ عورت غیر شرع پیر کے گھر جاتی ہے، اس کے وارث چاہتے ہیں کہ کفو میں اس کا نکاح کردیں تاکہ اس بات سے باز آوے، اب اگر وہ عورت خوامخواہ نکاح سے انکار کرے تو کیا حکم ہے؟ غیر حقیقی داماد سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۷۹۱/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: پیر سے پردہ کرنا فرض ہے اور اگر کوئی شخص فاسق فاجر ہو تو اس سے بیعت کرنا بھی درست نہیں ہے، اور نکاح ثانی کرنا بیوہ کو سنت ہے اور ثواب ہے، نکاح ثانی کو برا اور معیوب سمجھنا گناہ ہے اور خلافِ شرع ہے، پس عورت کو نکاح ثانی کرلینا چاہیے اور غیر حقیقی داماد سے نکاح درست ہے[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۸۹/۷)

طوائف سے نکاح کرنا درست ہے

سوال: (۴۰۹) ایک شخص نے طوائف سے نکاح کیا اور وہ طوائف علاوہ زنا کے اپنے پیشے رقص وسرود گانا بجانا کرتی رہے تو نکاح باقی رہا یا نہیں؟ (۸۲۱/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: نکاح باقی ہے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۷۴/۷)

---

(۱) اس سے نکاح حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے، لہٰذا یہ ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) میں داخل ہے۔ ظفیر

(۲) وَصحّ نكاح حبلٰى من زنا إلخ، وإن حرم وطؤها و دواعيه حتّى تضع إلخ، لا يجب علٰى الزّوج تطليق الفاجرة. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۰۶/۴-۱۰۸، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللاّتي يؤخذن غنيمةً في زماننا) ظفیر

طوائف پیشہ ور سے نکاح جائز ہے یا نہیں جب کہ وہ پیشہ بھی نہ چھوڑے؟

سوال: (۴۱۰) ایک مرد ایک طوائف زنا کار کے پاس رہتا تھا، اور اس کی زنا کاری سے گزر اوقات کرتا تھا، پھر اس سے نکاح کرلیا، عورت بہ دستور زنا کاری کرتی رہی، کیا یہ نکاح اس دیوث کا جائز ہے؟ یا عورت دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ (۲۶۹۰/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں نکاح اس مرد کا طوائف مذکورہ سے صحیح ہوگیا[1] پھر بعد نکاح کے بھی طوائف مذکورہ کا پیشہ زنا کاری کرنا اور شوہر کا اس کو منع نہ کرنا اور اس کی حرام آمدنی سے گزارہ کرنا یہ جملہ امور حرام اور موجب فسق ہیں اور شوہر مذکور دیوث اور فاسق ہے، لیکن نکاح جو ہوگیا وہ قائم ہے جب تک وہ طلاق نہ دے اور اس کی عدت نہ گزر جاوے اس وقت تک طوائف مذکورہ دوسرے شخص سے نکاح نہیں کرسکتی۔ کذا في کتب الفقه[2] فقط واللہ اعلم (۷/۲۸۳-۲۸۴)

رنڈی سے نکاح کرکے فوراً وطی جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۱۱) کوئی شخص بازار سے ایک رنڈی لایا اور اسی روز اس سے نکاح کرکے وطی کی نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اور عدت کرنی پڑے گی یا نہیں؟ (۱۳۶۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: نکاح اس کا صحیح ہے اور عدت یا استبراء اس پر لازم نہیں ہے۔ قال في الدّرّ المختار: أو الموطوء ة بزنا، أي جاز نکاح من رآها تزني وله وطؤها بلا استبراء إلخ[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۶۵)

---

(۱) وصحّ نكاح الموطوء ة بملك إلخ، أو الموطوء ة بزنا أي جاز نكاح من رآها تزني وله وطؤها بلا استبراء. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۰۷-۱۰۸، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب: فيما لو زوّج المولیٰ أمته) ظفیر

(۲) أمّا نكاح منكوحة الغير ومعتدّته إلخ، لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (ردّ المحتار: ۴/۲۰۳، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد) ظفیر

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۰۸، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب: فيما لو زوّج المولیٰ أمته.

زانی کا نکاح زانیہ سے درست ہے

سوال: (۴۱۲) زانی مرد یا زانیہ عورت کا نکاح زانی وزانیہ سے یا محصن ومحصنہ سے بغیر حد لگائے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۲۲۸۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جائز ہے۔ كما في الدّرّ المختار: أوالموطوءة بزنا أي جاز نكاح من رآها تزني إلخ، وأمّا قوله تعالىٰ: ﴿وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ﴾ (النّور: ۳) فمنسوخ بآية: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ﴾ (النّساء: ۳) [۱] فقط واللہ اعلم (۱۹۲/۷)

مزنیہ منکوحۃ الغیر کو سگی بیٹی کہنے کے بعد بھی اس سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۱۳) زید کا ناجائز تعلق ایک عورت سے ہوگیا، اس پر زید رسوا ہوا اور خدا سے پختہ وعدہ کیا کہ یہ عورت میری سگی بیٹی کی مانند ہے، اگر میں اس سے عقد کروں تو گویا سگی بیٹی سے کروں، چار ماہ ہوئے کہ عورت مذکورہ کا خاوند فوت ہوگیا، تو زید اسی عورت سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۲۳۳۷/۱۳۳۹ھ)

الجواب: زید اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے، شرعاً یہ امر درست ہے، اس عورت پر بعد نکاح کے طلاق عائد نہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۳۹/۷-۲۴۰)

منگنی کے بعد زنا کیا پھر نکاح کرلیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۱۴) زید کی منگنی عمر کی لڑکی سے ہوئی، زید نے قبل از نکاح اس سے زنا کیا، اس کے چند روز بعد نکاح ہوگیا، یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ اور قبل نکاح جو زنا ہوا اس کا کیا کفارہ ہے؟

(۱۷۴۸/۱۳۳۸ھ)

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۰۸/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب فيما لو زوّج المولىٰ أمته.

الجواب: وہ نکاح صحیح ہے[1] اور پہلے جو زنا ہوا اس سے توبہ واستغفار کرے یہی اس کا کفارہ ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۲۶/۷)

مطلقہ کی شادی عدت گزرنے کے بعد اُس شخص سے درست ہے جس نے پہلے اُس سے زنا کر رکھا ہو

سوال: (۴۱۵) زید؛ خالد کا تقریباً ماموں زاد بھائی اور رشتہ دار ہے ''ج'' خالد کی منکوحہ ہے، ''ج'' کی خالد سے خانگی معاملات میں کچھ اَن بن رہی ہے ''ج'' خالد سے آزردہ خاطر اور کبیدہ دل رہتی تھی، زید اس سے اختلاط کی باتیں کرتے کرتے مرتکب فعل قبیحہ ہوگیا، اب خالد ''ج'' سے اگر کسی صورت میں قطع تعلق کرے، یا ''ج'' زید کے لیے علیحدگی اختیار کرائے تو دریں صورت زید اس سے نکاح کا مجاز ہوگا؟ زید شرعاً کس سزا کا مستوجب ہے؟ قبل از عقد جن غلطیوں کا وہ مرتکب ہوا بعد از عقد وہ معاف ہوجائیں گی یا ان کا عذاب ہوگا؟ چوں کہ بہ ظاہر زید؛ خانۂ ویرانیٔ خالد کا موجب بنا ہے، گو ''ج'' خالد سے بیزار ہی رہتی تھی، حقوق العباد کی رو سے وہ کس طرح خالد کو راضی کرسکتا ہے؟ (۱۳۳۷/۱۲۴۲ھ)

الجواب: عورت ''ج'' اگر اپنے شوہر خالد کے نکاح سے علیحدہ ہوجاوے، یعنی خالد اس کو طلاق دے دے، خواہ کسی طریق سے اور کسی وجہ سے ہو تو زید کو ''ج'' کی عدت کے بعد ''ج'' سے نکاح کرنا درست ہے، اور جو امور زید سے قبل نکاح خلاف شرع اور معصیت کے ہوئے ہوں ان سے توبہ کرے، توبہ سے معافی ہونے کی امید ہے، اور چوں کہ ''ج'' اور خالد میں پہلے سے ہی ناموافقت تھی پھر ''ج'' کا تعلق زید سے ہوگیا، اور رغبت اس طرف ہوئی تو اس حالت میں ''ج''

---

(۱) لو نكحها الزّاني حلّ له وطؤها اتّفاقًا. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۰۷، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، قبيل مطلب فيما لو زوّج المولٰى أمته) ظفیر

(۲) کیوں کہ دارالحرب میں باوجود ثبوت یا اقرار حد نہیں ہے۔ لأنّه لا حدّ بالزّنا في دار الحرب. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۸/۶، كتاب الحدود، مطلب: الزّنا شرعًا لا يختصّ بما يوجب الحدّ بل أعمّ) ظفیر

اور خالد میں مفارقت ہی بہتر تھی، اور زید سے جو کچھ زیادتی اس بارے میں ہوئی ہو یا ''ج'' کو خالد سے علیحدہ ہونے پر آمادہ کیا ہو یہ سخت گناہ ہے، اس سے توبہ کرے اور اللہ سے معافی چاہے، اور استغفار کرے اور خالد سے معاف کرانے کی صورت یہی ہے کہ بالاجمال اس سے معاف کرائے کہ مجھ سے جو کچھ تمہاری حق تلفی وغیرہ ہوئی ہو اس کو معاف کردو۔ فقط واللہ اعلم (۷/۱۸۹-۱۹۰)

مزنیہ کی لڑکی سے نکاح کے بعد خلوت سے پہلے اُسے علیحدہ کردیا تو مزنیہ سے نکاح کرسکتا ہے

سوال: (۴۱۶) زید نے ہندہ منکوحۂ بکر سے زنا کیا، ایک سال کے بعد زید زانی نے ہندہ مزنیہ کی دختر زینب نابالغہ سے نکاح کرلیا، اب بکر فوت ہوگیا؛ اس لیے زید ہندہ مزنیہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے؛ شرعاً یہ نکاح جائز ہے یا نہیں جب کہ زینب نابالغہ اور غیر مدخولہ ہے؟ فقط (۱۷۶۴/۱۳۴۵ھ)

الجواب: زید ہندہ مزنیہ سے نکاح کرسکتا ہے کیوں کہ جب اس نے ہندہ کی لڑکی زینب سے وطی نہیں کی بلکہ قبل الوطی اس کو علیحدہ کردیا تو اس کی ماں ہندہ زید پر حرام نہیں ہوئی، کتب فقہ میں تصریح ہے کہ حرمتِ مصاہرت نکاح صحیح یا وطی سے ثابت ہوتی ہے[1] زید نے جب ہندہ سے زنا کیا تو ہندہ کی لڑکی زینب اس پر حرام ہوگئی تھی[2] زید کا نکاح اس سے صحیح نہیں ہوا تھا، اور چوں کہ وطی بھی نہیں ہوئی، لہٰذا حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہوگی[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (کتبہ: عتیق الرحمٰن عثمانی)[4] (۷/۲۸۰)

---

(۱) وتثبُتُ حرمةُ المُصَاهَرَةِ بالنّكاحِ الصّحيحِ دونَ الفاسِدِ .... وتثبت بالوَطْءِ حَلالاً كان أو عن شُبهةٍ أو زِنًا. (الفتاوى الهندية: ۱/۲۷۴، كتاب النّكاح، الباب الثّالث في بيان المحرّمات إلخ، القسم الثّاني: المحرّمات بالصّهريّة) ظفیر

(۲) إذا فَجَرَ الرّجلُ بامرأة ثمّ تاب يكون مَحْرَمًا لابنتها لأنّه حرُم عليه نكاح ابنتها على التّأبيد. (البحر الرّائق: ۳/۱۷۹، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۳) أمّا تزوّج الزّاني لها فجائز اتّفاقًا. (البحر الرّائق: ۳/۱۸۷، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۴) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

زانی کی شادی مزنیہ سے درست ہے
لیکن مزنیہ کی لڑکی سے درست نہیں

سوال: (۴۱۷) ایک عورت کا ناجائز تعلق ایک مرد کے ساتھ تھا، اس عورت نے اس مرد کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کر دی، اور اس لڑکی کا انتقال ہو گیا قبل وطی کے، اب اس لڑکی کی والدہ اس مرد کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہے، کیوں کہ لڑکی کے والد نے اس کی والدہ کو طلاق دے دی، آیا اس لڑکی کی والدہ کا نکاح اس مرد سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۱۲۱/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اگر ناجائز تعلق اس شخص کا اس عورت سے مثل زنا وغیرہ ثابت ہے تو نکاح اس شخص کا اس عورت مزنیہ اور ممسوسہ بالشہوۃ کی دختر سے حرام اور ناجائز ہوا، پھر اگر اس شخص نے قبل وطی و قبل مس بالشہوۃ وغیرہ اس لڑکی کو طلاق دے دی تو اس شخص کا نکاح اس لڑکی کی والدہ سے درست ہے، اور اگر ناجائز تعلق اس عورت کا اس مرد سے ثابت نہیں، اور زنا وغیرہ امورِ محرمہ نہیں پائے گئے تو پھر اس کی دختر سے نکاح اس شخص کا صحیح ہو گیا، اور صحیح نکاح میں بدون وطی کے بھی منکوحہ کی ماں سے ہمیشہ کو نکاح ہو جاتا ہے۔ درمختار میں ہے: **وأمّ زوجته إلخ، بمجرّد العقد الصّحيح وإن لم توطأ إلخ (الدّرّ المختار) قوله: (الصّحيح) احتراز عن النّكاح الفاسد، فإنّه لا يوجب بمجرّده حرمة المصاهرة بل بالوطء أوما يقوم مقامه من المسّ بشهوة إلخ**[1] (شامی: ۲/۴۷۸)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۱۰-۳۱۱)

عورت کا کسی کے ساتھ ناجائز تعلق ہو اور نکاح ہونا مشکوک ہو
تو اُس کا نکاح دوسرے مرد سے درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۱۸) ایک شخص نے اپنے بڑے بھائی کے فوت ہونے پر اس کی منکوحہ کو اپنے گھر میں بہ طور رواج ڈال لیا، نکاح کا ہونا نہ ہونا مشکوک ہے، کچھ عرصہ بعد شخص مذکور نے اس عورت کو نکال دیا

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۸۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

اور چار پانچ ماہ سے اس کے نان ونفقہ کو جواب دے چکا ہے، اور اب اس کو چھوڑ کر کہیں چلا گیا ہے، وہ لڑکی اپنے والدین کے گھر میں سخت مصیبت میں ہے، اور اسی شخص سے اس کے چار ماہ کی لڑکی ہے نہ وہ شخص اس عورت کو روٹی کپڑا دیتا ہے اور نہ بلاتا ہے اور خود مفقود الخبر ہے؛ آیا وہ عورت دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ (۹۶۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر اس شخص کا اس عورت سے نکاح نہیں ہوا تب تو اس کو جس سے چاہے نکاح کر لینا ضروری ہے، اور بغیر نکاح نہ اس عورت کا اس مرد پر نان نفقہ ہے، اور نہ وہ نکاح سے روک سکتا ہے، اور اگر نکاح ہو چکا ہے تو پھر جب تک شوہر اوّل طلاق نہ دے اور اس کے بعد عدت تین حیض نہ گزر جاویں دوسرا نکاح درست نہیں ہے [۱] اور نفقہ نہ دینے سے تفریق نہیں ہوگی، اور اگر شوہر مفقود الخبر ہوگیا ہے تو چار سال کے بعد عدت وفات گزار کر دوسرا نکاح ہوسکتا ہے، موافق مذہب امام مالکؒ کے جس پر حنفیہ نے بھی فتویٰ دیا ہے۔ کذا في الشّامي [۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۱۹۶-۱۹۷)

حاملہ فاحشہ سے نکاح جائز ہے

سوال: (۴۱۹) ہندہ غیر منکوحہ (حاملہ) [۳] فاحشہ عورت ہے، اس کے ساتھ زید کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (۲۶۶۸/۱۳۳۷ھ)

---

(۱) أمّا نكاح منكوحة الغير إلخ، لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (ردّ المحتار: ۴/۲۰۳، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد) ظفیر

(۲) فلا ينكح عرسه – أي المفقود – غيره إلخ ولا يفرّق بينه وبينها ولو بعد مضيّ أربع سنين خلافًا للمالك (الدّرّ المختار) فإنّ عنده تعتدّ زوجة المفقود عدّة الوفاة بعد مضيّ أربع سنين إلخ، لو أفتى به في موضع الضّرورة لا بأس به علىٰ ما أظنّ إلخ، و قد قال في البزّازية: الفتوى في زماننا علىٰ قول مالك إلخ. (الدّرّالمختار و ردّ المحتار: ۶/۳۵۴-۳۵۸، كتاب المفقود) ظفیر

(۳) قوسین والا لفظ رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔۱۲

الجواب: نکاح صحیح ہے۔ كذا في الدّرّ المختار [۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۴۵)

وضاحت: اس صورت میں نکاح تو درست ہے مگر وطی کے حکم میں تفصیل ہے، اگر وہ حمل زانی ہی کا ہے تو نکاح کے بعد اس کے لیے اس حاملہ مزنیہ سے وطی درست ہے، اور اگر حمل دوسرے کا ہے تو اگر چہ نکاح درست ہے مگر تاوضع حمل اس سے وطی حرام ہے۔ محمد حبان بیگ قاسمی

حاملہ عن الزنا سے نکاح اور وطی کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۲۰) نکاح کے بعد اگر یہ ثابت ہو کہ عورت بدچلن ہے، اور نکاح بہ قاعدۂ شرعیہ ہوا تو ایسی حالت میں یہ نکاح صحیح ہوا یا نہ؟ دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟ عورت کو حمل حرام چھ ماہ کا بہ وقت نکاح ہے، تاوضعِ حمل شوہر کو عورت سے ہم صحبت ہونا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو اس سے اولاد ہوگی وہ ولد الحرام ہوگی یا نہیں؟ (۱۲/۱۷۱۲-۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اس حالت میں نکاح صحیح ہوگیا دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں ہے، البتہ تاوضع حمل اس عورت حاملہ سے صحبت نہ کرنی چاہیے، اور جو بچہ نکاح کے وقت سے چھ ماہ سے کم میں پیدا ہوا وہ اس شوہر کا نہ ہوگا ولد الحرام ہوگا، اور جو بعد چھ ماہ کے ہو وہ اس شوہر کا ہوگا اور صحیح النسب ہوگا [۲] فقط (۷/۱۹۰-۱۹۱)

---

(۱) وَصحّ نكاح حُبلٰى من زنا لا حُبلٰى من غيرِهِ أي الزّنا لثبوت نسبه إلخ، وإن حرم وطؤها ودواعيه حتّى تضع......لئلاّ يسقي ماؤه زرع غيره إلخ، لو نكحها الزّاني حلّ له وطؤها اتّفاقًا (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۰۶-۱۰۷، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، قبيل مطلب فيما لو زوّج المولٰى أمته)

(۲) وَصحّ نكاح حُبلٰى من زنا لا حُبلٰى من غيرِهِ أي الزّنا لثبوت نسبه إلخ، وإن حرم وطؤها ودواعيه حتّى تضع ...... لئلاّ يسقي ماؤه زرع غيره إلخ، لو نكحها الزّاني حلّ له وطؤها اتّفاقًا والولد له (الدّرّ المختار) أي إن جاءت بعد النّكاح به لستّة أشهر ...... فلو لأقلّ من ستّة أشهر من وقت النّكاح لا يثبت النّسب . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۱۰۶-۱۰۷، كتاب النّكاح، مطلب: فيما لو زوّج المولٰى أمته، فصل في المحرّمات) ظفير

حاملہ عن الزّنا سے نکاح درست ہے خواہ حمل دوسرے کا ہو

سوال: (۴۲۱) ایک عورت کو حمل ہے اس کا نکاح جائز ہوسکتا ہے یا نہیں؟ نکاح کس طرح سے جائز ہے، حمل دوسرے آدمی کا ہے اور نکاح دوسرے کے ساتھ میں ہے؟ (۳۶۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: حاملہ عن الزنا کا نکاح درست ہے خواہ اس سے ہو جس کا حمل ہے یا دوسرے شخص سے؛ لیکن اگر دوسرے شخص سے نکاح ہو تو نکاح تو صحیح ہوگا؛ لیکن جب تک وضع حمل نہ ہو صحبت و جماع کرنا درست نہیں ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۸۱/۷)

حاملہ عن الزنا سے نکاح اور صحبت کا حکم

سوال: (۴۲۲) حاملہ عن الزنا سے نکاح جائز ہے یا نہ؟ اور جائز میں کوئی قید تو نہیں؟ اور صحبت کرنے میں کچھ حرج تو نہیں، اگر ہے تو کیوں؟ (۹۰۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: حاملہ عن الزنا کا نکاح جائز ہے صحبت حرام ہے تا وضعِ حمل اگر ناکح غیر زانی ہو، ورنہ صحبت بھی درست ہے اگر زانی ہی نکاح کرے جس کا حمل ہے، حدیث میں ممانعت آئی ہے کہ حاملۂ غیر سے وطی نہ کرو (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۹۷-۲۹۸)

---

(۱) وصحّ نكاح حبلٰى من زنا لا حبلٰى من غيره إلخ، وإن حرم وطؤها ودواعيه حتّى تضع ...... وصحّ نكاح الموطوءة بملك ...... أو الموطوءة بزنا إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۰۶-۱۰۸، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللّاتي يؤخذن غنيمةً في زماننا) ظفیر

(۲) وصحّ نكاح حبلٰى من زِنا إلخ، وإن حرُم وطؤها ودواعيه حتّى تَضَعَ......لئلّا يسقي ماءه زرع غيره إلخ لو نكحها الزّاني حلّ له وطؤها اتّفاقًا والولد له (الدّرّ المختار) أي إن جاءت بعد النّكاح به لستّة أشهر ...... فلو لأقلّ من ستّة أشهر من وقت النّكاح لا يثبت النّسب ولا يرث منه، إلّا أن يقول: هٰذا الولد منّي ولا يقول: من الزّنا إلخ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۱۰۶، كتاب النّكاح، مطلب: فيما لو زوّج المولٰى أمته، فصل في المحرّمات) ظفیر

نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ لڑکی کو ناجائز حمل تھا تو نکاح ہوا یا نہیں؟

سوال: (۴۲۳) ...... (الف) ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا، بعد پانچ یا چار ماہ کے ایک لڑکی تولد ہوئی، مگر وہ لڑکی نو مہینہ سے کم نہ تھی اس کا نکاح جائز رہا یا نہیں؟

(ب) اس شخص کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ وہ شخص کہتا ہے کہ یہ نطفہ میرا ہے، مگر معلوم ہوا وہ عورت پردہ نشین نہ تھی اس کے متعلق حکم شرعی کیا ہے؟ (۱۱۴۸/۱۳۴۱ھ)

الجواب: (الف) نکاح اس شخص کا عورت مذکورہ سے صحیح ہوگیا، اور اس کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے اور نسب اس لڑکی کا اس سے شرعاً ثابت نہیں ہے، درمختار میں ہے کہ حاملہ عن الزنا سے نکاح صحیح ہے، پھر اگر وہ حمل اسی ناکح کا ہے تو اس کو بعد نکاح کے وطی درست ہے اور اگر حمل کسی دوسرے شخص کا ہے تو شوہر کو تا وضع حمل وطی کرنا درست نہیں ہے۔ لئلّا یسقي ماء ہ زرع غیرہ[1] (الدّرّ المختار)

(ب) پس اگر وہ شخص مقر ہے زنا کرنے کا؛ ساتھ اس عورت کے نکاح سے پہلے تو وہ حسبِ اقرار خود فاسق ہے، اس حالت میں اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، لیکن اگر اس گناہ سے توبہ کرلے گا تو یہ کراہت مرتفع ہوجاوے گی۔ فقط واللہ اعلم (۲۰۴/۷-۲۰۵)

زمانۂ حمل میں بعد عدت نکاح ہوا وہ درست ہے

سوال: (۴۲۴) ہندہ نے ایام عدت گزرنے کے قبل زید سے نکاح کرلیا، دو ماہ بعد اس کو معلوم ہوا کہ نکاح درست نہیں ہوا تو مکرر نکاح اس نے زید سے کرلیا، مگر دوسرے نکاح کے وقت وہ زید سے حاملہ ہوچکی تھی، دوسرا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ اور اب ہندہ کو کیا کرنا چاہیے؟
(۴۴۰/۳۵-۱۳۳۶ھ)

---

(۱) وصحّ نکاح حبلیٰ من زِنًا إلخ، وإن حرُم وطؤھا ودواعیه حتّی تَضَعَ ...... لئلاّ یسقي ماء ہ زرع غیرہ إلخ لو نکحها الزّاني حلّ له وطؤها اتّفاقًا والولد له (الدّرّ المختار) أي إن جاء ت بعد النّکاح به لستّة أشهر ...... فلو لأقلّ من ستّة أشهر من وقت النّکاح لا یثبت النّسب ولا یرث منه، إلاّ أن یقول: ھٰذا الولد منّي ولا یقول: من الزّنا إلخ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱۰۶/۴-۱۰۷، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات، قبل مطلب: فیما لو زوّج المولیٰ أمته)

الجواب: دوسرا نکاح جو بعد عدت ہوا صحیح ہوگیا، اور حمل چوں کہ زید کا ہے اس لیے زید کو اس سے حالت حمل میں وطی بھی درست ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۱۲/۷)

زانی اور حاملہ مزنیہ کا نکاح کب درست ہے؟

سوال: (۴۲۵) ایک نوجوان لڑکی اپنے خاوند کے گھر سے نکل کر اور شخص کے گھر میں آباد ہوئی ہے، اب اس عورت کا خاوند اوّل فوت ہوگیا، اب وہ عورت سات آٹھ ماہ سے زنا سے حاملہ ہے بعد وضع حمل اگر دونوں زانی توبہ کریں تو نکاح درست ہے یا نہیں؟ (۱۱۶۶/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: اگر عورت مذکورہ خاوند سابق کے فوت ہونے سے پہلے ہی حاملہ تھی اور بعد فوت ہونے اس شوہر کے وضع حمل ہوا تو بہ موجب اس آیت کریمہ: ﴿وَاُوْلَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ (سورۂ طلاق، آیت:۴) بعد وضع حمل عدت اس کی ختم ہوگئی، لہٰذا نکاح کرنا اس کو صحیح ہوا[2] اور اگر وہ عورت بعد فوت ہونے شوہر سابق کے حاملہ ہوئی اور حمل اس کا زنا سے ہونا محقق ہوا تو پھر قبل وضع حمل بھی اس کا نکاح صحیح ہوسکتا تھا، اور بعد وضع حمل تو صحتِ نکاح میں کچھ شبہ ہی نہیں ہے، جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے: وصحّ نکاح حبلٰی من زنا[3] ترجمہ: اور صحیح ہے نکاح؛ حاملہ عن الزنا کا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۰۸/۷-۲۰۹)

---

(۱) وصحّ نكاح حبلٰى من زِنًا إلخ، لو نكحها الزّاني حلّ له وطؤها اتّفاقًا، والولد له، ولزمه النّفقة (الدّرّ المختار) قوله: (والولد له) أي إن جاء ت بعد النّكاح به لستّة أشهر إلخ فلو لأقلّ من ستّة أشهر من وقت النّكاح لا يثبت النّسب ...... إلاّ أن يقول: هٰذا الولد منّي ولا يقول: من الزّنا، خانية. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱۰۶/۴-۱۰۷، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، قبيل مطلب فيما لو زوّج المولٰى أمته) ظفیر

(۲) وفي حقّ الحامل إلخ، وضع جميع حملها إلخ، و لو كان زوجها الميّت صغيرًا. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۵۱/۵-۱۵۲، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب في عدّة الموت) ظفیر

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۰۶/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللاّتي يؤخذن غنيمةً في زماننا.

سوتیلی بیوہ ساس جو زنا سے حاملہ ہو اُس سے نکاح درست ہے

سوال: (۴۲۶) سوتیلی ساس جب کہ پانچ سال سے بیوہ ہو اور حاملہ ہو، اس کے ساتھ شرعاً نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ سنا ہے کہ وہ حمل بھی اس سوتیلے داماد کا ہے؟ (۱۴۲۵/۱۳۴۱ھ)

الجواب: سوتیلی ساس یعنی اپنی زوجہ کے باپ کی دوسری زوجہ سے نکاح صحیح ہے، اور چوں کہ وہ حاملہ عن الزنا ہے اور حاملہ عن الزنا سے شرعاً نکاح صحیح ہے، لہٰذا اس سوتیلی ساس حاملہ عن الزنا سے نکاح درست ہے۔ **كما في الدّرّالمختار: وصحّ نكاح حبلٰى من زنا**[1] **انتهٰى ملخّصًا** اور جب کہ حمل بھی اس سوتیلے داماد کا ہے اس لیے اس کو بعد نکاح کے صحبت بھی اس سے درست ہے۔ **كذا في الدّرّ المختار**[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۵۹/۷)

بیوہ سے زنا کیا پھر حمل کے بعد نکاح کیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۲۷) محمودن بیوہ اور زید کنوارا ان دونوں میں آشنائی ہوکر فعل زنا کے مرتکب ہوئے؛ حمل رہ گیا، بعدہ ایام حمل میں زید اپنے نکاح میں لایا یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ (۲۸۰۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: نکاح زید کا محمودن سے اس حالت میں صحیح ہوگیا کیوں کہ حاملہ عن الزنا سے حالت حمل میں نکاح صحیح ہوجاتا ہے[2] اور جب کہ خود زانی سے ہی نکاح ہو تو اس کو قبل وضع حمل وطی کرنا بھی درست ہے۔ **كذا في كتب الفقه**[2] فقط واللہ اعلم (۲۵۰/۷)

بیوہ حاملہ سے نکاح درست ہے

سوال: (۴۲۸) زید نے ایک پانچ سال کی بیوہ کا نکاح ایک شخص سے پڑھایا مگر یہ معلوم

---

(۱) **لو نكحها الزّاني حلّ له وطؤها اتّفاقًا. (الدّرّالمختار مع ردّ المحتار: ۱۰۶/۴-۱۰۷، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، قبيل مطلب فيما لو زوّج المولٰى أمتهٔ)** ظفیر

(۲) **وصحّ نكاح حبلٰى من زنا ...... لو نكحها الزّاني حلّ له وطؤها اتّفاقًا. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۰۶/۴-۱۰۷، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللاّتي يؤخذن غنيمةً في زماننا)** ظفیر

نہ ہوا کہ وہ بیوہ حاملہ ہے، آیا نکاح درست ہوا یا نہ؟ اور زید کے ذمہ اس کا کچھ مواخذہ تو نہیں؟
(۱۰۶۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: نکاح درست ہوگیا[۱] مگر جب حمل ناکح کا نہ ہو تو اس کو تا وضع حمل مجامعت کرنا حرام ہے اور زید کے ذمہ کچھ مواخذہ نہیں ہے[۲] فقط واللہ اعلم (۲۰۵/۷)

بیوہ حاملہ سے نکاح کیا چھ ماہ بعد بچہ ہوا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۲۹) ایک عورت عرصہ دراز سے بیوہ تھی، زید نے اس سے نکاح کیا اور وہ عورت حاملہ تھی، بعد چھ ماہ کے بچہ پیدا ہوا، زید کی برادری نے اس عورت سے زید کو علیحدہ کر دیا، جس کو عرصہ ایک سال کا ہوا، اب وہ عورت زید کے گھر میں رہنا چاہتی ہے، اور زید بھی رکھنا چاہتا ہے، وہ پہلا نکاح جائز رہا یا دوبارہ نکاح کرنا چاہیے؟ (۱۷۲۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: پہلا نکاح صحیح ہے، دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں ہے[۳] فقط (۲۰۰/۷)

نکاح کے پانچ ماہ چھ دن بعد عورت کو بچہ ہوا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۳۰) ایک عورت کا نکاح ہوا اور نکاح سے پانچ ماہ چھ دن بعد اس عورت کے لڑکی پیدا ہوئی، یہ نکاح اس صورت میں قائم رہا یا ٹوٹ گیا؟ اور مرد کو وطی درست ہے یا نہیں؟
(۱۰۵۰/۱۳۳۵ھ)

---

(۱) أخبرها ثقة أن زوجها الغائب مات أو طلّقها ثلاثًا إلخ، وكذا لو قالت: امرأة لرجل طلّقني زوجي وانقضت عدّتي لا بأس أن ينكحها. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۷۲/۵، كتاب الطّلاق، باب العدّة، قبيل فصل في الحداد) ظفير

(۲) وصحّ نكاح حبلٰى من زِنا إلخ، وإن حرُم وطؤها ودواعيه حتّى تَضَعَ إلخ، لو نكحها الزّاني حلّ له وطؤها. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۰۶/۴-۱۰۷، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، قبيل مطلب فيما لو زوّج المولٰى أمته) ظفير

(۳) وصحّ نكاح حبلٰى من زِنًا إلخ، وإن حرُم وطؤها ودواعيه حتّى تَضَعَ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۰۶/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، قبل مطلب: فيما لو زوّج المولٰى أمته) ظفير

الجواب: اس صورت میں نکاح ہوگیا، حاملہ عن الزنا کا نکاح صحیح ہوجاتا ہے، اور اب جب کہ وضع حمل ہوگیا ہے شوہر کو وطی درست ہے، اگرچہ نکاح غیر زانی سے ہو[۱] فقط واللہ اعلم (۷/ ۲۰۷)

عیسائی عورت جس سے حاملہ ہوا اُسی سے مسلمان ہوکر نکاح کرلے تو کیا حکم ہے؟ اور حمل کا نسب ثابت ہوگا یا نہیں؟

سوال: (۴۳۱)......(الف) زید ایک عیسائی عورت سے جماع کرتا ہے جس سے وہ عورت حاملہ ہوجاتی ہے، جب تیسرا مہینہ گزرتا ہے تو وہ عورت اسلام قبول کرکے زید سے نکاح اعلان کے ساتھ کرلیتی ہے یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(ب) بچہ کی بابت کیا حکم ہے؟ (۱۱۶۵/ ۱۳۴۰ھ)

الجواب: (الف) یہ نکاح صحیح ہے[۲]

(ب) بچہ کا حمل جب کہ نکاح سے پہلے کا ہے اور نکاح کے بعد چھ ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا ہے؛ تو اس کا نسب شوہر سے ثابت نہیں ہے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۲۶۷)

---

(۱) وحلّ تزوّج الحبلٰى من الزّنا ولایجوزُ تزوُّجُ الحبلٰى من غیر الزّنا، أمّا الأوّلُ: فهو قولهما، وقال أبو یوسف: هو فاسدٌ قیاسًا على الثّاني: وهي الحبلٰى من غیرہٖ وإن تزوّجها لا یصحّ إجماعًا لحرمة الحمل، وهٰذا الحمْلُ محترمٌ، لأنّه لاجنایة منه، ولهٰذا لم یجز إسقاطهٗ، ولهما أنّهما من المحلّلاتِ بالنّصّ، وحرمة الوطءِ کيء لا یسقيَ ماءهٗ زرعَ غیرہٖ ...... فإن قیل: فم الرّحم ینْسدُّ بالحَبَلِ فکیف یکون سقيُ زَرْع غیرہٖ، قلنا: شَعْرُہ ینبُتُ مِن ماء الغیر، کذا في المعراج، وحکم الدّواعي علی قولهما کالوطءِ کما في النّهایة. (البحر الرّائق: ۳/ ۱۸۷، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات)

(۲) وصحّ نکاح حبلٰى من زِنًا إلخ، لونکحها الزّاني حلّ له وطؤها اتّفاقًا والولد له ولزمه النّفقة (الدّرّ المختار) قوله: (والولد له) أي إن جاءت بعد النّکاح به لستّة أشهر ...... فلو لأقلّ من ستّة أشهر من وقت النّکاح لا یثبت النّسب ولا یرث منه إلاّ أن یقول: هٰذا الولد منّي، ولا یقول من الزّنا إلخ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/ ۱۰۶-۱۰۷، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات، مطلب: فیما لو زوّج المولٰى أمته) ظفیر

جس عورت سے ناجائز تعلق تھا اُس سے نکاح اور اولاد کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۳۲) ایک شخص کا تعلق ایک عورت سے عرصہ چار سال سے تھا، اب اس عورت نے اسی مرد سے نکاح کرلیا جائز ہے یا نہ؟ اور لڑکا جو پیدا ہوا وہ حلال ہے یا حرام؟
(۹۰۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر عورت کسی کی منکوحہ یا معتدہ نہ تھی تو نکاح صحیح ہے، اگر لڑکا نکاح کرنے کے چھ ماہ کے بعد پیدا ہو تو شوہر کا ہے، ولدالحرام نہیں ہے[1] فقط واللہ اعلم (۷/ ۲۹۸-۲۹۹)

حاملہ عن الزنا کا نکاح غیر زانی سے بھی منعقد ہوجاتا ہے

سوال: (۴۳۳) ایک شخص کی لڑکی مرتکب زنا ہوکر حاملہ ہوگئی، حالت حمل میں اس کا نکاح دوسرے شخص سے کردیا؛ یہ عقد صحیح ہوا یا نہ؟ اور اس کے جو لڑکا حمل زنا سے پیدا ہوا اس کو نانا نے غنیمت سمجھا اور گود میں لے کر کھلاتا ہے، ایسے شخص سے تعلقات میل جول رکھنا کیسا ہے؟
(۴۱۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ عقد صحیح ہوگیا تھا کیوں کہ حاملہ عن الزنا کا نکاح غیر زانی سے بھی منعقد ہوجاتا ہے، البتہ غیر زانی کو تا وضع حمل وطی درست نہیں ہے۔ کذا في الدّرّ المختار[2]

معلوم نہیں سائل کی غرض اور منشا اس سوال سے کیا ہے؟ کیا اس لڑکے کی پرورش کرنا کچھ گناہ سمجھ رکھا ہے، آخر اس لڑکے کا کیا قصور ہے کہ اس کی پرورش نانا نہ کرتا؟

---

(۱) وصحّ نکاح حبلٰی من زِنًا لا حبلٰی من غیره...... وإن حرُم وطؤها و دواعیه -إلٰی قوله- لو نکحها الزّاني حلّ له وطؤها اتّفاقًا والولد له. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۱۰۶-۱۰۷، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات، قبیل مطلب: فیما لو زوّج المولٰی أمته) ظفیر

(۲) وصحّ نکاح حبلٰی من زنا لا حبلٰی من غیرہٖ أي الزّنا لثبوت نسبهٖ -إلٰی قولهٖ- وإن حرم وطؤها ودواعیه حتّٰی تضع إلخ، لو نکحها الزّاني حلّ له وطؤها اتّفاقًا والولد له ولزمه النّفقة. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۱۰۶-۱۰۷، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات، قبیل مطلب فیما لو زوّج المولٰی أمته) ظفیر

نوٹ: واضح ہو کہ ولد الحرام کا نسب ماں سے شرعاً ثابت ہے[1] اور اس بچے کی پرورش ضروری ہے، اس میں کچھ گناہ نانا نے نہیں کیا (اور یہ اوپر لکھا گیا ہے کہ نکاح شوہر اوّل سے اس کا ہوگیا تھا، اگر بدون طلاق دینے شوہر اوّل کے اور بدون گزرنے عدت کے نکاح ثانی کیا گیا ہے تو دوسرا نکاح ناجائز اور باطل ہے۔ فقط)[2] (۳۱۰/۷)

طوائف کی باکرہ لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے

سوال: (۴۳۴) طوائف کی باکرہ لڑکی سے نکاح درست ہے یا نہیں؟ (۹۶۱/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس سے نکاح کرنا جائز ہے[3] فقط واللہ اعلم (۲۸۷/۷)

طوائف کی لڑکی سے نکاح اور اس کی کمائی کے استعمال کا حکم

سوال: (۴۳۵) اگر کوئی شخص کسی طوائف کی لڑکی سے نکاح کرے تو درست ہے یا نہیں؟ اور روپیہ جو وہ دیوے جو بہ ظاہر حلال کمائی کا معلوم نہیں ہوتا، اس کا لینا اور استعمال کرنا درست ہے یا نہ؟ (۱۷۱۵/۱۳۴۰ھ)

الجواب: طوائف کی دختر سے نکاح درست ہے[4] اور آمدنی اس کی جو حرام کی ہو اس کو کام میں نہ لاوے، اس کا حکم یہ ہے کہ بہ صورت نہ معلوم ہونے مالکوں کے اس کو فقراء پر صدقہ کردے۔ فقط واللہ اعلم (۲۶۹/۷)

---

(۱) رجل أقر أنه زنیٰ بامرأة .... فإنّ النّسب لا يثبت من واحد منهما إلخ فإنْ شهدتْ القَابلةُ ثبت بذٰلك نسب الولد من المرأة دون الرّجل؛ لأنّ ثبوت النّسب منها الولادة وذٰلك يظهر بشهادة القابلة، ولا صنع لها في الولادة ليستوجب العقوبة بقطع النّسب عنها، ولأنّ المعنى في جانب الرّجل الاشتباه، وذٰلك لا يتحقّق في جانبها، فإنّ انفصال الولد عنها معاينٌ؛ فلهٰذا ثبت النّسب منها. (المبسوط للسّرخسي: ۱۵۴/۱۷-۱۵۵، كتاب الدّعوى، باب دعوة الولد من الزّنا والنّكاح الصّحيح، المطبوعة: دار المعرفة، بيروت) ظفیر

(۲) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔ ۱۲

(۳) ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴)

(۴) کوئی وجہ حرمت نہیں ہے۔ ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴)

ولد الزنا سے نکاح کرنا جائز ہے

سوال: (۴۳۶) اولادِ بے نکاحی سے رشتہ ناطہ کرنا حرام ہے یا نہ؟ (۲۹۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اولادِ بلا نکاح سے رشتہ ناطہ کرنا حرام نہیں ہے[1] فقط واللہ اعلم (۲۹۱/۷)

سوال: (۴۳۷) کیا ولد الحرام لڑکی سے نکاح جائز ہے؟ (۱۲۳/۱۳۳۹ھ)

الجواب: جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم (۳۷۰/۷)

ناجائز تعلق رکھنے والی عورت کی لڑکی سے نکاح جائز ہے

سوال: (۴۳۸) ایک عورت جولاہن نے ایک شخص ڈھاڑی (ڈوم) نیچ قوم سے ناجائز تعلق پیدا کر کے گھر بٹھا لیا ہے جس سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں، بڑی لڑکی سے ایک مسلمان نے نکاح کرلیا ہے لڑکی کی آمد و رفت ماں کے یہاں رہنے سے جملہ مسلمانان قرب وجوار کے ناخوش ہوگئے ہیں، اور اس کو دائرۂ اسلام سے خارج کیا ہے؛ آیا وہ شخص معہ عورت وخوش دامن کے کسی طرح مسلمان ہوسکتے ہیں؟ اور نکاح دوبارہ پڑھا جاوے گا یا نہیں؟ (۲۰۸۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جب کہ وہ لڑکی مسلمان تھی تو مسلمان کا نکاح اس سے صحیح ہوگیا، اس کی آمد و رفت اس کی ماں کے پاس ہونے سے وہ دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوئی، اور وہ عورت جولاہن بھی ناجائز تعلق کرنے سے کافر نہیں ہوئی؛ بلکہ گنہ گار فاسق ہوئی، اس گناہ سے توبہ کرلیوے، پس دوبارہ نکاح پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، اور احتیاطاً تجدیدِ اسلام وتجدیدِ نکاح کرلیا جاوے تو اچھا ہے۔ فقط (۱۸۷/۷-۱۸۸)

اپنی بیوی سے زنا کرتے ہوئے جس کو دیکھا اس سے اپنی لڑکی کی شادی جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۳۹) ایک شخص نے اپنی عورت کے ساتھ کسی کو زنا کرتے دیکھا، مگر کسی کو گواہ

---

(۱) اس لیے کہ یہ محرمات میں داخل نہیں ہیں۔ ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) فرمانِ خداوندی ہے۔ ظفیر

نہیں بنا سکا، زانی ومزنیہ دونوں منکر ہیں، کیا ایسی صورت میں اپنی لڑکی کا نکاح یہ شخص اس زانی کے ساتھ کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۲۰۸۸/۱۳۴۰ھ)

الجواب: یہ ظاہر ہے کہ صرف زوج کا دیکھنا اور بیان کرنا مثبت (زنا)[1] نہیں ہے، پس جب تک کہ چار دیکھنے والے زنا کے حسبِ شرایط نہ ہوں زنا ثابت شرعاً نہیں ہوتا۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿لَوْلَا جَآءُوْا عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴾ (سورۂ نور، آیت: ۱۳) وفي الشّامي: إلّا إذا شهد ثلاثة بالزّنا، والرّابع بالإقرار به فتحدّ الثّلاثة، ظهيرية. لأنّ شهادة الواحد بالإقرار لا تعتبر فبقي كلام الثّلاثة قذفًا، بحر[2] (الشّامي: ۱۴۲/۳، كتاب الحدود) پس ہرگاہ کلام شوہر محض قذف ہے تو اس پر کوئی حکم حرمتِ مصاہرت وغیرہ کا مرتب نہ ہوگا، اور اس عورت کی دختر کا مرد مذکور سے نکاح صحیح ہوگا۔ فقط واللہ اعلم (۲۷۰/۷)

زانی کا نکاح مزنیہ کی سوکن کی لڑکی سے درست ہے

سوال: (۴۴۰) زید کی دو زوجہ ہیں، پہلی زوجہ سے کوئی اولاد نہیں، دوسری زوجہ سے تین لڑکی ہیں، خالد نے زید کی پہلی زوجہ سے زنا کیا، زید کی جو دوسری زوجہ سے لڑکی ہے اس سے خالد نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۶۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: کرسکتا ہے[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۹۳/۷)

زانی وماس وغیرہ کے فروع کی شادی مزنیہ وممسوسہ وغیرہا کے فروع سے درست ہے

سوال: (۴۴۱) تنکیح فرع زانی وماس وناظر وغیرہ بافرع مزنیہ وممسوسہ ومنظورہ وغیرہا شرعًا جائز است یا ممنوع؟ وبہ مصاہرت بالزنا ودواعیہ بہ جز حرمات اربعہ کہ محققہ فقہ فروعیہ واصولیہ اند

---

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (زنا) کی جگہ ''نکاح'' تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۲) ردّ المحتار: ۱۰/۶، كتاب الحدود، مطلب: الزّنا شرعًا لايختصّ بمايوجب الحدّ بل أعمّ

(۳) اس لیے کہ یہ لڑکی نہ مزنیہ کی فرع ہے، اور نہ اس کی اصل۔ ظفیر

حرمتے دیگر مانند صورت مستطلبہ ہذا ثابت است یا نہ؟ (۲۰۷۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: قال في الشّامي: قال في البحر: أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع: حرمة المرأة علىٰ أُصول الزّاني وفروعه نسبًا و رضاعًا، وحرمةَ أُصولها وفروعها على الزّاني نسبًا و رضاعًا كما في الوطئ الحلال، ويحلّ لأصول الزّاني وفروعه أصولُ المزنيّ بها وفروعها إلخ[1] ازیں عبارت اخیرہ حلت صورت مذکورہ فی السوال ظاہر شد، وقائل بحرمتش لاریب محرم ما احل اللہ ہست، اگر چہ تکفیرش نکردہ شود، چراکہ تحریمِ حلال یا تحلیلِ حرام مطلقًا کفر نیست۔ كما حقّقه الشّامي[2] فقط (۱۸۸/۷)

ترجمہ سوال: (۴۴۱) زانی، ماس اور ناظر وغیرہ کی اولاد کا نکاح کرنا مزنیہ، ممسوسہ اور منظورہ وغیرہا کی اولاد کے ساتھ شرعًا جائز ہے یا ممنوع؟ اور زنا اور دواعیٔ زنا سے مصاہرت کی وجہ سے — حرمات اربعہ کے سوا جو کہ فروعی واصولی طور پر فقہ کی ثابت شدہ ہیں — اس صورت مسئولہ جیسی کوئی دوسری حرمت ثابت ہوئی یا نہ؟

الجواب: شامی میں ہے: قال في البحر: أراد بحرمة المصاهرة ...... ويحلّ لأصول الزّاني وفروعه أصول المزني بها وفروعها إلخ، اس آخری عبارت سے سوال میں مذکور صورت کی حلت ظاہر ہے، اور اُس کی حرمت کا قائل بلا شبہ اس چیز کو حرام کرنے والا ہے جس کو اللہ نے حلال کیا ہے، اگر چہ اُس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اس لیے کہ حلال کو حرام کرنا اور حرام کو حلال کرنا مطلقًا کفر نہیں ہے۔ كما حقّقه الشّامي. فقط

---

(۱) ردّ المحتار: ۸۶/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

(۲) والحاصلُ أنّهم يصدُقُ عليهم اسمُ الزِّنديقِ والمنافقِ والمُلحِدِ، ولا يخفىٰ أنّ إقرارَهم بالشّهادتين مع هٰذا الاعتقادِ الخبيثِ لا يجعلهم في حُكم المرتدّ. (ردّ المحتار: ۲۹۵/۶، كتاب الجهاد، باب المرتدّ، مطلب: جملة من لا تقبل توبته) ظفیر

اور درمختار میں ہے: وكذا من علم أنّه ينكر في الباطن بعض الضّروريات كحرمة الخمر ويظهر اعتقاد حرمته. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲۹۵/۶، كتاب الجهاد، باب المرتدّ، مطلب: جملة من لا تقبل توبته) ظفیر

زانی کی اولاد کی شادی مزنیہ کی اولاد سے درست ہے

سوال: (۴۴۲) زاہد خان نے شکورن بیگم سے زنا کیا، کچھ عرصے کے بعد زاہد خان کا نکاح جمالو بیگم سے ہوا، اور جمالو بیگم کے بطن سے کالے خان ایک لڑکا پیدا ہوا، شکورن کا نکاح جنگی خان سے ہوگیا، اور شکورن کے بطن سے جنگی خان کے ایک لڑکی سفیدہ بیگم ہوئی تو کالے خان کا نکاح سفیدہ بیگم سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۸۹۷ھ)

الجواب: کالے خان کا نکاح سفیدہ بیگم سے شرعاً صحیح ہے، علامہ شامی نے اس کی تصریح کی ہے کہ زانی اور مزنیہ کی اولاد میں مناکحت صحیح ہے (۱) فقط واللہ اعلم (۲۵۸/۷)

زانی کے لڑکے کی شادی مزنیہ کی لڑکی سے درست ہے

سوال: (۴۴۳) ایک شخص ایک عورت سے زنا کرتا ہے، زانی کا لڑکا جو زانی کی زوجہ سے ہے اس کا نکاح مزنیہ کی لڑکی سے جو کہ مزنیہ کے اصلی خاوند سے ہے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۶-۳۵/۶۴۶ھ)

الجواب: زانی کے پسر کا نکاح جو کہ زانی کی زوجۂ اولیٰ سے ہے اس لڑکی کے ساتھ درست ہے جو کہ مزنیہ کے شوہر سے ہے (۲) فقط واللہ اعلم (۲۱۴/۷)

زانی کے پسر سے مزنیہ کی لڑکی کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۴۴) زید کی زوجہ ہندہ کا ناجائز تعلق مسماۃ جمل سے قریب دو سال کے رہا، جب کہ زید مزدوری کے لیے عرصے تک باہر رہا، واپسی پر زید کو علم ہوا اور وہ اپنی عورت کو وہاں سے لے کر

---

(۱) ويحلّ لأصول الزّاني وفروعه أصول المزنيّ بها وفروعها. (ردّ المحتار: ۸۶/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۲) وحرم أيضًا بالصّهرية أصل مزنيّته (الدّرّالمختار) ويحلّ لأصول الزّاني وفروعه أصول المزنيّ بها وفروعها. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۸۶/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

وطن چلا گیا، اور جمل سے اس کا تعلق نہ رہا، چار سال بعد زید و ہندہ کے گھر لڑکی پیدا ہوئی، کیا وہ لڑکی ناجائز تعلق والے جمل کی اپنی منکوحہ بیوی کی اولاد میں سے کسی لڑکے کو آسکتی ہے یا نہ؟

(۱۳۴۳/۱۱۷۹ھ)

الجواب: ہندہ کے بطن سے جو دختر پیدا ہوئی وہ شرعاً زید کی شمار ہوگی، اور زید سے اس کا نسب ثابت ہے، زانی سے اس کا نسب ثابت نہ ہوگا۔ **لقوله عليه الصّلاة والسّلام: الولد للفراش وللعاهر الحجر**[۱] پس زید کی اولاد اس لڑکی کے بھائی بہن ہیں، ان میں سے کسی لڑکے سے اس دختر کا نکاح درست نہیں ہے۔ **كما قال الله تعالىٰ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ﴾** (سورۂ نساء، آیت:۲۳) اور اگر مراد سائل کی یہ ہے کہ اس زانی کی منکوحہ زوجہ سے جو پسر ہے اس کا نکاح اس دختر سے جائز ہے یا نہیں؛ تو جواب اس کا یہ ہے کہ زانی کے پسر سے نکاح اس دختر ہندہ کا درست ہے، کیوں کہ وہ دختر شرعاً زید و ہندہ کی ہے زانی کی نہیں ہے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۳۴۸-۳۴۹/۷)

زانیہ جو منکوحۂ غیر ہو اُس کی لڑکی سے زانی کے لڑکے کی شادی درست ہے

سوال: (۴۴۵) زید نے ہندہ منکوحۂ عمر سے زنا کیا اس سے لڑکی پیدا ہوئی، اب زید کا لڑکا ہندہ کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ حرمتِ مصاہرت میں داخل ہے یا نہیں؟ (۱۵۱۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: منکوحۂ عمر کی دختر کا نسب شرعاً عمر سے ثابت ہے اور وہ لڑکی عمر کی ہے، پس پسرِ زید کا نکاح دخترِ عمر سے درست ہے۔ **قال عليه الصّلاة والسّلام: الولد للفراش وللعاهر الحجر**[۱]
فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۹۱/۷)

---

(۱) **مشكاة المصابيح: ص: ۲۸۷، كتاب النّكاح، باب اللّعان، الفصل الأوّل، عن عائشة مرفوعًا.**

(۲) **و يحلّ لأصول الزّاني و فروعه أصول المزنيّ بها و فروعها. (البحر الرّائق: ۱۷۹/۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات)** ظفیر

جس عورت سے ناجائز تعلق ہوا اُس کی لڑکی سے اپنے لڑکے کا نکاح کرنا درست ہے

سوال: (۴۴۶) ایک شخص نے عورت حاملہ منکوحہ غیر کو اپنے گھر میں بلا نکاح رکھا، بعد وضعِ حمل لڑکی پیدا ہوئی، اور اس شخص کا پہلی زوجہ سے لڑکا تھا، اب ان دونوں لڑکے و لڑکی کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۲۵۸۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: دونوں کا نکاح درست ہے[1] یعنی عورت مذکورہ کی لڑکی جو کہ اس کے شوہر کے نطفہ سے ہے اور ثابت النسب ہے اور شخص مذکور کا لڑکا جو اس کی زوجہ سے ہے ان دونوں میں نکاح درست ہے: قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) لیکن منکوحہ غیر کو بلا طلاق شوہر کے گھر میں رکھنا حرام ہے اس کو علیحدہ کر دینا چاہیے[2] فقط (۷/۲۴۸-۲۴۹)

مزنیہ کے لڑکے کا نکاح زانی کی لڑکی سے درست ہے

سوال: (۴۴۷) خلاصۂ سوال یہ ہے کہ اگر زنا کرنا فقیر کا کمال الدین کی والدہ سے ثابت ہوجاوے تو کمال الدین کا نکاح فقیر کی دختر سے صحیح ہوگا یا نہیں؟ اگر فقیر یہ کہے کہ کمال الدین میرے نطفہ سے ہے؛ شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ (۲۴/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اگر شہادت شرعیہ یعنی چار عادل گواہوں کی شہادت سے زنا فقیر کا کمال الدین کی والدہ سے ثابت ہوجاوے تب بھی موافق تصریح بحر وغیرہ کے کمال الدین کا نکاح فقیر کی دختر سے شرعاً صحیح ہے، کیوں کہ زانی کی فروع مزنیہ کی فروع کے لیے حرام نہیں ہیں۔ کما في الشّامي عن البحر: ویحلّ لأصول الزّاني وفروعه أصول المزني بها وفروعها إلخ[3] (شامي: ۲/۲۷۹)

---

(۱) ویحلّ لأصول الزّاني وفروعه أصول المزنيّ بها و فروعها. (ردّ المحتار: ۴/۸۶، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۲) ﴿ وَلَا تَقْرَبُوْا الزِّنٰیٓ اِنَّهٗ کَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِیْلًا﴾ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت: ۳۲)

(۳) ردّ المحتار: ۴/۸۶، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات.

اور فقیر کا یہ اقرار کہ کمال الدین میرے نطفہ سے ہے شرعًا معتبر نہیں ہے۔ لقوله عليه الصّلاة والسّلام: الولد للفراش وللعاهر الحجر[1] لہٰذا فقیر کے اس اقرار کا کچھ اعتبار نہیں ہے، اور فقیر کے اس قول کی وجہ سے کمال الدین پر دختر فقیر حرام نہ ہوگی، کیوں کہ یہ قول فقیر کا بہ وجہ معارض ہونے نص مذکور کے لغو اور باطل ہے، البتہ اگر کمال الدین کا زنا یا مس بالشہوۃ اور بوس و کنار فقیر کی زوجہ سے ثابت ہو جاوے شہادت معتبرہ سے یا اقرار کمال الدین سے تو پھر کمال الدین کا نکاح دختر فقیر سے جائز نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۷۵/۷-۳۷۶)

بیوی کی جس بہن سے زنا کیا اُس کے لڑکے سے اپنی لڑکی کی شادی کرسکتا ہے

سوال: (۴۴۸) رجل زنا بأخت زوجته هل يجوز نكاح بنته بولد المزنية، بالأدلّة القاطعة بيّنوا (ایک شخص نے زوجہ کی ہمشیرہ سے زنا کیا آیا دختر زانی کا نکاح پسر مزنیہ سے درست ہے یا نہیں؟)[2] (۱۳۳۵/۹۴۴ھ)

الجواب: يجوز نكاح بنت الزّاني بابن المزنية، كما قال في ردّ المحتار: ويحلّ لأصول الزّاني وفروعه أصول المزني بها وفروعها اهـ[3] (شامي: ۲۷۹/۲، مصری) فقط (۲۲۴/۷)

ترجمہ جواب: دخترِ زانی کا نکاح پسرِ مزنیہ سے جائز ہے، جیسا کہ ردّ المحتار میں ہے: ويحلّ لأصول الزّاني إلخ.

---

(۱) مشكاة المصابيح: ص: ۲۸۷، كتاب النّكاح، باب اللّعان، الفصل الأوّل، عن عائشة مرفوعًا.

(۲) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۳) ردّ المحتار: ۸۶/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

دو سگی بہنوں سے نکاح کیا، اُن سے اولاد ہوئی ان اولاد کا آپس میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۴۹) ایک شخص کے نکاح میں دو سگی بہنیں تھیں، ان کی اولاد کا نکاح آپس میں صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۳۰۶ھ)

الجواب: دو بہنوں کا نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، ان میں سے پہلی کا نکاح صحیح ہے، اور دوسری بہن کا نکاح جو بعد میں ہوا وہ صحیح نہیں ہوا[1] اور اولاد اس شخص کی جو پہلی عورت سے ہوئی اس کا نسب ثابت ہے، اور دوسری عورت سے جو اولاد ہوئی اس کا نسب ثابت نہیں ہے، اور دونوں کی اولاد کا نکاح حسبِ شرائطِ نکاح صحیح ہو جاوے گا۔ فقط واللہ اعلم (۲۳۱/۷-۲۳۲)

وضاحت: دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا اگرچہ حرام ہے، مگر کسی نے ایسا کیا تو دونوں کی اولاد ثابت النسب ہوگی، یہی احوط اور راجح ہے، تفصیل سوال (۶۹۹) کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔ محمد امین

شوہر والی عورت کے اس لڑکے کی شادی جو زنا سے ہے زانی کی لڑکی سے جائز ہے

سوال: (۴۵۰) زید کا تعلق ناجائز مسماۃ لاڈو سے تھا، جب کہ لاڈو کا شوہر بھی زندہ موجود تھا، اسی حالت میں مسماۃ لاڈو کے؛ زید کے نطفے سے لڑکا پیدا ہوا، جب یہ لڑکا پیدا ہو کر بالغ ہوا تو زید نے اپنی لڑکی سے جو کہ منکوحہ بیوی سے ہے اس لڑکے کا نکاح کر دیا؛ یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بعد

(۱) ولا يجمع بين الأختين نكاحًا ولا بملك يمين وطيًا. (الهداية: ۳۰۸/۲، كتاب النّكاح، فصل في بيان المحرّمات)

وحرم الجمع بين المحارم نكاحًا أي عقدًا صحيحًا وعدّة ولو من طلاق بائن (الدّرّ المختار) إذا تزوّجهما في عقد واحد فإنّه لا يكون صحيحًا قطعًا ولا فيما إذا تزوّجهما على التّعاقب وكان نكاح الأولى صحيحًا، فإنّ نكاح الثّانية والحالة هذه باطل قطعًا. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۹۳/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفير

رخصت کے مسماۃ لاڈو نے اپنی بہو سے قسمیہ بیان کیا کہ تیرا شوہر بھی تیرے باپ کے نطفے سے ہے تو الگ ہو جا، اس صورت میں لڑکی عقد ثانی کر سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۱۷۴/۱۳۴۳ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے: الولدُ للفراشِ وللعاهرِ الحجر [(۱)] اس حدیث سے ثابت ہے اور یہی حنفیہ کا مذہب ہے کہ لاڈو کے جو لڑکا پیدا ہو خواہ وہ زنا سے ہو اور خواہ زید ہی کے نطفہ سے ہو مگر شریعت میں وہ لاڈو کے شوہر کا ہے، اور اسی سے اس لڑکے کا نسب ثابت ہے، وہ لڑکا شریعت میں زید کا شمار نہ ہوگا، لہٰذا نکاح زید کی دختر کا لاڈو کے پسر مذکور سے صحیح ہے [(۲)] اور لاڈو کا قول شرعاً معتبر نہیں ہے، اور بدون طلاق کے زید کی دختر دوسرے شخص سے نکاح نہیں کر سکتی۔ فقط

(۲۷۳/۷-۲۷۴)

زانی کے لڑکے اور لڑکی کا نکاح مزنیہ کے پوتے اور پوتی سے درست ہے

سوال: (۴۵۱) نجیم خان کے؛ مسماۃ بیوی جان کے بطن سے چہار پسر ہوئے، اور حیات نور کے بطن سے دو پسر ہوئے، بعد وفات نجیم خان ان کا بیٹا پائندہ خان بطنی بیوی جان کچھ عرصہ تک اپنی سوتیلی ماں حیات نور سے حرام کاری کرتا رہا، اور دو تین نطفہ حرام پیدا ہوئے، اب پائندہ خان وقاسم خان جو حیات نور کے بطن سے ہیں اپنے لڑکے لڑکی کو آپس میں منسوب کر رہے ہیں، پائندہ خان کا لڑکا محمد عالم اور لڑکی خانم نور ہے، اور قاسم خان کا لڑکا میر محمد اور لڑکی ریشم جان ہے، محمد عالم کا نکاح ریشم جان سے اور میر محمد کا نکاح خانم نور سے کرنا چاہتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ (۳۱۴۱/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں نکاح محمد عالم کا مسماۃ ریشم جان سے، اور نکاح میر محمد کا مسماۃ خانم نور سے شرعاً صحیح اور جائز ہے، اور زنا کرنا اگرچہ گناہِ کبیرہ ہے اور فسق وفجور ہے اور زانی وزانیہ

---

(۱) مشكاة المصابيح: ص: ۲۸۷، كتاب النّكاح، باب اللّعان، الفصل الأوّل، عن عائشة مرفوعًا.

(۲) ويحلّ لأصول الزّاني وفروعه أصول المزنيّ بها وفروعها. (ردّ المحتار: ۸۶/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفير

تاوقتیکہ توبہ نہ کریں قابلِ متارکت ہیں؛ لیکن زانی وزانیہ کی اولاد میں باہم نکاح جائز ہے [۱] فقط واللہ اعلم (۷/ ۲۷۹-۲۸۰)

زانی کے صلبی پوتے کا طوائف کے بطن سے جواس کی لڑکی ہے نکاح کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۴۵۲) نرائن اہلِ ہنود اور مسماۃ رحیماً طوائف سے ناجائز تعلق رہا، چند اولاد جن میں مسماۃ کریماً بھی پیدا ہوئی، نرائن کے قوم کی بیوی سے لڑکا اور اس لڑکے سے مسمی پرشاد پیدا ہوا تو نرائن کا پرشاد پوتا ہے، اور مسماۃ کریماً طوائف کے رشتہ سے لڑکی ہے؛ تو پرشاد کے باپ کی بہن کریماً ہوئی، یعنی پھوپھی، اور کریماً کے بھائی کا لڑکا پرشاد بھتیجا ہوا تو ان دونوں میں بہ حیثیت مسلمان ہوجانے کے نکاح جائز ہے؟ (۱۹۵۹/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: نکاح ان دونوں میں یعنی پرشاد اور کریماً میں درست نہیں ہے [۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۳۶۵-۳۶۶)

زانیہ کی اُس لڑکی کا نکاح جس کا زانی کے نطفہ سے پیدا ہونا محقق نہ ہو زانی کے پوتے سے درست ہے

سوال: (۴۵۳) اُدھار سنگھ ٹھاکر کا ناجائز تعلق ایک طوائف سے تھا، اور اس طوائف کی

---

(۱) ويحلّ لأصول الزّاني وفروعه أصول المزنيّ بها وفروعها. (البحر الرّائق: ۳/ ۱۷۹، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۲) اگر دونوں مسلمان ہیں تو حرمت ظاہر ہے۔ وَحرم على المتزوّج ذكرًا كان أو أنثى نكاح أصله وفرعه علا أو نزل وبنت أخيه وأخته وبنتها ولو من زنا وعمّته وخالته إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۸۲، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات)

اور اگر ایک کافر دوسرا مسلمان ہے۔ أسباب التّحريم أنواع: قرابة، مصاهرة، رضاع، جمع، ملك، شرك (الدّرّ المختار) كالمجوسية والمشركة. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/ ۸۱، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

کئی لڑکیاں ہیں، لیکن یہ معلوم نہیں کہ وہ اُدھار سنگھ سے ہیں یا کسی دوسرے سے، بعد مرنے اُدھار سنگھ کے؛ اُدھار سنگھ کے پوتے اور طوائف مذکور کی لڑکی کا ناجائز تعلق ہوگیا، اب دونوں راہِ راست پر ہیں طوائف کی لڑکی نے توبہ کی اور مرید ہوگئی اور اُدھار سنگھ کا پوتا بھی مسلمان ہونے کو کہتا ہے، ان دونوں کا نکاح باہم درست ہے یا نہیں؟ (۵۴۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جب کہ اس لڑکی طوائف کا اُدھار سنگھ کے نطفہ سے پیدا ہونا محقق نہیں ہے تو اُدھار سنگھ کے پوتے کا نکاح اس طوائف کی دختر سے دونوں کے مسلمان ہونے کے بعد درست ہے [۱] فقط واللہ اعلم (۲۰۲/۷-۲۰۳)

مزنیہ کے لڑکے سے زانی کی ہمشیرہ کا نکاح درست ہے

سوال: (۴۵۴) ایک مرد زانی دوسرے شخص کی عورت منکوحہ کے ساتھ زنا کرتا رہا، کیا زانی کی ہمشیرہ اور مزنیہ کے لڑکے کا باہم نکاح ہوسکتا ہے؟ (۲۱۲۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: زانی کی ہمشیرہ کا نکاح مزنیہ منکوحۃ الغیر کے پسر سے شرعاً جائز ہے۔ لقولہٖ تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ الآية﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) فقط واللہ اعلم (۲۳۰/۷)

جس لڑکے سے لواطت کی اس سے اپنی لڑکی کی شادی کرنا درست ہے

سوال: (۴۵۵) زید ایک لڑکے پر عاشق ہوکر مدت دراز تک اپنے ہمراہ رکھا اور لواطت کرتا رہا جب لواطت صراحۃً آدمیوں کی نظر سے گزری مثل سرمہ دانی، اور دو چار دفعہ عین لواطت میں پکڑا گیا اور جگہ جگہ حتی کہ غیر ملک تک بدنامی پھیل گئی، زید کا بدنامی کی سبب سے چلنا پھرنا مشکل ہوگیا تو لاچاری کی حالت میں اپنے کو آدمیوں کی نظر میں صاف اور بدنامی کو دفع کرنے کے واسطے اس لڑکے کے ساتھ اپنی لڑکی کو نکاح میں دیا، اب یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۴۰۵/۱۳۳۸ھ)

(۱) ويحلّ لأصول الزّاني وفروعه أصول المزني بها وفروعها. (ردّ المحتار: ۸۶/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

الجواب: یہ نکاح شرعاً درست ہے اور صحیح ہے۔ کما في الشّامي، بیان المحرّمات: أتی رجل رجلا له أن یتزوّج ابنته[1] فقط واللہ اعلم (شامي: ۲/۲۸۱) (۷/۲۵۶-۲۵۷)

جس سالی کو شہوت سے چھوا وہ اپنے شوہر پر حرام نہیں ہوئی

سوال: (۴۵۶) ہندہ پر یہ تہمت لگائی جاتی ہے کہ اس کے بہنوئی نے اس کی چھاتی پر کرتا اُتار کر ہاتھ پھیرا، صرف زید کی جو مسماۃ کے شوہر کا حقیقی بھائی ہے یہ شہادت ہے، اس شہادت کو مانتے ہوئے نکاح میں کچھ فرق تو نہیں آیا؟ اور ہندہ اپنے شوہر پر حرام تو نہیں ہوئی؟ (۱۲۵/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ہندہ کے بہنوئی نے اگر یہ حرکت ہندہ کے ساتھ کی بھی ہو تو ہندہ اپنے شوہر پر حرام نہیں ہوئی کیوں کہ کوئی وجہ حرمت کی اس میں پائی نہیں گئی[2] علاوہ بریں ایک شخص کے قول سے یہ تہمت ثابت بھی نہیں ہو سکتی، اور اگر شوہر بھی خود اس فعل کو دیکھتا تو اس کی زوجہ اس پر حرام نہ ہوتی، باقی اگر ہندہ اور اس کے بہنوئی میں درحقیقت ایسا معاملہ ہوا ہے تو وہ دونوں گنہ گار ہوئے توبہ کریں، (یہی)[3] اس کا کفارہ ہے۔ فقط واللہ اعلم (۷/۳۲۷-۳۲۸)

جس بیوہ کا بوسہ لیا اُس سے نکاح درست ہے

سوال: (۴۵۷) ایک شخص نے ایک عورت بیوہ کا بوسہ لیا اور چھاتی پکڑی، شخص مذکور کا نکاح بیوہ مذکورہ سے درست ہے یا نہیں؟ (۱۷۹۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس عورت بیوہ سے شخص مذکور کا نکاح شرعاً درست ہے۔ فقط (جب اس عورت سے نکاح جائز ہے جس سے اُس نے زنا کیا ہے تو اُس سے تو بہ درجۂ اولیٰ جائز ہوگا۔ لو نکحها الزّاني حلّ له وطؤها[4] ظفیر) (۷/۲۲۶)

---

(۱) ردّ المحتار: ۴/۸۹، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات، تحت قوله: (مطلقًا)

(۲) ولذا لو زنت امرأة رجل لم تحرم علیه وجاز له وطؤها عقب الزّنا. (ردّ المحتار: ۴/۸۸، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۳) (یہی) کا اضافہ مفتی ظفیر الدین صاحب نے کیا ہے، رجسٹر میں نہیں ہے۔ ۱۲

(۴) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۰۷، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات، مطلب فیما لو زوّج المولٰی أمته.

جس عورت کا بوسہ لیا اس کی لڑکی سے شادی درست ہے

سوال: (۴۵۸) رحیم بخش کو کچھ خیال ہے کہ اس نے اپنی ممانی بی بی صغریٰ کا ایک مرتبہ بوسہ لیا از روئے شہوت کے ہو یا مذاق کے؛ مگر یقین نہیں احتمال ہے، صغریٰ کہتی ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا؛ تو رحیم بخش کا نکاح بی بی صغریٰ کی لڑکی سے جائز ہے یا نہیں؟ (۲۵۷۲/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس صورت میں رحیم بخش کا نکاح بی بی صغریٰ کی دختر سے جائز ہے(۱) فقط (۷/۲۴۰-۲۴۱)

ممسوسہ بالشہوت کی سوتن کی لڑکی سے شادی جائز ہے

سوال: (۴۵۹) ایک شخص نے ایک اجنبی عورت کے پستان بدنیتی سے چھوئے، اب اس شخص کا نکاح اس ممسوسہ کی سوت کی لڑکی سے درست ہے یا نہیں؟ (۱۲۹۱/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: درست ہے(۲) فقط واللہ اعلم (۷/۳۶۷)

بہ غرض علاج جس عورت کی اندام نہانی کو دیکھا ہو اور نشتر لگایا ہو اُس سے نکاح درست ہے

سوال: (۴۶۰) ایک کنواری جوان لڑکی کے اندام نہانی میں پھوڑا نکل آیا ہو، اور اس کے ولی نے نامحرم مرد سے نشتر دلوایا ہو تو اس لڑکی کی بے حرمتی ہوئی یا نہیں؟ اور وہ لڑکی کسی نامحرم کے نکاح میں جائز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ آیا صرف نشتر لگانے والے پر یا اور نامحرم پر؟ (۲۶۸۶/۱۳۴۰ھ)

الجواب: بہ ضرورت ایسا جائز ہے اور اس میں شرعاً کچھ بے حرمتی نہیں ہے، کیوں کہ طبیب کا

---

(۱) اس لیے کہ احتمال سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا۔ إنّ الیقینَ لا یزولُ بالشّكّ. (ردّ المحتار: ۱/۲۵۱، کتاب الطّھارۃ، مطلب في ندب مراعاۃ الخلاف إذا لم یرتکب مکروہ مذھبہٖ) ظفیر

(۲) کوئی وجہ حرمت نہیں۔ ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) ظفیر

دیکھنا ایسے موقع کو بہ ضرورت علاج فقہاء نے جائز لکھا ہے[(۱)] پس نکاح اس کا ہر ایک سے ہوسکتا ہے نشتر لگانے والا ہو یا کوئی غیر۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۲۱/۷)

جس عورت کی شرم گاہ میں ہڈی کی وجہ سے دخول نہ ہوسکے اس سے نکاح جائز ہے

سوال: (۴۶۱) جس عورت کے رحم میں ہڈی ہو اور دخول نہ ہوسکتا ہو اس سے مرد کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (۲۰۰۸/۱۳۴۲ھ)

الجواب: نکاح جائز ہے[(۲)] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۵۳/۷)

رتقاء یعنی جس عورت کے دخول کا راستہ بند ہو اُس سے نکاح درست ہے

سوال: (۴۶۲) ایک عورت کا ایک شخص سے نکاح ہوا، اس نے چند یوم کے بعد اُس کو

---

(۱) وكذا مريضٌ نكاحِها ...... وشِرَائِهَا ومُدَاوَاتِهَا ينظُرُ الطّبيب إلٰى موضع مرضِهَا بقدر الضّرورة، إذا الضّرورات تتقدّر بقدرها إلخ، وينبغي أن يعلم امرأة تداويها (الدّرّ المختار) قوله: (وينبغي إلخ) ...... قال في الجوهرة: إذا كان المرض في سائر بدنها غير الفرج يجوز النّظر إليه عند الدّواء، لأنّه موضع ضرورة، وإن كان في موضع الفرج فينبغي أن يعلم امرأة تداويها، فإن لم توجد وخافوا عليها أن تهلك أو يصيبها وجع لا تحتمله يستروا منها كلّ شيء إلاّ موضع العلّة، ثمّ يداويها الرّجل ويغضّ بَصَرَه ما استَطَاعَ إلاّ عن موضِعِ الجُرْحِ أهـ. (الدّرّ المختار وردّ المحتار: ۴۵۱/۹-۴۵۲، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النّظر والمسّ)

(۲) ولا يتخيّر أحد الزّوجين بعيب الآخر و لو فاحشًا كجنون و جذام و برص و رتق و قرن (الدّرّ المختار) قوله: (ورتق) بالتّحريك: انسداد مدخل الذّكر .... قوله: (وقرن) كفلس: لحم ينبت في مدخل الذّكر كالغدّة وقد يكون عظمًا. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱۴۰/۵، كتاب الطّلاق، باب العنّين، قبيل باب العدّة) معلوم ہوا یہ عورت ہے اور اُس سے نکاح درست ہے۔ ظفیر

طلاق دے دی، دوسرے شخص سے پھر اس کا عقد ہوا، اس وقت یہ بات معلوم ہوئی کہ مدخل ذَکر بند ہے اور وطی اس سے کرنا بالکل محال ہے، اور وہ یہ کہتی ہے کہ مجھ کو مرد کی خواہش بھی نہیں ہوتی، صرف یہ جی چاہتا ہے کہ مرد سامنے بیٹھا رہے، غرض یہ عورت بہ منزلہ امرد کے ہے، اب یہ دوسرا شخص بھی اس کو علیحدہ کرنا چاہتا ہے تو اس میں یہ دریافت کرنا ہے کہ ایسی عورت سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ وہ بعد چھوڑ دینے کے مہر کی مستحق ہے کہ نہیں؟ نکاح کے وقت مہر کی کچھ تفصیل نہیں کی گئی کہ معجّل کس قدر ہے؟ اور مؤجل کس قدر ہے؟ صرف مقدار معین کر دی تھی، ایسی صورت میں وہ مہر کا دعویٰ کر سکتی ہے کہ نہیں؟ (۲۴۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس صورت میں نکاح منعقد ہوگیا اور بعد دخول مہر پورا واجب ہے، اور مہر اگرچہ معجّل نہ ہو طلاق سے معجّل ہو جاتا ہے، یعنی بعد طلاق کے فوراً مطالبہ مہر کا زوجہ کی طرف سے ہو سکتا ہے۔ ولا يتخيّر أحد الزّوجين بعيب الآخر و لو فاحشًا كجنون و جذام و برص و رتق و قرن (الدّرّ المختار) قوله: (ورتق) بالتّحريك: انسداد مدخل الذّكر[1] (شامي) ويتأكّد عند وطءٍ أو خلوة صحّت من الزّوج [2] (الدّرّ المختار) وفي الخلاصة: وبالطّلاق يتعجّل المؤجّل[3] (شامي: ص: ۳۵۹، باب المهر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۶۲/۷-۱۶۳)

جو عورت مرد کے قابل نہیں اس سے نکاح درست ہے

سوال: (۴۶۳) اگر لڑکی کے والدین نے ایک کن (کنز) عورت یعنی جو مرد کے قابل نہیں ہے کا نکاح کسی شخص سے دانستہ یا نادانستہ کر دیا تو وہ نکاح جائز ہوگا یا نہ؟ (۳۵۵/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں نکاح صحیح ہوگیا[4] كذا في الدّرّ المختار. فقط (۱۵۳/۷)

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱۴۰/۵، كتاب الطّلاق، باب العنّين وغيره، قبيل باب العدّة.
(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۶۹/۴-۱۷۰، كتاب النّكاح، باب المهر.
(۳) ردّ المحتار: ۲۱۶/۴، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في منع الزّوجة نفسها لقبض المهر.
(۴) هو – أي النّكاح – عند الفقهاء عقد يفيد ملك المتعة أي حل استمتاع الرّجل من امرأة لم يمنع من نكاحها مانع شرعي (الدّرّ المختار) قوله: (من امرأة إلخ) ...... المراد بها المحقّقة أنوثتها. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۵۱/۴-۵۳، كتاب النّكاح) ظفير

بے عیب کہہ کر لڑکے کا نکاح کیا، بعد میں عیب ظاہر ہوا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۶۴) ایک شخص نے اپنی لڑکی کا رشتہ چار آدمیوں کے سامنے اس شرط پر مقرر کیا کہ لڑکا بے عیب ہو، چنانچہ لڑکے کو جس کی عمر گیارہ بارہ برس کی ہے حکمت عملی سے نکاح کر کے لے گئے، اور لڑکے میں جو عیب تھے وہ ظاہر نہ ہونے دیے، نکاح کے دو ماہ بعد لڑکی والے کو معلوم ہوا کہ لڑکے کی ایک بازو اور ایک ٹانگ اصلی حالت پر نہیں ہے، بازو پتلی سلائی سی ہے، ماری ہوئی ہے، اور ٹانگ میں تین ناسور ہیں، اور پیشہ اس کا بڑھئی لوہار ہے، اور نکاح رجسٹر میں درج نہیں ہے؟ یہ نکاح جائز رہا یا نہیں؟ (۱۲۹۳/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: یہ نکاح صحیح ہوگیا ہے [۱] اب سوائے اس کے کوئی صورت نہیں ہے کہ شوہر جس وقت بالغ ہو، اور بعد بلوغ کے وہ طلاق دے دے اس وقت طلاق واقع ہو سکتی ہے [۲] فقط واللہ اعلم (۱۷۸/۷)

وضاحت: لڑکی کا نسب کیا ہے، یہ سوال میں مصرح نہیں، اگر کفاءت میں بھی دھوکا دیا گیا ہے تو لڑکی کو اختیار ہے۔ **أفاد البهنسيُّ أنّه لو تزوّجته على أنّه حرٌّ أو سنيٌّ أو قادر على المهر والنّفقة فبان بخلافه أو على أنّه فلان بن فلان فإذا هو لقيط أو ابن زنا كان لها الخيار. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۴۱/۵، كتاب الطّلاق، قبيل باب العدّة)** ظفیر

نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ لڑکی باکرہ نہیں ہے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۶۵) بعض لڑکیاں اپنی سوءِ اعمالی سے اپنی اور اپنے اہل خاندان کی روسیاہی کا باعث ہوتی ہیں، اور ماں باپ کو اس کا علم جب ہوتا ہے تو اس کو پوشیدہ رکھ کر لڑکی کی شادی بھاری

---

(۱) **ولا يتخيّر أحد الزّوجين بعيب الآخر ولو فاحشًا كجنون وجذام إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۴۰/۵، كتاب الطّلاق، قبيل باب العدّة)** ظفیر

(۲) **ويقع طلاق كلّ زوج إذا كان عاقلاً بالغًا. (الهداية: ۳۵۸/۲، كتاب الطّلاق، باب طلاق السّنّة)** ظفیر

دَین مہر پر کسی جگہ کر دیتے ہیں، خاوند کو جب اپنی بیوی کی بداعمالی کا علم ہوتا ہے، مثلاً بیوی کی ناجائز خط وکتابت ماقبل نکاح اس کے ہاتھ آجاتی ہے؛ چوں کہ اس نے اپنی بیوی کو باکرہ بھی نہیں پایا تھا، اس لیے شبہ قوی اور بیچارہ مرد عجب مشکل میں مبتلا ہوجاتا ہے، نہ تو یہ جی چاہتا ہے کہ اس کو اپنے نکاح میں رکھے اور نہ اتنی استطاعت ہے کہ مہر ادا کرسکے، ایسا نکاح جو صریح دھوکا ہے جائز ہوا یا نہیں؟ کیوں کہ ناکح تو لڑکی کو باکرہ سمجھ کر نکاح پر راضی ہوا اور وہاں معاملہ اس کے خلاف ہے۔ بینوا وتوجروا

(۱۳۳۶-۳۵/۹۷۰ھ)

الجواب: نکاح اس صورت میں منعقد ہوجاتا ہے اور مہر جو کچھ مقرر کیا گیا وہ کل لازم ہوجاتا ہے، درمختار میں ہے: **ولو شرط البکارة فوجدها ثیّبًا لزمه الکلّ إلخ**[1] فقط واللہ اعلم

(۲۱۷-۲۱۶/۷)

نیک بتا کر لڑکی کو نکاح میں دیا مگر وہ فاحشہ اور مرضِ آتشک میں مبتلا نکلی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۶۶) زید کو ایک معتمد شخص بکر نے یہ یقین دلایا کہ حمیدہ ایک زن نہایت سلیم الطبع اور خوش اخلاق ہے، اسی بناء پر زید نے حمیدہ کو نکاح میں قبول کیا، مجلس نکاح میں نہ قاضی تھا نہ بکر، باوجود وعدہ شریکِ مجلس نکاح نہ ہوا، ایک گواہ برادر حقیقی حمیدہ اور ایک وکیل جو بالکل حمیدہ کے حال سے ناواقف تھا، مجلس نکاح میں تھے اور کوئی نہ تھا، بعد نکاح حمیدہ مرضِ آتشک میں مبتلا اور تمام حرکات وسکنات میں فاحشہ و بے حیا ظاہر ہوئی، کیا نکاح ہوا اور مہر واجب ہے؟

(۱۳۳۷/۱۰۱۴ھ)

الجواب: جب کہ ایجاب وقبول دو گواہوں کے روبہ رو ہوگیا نکاح صحیح ہوگیا، عورت کے عیوب کی وجہ سے اگر زید اس کو رکھنا نہ چاہے تو طلاق دے دے، اور بہ صورت دخول یا خلوت صحیحہ مہر پورا بہ ذمہ زید لازم ہے، اور بکر نے اگر عمداً جھوٹ بولا اور دھوکا دیا تو وہ عاصی ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

(۳۱۳/۷)

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۹۶/۴، کتاب النّکاح، باب المهر، مطلب في أحكام الخلوة

جو عورت ایمان و اسلام کی حقیقت سے بھی ناواقف ہو اُس سے نکاح کا کیا طریقہ ہے؟

سوال: (۴۶۷) ہندہ صفتِ اسلام و ایمان سے ناواقف ہے حتیٰ کہ کلمہ بھی نہیں جانتی، اور ایمان مجمل اور مفصل بھی نہیں جانتی؛ اس سے نکاح درست ہے یا نہیں؟ (۲۳۵۰/۱۳۴۵ھ)

الجواب: ایسے ناواقف لوگوں کو صرف یہ تعلیم کردی جاوے کہ کہو: اللہ ایک ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں، اور اس کو دل سے سچا جانو، پس اس سے آدمی مسلمان اور مؤمن ہوجاتا ہے، اس اقرار لینے کے بعد اس سے نکاح درست ہے[1] اور یہ ظاہر ہے کہ بدون تصدیق قلبی کے ایمان حاصل نہیں ہوتا، لیکن جاہلوں اور ناواقفوں سے صرف یہ کہلا لیا جاوے جو اوپر مذکور ہوا، ان سے یہ نہ پوچھا جاوے کہ ایمان کیا ہے؟ اور تصدیق کیا ہے؟ اور ایمان مفصل کونسا ہے؟ اور مجمل کونسا؟ غرض یہ ہے کہ ایسی بات کی جاوے جس سے اس کو مسلمان بنایا جاوے، نہ یہ کہ اس سے تحقیقات کر کے اس کو کافر بنایا جاوے۔ فقط واللہ اعلم

(بہر حال جب ہندہ اپنے کو مسلمان کہتی ہے اور درحقیقت ہے بھی مسلمان، تو اس سے نکاح درست ہے، تعلیم کی کمی ہے، لہٰذا کلمہ وغیرہ احتیاطاً پڑھا دیا جائے۔ ظفیر) (۱۴۲/۷)

جو کلمہ سے ناواقف ہو اُس کا نکاح رہتا ہے یا فاسد ہوجاتا ہے؟

سوال: (۴۶۸) جس شخص کو صفت ایمان وکلمہ نہ معلوم ہو، اور اپنی منکوحہ کو غیر آباد رکھے، اور خلافِ شریعت کام کرے، ایسے شخص کا نکاح ثابت رہتا ہے یا نہ؟ اگر فاسد ہوتا ہے تو اس کی عورت پر کیا عدت ہے؟ (۴۷۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: نکاح اس کا شرعاً ثابت وقائم ہے فاسد نہیں ہوا[1] بدون طلاق دینے شوہر کے اور بدون گزرنے عدت کے اس کی زوجہ اس کے نکاح سے خارج نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم (۱۵۶/۷-۱۵۷)

---

(۱) لأنّ الشّرع يعتبر الإيجاب والقبول أركان عقدِ النّكاح لا أمورًا خارجيةً كالشّرائط. (ردّ المحتار: ۵۹/۴، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة)

وضاحت: جب تک حکماً مسلمان ہے نکاح باقی ہے؛ لیکن بیوی کے حقوق نہ ادا کرنا یا خلافِ شریعت کام کرنا گناہ ہے، اس سے توبہ کرنا ضروری ہے، بیوی کو آباد کرنا فرض ہے، اس کے ساتھ کلمہ وغیرہ سیکھنا بھی۔ظفیر

حاضر وناظر کے عقیدے سے توبہ کرنے کے بعد مکرر نکاح کرنے کی ضرورت نہیں

سوال: (۴۶۹)......(الف) ایک عورت مسلمہ کا یہ عقیدہ ہے کہ پیران پیر ودیگر بزرگانِ دین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر کوئی شخص پکارے ہر جگہ سے دور ونزدیک وہ سب سن لیتے ہیں، ایسے عقیدہ سے اگر عورت توبہ کرے تو پہلا نکاح جائز رہا یا مکرر نکاح کرنا چاہیے؟

(ب) اگر خاوند کا بھی یہی عقیدہ ہو تو نکاح فسخ ہوگیا؟ اور عورت دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۱۰۱۴ھ)

الجواب: (الف) مکرر نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے (۱)

(ب) پہلا نکاح فسخ نہیں ہوا، دوسرے مرد سے اس عورت کو نکاح درست نہیں ہے (۲) فقط (۲۱۳/۷)

بدعتی سے نکاح کرنا درست ہے، مگر مناسب نہیں

سوال: (۴۷۰) احمد رضا خاں بریلوی کے معتقد سے کسی اہل سنت حنفی کو اپنی بیٹی کا نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳/۱-۳۲ھ)

---

(۱) وفي النّهر: تجوز مناكحة المعتزلة، لأنّا لا نكفر أحدًا من أهل القبلة، وإن وقع إلزامًا في المباحث. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۰۲/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللاّتي يؤخذن غنيمةً في زماننا) بدعتی کی بھی علماء تکفیر نہیں کرتے، لہٰذا نکاح درست ہے۔ظفیر

(۲) أمّا نكاح منكوحة الغير إلخ، لم يقل أحد بجوازه. (ردّ المحتار: ۲۰۳/۴، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد) ظفير

الجواب: نکاح تو ہوجاوے گا کہ آخر وہ بھی مسلمان ہے اگر چہ مبتدع ہے، مگر ایسے لوگوں سے رشتۂ موانست ومناکحت درست نہیں ہے (یعنی مناسب نہیں ہے ظفیر) حدیث شریف میں آیا ہے: **لا تجالسوهم ولا تناكحوهم الحديث** (۱) ترجمہ: نہ ان کے ساتھ بیٹھو اور نہ ان سے نکاح کرو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۱۵۸)

فاسق کا نکاح درست ہے

سوال: (۴۷۱) جو بڑے مرد یا بچے سونے، چاندی، ریشم کا استعمال کرتے ہوں اور ڈاڑھی کترواتے ہوں اور مونچھیں بڑھاتے ہوں اور گناہ معلوم ہونے پر توبہ نہ کریں ایسے لوگوں کا نکاح صحیح رہ سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۱۰۱۴ھ)

الجواب: ایسے لوگ فاسق گنہ گار ہیں، ان کو کافر نہ کہا جاوے، اور نکاح اُن کا صحیح ہے۔ فقط (۷/ ۲۱۳)

مصنوعی شرم گاہ بنوا کر بدکاری کرنے والا فاسق کسی عورت سے نکاح کرے تو درست ہے

سوال: (۴۷۲) اس وقت زید کی عمر ساٹھ سال سے کچھ اوپر ہے، اور تیس برس سے زیادہ سے پیروں سے اپاہج ہے، اور شہوت بھی جاتی رہی؛ لیکن زید کو اپنی تندرستی کی حالت میں ایک خوئے بد زنا کاری کی بھی تھی، باوجود شہوت نہ ہونے کے اپنی عادتِ بد کو نہیں چھوڑا، اور ایک دوسری صورت کا پیشاب گاہ بنا کر اس سے بدکاری کرتا رہا، چند سال بعد ایسی حالت بیماری میں ایک عورت سے نکاح کرلیا یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۳۰۸ھ)

---

(۱) عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: إن الله اختارني واختارلي أصحابي وأصهاري، وسيأتي قوم يسبّونهم وينتقصونهم، فلا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تؤاكلوهم ولا تناكحوهم (عق- عن أنس) (كنز العمّال: ۱۱/ ۲۴۱، رقم الحديث: ۳۲۴۶۵، كتاب الفضائل، باب ذكر الصّحابة وفضلهم رضي الله عنهم أجمعين، المطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت)

الجواب: نکاح ہوجاوے گا(۱) لیکن یہ حرکت زید کی حرام اور ناجائز ہے، اور وہ اس گناہِ کبیرہ کے ارتکاب کی وجہ سے فاسق اور مردود الشہادۃ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۰۳/۷)

وضاحت: لڑکا اگر فاسق ہو تو اس کے نکاح کے سلسلہ میں مفتی علامؒ نے مطلقًا جواز تحریر فرمایا ہے: مگر علامہ شامیؒ نے اس مسئلے میں بڑی عمدہ تحقیق نقل فرمائی ہے، فاسق کے نکاح کے سلسلے میں اس تفصیل کو مدنظر رکھنا ناگزیر ہے:

فاسق لڑکا جس لڑکی سے نکاح کر رہا ہے اگر وہ خود بھی فاسقہ ہو تو اُس کی رضامندی کے ساتھ بلاتردد یہ نکاح درست ہوجاتا ہے، اولیاء چاہے فاسق ہوں یا دین داران کو یہ نکاح فسخ کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہوتا ہے ــــ اور لڑکی اگر دین دار ہو، اور اولیاء اور لڑکی دونوں راضی ہوں تب بھی بلاتردد نکاح درست ہوجاتا ہے، خواہ اولیاء دین دار ہوں یا فاسق۔

اور دین دار لڑکی کے اولیاء اگر راضی نہ ہوں صرف لڑکی راضی ہو تو اُس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اولیاء بھی دین دار ہوں تو اُن کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس نکاح کو فسخ کردیں، اور اگر اولیاء فاسق ہیں تو اب اُن کو کوئی اختیار نہیں کہ وہ تفریق کرائیں۔

قلت: والحاصل أنّ المفهوم من كلامهم اعتبار صلاح الكلّ، وأنّ من اقتصر علٰى صلاحها أو صلاح آبائها نظر إلى الغالب من أنّ صلاح الولد والوالد مُتلازمانِ، فعلٰى هٰذا فالفاسق لا يكون كفوًا لصالحة بنت صالح؛ بل يكون كفوًا لفاسقة بنت فاسق، وكذا لفاسقة بنت صالح، كما نقله في اليعقوبية، فليس لأبيها حقّ الاعتراض؛ لأنّ ما يلحقه من العار ببنته أكثر من العار بصهره.

---

(۱) اگر نکاح دو گواہوں کی موجودگی میں ہوا ہے، اور عورت کی رضا سے تو چوں کہ ایجاب وقبول اور شرط پائی گئی اس لیے نکاح ہوگیا۔

وينعقد ...... بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر إلخ ، وشرط سماع كلّ من العاقدين إلخ، وشرط حضور شاهدين إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵۹/۴-۷۳، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة) ظفیر

وأمّا إذا كانت صالحة بنت فاسق فزوّجت نفسها من فاسق فليس لأبيها حقّ الاعتراض؛ لأنّه مثله وهي قد رضيت به .... فاغتنم هٰذا التّحرير فإنّه مفرد. (ردّ المحتار: ۴/۱۵۴، كتاب النّكاح، باب الكفاءة) محمد حبان بیگ قاسمی

غیر مقلد کی اولاد سے نکاح درست ہے

سوال: (۴۷۳) جو فرقہ غیر مقلد اپنے آپ کو اہلِ حدیث بتلاتے ہیں، ان سے بیٹا بیٹی کا بیاہ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۵۴/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اگر نکاح کیا جاوے گا نکاح منعقد ہو جاوے گا[۱] لیکن ایسے فرقوں اور ایسے متعصب لوگوں سے رسول اللہ ﷺ نے مناکحت ومواکلت ومشاربت وغیرہ کو منع فرمایا ہے[۲] اس لیے بہتر یہ ہے کہ ان لوگوں سے اس قسم کے تعلقات بیاہ شادی کے قائم نہ کیے جائیں۔ فقط (۷/۱۷۵)

تبرائی شیعہ عورت اگر مسلمان ہو جائے تو وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے

سوال: (۴۷۴) ایک عورت خاوند والی شیعہ مذہب ہے اور شوہر بھی شیعہ ہے؛ لیکن اس کے شوہر نے عرصہ دراز سے چھوڑ رکھا ہے، اور وہ عورت اپنے باپ کے گھر رہتی ہے، اور عورت نے مہروں کی نالش کر کے ڈگری بھی حاصل کر لی ہے اور اس کے شوہر نے نکاح ثانی کر لیا ہے، اور اب

---

(۱) وفي النّهر: تجوز مناكحة المعتزلة، لأنّا لا نكفّرُ أحدًا من أهل القبلة وإن وقع إلزامًا في المباحث. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۰۲، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللّاتي يؤخذن غنيمةً في زماننا) ظفیر

(۲) عن أنس رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: إن اللّٰه اختارني واختارلي أصحابي وأصهاري، وسيأتي قوم يسبّونهم وينتقصونهم، فلا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تؤاكلوهم ولا تناكحوهم (عق– عن أنس) (كنز العمّال: ۱۱/۲۴۱، رقم الحديث: ۳۲۴۶۵، كتاب الفضائل، باب ذكر الصّحابة وفضلهم رضي اللّٰه عنهم أجمعين، المطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت)

وہ عورت اپنا نکاح اہلِ تسنن سے کرنا چاہتی ہے، اور خود بھی اہل سنت ہونا چاہتی ہے، اس صورت میں اس عورت سے اہلِ تسنن کو نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (۹۹۶/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اگر شوہر اس کا شیعہ تبرائی ہے جو سبِّ شیخین کرتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تہمت لگاتا ہے اور افک کا قائل ہے تو وہ کافر ہے (۱) عورت اگر سنی ہو جاوے تو عدت کے بعد دوسرا نکاح کرنا اس کو جائز ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۸۳/۷-۱۸۴)

شیعہ تبرائی سے نکاح درست نہیں ہوا طلاق کے بغیر دوسرا نکاح کر سکتی ہے

سوال: (۴۷۵) ایک عورت کا نکاح ایک شخص مذہب شیعہ جس کو رافضی کہتے ہیں اس کے ساتھ ہوا، عورت اہلِ سنت والجماعت ہے، اس کو اس کے شوہر نے مراسم روافض ادا کرنے میں مجبور کیا، یہاں تک کہ برا بھی کہلوانا چاہا، جب وہ عورت والدین کے یہاں آئی؛ پھر شوہر کے مکان پر نہیں گئی، اس وقت تک جس کو عرصہ بارہ سال کا ہو گیا اب بھی اس کو شوہر کے مکان پر جانے سے انکار ہے، اور اس کے شوہر کا خاندان سب تبرائی ہے اور عورت کو بھی مجبور کرتے ہیں، پس از روئے شرع شریف اس عورت کا نکاح جائز ہوا کہ نہیں؟ اور اب بغیر طلاق شوہر مذکور کے دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ (۲۰۷/۱۳۳۵ھ)

---

(۱) وبهٰذا ظهرَ أنّ الرّافضيَّ إن كان مِمّن يعتقدُ الألوهيّةَ فِي عَلِيٍّ، أو أنّ جبريلَ غلطَ في الوحي، أو كان يُنكرُ صحبةَ الصّدّيقِ، أو يقذف السّيّدة الصّدّيقة فهو كافرٌ لمخالفته القواطِعَ المعلُومَةَ منْ الدِّينِ بالضّرورة. (ردّ المحتار: ۱۰۲/۴، كتاب النّكاح، فصلٌ في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللاّتي يؤخذن غنيمةً في زماننا) ظفیر

(۲) ولو أسلمَ أحدُهما أي أحدُ المجوسِيّينِ أو امرأةُ الكتابي ثمّةَ أي في دار الحرب إلخ، لَمْ تَبِنْ حتّى تحِيضَ ثلاثًا أو تمضيَ ثلاثةُ أشهرٍ (الدّرّ المختار) أي إن كانت لا تحيضُ لِصِغَرٍ أو كِبَرٍ، كما في البحر، وإن كانت حاملا فحتّى تضع حملها. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۲۷۰/۴، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون، ليسا بأهل لإيقاع طلاق بل للوقوع) ظفیر

الجواب: رافضی تبرائی کو بہت سے فقہاء نے کافر لکھا ہے، لیکن محققین فقہاء کی یہ تحقیق ہے کہ اگر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے افک کا قائل ہے، یا حضرت علیؓ کی الوہیت کا قائل ہے، یا حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف وحی میں غلطی ہونے کا معتقد ہے، تو یہ جملہ امور موجبِ کفر اور ارتداد بہ اتفاق ہیں پس ایسے رافضی کے ساتھ سنیہ عورت کا نکاح منعقد نہیں ہوتا، بدون طلاق کے دوسرا نکاح کر سکتی ہے هٰكذا في ردّ المحتار (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۷۱-۲۷۲)

شیعہ تفضیلیہ سے نکاح درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۷۶) فرقہ شیعہ تفضیلیہ اور اہل سنت والجماعت میں باہم مناکحت جائز ہے یا نہیں؟
(۱۳۳۷/۲۷۸۸ھ)

الجواب: فرقہ شیعہ تفضیلیہ جو کہ تبراء گو نہ ہو وہ فرقہ کافر نہیں ہے، اگرچہ اہل سنت و جماعت میں داخل نہیں ہے، مناکحت اس کی اہل سنت و جماعت کے ساتھ درست ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۵۰)

شیعہ سے نکاح کرنے میں احتیاط ضروری ہے اگرچہ وہ شیعہ عقائد کا منکر ہو

سوال: (۴۷۷) زید سنت والجماعت کا مذہب رکھتا ہے، اور اس کا پھوپھی زاد بھائی بکر؛

---

(۱) إنّ الرّافضيَّ إن كان ممّن يعتقدُ الألوهيّةَ فِي عَلِيٍّ، أو أنّ جبريلَ غلطَ في الوحي، أو كان يُنكرُ صحبةَ الصّدّيقِ، أويقذف السّيّدة الصّدّيقة فهو كافرٌ لمخالفتِه القواطِعَ المعلُومَةَ من الدِّينِ بالضّرورة. (ردّ المحتار: ۴/۱۰۲، كتاب النّكاح، فصلٌ في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللّاتي يؤخذن غنيمةً في زماننا) ظفیر

(۲) تجوز مناكحة المعتزلة، لأنّا لا نكفّر أحدًا من أهل القبلة، وإن وقع إلزامًا في المباحث (الدّرّ المختار) بخلاف ما إذا كان يفضّل عليًا أو يسبّ الصّحابة فإنّه مبتدع لا كافر. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۱۰۲، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللّاتي يؤخذن غنيمةً في زماننا)

خاندان غیر مغلظہ شیعہ سے ہے، لیکن معلوم ہے کہ وہ پابند مذہب روافض نہیں ہے، اور اس کی والدہ زید کی پھوپھی اہلِ تسنن سے ہے، اور بکر کی بیوی بھی خاندان اہلِ تسنن کی لڑکی ہے، اور بکر کہتا ہے کہ ہم رافضی نہیں ہیں، ہم کو تمام صحابہ رسول اکرم ﷺ برابر ہیں، ہم کسی کی برائی نہیں کرتے، سبِّ صحابہ وتبراء نا جائز ہے، اور نمازِ جمعہ پڑھتے ہیں اور باجماعت نمازیں ادا کرتے ہیں، پس بکر اپنے لڑکے کے لیے زید کی دختر کا خواست گار ہے، آیا ان کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ علاوہ ازیں ایک تقریر مستفتی نے لکھی تھی جس کا حاصل یہ ہے کہ ثواب وعقاب کا دارومدار عمل پر ہے خواہ عقیدہ کچھ ہو؟

(۲۴۵۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جواب مسئلہ کا یہ ہے کہ اگر بکر شیعہ غالی تبرائی نہیں ہے تو اس کے لڑکے سے جب کہ وہ بھی ایسا ہی ہو زید کی دختر کا نکاح صحیح ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ جب تک بکر پورا اہلِ سنت وجماعت نہ ہو؛ اس وقت تک نکاح نہ کیا جاوے اور ایک تردد اس جگہ دوسرا ہے وہ یہ کہ روافض میں تقیہ ضروری سمجھا جاتا ہے، تو یہ کیوں کر اطمینان ہو کہ جو کچھ وہ زبان سے کہتے ہیں ان کا یہ کہنا از راہ تقیہ تو نہیں ہے، اور واضح ہو کہ عقائد کی خرابی بہت بری اور مضر ہے، اور آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کے تہتر (۷۳) فرقے بتلا کر یہ ارشاد فرمایا ہے: كلّهم في النّار إلاّ واحدة إلخ [1] کہ وہ سب دوزخی ہیں سوائے ایک فرقہ کے کہ وہ اہلِ سنت وجماعت ہیں، اور اس فرقہ اہلِ سنت وجماعت کی تعریف آنحضرت ﷺ نے یہ فرمائی ہے: ما أنا عليه وأصحابي [1] کہ وہ اس طریقے پر ہوں گے جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں، پس جو فرقہ اس فرقۂ اہلِ سنت وجماعت سے خارج ہے وہ ناری ہے، اور اہلِ اہواء اور اہلِ باطل میں سے ہے، پس آنحضرت ﷺ سے زیادہ جاننے والا قرآن شریف کا کون ہوسکتا ہے؟!، اس لیے یہ تقریر آپ کی سب بے کار اور بے اصل ہے، طریقہ صحابہ کا دیکھنا چاہیے کہ کیا تھا؛ کیوں کہ وہی طریقہ آنحضرت ﷺ کا ہے اور وہی نجات دینے والا ہے، محض نام مسلمان ہونے سے کام نہیں چلتا اور فساد عقیدہ کے ساتھ اعمال صالحہ کچھ کام نہیں آتے، جیسا کہ حدیث

(۱) وتفترق أمّتي علٰى ثلاث وسبعين ملّة كلّهم في النّار إلاّ ملّة واحدة، قالوا: من هي يا رسول اللّٰه؟ قال: ما أنا عليه وأصحابي. (مشكاة المصابيح: ص: ۳۰، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسّنّة، عن عبد الله بن عمر مرفوعًا) ظفير

خوارج میں مذکور ہے: يحقر أحدكم صلاته مع صلاتهم. الحديث[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم
(۷/۴۵۸-۴۵۹)

شیعہ عورت جس نے توبہ کرلی اس سے نکاح جائز ہے

سوال: (۴۷۸) زید قوم افغان اہلِ سنت والجماعت نے ایک بیوہ عورت سے جوکہ سبّ (صحابۂ کرامؓ کو گالیاں دینا) کرتی تھی، اس کو ان خیالات سے چھوڑا کر خود نکاح میں لانا چاہتا ہے؛ لیکن وہ اس وجہ سے مجبور ہے کہ (عام افواہ)[2] میں اس کو طعن کیا جاتا ہے کہ اہلِ (بیت)[2] ہو کر غیر اہلِ (بیت)[2] کس طرح نکاح کرسکتا ہے؟ (۲۰۶۱/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: علامہ شامی کی یہ رائے ہے کہ سبِّ صحابہ رضی اللہ عنہم موجبِ کفر نہیں ہے، بلکہ موجبِ فسق ہے[3] لہٰذا اس بیوہ عورت نے جب کہ توبہ کرتی ہے تو اس سے نکاح سنی حنفی کا شرعًا جائز ہے۔

اور بعض فقہاء کے نزدیک سبِّ صحابہؓ موجبِ کفر ہے[4] اس لیے بہتر یہ ہے کہ اس بیوہ عورت سے بعد تجدید ایمان کے نکاح کیا جاوے تاکہ نکاح بلا خلاف جائز ہوجاوے، اور نکاح

---

(۱) صحيح البخاري: ۲/۱۰۲۴، كتاب استتابة المعاندين والمرتدّين وقتالهم إلخ، باب من ترك قتال الخوارج للتألّف، عن أبي سعيد الخدري مرفوعًا.

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں (عام افواہ) کی جگہ ''تمام نواح'' تھا، اور (بیت) کی جگہ ''سنت'' تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

(۳) بخلاف ما إذا كان يفضّل عليًّا أو يسبّ الصّحابة فإنّه مبتدع لا كافر. (ردّ المحتار: ۴/۱۰۲، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللّاتي يؤخذن غنيمةً في زماننا) ظفیر

(۴) في البحر ...... معزيًا للشّهيد: من سبّ الشّيخين أو طعن فيهما كفر. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۶/۲۸۶، كتاب الجهاد، باب المرتدّ، قبيل مطلب مهمّ في حكم سبِّ الشّيخين)

غیر سید کا سید کے ساتھ جائز ہے؛ اس لیے لوگوں کا یہ کہنا کہ غیر اہلِ بیت کا نکاح اہلِ بیت کے ساتھ جائز نہیں ہوسکتا ہے؛ یہ غلط ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۷۸-۲۷۹)

شیعہ لڑکی کو شادی کے بعد سنّی کرلیا تو تجدیدِ نکاح ضروری ہے

سوال: (۴۷۹)......(الف) زید کو اس کے والدین شیعہ نے بہ عمر دس سال استاد کے پاس پڑھنے بٹھایا، استاد کے کہنے سے زید سنّی ہوگیا، والدین نے اس کی شادی شیعہ لڑکی سے کردی، زید نے بعد شادی اس کو بھی سنّی کرلیا تو تجدیدِ نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں؟

(ب) اور امامت کرانا زید کو درست ہے یا نہیں؟ (۵۴۵/۱۳۴۱ھ)

الجواب: (الف) زید کو اس صورت میں زوجہ کے سنیہ کرلینے کے بعد؛ تجدیدِ نکاح کرلینے کی ضرورت ہے۔

(ب) اور امامت زید کی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۷۰)

قادیانی سے جس عورت نے نکاح کیا وہ بغیر طلاق دوسرے مسلمان سے شادی کرسکتی ہے

سوال: (۴۸۰) مسماۃ ہندہ زید مرزائی کے نکاح میں عرصے سے ہے، مگر مرزائی زید کے گھر سے دو سال سے چلی گئی ہے، اب ایک مسلمان اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے، کیا مرزائی سے طلاق لینے کی ضرورت ہے؟ (۱۱۱۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: مرزائی چوں کہ کافر ہے؛ اس لیے ہندہ کا نکاح اس سے منعقد نہ ہوا تھا، لہٰذا مرزائی کی طلاق کی ضرورت نہیں ہے، ہندہ کو دوسرے مسلمان سے نکاح کرنا درست ہے[2] فقط (۷/۲۷۳)

---

(۱) فقريش بعضهم أكفاء بعض (الدّرّ المختار) أشار به إلٰى أنّه لاتفاضل فيما بينهم إلخ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۱۵۰، كتاب النّكاح، باب الكفاءة) ظفیر

(۲) وحرم نكاح الوثنية بالإجماع (الدّرّ المختار) ويدخل في عبدة الأوثان إلخ، كلّ مذهب يكفر به معتقده. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۱۰۱، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللاّتي يؤخذن غنيمةً في زماننا) ظفیر

قادیانیت سے جو توبہ کر چکا اس سے نکاح جائز ہے

سوال: (۴۸۱) زید کی نسبت یہ بات مشہور تھی کہ زید مرزائی ہے، مگر پھر اس نے توبہ کر لی تھی، اسی بناء پر ایک لڑکی کا نکاح اس سے کر دیا تھا، نکاح کے بعد ایک مولوی صاحب کو زید کے پاس تحقیق کے لیے بھیجا تو زید نے بڑے زور وشور سے تردید کی کہ میرا مذہب قادیانی نہیں ہے، اور بہت زمانہ گزرا میں توبہ کر چکا ہوں، اور ابتدا میں مرزا کو اگر میں مانتا بھی تھا تو ایک مجدد و بزرگ مانتا تھا، نبی نہیں مانتا تھا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ (۱۹۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: تحریر سوال سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ زید صحیح العقائد ہے اور اس کا عقیدہ صحیح موافق مذہب اہل سنت والجماعت کے ہے، اور مرزا غلام احمد قادیانی کا معتقد و متبع نہیں ہے، لہٰذا نکاح اس لڑکی کا اس شخص یعنی زید سے درست اور صحیح ہو گیا، نکاح کے صحیح ہونے میں اس وقت کوئی تردد نہیں ہے، البتہ اگر خدانخواستہ کسی وقت میں زید نے مذہب اہلِ سنت والجماعت سے طرف مذہب قادیانی کے رجوع کیا تو اس وقت فوراً نکاح باطل ہو جاوے گا[1] فقط (۲۸۸/۷-۲۸۹)

منکوحۂ کافر اسلام قبول کرلے تو مسلمان سے کب نکاح کر سکتی ہے؟

سوال: (۴۸۲) منکوحۂ کافر اسلام قبول کرے اور شوہر کفر سے تائب نہ ہو، اور وہ منکوحہ عرصہ چھ ماہ سے اس سے علیحدہ ہو تو وہ عورت فی الحال دوسرے مسلمان سے نکاح کر سکتی ہے یا بعد انقطاع عدت؟ (۱۱۴۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: کسی کافر کی منکوحہ کو اسلام لانے کے بعد جس وقت تین حیض پورے ہو جاویں تو وہ عورت اپنے شوہر کافر کے نکاح سے خارج ہو جاتی ہے، اور پھر اس کا نکاح کسی مسلمان سے امام صاحب کے قول کے موافق اس کی رضامندی سے صحیح ہے، درّمختار میں ہے: ولو أسلم أحدهما إلخ

---

(۱) وارتداد أحدهما أي الزّوجين فسخ: عاجلٌ بلا قضاء. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲۷۲/۴-۲۷۳، کتاب النّکاح، باب نکاح الکافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاق بل للوقوع) ظفیر

ثمّة إلخ لم تبن حتّى تحيض ثلاثًا أو تمضي ثلاثة أشهر إلخ وليست بعدّة إلخ [۱] لیکن شامی میں ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ بعد اس بینونت کے عدت اس پر لازم ہے یا نہیں؟ صاحبین وجوب عدت کے قائل ہیں۔ کذا في الشّامي: وجزم به الطّحاوي [۲] ان کے موافق پھر تین حیض گزارنے کے بعد نکاح ثانی کرسکتی ہے اور یہی احوط ہے، پس اب دیکھا جائے کہ چھ ماہ میں اس کو کتنے حیض آئے ہیں، اگر حیض پورے ہوگئے ہوں فبہا، ورنہ باقی ماندہ حیض پورے کرے اور یہ بہ صورت حیض آنے کے ہے، اور اگر اس کو حیض نہ آتا ہو تو پھر چھ ماہ دونوں مدتوں کے لیے کافی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۱۹۲-۱۹۳)

منکوحۂ کافر کو مسلمان بنا کر شادی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۸۳) ایک عورت بت پرست اپنے شوہر کو چھوڑ کر ایک مسلمان شخص کے ساتھ چلی گئی اور اس مسلمان نے اس عورت کو مسلمان کیا، اور بعد مسلمان ہونے کے اس عورت سے نکاح کیا، اب یہ عورت اس حالت میں مسلمان ہوئی یا نہیں؟ اور اس عورت کا نکاح مرد مسلمان سے درست ہوا یا نہیں؟ بینوا (۱۸۲/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: صورتِ مسئولہ میں وہ عورت مسلمان ہوگئی اور نکاح اس کا مرد مسلمان سے درست ہے جب کہ اس کو تین حیض آجاویں اور بہ صورت نہ آنے حیض کے تین ماہ گزرنا شرط ہے [۳] پس نکاح

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۷۰، کتاب النّکاح، باب نکاح الکافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاق بل للوقوع.

(۲) وهل تجب العدّة بعد مضيّ هٰذه المدّة؟ فإن كانت المرأة حربية فلا، لأنّه لا عدّة على الحربيّة، وإن كانت هي المسلمة فخرجت إلينا فتمّت الحيض هنا فكذٰلك عند أبي حنيفة خلافًا لهما إلخ، وجزم الطّحاويّ بوجوبها. (حوالۂ سابقہ) ظفیر

(۳) ولو أسلمَ أحدُهما أي أحدُ المجوسِيَّيْنِ أو امرأةُ الكتابي ثمّةَ أي في دارالحرب إلخ، لَمْ تَبِنْ حتّى تحِيضَ ثلاثًا أو تمضيَ ثلاثة أشهرٍ قبل إسلام الآخر. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۷۰، کتاب النّکاح، باب نکاح الکافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاق بل للوقوع) ظفیر

اس مدت سے قبل درست نہیں ہے، اگر تین حیض آنے سے قبل مسلمان نے اس عورت سے نکاح کیا وہ نکاح منعقد نہ ہوا، بعد آنے تین حیض کے نکاح کیا جاوے۔ قال الشامي: (۳۹۰/۲) فإذا مضت هٰذه المدّة صار مضيّها بمنزلة تفريق القاضي إلخ[1]

کتبہ رشید احمد عفی عنہ[2]　　الجواب صحیح: عزیز الرحمٰن عفی عنہ (۲۸۹/۷-۲۹۰)[3]

کافرہ مسلمان ہوئی تو اُس کا نکاح کب درست ہے؟

سوال: (۴۸۴)......(الف) ایک عورت مسلمان ہوئی، اس کا بیان ہے کہ میرا خاوند مر چکا ہے جو کہ کافر تھا، اس کو مسلمان ہوئے ایک ہفتہ ہوا، اس کا نکاح کسی مسلمان سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ حیض کا انتظار کرنا پڑے گا؟

(ب) ایک عورت مسلمان ہوئی، اس کا کافر خاوند زندہ ہے، کیا اُس کا نکاح فوراً کسی مسلمان سے جائز ہے؟

(ج) ایک عورت مسلمان ہوئی حالتِ کفر میں اس کا نکاح نہیں ہوا، مسلمان ہوتے ہی اس کا نکاح جائز ہوگا؟ (۲۱۶۶/۱۳۳۸ھ)

الجواب: (الف - ج) پہلے اور تیسرے سوال کا جواب ایک ہے، اس نومسلم کا نکاح بعد اسلام کے فوراً کسی مسلمان سے درست ہے۔

(ب) اور دوسرے مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ تین حیض کے بعد یا بہ صورت حیض نہ آنے کے

---

(۱) ردّ المحتار: ۲۷۰/۴، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الصّبيّ إلخ.

(۲) ''کتبہ: رشید احمد عفی عنہ'' مطبوعہ فتاویٰ میں نہیں ہے، رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ اور یہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ نہیں ہیں، بلکہ کوئی ناقلِ فتاویٰ ہے، رجسٹر نقولِ فتاویٰ سنہ ۲۹-۱۳۳۰ھ کے پہلے صفحہ پر یہ نوٹ درج ہے: ''رشید احمد صاحب جن کے دستخط اکثر فتاویٰ پر ہیں کوئی ناقلِ فتاویٰ ہے''۔۱۲

(۳) جواب کو رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔۱۲

تین ماہ کے بعد اس کا نکاح صحیح ہوگا۔ کذا في الدّرّ المختار [۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۳۰) [۲]

جو لڑکی مسلمان ہوئی، بلوغ کے بعد خوشی سے شادی کرسکتی ہے

سوال: (۴۸۵) مسماۃ ہندہ ایک بیوہ عورت قوم ہنود سے تھی، قضائے الٰہی سے وہ فوت ہوگئی، اور اس نے ایک لڑکی چھوڑی، زید نے اسے دفن کرادیا اور اس لڑکی کو مسلمان کیا، اب وہ بالغ ہوئی، زید اب اس کو اپنی زوجیت میں لانا چاہتا ہے تو یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور جائداد زید کی اس کو یا اس کی اولاد کو ملے گی یا نہ؟ (۱۶۲۷/۳۳-۱۳۳۴ھ) [۳]

الجواب: جب کہ وہ لڑکی اب بالغ ہوگئی ہے اور اسلام پر قائم ہے تو اس کی رضامندی سے اس کا نکاح زید کے ساتھ درست ہے، اور وہ اور اس کی اولاد بعد نکاح کے وارث زید کے ہوں گے [۴] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۹۴)

بھنگن سے بعد اسلام نکاح درست ہے

سوال: (۴۸۶) ایک بیوہ بھنگن ایک قصاب کے گھر میں چلی آئی، اور مسلمان ہوکر اس قصاب سے نکاح کرنا چاہتی ہے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۷۵۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) ومن هاجرت إلينا مسلمة إلخ فيحلّ تزوّجها. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۷۲، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاق بل للوقوع) ظفیر

(۲) سوال میں جزو (الف) اور (ب) کا، نیز جواب میں جزو (ب) کا اضافہ کرکے رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔۱۲

(۳) سوال وجواب کو رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔۱۲

(۴) فنفذ نكاح حرّة مكلّفة بلا رضا ولي (الدّرّ المختار) أراد بالنّفاذ الصّحّة وترتّب الأحكام من طلاق وتوارث وغيرهما. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۱۱۵، كتاب النّكاح، باب الوليّ) ظفیر

الجواب: مسلمان ہوکر اس عورت کا نکاح (مسلمان) [1] قصاب وغیرہ سے ہوسکتا ہے۔ فقط (۳۰۰/۷)

ناجائز تعلق رکھنے والی کافرہ مسلمان ہوئی تو اس سے نکاح کب درست ہے؟

سوال: (۴۸۷) ایک کافرہ عورت مسلمان ہوئی، پہلے سے ناجائز تعلق رکھنے والی تھی، اس کا نکاح ایام عدت میں جائز ہے یا نہ؟ (۲۴۰۳/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اگر اس عورت کا خاوند بہ حالت کفر موجود نہ تھا تو بعد اسلام کے نکاح اس کا بلا عدت کے صحیح ہے [2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۴۰/۷)

ہندہ مسلمان ہوگئی زید نے شادی کرلی، مگر ہندہ ہندوانہ طرز پر رہتی ہے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۸۸) زید اور ہندہ بیوہ کا ناجائز تعلق ایک عرصہ سے تھا، زید نے بہ وجہ تعشق ہندہ کو جو اہلِ ہنود سے تھی دو شخصوں کے روبہ رو مسلمان کرکے انہیں کے سامنے نکاح پڑھ لیا، اب ہندہ بہ وجہ بدنامی اہل برادری اسلام کو پوشیدہ رکھ کر اپنی قدیمی وضع کی پابند ہے، آیا ہندہ کا اسلام لانا شرعًا قابل قبول ہے؟ اور ایسا نکاح جائز ہے؟ (۱۱۴/۱۳۳۹ھ)

---

(۱) (مسلمان) کا اضافہ رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۲) ولو أسلمَ أحدُهما...... ثمّةَ ...... لَمْ تَبِنْ حتّى تحِيضَ ثلاثًا أو تمضيَ ثلاثة أشهرٍ قبل إسلام الآخر. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲۷۰/۴، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاق بل للوقوع) لیکن اگر شوہر تھا ہی نہیں تو اس مدت گزرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ظفیر

الجواب: ہندہ کا اسلام معتبر اور صحیح ہے اور نکاح اس کا زید کے ساتھ بھی جائز ہے[۱] فقط (باقی ہندہ کا فرض ہے کہ وہ اپنا پرانا ہندوانہ طریقہ چھوڑ دے اور اسلام کا طریقہ اختیار کرے۔ ظفیر) (۲۳۱/۷)

بیوہ عیسائی مسلمان ہوئی تو فوراً شادی جائز ہے

سوال: (۴۸۹) ایک عورت عیسائی عرصہ ڈیڑھ سال سے بیوہ تھی، مشرف بہ اسلام ہوئی، اور نکاح کرنا چاہتی ہے، زید کہتا ہے کہ تاوقتیکہ تین حیض کی مدت نہ گزر جائے نکاح صحیح نہ ہوگا، بکر کہتا ہے نومسلمہ کی کوئی عدت نہیں، مسلمان ہوتے ہی فوراً نکاح کر لینا جائز ہے؛ اس بارے میں کس کا قول صحیح ہے؟ (۱۳۰۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس صورت میں جب کہ وہ پہلے سے بیوہ تھی، بعد اسلام کے فوراً اس سے نکاح درست ہے، عدت اس پر نہیں، البتہ جو عورت کافرہ خاوند والی مسلمان ہو اس کے لیے تین حیض گزارنا قبل از نکاح ضروری ہے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۶۷/۷-۲۶۸)

---

(۱) وينعقد – النّكاح – بإيجاب وقبول إلخ، عند حرّين أو حرّ وحرّتين عاقلين بالغين مسلمين. (البحر الرّائق: ۱۴۴/۳-۱۵۵، كتاب النّكاح) ظفير

لو نكحها الزّاني حلّ له وطؤها اتّفاقًا. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۰۷/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، قبيل مطلب فيما لو زوّج المولىٰ أمته) ظفير

ومن هاجرت إلينا مسلمة إلخ فيحلّ تزوّجها. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲۷۲/۴، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاق بل للوقوع) ظفير

(۲) ولو أسلمَ أحدُهما أي أحدُ المجوسِيَّيْنِ أو امرأةُ الكتابي إلخ، لَمْ تَبِنْ حتّى تحِيضَ ثلاثًا أو تمضيَ ثلاثة أشهرٍ قبل إسلام الآخر إقامة لشرط الفرقة مقام السّبب وليست بعدّة لدخول غير المدخول بها. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲۷۰/۴، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاق بل للوقوع) ظفير

نصرانی اسلام لایا تو اس کی نصرانی بیوی نکاح میں باقی رہے گی اور دوسری نومسلمہ سے بھی نکاح درست ہے

سوال: (۴۹۰)...... (الف) ایک نصرانی نے اسلام قبول کیا، اس کی نصرانیہ بیوی انگلستان میں موجود ہے، وہ اس نومسلم کو کافر سمجھتی ہے، اس کے ساتھ بیوی کی طرح زندگی بسر کرنا نہیں چاہتی، اس نصرانیہ کا نکاح اس نومسلم سے قائم ہے یا نہیں؟ اور نومسلم پر شرعًا اس نصرانیہ بیوی کا نفقہ واجب ہے یا نہیں؟

(ب) ایک دوسری نصرانیہ نے اسی وقت اسلام قبول کیا جس وقت اس نصرانی نے اسلام قبول کیا، دونوں کا نکاح ہوگیا؛ یہ نکاح اس نومسلم کا نصرانیہ بیوی کی حیات میں جائز ہے یا نہیں؟

(۵۹۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: (الف - ب) نصرانیہ کے ساتھ مسلمان کا نکاح صحیح ہے، پس اگر شوہر نصرانیہ کا مسلمان ہوگیا تو نکاح باقی ہے درمختار میں ہے: **ولو أسلمَ زوجُ الکتابیةِ ولو مآلاً ...... فهي له إلخ**[1] اور جب کہ نکاح باقی ہے، نفقہ بھی لازم ہے، زوجہ کتابیہ کے اوپر کسی نومسلمہ نصرانیہ سے نکاح کرنا درست ہے، بہ شرطیکہ شرائطِ جوازِ نکاح موجود ہوں، مثلاً یہ کہ وہ نصرانیہ نومسلمہ کسی نصرانی کی زوجہ نہ ہو کیوں کہ اگر وہ کسی کی زوجہ تھی تو اگر چہ بعد اسلام لانے کے وہ شوہر اول نصرانی کے نکاح میں نہیں رہی، لیکن تین حیض یا تین ماہ کا گزارنا دوسرے نکاح کے جواز کے لیے شرط ہے، اور پوری بینونت شوہر اوّل سے بعد تین حیض کے ہوتی ہے۔ **کما في الدّرّ المختار: ولو أسلم أحدهما أي أحد المجوسیین أو امرأة الکتابي ثمّة إلخ، لم تَبِنْ حتّٰی تحیض ثلاثًا أو تمضي ثلاثة أشهر إلخ**[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۱۹۸-۱۹۹)

---

(۱) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۷۰، کتاب النّکاح، مطلب: الصّبيّ والمجنون لیسا بأهل لإیقاع طلاق بل للوقوع.**

مرتد ہونے کے بعد مسلمان ہوکر دوسرے شخص سے جو نکاح کیا وہ درست ہے

سوال: (۴۹۱) مسماۃ مریم کا خاوند مولا بخش زندہ ہے، یہ عورت بارہ برس ہوئے ایک ہندو سکھ جگت سنگھ کے ہمراہ اس خاوند کے بغیر طلاق؛ بھاگ کر چلی آئی، اور سکھ مذہب میں رہ کر تین سال کے بعد دونوں مسلمان ہوگئے، جگت سنگھ کا اسلامی نام محمد عثمان رکھا گیا، اور مسماۃ مریم کا نکاح اس سے کردیا گیا، ڈیڑھ سال ہوا کہ محمد عثمان فوت ہوگیا، مریم نے نکاح ثانی کرم دین سے کرلیا؛ آیا یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟ (اور محمد عثمان سے نکاح مریم کا درست تھا یا نہیں؟)(۱) (۴۹/۷-۱۳۴۰ھ)

الجواب: وہ عورت بہ وجہ مرتدہ ہوجانے کے اور مذہب سکھ میں داخل ہونے کے پہلے شوہر مولا بخش کے نکاح سے خارج ہوگئی(۲) اس لیے بعد اسلام لانے مسماۃ مذکورہ کے اور محمد عثمان مذکور کے ان کا نکاح صحیح ہوگیا، پھر بعد مرنے کے محمد عثمان کے اور گزرنے عدت وفات کے جو کہ چار ماہ دس یوم ہے کرم دین کے ساتھ نکاح اس کا درست ہے(۳) فقط واللہ اعلم (۲۶۶/۷-۲۶۷)

مرتدہ ہوکر عیسائی مذہب اختیار کرلیا تو نکاح کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۹۲) ایک مسلمان عورت منکوحہ عیسائی ہوگئی تو اس کا نکاح فسخ ہوا یا نہیں؟ اور پھر دوبارہ ایک مسلمان سے نکاح ہوا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور نکاح کرنے والے اور نکاح خواں کے لیے کیا حکم ہے؟ ناکح کی پہلی زوجہ مسلمہ اس کے نکاح سے خارج ہوئی یا نہیں؟ (۱/۷۷-۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۲) وارتداد أحدهما أي الزّوجين فسخ ...... عاجل. (الدّرّالمختارمع ردّ المحتار: ۲۷۲/۴، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاق بل للوقوع) ظفیر

(۳) والعدّة للموت أربعة أشهر بالأهلّة ...... وعشرة من الأيّام بشرط بقاء النّكاح صحيحًا إلى الموت مطلقًا. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۵۰/۵، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب في عدّة الموت) ظفیر

الجواب: درمختار میں ہے: وارتداد أحدهما أي الزّوجين فسخ ...... عاجل إلخ [1] وصحّ نكاح كتابية ...... مؤمنة بنبي مرسل مقرّة بكتاب منزّل وإن اعتقدوا المسيح إلهًا، وكذا حلّ ذبيحتهم على المذهب بحر إلخ [2] (الدّرّ المختار) اوّل عبارت سے معلوم ہوا کہ پہلا نکاح عیسائی ہونے کے بعد فسخ ہوگیا، اور دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ دوسرا نکاح اس کا مسلمان سے اگر عدت کے بعد ہوا صحیح ہے۔ هذا قول الصّاحبين، ذكر في الخانية:...... وفي قول صاحبيه: نكاحها باطل حتّى تعتدّ بثلاث حيض إلخ [3] (شامي) امام نکاح خواں پر کچھ مواخذہ شرعًا نہیں ہے، اور جس مسلمان نے اس کتابیہ عیسائیہ سے نکاح کیا ہے اس کی پہلی زوجہ مسلمہ اس کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی، اس کا نکاح بھی باقی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۷/۲۹۶-۲۹۷)

وضاحت: خاکسار مرتب کے خیال میں مرتدہ اور کتابیہ دونوں کا حکم مختلف ہے، فقہاء نے صراحت کردی ہے کہ مرتدہ سے نکاح درست نہیں ہے: ولا يصحّ أن ينكح مرتدٌّ أو مرتدّةٌ أحدًا من النّاس مطلقًا (الدّرّ المختار) قوله: (مطلقًا) أي مسلمًا أو كافرًا أو مرتدًّا، وهو تأكيد لما فهم من النّكرة في النّفي. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۲۸۰، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الولد يتبع خير الأبوين دينًا) وكذا المرتدّة لايتزوّجها مسلم ولا كافر لأنّها محبوسة للتأمّل إلخ. (الهداية: ۲/۳۴۶، كتاب النّكاح، باب نكاح أهل الشّرك) لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اس مرتدہ کا جو عیسائی ہوگئی، دوبارہ نکاح مسلمان سے درست نہیں ہوا۔ واللہ اعلم ظفیر مفتاحی

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۷۲، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاق بل للوقوع.

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۰۱، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللاّتي يؤخذن غنيمةً في زماننا.

(۳) ردّ المحتار: ۵/۱۶۸-۱۶۹، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب: الدّخول في النّكاح الأوّل دخول في الثّاني في مسائل.

مرتد ہونے کے بعد پھر عورت اسلام لائے تو نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۹۳) ایک عورت نے ترک اسلام کر کے عیسویت اختیار کی، اور بعد چند سال کے پھر اسلام لائی، دوبارہ اسلام میں آنے سے اس عورت کو اپنے شوہر سے نکاح جدید کے واسطے طلاق لینے کی ضرورت ہے یا بلا طلاق نکاح کرسکتی ہے؟ (۱۳۱۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)(۱)

الجواب: اس حالت میں بلا طلاق شوہر اوّل کے دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے(۲) فقط (مگر اس وقت جب تین حیض گزر جائیں۔ظفیر) (۲۳۸/۷)

مرتدہ مطلّقہ کو مسلمان کر کے دوسرا شخص شادی کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۹۴) ایک مسلمان شخص نے ایک ہندو عورت کو مسلمان کر کے نکاح کر لیا، لیکن عورت شوہر کے گھر سے باہر ہو کر بد دین کے پاس چلی گئی، جب شوہر کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے فوراً عورت کو تین طلاق دے دی، اب کسی دوسرے مسلمان کو اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیوں کہ عورت مرتد ہوگئی اس کو مسلمان کرانے سے مسلمان ہوگی یا نہیں؟ (۹۶۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اگر وہ عورت مرتدہ ہوگئی تو اس کو پھر مسلمان کر کے اور کلمہ پڑھا کر عدت گزار کر کوئی مسلمان اس سے نکاح کرسکتا ہے، اور مطلّقہ ثلاثہ اگر مرتدہ ہو جاوے والعیاذ باللہ تعالیٰ! تو اس کے اسلام لانے کے بعد اگر شوہر اوّل اس سے نکاح کرنا چاہے تو پھر حلالہ کی ضرورت ہے؛

---

(۱) یہ سوال رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔۱۲

(۲) ولو أسلمَ أحدُهما أي أحدُ المجوسِيَّيْنِ أو امرأةُ الكتابي ثمّةَ أي في دار الحرب إلخ، لَمْ تَبِنْ حتّى تَحِيضَ ثلاثًا أو تمضيَ ثلاثة أشهرٍ قبل إسلام الآخر إقامة لشرط الفرقة مقام السّبب وليست بعدّة لدخول غير المدخول بها. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲۷۰/۴، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاق بل للوقوع) ظفیر

بدون حلالہ کے شوہر اوّل کے لیے حلال نہ ہوگی۔ في الشامي: فوجه الشّبه بين المسئلتين أنّ الرّدّة واللّحاق والسّبي لم تُبْطِل حكم الظّهار واللّعان كما لم تُبْطِل حكم الطّلاق[1] (ص:۵۳۸)

اور جس شخص کی دو بیوی ہوں اور اس نے ایک دو تین طلاق زبان سے کہا اور کسی زوجہ کا نام نہیں لیا تو اس سے دریافت کیا جاوے کہ کون سی زوجہ مراد لی ہے جس کو وہ کہہ دے اس پر تین طلاق واقع ہوں گی[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۶۰-۴۶۱)

جس کا شوہر عیسائی ہوجائے وہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے

سوال: (۴۹۵) میرا زوج فتح محمد چک جمال والہ علاقہ بمبئی میں گیا ہوا ہے جس کے متعلق بمبئی کے خط میں شہادتیں ہیں کہ (مسمّٰی مذکور)[3] عیسائی ہوگیا ہے، تو شرعًا میں نکاحِ (ثانی)[4] کرسکتی ہوں یا نہیں؟ (۳۰۸۳/۱۳۴۵ھ)

الجواب: شامی میں خانیہ سے منقول ہے: قالت: ارتدّ زوجي بعد النّكاح وسعه أن يعتمد على خبرها و يتزوّجها إلخ (وفيه قبله:) وفي جامع الفصولين: أخبرها واحد بموت زوجها أو بردّته أو بتطليقها حلّ لها التزوّج إلخ[5] ان عبارات (وامثالہا)[4] سے واضح ہے کہ (اس صورت)[4] میں ایسی خبروں پر اعتماد کرکے اس کی زوجہ نکاح ثانی کرسکتی ہے، شہادتِ شرعیہ کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۸۴-۲۸۵)

---

(۱) ردّ المحتار: ۵/۴۷، كتاب الطّلاق، باب الرّجعة، مطلب: حيلة إسقاط عدّة المحلّل.

(۲) ولو قال: امرأتي طالق، وله امرأتان أو ثلاث، تطلق واحدة منهم وله خيار التّعيين اتّفاقًا. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۳۸۶، كتاب الطّلاق، باب طلاق غير المدخول بها، مطلب في قبل ما بعدَ قبلَه رمضان)

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں (مسمی مذکور) کی جگہ ''وہ'' تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

(۴) قوسین والے الفاظ رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کیے گئے ہیں۔۱۲

(۵) ردّ المحتار: ۵/۱۷۲، كتاب الطّلاق، باب العدّة، قبيل فصل في الحداد.

مرتد کی بیوی سے ایک شخص نے معًا بعد نکاح کیا اور دوسرے نے چند ماہ بعد؛ کونسا درست ہوا؟

سوال: (۴۹۶) بکر نے اپنی بیٹی نورانی کا نکاح زید سے کر دیا، کچھ دنوں کے بعد زید مرتد ہو گیا پھر مسلمان ہوا، اور بکر نے زید اور نورانی میں اتفاق کرا دیا؛ لیکن تجدید نکاح نہیں ہوئی، نور دین نے دوسو روپے زید کو دے کر طلاق نامہ حاصل کیا، اور سو روپے بکر کو دے کر نورانی کو اپنے نکاح میں اس طرح لے لیا کہ جس روز طلاق نامہ لکھا گیا دوسرے دن نکاح وشادی کر لی، اس وجہ سے کہ زید کے مرتد ہونے اور پھر مسلمان ہو کر بھی تجدیدِ نکاح نہ کرنے کو چار پانچ مہینے سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا، آیا نور دین کا نکاح نورانی سے ہوا یا نہ؟ اور اس حالت میں کہ نور دین کا یہ نکاح نورانی سے قائم تھا، زید کے طلاق نامہ کے ساڑھے چار ماہ بعد خالد اور مرزا نے اس بہانہ کو اپنا ذریعہ بنایا کہ نورانی کے فسخِ نکاحِ زید کی میعاد اب گزری ہے، مرزا نے نورانی کو اپنے نکاح میں لے لیا، مرزا سے نکاح نورانی کا بکر اور خالد اور مرزا اور خالد کے فرزند دیگر کے امداد سے ہوا ہے؛ تو ان لوگوں پر کوئی حکم شرعی واقع ہوسکتا ہے یا نہ؟ (۲۰۱۵/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں نور دین کا نکاح نورانی سے صحیح ہو گیا، کیوں کہ زید کا نکاح نورانی سے جس وقت سے زید مرتد ہوا تھا فسخ ہو گیا تھا[1] اگر چہ طلاق نامہ بعد میں لکھا گیا اس کا اعتبار نہیں ہے، پس مرزا کا نکاح نورانی سے منعقد نہیں ہوا، اور نکاح کرنے والا اور معین وشرکاء آثم وعاصی ہوئے، توبہ کریں، اور مرزا سے نورانی کو علیحدہ کرا دیں۔ فقط واللہ اعلم (۷/ ۱۸۶-۱۸۷)

مرتد ہو کر پھر اسلام قبول کر لے تو دوبارہ اس کے نکاح کی تجدید ہوسکتی ہے

سوال: (۴۹۷)...... (الف) اگر کوئی مسلمان اپنے دین اسلام سے منحرف ہو جاوے

---

(۱) وارتداد أحدهما أي الزّوجين فسخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۲۷۲، کتاب النّكاح باب نكاح الكافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاق بل للوقوع) ظفیر

تو اس کی زوجہ اس کی منکوحہ رہے گی یا نہیں؟

(ب) اگر مرتد دو تین ماہ کے بعد اسلام میں داخل ہوجاوے تو پھر اس کے نکاح کی تجدید ہوسکتی ہے یا نہیں؟ (۱۶۴۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) نہیں۔ في الدّرّ المختار: وارتداد أحدهما .... فسخ .... عاجل إلخ[1]

(ب) دوبارہ اس سے نکاح ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم (۳۰۰/۷)[2]

یہودی اور نصرانی عورت سے نکاح درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۹۸) یہودی یا نصرانی عورت سے مسلمان کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ (۱۵۹۲/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: عورت یہودیہ یا نصرانیہ سے مسلمان مرد کا نکاح درست ہے، درّ مختار میں ہے: وصحّ نکاح کتابیة وإن کرہ تنزیهًا إلخ[3] فقط واللہ اعلم (۱۷۶/۷)

سوال: (۴۹۹) اس زمانے کے اہلِ کتاب مثلاً نصرانی عورتوں سے نکاح درست ہے یا نہیں؟ (۲۳۷۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: درست ہے۔ کما قال في الدّرّ المختار: وصحّ نکاح کتابیة وإن کرہ تنزیهًا مؤمنة بنبيّ مرسل مقرّة بکتاب منزّل وإن اعتقدوا المسیح إلٰهًا[4] وفي الشّامي: ولٰکن بالنّظر إلی الدّلیل ینبغي أن یجوز الأکل والتّزوّج اھ، قال في البحر: وحاصله

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲۷۲/۴، کتاب النّکاح، باب نکاح الکافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون لیسا بأهل لإیقاع طلاق بل للوقوع.

(۲) سوال وجواب میں (الف) کا اضافہ رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کیا گیا ہے۔۱۲

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۰۱/۴، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللّاتي یؤخذن غنیمةً في زماننا.

(۴) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱۰۱/۴-۱۰۲، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللّاتي یؤخذن غنیمةً في زماننا.

أنّ المذهب الإطلاق لما ذكر شمس الأئمّة في المبسوط من أن ذبيحة النّصراني حلال مطلقًا، سواء قال بثالث ثلاثة أوْ لاَ لإطلاق الكتاب هُنا إلخ[1] (باب المحرّمات جلد: ۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۴۴-۲۴۵)

وضاحت: مفتی علامؒ نے کتابیہ عورت یعنی یہودیہ یا نصرانیہ سے مسلمان کے نکاح کے سلسلہ میں کہیں مطلقاً جواز لکھا ہے، اور کچھ فتاویٰ میں ممانعت فرمائی ہے، اور اس مسئلے کی تفصیل ''الحیلۃ الناجزۃ'' میں اس طرح ہے:

''اگر عورت کتابیہ یعنی یہودیہ یا نصرانیہ وغیرہ ہو تو اُس سے مسلمان مرد کا نکاح دو شرائط کے ساتھ ہو سکتا ہے:

اوّل یہ کہ وہ اقوام یورپ کی طرح صرف نام کی عیسائی اور حقیقت میں (لامذہب) دہریہ نہ ہو؛ بلکہ اپنے مذہبی اصول کو کم از کم مانتی ہو، اگر چہ عمل میں خلاف بھی کرتی ہو۔

دوسرے یہ کہ وہ اصل سے ہی یہودیہ یا نصرانیہ ہو، اسلام سے مرتد ہو کر یہودیت یا نصرانیت اختیار نہ کی ہو۔

جس وقت یہ دونوں شرائط کسی کتابیہ عورت میں پائی جائیں تو اُس سے نکاح صحیح ومنعقد ہو جاتا ہے؛ لیکن بلا ضرورتِ شدیدہ اُس سے بھی نکاح کرنا مکروہ ہے، اور بہت سی خرابیوں پر مشتمل ہے؛ اس لیے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں مسلمانوں کو کتابیہ عورتوں کے نکاح سے منع فرمایا تھا، اور جب عہد فاروقی میں کہ زمانۂ خیر تھا ایسے مفاسد موجود تھے تو آج جس قدر مفاسد ہوں کم ہیں، خصوصاً موجودہ اقوام یورپ کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات ازدواج تو بالکل ہی اپنے دین اور دنیا کو تباہ کر دینے والے ہیں، جن کا روزمرہ مشاہدہ ہوتا ہے''۔ (الحیلۃ الناجزہ، ص: ۳۱۸-۳۱۹، غیر مسلموں سے نکاح کے احکام الخ، ط: مکتبہ رضی دیوبند)

نیز فتاویٰ رحیمیہ میں ہے: ''لیکن فی زمانناشرعی مصلحت کی بنا پر یہودی و نصرانی عورت کے ساتھ شادی کرنے اور خلط ملط رکھنے کی اجازت نہیں، بالخصوص دارالحرب اور کفرستان میں کہ اس میل جول اور خراب ماحول کے اثر سے اوّلاً خود اُس کے پھر اولاد کے عقائد اور اخلاق بگڑنے کا

(۱) حوالۂ سابقہ۔

پورا پورا اندیشہ ہے''۔(فتاویٰ رحیمیہ:۲۹۴/۴، کتاب النکاح، نکاح کا بیان)

شامی میں ہے: **ويجوز تزوّج الكتابيات والأولٰى أن لا يفعل ولا يأكل ذبيحتهم؛ إلّا لضرورة، وتكره الكتابية الحربية إجماعًا ؛ لافتتاح باب الفتنة من إمكان التّعلق المستدعي للمقام معها في دار الحرب وتعريض الولد على التّخلّق بأخلاق أهل الكفر...... فقوله: والأولٰى أن لا يفعل، يفيد كراهة التّنزيه في غير الحربية، وما بعده يفيد كراهة التّحريم في الحربية إلخ . (ردّ المحتار: ۱۰۱/۴، كتاب النّكاح ، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللاّتي يؤخذن غنيمةً في زماننا)**

خلاصہ یہ ہے کہ اگر کتابیہ دارالاسلام میں ہے اور اُس سے صحت نکاح کی مذکورہ بالا دونوں شرطیں موجود ہوں تو اُس سے نکاح کی گنجائش ہے؛ مگر کراہت تنزیہی سے خالی نہیں؛ البتہ اگر کتابیہ حربیہ ہو تو نکاح بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے اور جائز نہیں ہے۔

مفتی یوسف لدھیانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''لہٰذا اسلامی مملکت کی ذمی عورتوں سے جب کہ وہ اہل کتاب ہوں نکاح کی اجازت ہے؛ مگر مکروہِ تنزیہی ہے، اور جو اہل کتاب دارالحرب میں رہتے ہیں اُن کی عورتوں سے نکاح مکروہِ تحریمی ہے (اور مکروہِ تحریمی حرام کے قریب قریب ہونے کی وجہ سے ناجائز کہلاتا ہے)''۔ (آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ۱۵۹/۶، شادی بیاہ کے مسائل، عقیدے کے لحاظ سے جن سے نکاح جائز نہیں، ط: کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)

احکام القرآن میں ہے: **وما ذكر عنه (أي ابن عمر) من الكراهة يدلّ علىٰ أنّه ليس علىٰ وجه التّحريم كما يكره تزوّج نساء أهل الحرب من الكتابيات. (أحكام القرآن للجصّاص: ۱۵/۲-۱۶، باب نكاح المشركات، ط: دار إحياء التّراث العربي بيروت)** محمد حبان بیگ قاسمی

کتابیہ بیوی کو پردے پر مجبور کرسکتا ہے اسلام پر نہیں

سوال: (۵۰۰) اہل کتاب سے جو نکاح درست ہے تو منکوحہ عقدِ مسلمان میں بلا پردہ کے

رہ سکتی ہے یا پردے میں؟ اور اسلام پر مجبور کیا جاوے گا یا نہیں؟ اور عقد مسلمانوں کی طرح ہوگا یا اور کسی طرح؟ (۲۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: پردہ پر مجبور کرسکتا ہے، اسلام پر نہیں، اور عقد مسلمانوں کی طرح ایجاب وقبول کے ساتھ روبرو گواہوں کے ہونا چاہیے[1] اور اولاد مسلمان ہوگی۔ کما في الدّرّ المختار : والولد يتبع خير الأبوين دينًا إلخ[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۹۲-۲۹۳)

عیسائی عورت سے نکاح درست ہے
خواہ وہ آنحضرت ﷺ کو نہ مانتی ہو

سوال: (۵۰۱) زید کہتا ہے کہ ایک مسلمان مرد عیسائی عورت سے جو رسول اللہ ﷺ کو رسول برحق نہ مانتی ہو نکاح کرسکتا ہے، اور عمر کہتا ہے کہ جب تک عیسائی عورت آنحضرت ﷺ کو رسول نہ مانے نکاح کرنا حرام ہے؛ آیا زید حق پر ہے یا عمر حق پر؟ (۱۹۹۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: وصحّ نكاح كتابيةٍ وإن كره تنزيهًا مؤمنةٍ بنبيّ مرسل مقرّةٍ بكتاب منزّل وإن اعتقدوا المسيح إلهًا إلخ، وفي الشّامي: قال في البحر: وحاصله أنّ المذهب الإطلاق لما ذكره شمس الأئمّة في المبسوط من أنّ ذبيحة النّصراني حلال مطلقًا سواء قال بثالث ثلاثة أولا لإطلاق الكتاب إلخ[3] پس قول زید اس بارے میں صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۱۸۶)

---

(۱) وينعقد ...... بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر إلخ ، وشرط حضور شاهدين إلخ، كما صحّ نكاح مسلم ذمّيّة عند ذمّيّين ولو مخالفين لدينها. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۵۹-۷۶، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة)

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۷۶، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الولد يتبع خير الأبوين إلخ.

(۳) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۱۰۱-۱۰۲، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللّاتي يؤخذن غنيمةً في زماننا.

مسلمان کی شادی عیسائی عورت سے درست ہے لیکن بچنا بہتر ہے

سوال: (۵۰۲) مسلمان مرد؛ عورت عیسائی سے نکاح کرسکتا ہے یا نہ؟ (۲۲۸۱/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: کرسکتا ہے کیوں کہ اہلِ کتاب سے مناکحت مسلمان کو درست ہے۔ **كذا في الدّرّ المختار وغيره**[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۴۵۵-۴۵۶)

وضاحت: لیکن بچنا بہتر ہے۔ **ففي الفتح : ويجوز تزوّج الكتابيات، والأولىٰ أن لا يفعل.** (ردّ المحتار: ۴/ ۱۰۱، كتاب النّكاح، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللاّتي يؤخذن غنيمةً في زماننا) ظفیر

کتابیہ حربیہ سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے

سوال: (۵۰۳) کتابیہ حربیہ سے نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۴۰۲/ ۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے کہ کتابیہ سے نکاح درست ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے[2] اور شامی میں ہے کہ کتابیہ حربیہ سے نکاح مکروہ تحریمی ہے، اور اس زمانے میں اور بھی زیادہ برا ہے کہ موجبِ فسادِ دین ہے: **فقوله: والأولىٰ أن لايفعل يفيد كراهة التّنزيه في غير الحربية وما بعده يفيد كراهة التّحريم في الحربية إلخ**[3] (شامي: ۲) فقط واللہ اعلم (۷/ ۲۸۸)

---

(۱) **وصحّ نكاحُ كتابيةٍ وإنْ كُره تنزيهًا مؤمنةٍ بنبيٍّ مُرسلٍ مُقِرَّةٍ بِكتابٍ مُنزّلٍ وإنْ اعتقدوا المسيحَ إلٰها.** (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۱۰۱، كتاب النّكاح، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللاّتي يؤخذن غنيمةً في زماننا) ظفیر

(۲) **وصحّ نكاح كتابيّة وإن كره تنزيهًا.** (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۱۰۱، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللاّتي يؤخذن غنيمةً في زماننا)

(۳) ردّ المحتار: ۴/ ۱۰۱، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللاّتي يؤخذن غنيمةً في زماننا.

اس وقت عیسائی عورت سے نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۰۴) اس وقت عیسائی عورت سے جو انگریز ہو، ولایتی ہو، شادی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: جائز نہیں ہے یہی احوط ہے، اور اس زمانے میں یہی حسبِ روایاتِ فقہیہ راجح ہے (۱) فقط واللہ اعلم (جائز ہے، جیسا کہ پہلے خود مفتی علاّم لکھ چکے ہیں، ہاں احتیاط کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم۔ ظفیر) (۲۶۱/۷)

موجودہ زمانے میں یہودی یا عیسائی عورتوں سے نکاح کرنے کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۰۵) کیا کسی یہودی یا عیسائی عورت سے بغیر اس کو کلمہ پڑھوائے ہوئے کسی مسلمان کا نکاح جائز ہے؟ (۱۲۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: بدون اس کو کلمہ پڑھائے اور مسلمان کیے نکاح کرنا اس سے اچھا نہیں ہے، کیوں کہ اگرچہ کتب فقہ میں اس کو جائز لکھا ہے مگر مکروہ کہا ہے اور اس میں اختلاف بھی ہے (۲)

---

(۱) وصحَّ نكاحُ كتابيةٍ وإنْ كُره تنزيهًا مؤمنةٍ بنبيٍّ مُرسلٍ مُقِرَّةٍ بِكتابٍ مُنزّلٍ وإنْ اعتقدوا المسيحَ إلٰها (الدّرّ المختار) ففي الفتح: ويجوزُ تزوُّجُ الكتابياتِ، والأولٰى أن لا يفعل إلخ، وتكره الكتابية الحربيّة إجماعًا لافتتاح باب الفتنة إلخ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱۰۱/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللاّتي يؤخذن غنيمةً في زماننا) ظفیر

(۲) وصحَّ نكاحُ كتابيةٍ وإنْ كُره تنزيهًا مؤمنةٍ بنبيٍّ مُرسلٍ مُقِرَّةٍ بِكتابٍ مُنزّلٍ وإنْ اعتقدوا المسيحَ إلٰهًا (الدّرّ المختار) ففي الفتح: ويجوزُ تزوُّجُ الكتابياتِ، والأولٰى أن لا يفعل ...... فقوله: والأولٰى أن لا يفعل، يُفيدُ كَراهةَ التّنزيه في غير الحربيّة، وما بعده يفيد كراهةَ التّحريم في الحربيّة، تأمّل. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱۰۱/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللاّتي يؤخذن غنيمةً في زماننا) ظفیر

آج کل عیسائیوں کی عورتوں سے بعض فقہاء نے نکاح کرنے کو حرام اور ناجائز لکھا ہے، بہر حال اختلاف سے بچنے کے لیے مناسب بلکہ ضروری ہے کہ یہودیہ اور نصرانیہ عورت سے اگر نکاح کیا جاوے بعد مسلمان کرنے کے کیا جاوے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۲۷۷-۲۷۸)

(۱) يجب أن لا يأكلوا ذبائح أهل الكتاب إذا اعتقدوا أنّ المسيح إله، وأنّ عزيرًا إله، ولا يتزوّجوا نساء هم، قيل : وعليه الفتوى، ولكن بالنّظر إلى الدّليل ينبغي أنّه يجوز الأكل والتّزوّج. (حوالۂ سابقہ) ظفیر

حرمتِ نکاح بہ سبب نسب

عورت کے لیے اپنے بھتیجے اور بھانجے سے نکاح درست نہیں

سوال: (۵۰۶) بہشتی زیور میں ہے کہ بھتیجے اور بھانجے سے نکاح درست نہیں [۱] یہ مسئلہ صحیح ہے یا نہ؟ (۱۳۳۴/۳۳-۳۵۷ھ)

الجواب: یہ مسئلہ بھی صحیح ہے کہ عورتوں کو اپنے بھتیجے عینی وعلاتی واخیافی وبھانجے حقیقی وعلاتی واخیافی سے نکاح جائز نہیں [۲] البتہ چچازاد بھائی اور بہن کی لڑکی سے نکاح درست ہے۔ فقط (۳۲۲-۳۲۱/۷)

بھانجے اور بھتیجے کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں

سوال: (۵۰۷) ماموں حقیقی کو اپنے بھانجا حقیقی کی بنت سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور چچا حقیقی کو اپنے ابن الاخ حقیقی کی بنت کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۶/۳۵-۱۷۱ھ)

---

(۱) اپنے بھائی اور ماموں اور چچا اور بھتیجے اور بھانجے کے ساتھ نکاح درست نہیں، اور شرع میں بھائی وہ ہے جو ایک ماں باپ سے ہو، یا ان دونوں کا باپ ایک ہو اور ماں دو ہوں، یا ان دونوں کی ماں ایک ہو اور باپ دو ہوں، یہ سب بھائی ہیں۔ (اختری بہشتی زیور: ۴/۴، نکاح کا بیان، باب: جن لوگوں سے نکاح کرنا حرام ہے ان کا بیان، مسئلہ نمبر: ۲)

(۲) حرم على المتزوّج ذكرًا كان أو أنثٰى نكاح أصله وفرعه علا أو نزل وبنت أخيه وأخته وبنتها إلخ (الدّرّ المختار) كما يحرم عليه تزوّج بنت أخيه يحرم عليها تزوّج ابن أخيها وهٰكذا إلخ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۸۲/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفير

الجواب: واضح ہو کہ قرآن شریف میں محرمات کے بیان میں جو ارشاد ہے: ﴿وَبَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۳) اس سے مراد یہ ہے کہ خواہ بھائی اور بہن کی بنات صلبیہ ہوں یا ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد ہو۔

پس جیسے بھانجی سے نکاح حرام ہے بھانجے کی دختر سے بھی نکاح حرام ہے نیچے تک، اور جیسے بھتیجی حرام ہے؛ بھتیجے کی دختر بھی حرام ہے۔ وإن سفلت.

پس عدم جواز نکاح ساتھ بنت ابن الاخت کے یا بنت ابن الاخ کے نص قطعی سے ثابت ہے، اس میں کسی کا اہل حق میں سے خلاف نہیں ہے۔ تفسیر خازن میں ہے:

والبنت عبارة عن كلّ أنثى رجع نسبها إليك بالولادة بدرجة أو درجات – إلى أن قال:- ﴿وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ﴾ وهي عبارة عن كلّ امرأة لأخيك أو لأختك عليها ولادة يرجع نسبها إلى الأخ أو الأخت، فيدخل فيهنّ جميع بنات أولاد الأخ والأخت وإن سفلن إلخ[1] (خازن: ۱/۴۰۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۱۵-۳۱۶)

بھانجی سے نکاح حرام ہے

سوال: (۵۰۸) بھانجی سے نکاح جائز ہے یا نہ؟ (۹۰۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ناجائز ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۹۸-۲۹۹)

اخیافی بہن کی دختر (بھانجی) سے نکاح جائز نہیں

سوال: (۵۰۹) امینہ کے شوہر عظیم نے انتقال کیا، ایک دختر سائرہ چھوڑی، سائرہ کی شادی محمد سے ہوئی، محمد کے نطفہ سے ایک لڑکی سکینہ پیدا ہوئی، امینہ نے ایام عدت گزر جانے کے بعد عثمان سے عقد ثانی کیا، عثمان کے نطفہ سے عبدالکریم پیدا ہوا، اب عبدالکریم کا نکاح محمد کی لڑکی سکینہ سے

(۱) لباب التّأويل في معاني التّنزيل المعروف بتفسير الخازن: ۱/۳۵۸، تفسير سورة النّساء، الآية: ۲۳.

(۲) حرم على المتزوّج ذكرًا كان أو أنثى نكاح أصله وفروعه علا أو نزل وبنت أخيه وأخته وبنتها إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۸۲، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات)

ہو گیا ہے، کیا یہ نکاح جو اخیافی بہن کی دختر سے ہوا شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۲۲۱/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ نکاح جو اخیافی بہن کی دختر سے ہوا قطعی حرام اور ناجائز ہے۔ ﴿وَبَنٰتُ الْاُخْتِ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۳) کی حرمت قرآن شریف میں منصوص ہے، اور ہر سہ قسم کی اخت اس میں شامل ہیں عینی ہو یا علاتی یا اخیافی۔ کما في عامّة كتب الفقه[1] والتّفسير. قال في المدارك: قوله تعالىٰ: ﴿وَاَخَوٰتُكُمْ﴾ لأب وأمّ، أو لأب، أو لأمّ ﴿وَعَمّٰتُكُمْ﴾ من الأوجه الثّلاثة ﴿وَخٰلٰتُكُمْ﴾ كذٰلك ﴿وَبَنٰتُ الْاَخِ﴾ كذلك ﴿وَبَنٰتُ الْاُخْتِ﴾ كذلك إلخ[2] وهٰكذا في الجلالين[3] وغيره من كتب التّفاسير[4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۳۱۸-۳۱۹)

بھانجی اور بھتیجی کی لڑکی سے نکاح حرام ہے

سوال: (۵۱۰) بھانجی یا بھتیجی کی لڑکی کے ساتھ نکاح درست ہے یا نہیں؟ (۱۶۶۸/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: جیسا کہ بھانجی اور بھتیجی حقیقی سے نکاح حرام ہے ان کی دختر سے بھی نکاح حرام ہے کیوں کہ لفظ ﴿وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۳) نیچے تک جملہ اولادِ اخ واخت و اولادِ اولادِ اخ واخت کو شامل ہے۔ کما في تفسير الخازن: ﴿وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ﴾ وهي عبارة عن كلّ امرأة لأخيك أو لأختك عليها ولادة يرجع نسبها إلى الأخ أو الأخت، فيدخل فيهنّ جميع بنات أولاد الأخ والأخت وإن سفلن إلخ[5] فقط (۷/ ۳۱۹-۳۲۰)

---

(۱) دخل فيه الأخوات المتفرّقات وبناتهنّ وبنات الإخوة المتفرّقين والعمّات والخالات المتفرّقات لأنّ الإسم يشمل الكلّ. (البحر الرّائق: ۳/ ۱۶۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۲) تفسير النّسفي المسمّٰى مدارك التّنزيل وحقائق التّأويل: ۱/ ۳۶۴، تفسير سورة النّساء، الآية: ۲۳۔

(۳) تفسير الجلالين: ص: ۷۳، تفسير سورة النّساء، رقم الآية: ۲۳۔

(۴) والأخوات والعمّات والخالات وبنات الأخ وبنات الأخت كلّ هؤلاء أعمّ من أن تكون لأب و أمّ جميعًا، أو لأب فقط، أو لأمّ فقط. (التّفسيرات الأحمديّة في بيان الآيات الشّرعيّة: ص: ۱۷۰، تفسير سورة النّساء، الآية: ۲۳) ظفیر

(۵) لباب التّأويل في معاني التّنزيل المعروف بتفسير الخازن: ۱/ ۳۵۸، تفسير سورة النّساء، الآية: ۲۳۔

علاّتی بھائی کی نواسی (علاّتی بھتیجی کی لڑکی) سے نکاح حرام ہے

سوال: (۵۱۱) زید وعمر دونوں سوتیلے بھائی ہیں، یعنی ایک باپ اور دو ماں سے؛ تو زید کی نواسی کا نکاح عمر سے کیا جاوے تو درست ہے یا نہیں؟ (۵۲۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: تینوں قسم کے بھائی یعنی عینی، علاتی، اخیافی بھائی کی اولاد اور اولادِ اولاد سے نکاح حرام ہے۔ لقولہٖ تعالیٰ: ﴿وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۳) فقط واللہ اعلم (۳۲۱/۷)

علاّتی بھانجے کی پوتی سے نکاح حرام ہے

سوال: (۵۱۲) ایک شخص خلیل خان نے اپنے سوتیلے بھانجے مسمّٰی مردان خان کی پوتی سے نکاح کیا ہے، آیا یہ نکاح شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ بھانجے سے مراد یہ ہے کہ مردان خان خلیل خان کی علاتی بہن کا بیٹا ہے، رخصتی ابھی تک نہیں ہوئی، فریقین کا یہ قول ہے کہ (گو عقد حرام ہی کیوں نہ ہو)[1] خواہ نکاح جائز نہ ہو ہم تو زنا ہی کرائیں گے، شرعًا ان کا کیا حکم ہے؟ (۳۵۱/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: علاتی بہن کی اولاد سے نکاح کرنا ویسا ہی حرام ہے جیسا کہ عینی بہن کی اولاد سے نکاح حرام ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نساء محرمات کے بیان میں فرمایا: ﴿وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۳) وفي تفسير المدارك: ﴿وَاَخَوٰتُكُمْ﴾ لأبٍ وأمٍّ، أو لأب، أو لأمّ ﴿وَعَمّٰتُكُمْ﴾ من الأوجه الثّلاثة ﴿وَخٰلٰتُكُمْ﴾ كذٰلك ﴿وَبَنٰتُ الْاَخِ﴾ كذلك ﴿وَبَنٰتُ الْاُخْتِ﴾ كذلك إلخ[2] وفي الخازن: ﴿وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ﴾ وهي عبارة عن كلّ امرأة لأخيك أو لأختك عليها ولادة يرجع نسبها إلى الأخ أو الأخت فيدخل فيهنّ جميع بنات أولاد الأخ والأخت وإن سفلن إلخ[3] (خازن: ۳۴۰/۱۰)

---

(۱) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۲) مدارك التّنزيل: ۳۴۶/۱، تفسير سورة النّساء، الآية: ۲۳.

(۳) لباب التّأويل: ۳۵۸/۱، تفسير سورة النّساء، الآية: ۲۳.

اس عبارت اخیر کا مطلب صاف یہ ہے کہ بھائی اور بہن عینی ہوں یا علاّتی یا اخیافی ان کی اولاد نیچے تک حرام ہے، پس علاّتی بھانجے کی پوتی سے نکاح کرنا قطعًا حرام ہے، اور حرمت اس کی نص صریح قطعی سے ثابت ہے جو شخص مرتکب اس کا ہوگا فاسق فاجر و عاصی ہے، اور فریقین کا قول بہ مقابلہ حکم شریعت کے کہ گو عقد حرام ہی کیوں نہ ہوالخ سخت معصیت اور دلیری ہے، ان کو فورًا اس سے توبہ کرنی چاہیے (۱) اور لڑکی کو رخصت نہ کرنی چاہیے کہ وہ نکاح نہیں ہوا، اور اگر وہ اس فعل سے توبہ نہ کریں اور لڑکی کو رخصت کر دیں تو اہل برادری کو ان سے متارکت کر دینی چاہیے، جو لوگ شریک اور معاون بدیہی ہوں گے وہ سب فاسق اور گنہ گار اور شریعت کے ساتھ مقابلہ کرنے والے سمجھے جاویں گے، اور ایسی دلیری سے بہ مقابلہ شریعت غرہ خوفِ کفر ہے، فی الفور سب کو تائب ہو جانا لازم ہے (۱) اور اس نکاح کو باطل سمجھیں وہ نکاح ایسا ہی ہے جیسا اپنی ماں، بیٹی، بہن سے کوئی شخص نکاح کر لے۔ ﴿فَاعْتَبِرُوْا یآ اُوْلِی الْاَبْصَارِ﴾ واللّٰہ وليّ التّوفيق و آخر دعوانا أن الحمد للّٰہ ربّ العالمين والسّلام علٰی من اتّبع الهدی. مفتی مدرسہ عربیہ (۷/۳۲۵-۳۲۶)

علاّتی بہن کے لڑکے کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں

سوال: (۵۱۳) زید بنت ابن اخت علاتی را بہ نکاح خود درآورد، پس نکاحش جائز است یا نہ؟ و برزید چہ سزا آید؟ شرعًا اگر آں نکاح ناجائز است؟ (۴۱۹/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: بابنتِ ابنِ اخت علاتی نکاح حرام است، و ناکح مستوجب تعزیر است، و اگر توبہ نکند و زن مذکور را علیحدہ نکند بہ او مشاربت و مؤاکلت و مجالست ترک کردہ شود۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ﴾ أي ﴿وَحُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۳) وقال تعالیٰ: ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ الآية﴾ (سورۂ انعام، آیت:۶۸) فقط (۷/۳۱۴)

ترجمہ سوال: (۵۱۳) زید علاتی بہن کے لڑکے کی لڑکی کو اپنے نکاح میں لے آیا، پس اس کا نکاح جائز ہے یا نہ؟ اور شرعًا اگر وہ نکاح ناجائز ہے تو زید پر کیا سزا آئے گی؟

---

(۱) واتّفقوا علٰی أنّ التّوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنّها واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (شرح النّووي مع الصّحيح لمسلم: ۲/۳۵۴، كتاب التّوبة)

الجواب: علاتی بہن کے لڑکے کی لڑکی سے نکاح حرام ہے، اور نکاح کرنے والا شخص مستحقِ تعزیر ہے، اور اگر توبہ نہ کرے اور مذکورہ عورت کو علیحدہ نہ کرے تو اس کے ساتھ کھانا پینا اور اٹھنا بیٹھنا ترک کردیا جائے۔ ارشاد باری ہے: ﴿وَبَنٰتُ الْاَخِ الآية﴾ اور ارشاد باری ہے: ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى الآية﴾ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

علاّتی بہن کی پوتی سے نکاح حرام ہے

سوال: (۵۱۴) زید کا عقد اس کی سوتیلی بہن کی پوتی سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ صورت یہ ہے کہ بکر نے اول ایک عقد کیا جس سے ہندہ پیدا ہوئی، اور ہندہ سے خالد، اور خالد سے سلیمہ پیدا ہوئی، بعد اس کے بکر نے ایک اور عقد کیا، اس سے زید پیدا ہوا؛ آیا زید کا عقد سلیمہ سے شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ (۴۹۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: زید کا نکاح اس صورت میں سلیمہ سے درست نہیں ہے حرام قطعی ہے۔ كما قال الله تعالىٰ: ﴿وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۳) فقط (۳۲۰/۷)

سوال: (۵۱۵) اپنی علاتی بہن کی پوتی سے نکاح جائز ہے کہ نہیں؟ (۴۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: علاتی بہن کی پوتی سے نکاح حرام ہے۔ كما في الجلالين في تفسير قوله تعالىٰ: ﴿وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ﴾ وتدخل فيهنّ بنات أولادهنّ [۱] وفي الدّرّ المختار: حرم إلخ، أصله وفرعه إلخ، وبنت أخيه وأخته وبنتها إلخ [۲] وأيضًا في الجلالين في تفسير قوله تعالىٰ: ﴿وَاَخَوٰتُكُمْ﴾ من جهة الأب أو الأمّ إلخ [۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۲۱/۷)

سوال: (۵۱۶) زید اپنی علاّتی بہن کی پوتی سے نکاح کرنا چاہتا ہے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۱۴/۱۳۴۱ھ)

الجواب: تمام مفسرین اور علماء اہل سنت والجماعت اس پر متفق ہیں کہ آیت کریمہ: ﴿وَبَنٰتُ الْاُخْتِ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۳) سے ہر قسم کی بہن کی اولاد سے اور اولاد کی اولاد سے نکاح حرام ہے

---

(۱) تفسير الجلالين: ص: ۷۳، تفسير سورة النّساء، الآية: ۲۳۔

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۸۲/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

یعنی خواہ بہن عینی حقیقی ہو، یا علاتی یعنی صرف باپ میں شریک، یا اخیافی یعنی صرف ماں میں شریک ہو پس اگر سوتیلی بہن سے علاتی یا اخیافی بہن مراد ہے تو اس کی پوتی سے نکاح قطعًا حرام ہے۔ کذا في عامّة کتب الفقه (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۱۶/۷)

علاتی بہن کی نواسی سے نکاح درست نہیں

سوال: (۵۱۷) کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کے عقد نکاح میں ہندہ اور رضیہ دو عورتیں تھیں ہندہ کے بطن سے ایک بیٹی مخدومہ پیدا ہوئی، اور رضیہ کے بطن سے ایک بیٹا بکر پیدا ہوا اب مخدومہ کی سگی نواسی سے بکر کی شادی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا (۲۹۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: مخدومہ کی نواسی سے بکر کا نکاح درست نہیں ہے۔ کما قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَبَنٰتُ الْاُخْتِ﴾ أي ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۳) (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۱۸/۷)

سوال: (۵۱۸) میاں بھائی کی دو زوجہ بی جان وعمدہ بی بی ہیں، بی جان سے ایک لڑکا محبوب، عمدہ بی سے ایک لڑکی مسماۃ حشمت بی، اس کی لڑکی معصوم بی، اس کی لڑکی قطب بی ہے، محبوب کا نکاح قطب بی سے جائز ہے یا نہیں؟ (۵۵۳/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: مسماۃ قطب بی محبوب کی بہن علاتی حشمت بی کی نواسی ہے، لہٰذا نکاح محبوب کا مسماۃ قطب بی سے حرام قطعی ہے۔ قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ الآية﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۳) پس جیسے بہن سے نکاح حرام ہے، بہن کی اولاد اور اولادِ اولاد سے بھی نکاح حرام ہے، اور یہی مراد ہے ﴿بَنٰتُ الْاُخْتِ﴾ سے، اور اُخت میں تینوں قسم کی اُخت داخل ہیں:

---

(۱) دخل فیه الأخوات المتفرّقات وبناتهنّ وبنات الإخوة المتفرّقين والعمّات والخالات المتفرّقات لأنّ الإسم يشمل الكلّ. (البحر الرّائق: ۱۶۴/۳، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۲) فيدخل فيهنّ جميع بنات أولاد الأخ والأخت وإن سفلن إلخ. (تفسیر الخازن المسمّٰی بـ لباب التّأویل في معاني التّنزیل: ۳۵۸/۱، تفسیر سورة النّساء) ظفیر

عینی، علاتی، اخیافی [۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۲۲/۷)

اخیافی بھائی بہنوں کا باہم نکاح قطعًا حرام ہے

سوال: (۵۱۹) زینب کے دو نکاح ہوئے، پہلے شوہر متوفی سے دو لڑکے، اور شوہر ثانی موجودہ سے دو لڑکیاں ہیں؛ آیا ان دونوں لڑکوں اور لڑکیوں کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (۳۸۵/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: وہ دونوں لڑکے اور لڑکیاں بھائی بہن ہیں ان میں باہم نکاح جائز نہیں ہے [۲] فقط (۳۱۶/۷-۳۱۷)

اخیافی بہن سے نکاح جائز نہیں

سوال: (۵۲۰) سوتیلی بہن سے جو دوسرے باپ سے ہو نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۸۷۶ھ)

الجواب: جائز نہیں ہے۔ لقولہٖ تعالیٰ: ﴿وَاَخَوٰتُكُمْ الآية﴾ أي ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۳) [۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۱۹/۷)

حقیقی اور اخیافی وعلاتی ہر سہ قسم کی خالہ سے نکاح ناجائز ہے

سوال: (۵۲۱) سوتیلی خالہ سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور آیتِ کریمہ میں لفظ ﴿وَخٰلٰتُكُمْ﴾ سے کیا مراد ہے؟ اور لفظ جمع سے کیوں تعبیر فرمایا ہے؟ (۹۶۱/۳۵-۱۳۳۶ھ)

---

(۱) ﴿وَاَخَوٰتُكُمْ﴾ جمع أخت، وهي عبارة عن كلّ امرأة شاركتك في أصلك، فتدخل فيه الأخوات من الأب والأمّ، والأخوات من الأب، والأخوات من الأمّ ...... ﴿وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ﴾ ...... فيدخل فيهنّ جميع بنات أولاد الأخ والأخت وإن سفلن. (تفسير الخازن: ۳۵۸/۱، تفسير سورة النّساء، الآية: ۲۳)

(۲) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَحُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۳)

(۳) ﴿وَاَخَوٰتُكُمْ﴾ لأب وأمّ، أو لأب، أو لأمّ ﴿وَعَمّٰتُكُمْ﴾ من الأوجه الثّلاثة ﴿وَخٰلٰتُكُمْ﴾ كذلك ﴿وَبَنٰتُ الْاَخِ﴾ كذلك ﴿وَبَنٰتُ الْاُخْتِ﴾ كذلك إلخ. (تفسير النّسفي المسمّٰى مدارك التّنزيل وحقائق التّأويل: ۳۶۴/۱، تفسير سورة النّساء، الآية: ۲۳)

الجواب: ﴿وَخٰلٰتُکُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۳) میں سہ قسم کی خالات داخل ہیں، اور سب سے نکاح حرام ہے، خواہ ماں کی حقیقی بہن ہو، یا باپ میں شریک یعنی علاتی بہن ہو، یا ماں میں شریک، یعنی اخیافی بہن ہو۔ ھٰکذا في کتب التّفسیر (۱) والفقہ (۲) فقط واللہ اعلم (۷/۳۱۵)

علاّتی خالہ سے نکاح جائز نہیں

سوال: (۵۲۲) زید کے خسر کی دو بیوی ہیں، ایک بیوی سے جولڑکی ہے وہ زید سے منسوب ہے اور دوسری بیوی سے جولڑکی ہے اُس سے زید کے لڑکے کا نکاح جائز ہے یا نہیں؛ یعنی زید کے لڑکے کا نکاح اپنی سوتیلی خالہ سے درست ہے یا نہیں؟ (۵۰۵/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: زید کے خسر کی دونوں لڑکیاں جو زید کے خسر کی دو زوجہ کے بطن سے ہیں؛ وہ دونوں لڑکیاں علاتی بہنیں یعنی باپ شریک بہنیں ہیں، پس زید کے پسر کا نکاح اس کی خالہ علاتی سے درست نہیں ہے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۳) اس آیت سے ہر قسم کی خالہ کی حرمت ثابت ہے، یعنی عینی وعلاتی واخیافی ہر قسم کی خالہ سے نکاح حرام ہے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۱۷)

حقیقی نواسی سے نکاح حرام ہے اور اس کے معاون فاسق ہیں

سوال: (۵۲۳) زید نے حقیقی نواسی سے عقد کیا تو زید کے لیے شرعًا کیا حکم ہے؟ اور جو لوگ اس کے معاون ومددگار ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟ (۲۷۳/۱۳۴۵ھ)

---

(۱) والأخوات والعمّات والخالات وبنات الأخ وبنات الأخت کلّ ہؤلاء أعمّ من أن تکون لأبٍ وأمٍّ جمیعًا، أو لأبٍ فقط، أو لأمٍّ فقط. (التّفسیرات الأحمدیّة في بیان الآیات الشّرعیّة: ص:۱۷۰، تفسیر سورة النّساء، الآیة:۲۳)

(۲) دخل فیہ الأخوات المتفرّقات وبناتھنّ إلخ والعمّات والخالات المتفرّقات. (البحر الرّائق: ۳/۱۶۴، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۳) دخل فیہ الأخوات المتفرّقات وبناتھنّ وبنات الإخوة المتفرّقین والعمّات والخالات المتفرّقات لأنّ الإسم یشمل الکلّ. (البحر الرّائق: ۳/۱۶۴، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

الجواب: نواسی حقیقی سے نکاح کرنا قطعًا حرام ہے اور یہ نص قطعی سے ثابت ہے[۱] لہٰذا مرتکب اس فعل شنیع کا فاسق وفاجر ہے، اوراگر وہ توبہ نہ کرے اوراس کو علیحدہ نہ کرے تو اس سے متارکت ومقاطعت لازم ہے، اور جولوگ اس کے معاون ومددگار ہیں اوراس کا ساتھ دیتے ہیں وہ بھی فاسق ہیں، اعانتِ معصیت بھی معصیت ہے۔قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت:۲) فقط (۷/۳۲۰-۳۲۱)

منکوحہ کو کوئی اغوا کر کے لے گیا اور اُس سے لڑکیاں ہوئیں تو وہ کس کی طرف منسوب ہوں گی؟ اور اُن سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۲۴) زید نے ایک عورت سے نکاح کیا، لیکن وہ عورت ابھی تک والدین ہی کے گھر میں تھی، اور کوئی دخول وغیرہ زید کا اس کے ساتھ نہیں ہوا تھا کہ عمر اسے اغوا کر کے لے گیا، عرصہ دراز تک منکوحۂ زید عمر کے یہاں رہی، اور عمر سے اس عورت کے دو بیٹیاں پیدا ہوئیں تو زید یا زید کا بھائی ان لڑکیوں سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور یہ دونوں لڑکیاں نسب میں کس کی طرف منسوب ہوں گی؟ (۱۲۵۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **لأنّ للعقد حكم الوطء حتّى لو نكح مشرقي مغربيةً يثبت نسب أولادها منه إلخ**[۲] **وفيه في ثبوت النّسب: وقدا كتفوا بقيام الفراش بلا دخول كتزوّج المغربيّ بمشرقيّة بينهما سنة فولدت لستّة أشهر مذ تزوّجها إلخ**[۳]

---

(۱) حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ. (سورۂ نساء، آیت:۲۳)

والبنت عبارة عن كلّ أنثى رجع نسبها إليك بالولادة بدرجة أو درجات. (لباب التّأويل في معاني التّنزيل المعروف بتفسير الخازن: ۱/۳۵۸، تفسير سورة النّساء الآية:۲۳)

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۹۶، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵/۱۹۷، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب: الفراش على أربع مراتب.

الغرض جب کہ شرعًا فراش ثابت ہے اور اولاد زید کی منکوحہ بزید کی طرف منسوب ہے اور اس سے ثابت النسب ہے تو زید کا نکاح اپنی اولاد سے درست نہیں ہوسکتا، اسی طرح زید کا بھائی بھی اس سے نکاح نہیں کرسکتا کہ وہ لڑکی زید کے بھائی کی بھتیجی ہوئی۔ **قال علیہ الصّلاۃ والسّلام: الولد للفراش وللعاھر الحجر** (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۲۴/۷-۳۲۵)

محارم سے نکاح قطعًا باطل ہے

سوال: (۵۲۵) اگر کسی نے اپنے محارم سے نکاح کیا ہو تو وہ نکاح باطل ہوگا یا فاسد؟

(۱۳۳۸/۱۸۵۲ھ)

الجواب: وہ نکاح باطل ہے، اور اگر فقہاء نے کہیں اس پر اطلاق فاسد کا کیا ہے تو اس سے مراد بھی باطل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۱۷/۷)

(۱) مشکاۃ المصابیح: ص:۲۸۷، کتاب النّکاح، باب اللّعان، الفصل الأوّل، عن عائشۃ مرفوعًا.

حرمتِ نکاح بہ سبب مصاہرت

جس عورت کا بوسہ لیا یا شہوت سے چھوا اس کی لڑکی سے نکاح حرام ہے اور حنفی کو اس مسئلہ میں امام شافعی کے مذہب پر عمل کرنا جائز نہیں

سوال: (۵۲۶) زید نے ہندہ کا بوسہ لیا اور شہوت کے ساتھ مس کیا؛ لیکن زید کو انزال نہیں ہوا نہ زید نے ہندہ سے وطی کی، چوں کہ وطی و جماع نہیں کیا تو امام شافعیؒ کے نزدیک زید ہندہ کی لڑکی زینب سے نکاح کر سکتا ہے، اگر زید ہندہ کی لڑکی زینب سے نکاح کر لے تو مرتکب جرائم شرعیہ کا ہوگا یا نہیں؟ اور زید حنفی ہے۔ (۱۵۸۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: بوسہ اور مس بالشہوت سے حرمت مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے، لہٰذا زید کا نکاح ہندہ کی دختر سے درست نہیں ہے، اور حنفی کو اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کے مذہب پر عمل کرنا درست نہیں ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۳۹/۷-۳۴۰)

جس ممانی کا بوسہ لیا اس کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں

سوال: (۵۲۷) زید نے اپنی ممانی جمیلہ کا بوسہ لیا، اور کبھی ہاتھ پیر پکڑا تو زید کا نکاح جمیلہ کی دختر صغریٰ سے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۹۷/۱۳۳۹ھ)

---

(۱) والزّنا واللّمس والنّظر بشهوة يوجب حرمة المصاهرة إلخ، واللّمس والنّظر سبب داع إلى الوطء فيقام مقامه في موضع الإحتياط. (البحر الرّائق: ۱۷۳/۳-۱۷۴، كتاب النّكاح)

قبّل أمّ امرأته في أي موضع كان ...... حرمت عليه امرأته ما لم يظهر عدم الشّهوة. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۹۰/۴-۹۱، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

الجواب: ایسی صورت میں زید کا نکاح بی بی جمیلہ کی دختر سے جائز نہیں ہے، اور اگر ہو گیا ہو تو علیحدگی کر لینی چاہیے، کیوں کہ حرمتِ مصاہرت شہوت کے ساتھ بوسہ وغیرہ سے ثابت ہو جاتی ہے اور اگر شہوت میں شک ہو تو جواز کا فتویٰ ہو جائے گا۔ فقط واللہ اعلم (۳۵۴/۷-۳۵۵)

وضاحت: علامہ شامیؒ نے بوسہ کے ذریعہ حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کے متعلق یہ تفصیل ذکر فرمائی ہے کہ اگر بوسہ ہونٹوں پر ہو تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی؛ اگر چہ شہوت نہ ہونے کا دعویٰ کرے —— اور اگر بوسہ ہونٹوں کے علاوہ گال وغیرہ پر ہو، اور شہوت نہ ہو تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہوگی، اور اگر شہوت ثابت ہو جائے تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔ یہ تفصیل نقل فرمانے کے بعد علامہ شامیؒ نے اس کو راجح بھی قرار دیا ہے۔

ومنهم من فصّل في القبلة فقال: إن كانت على الفم يفتىٰ بالحرمة، ولا يصدّق أنّه بلا شهوة، وإن كانت على الرّأس أو الذّقن أو الخدّ فلا؛ إلّا إذا تبيّن أنّه بشهوةٍ .... لو مسّ أو قبّل وقال: لم أشته صدّق؛ إلّا إذا كان المسّ على الفرج والتّقبيل في الفم أهـ، وهٰذا هو الموافق لما سينقله الشّارح عن الحدّادي، ولما نقله عنه في البحر قائلاً: ورجّحه في فتح القدير ...... وقال في الفيض: ولو قام إليها وعانقها منتشرًا أو قبّلها وقال: لم يكن عن شهوة لا يصدّق ولو قبّل ولم تنتشر آلته وقال: كان عن غير شهوة يصدّق، وقيل: لايصدّق لو قبّلها على الفم وبهٖ يفتىٰ أهـ، فهٰذا كما ترىٰ صريح في ترجيح التّفصيل. (ردّ المحتار: ۹۰/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) محمد حبان بیگ قاسمی

جس چچی کا بوسہ لیا اس کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں

سوال: (۵۲۸) زید نے عین اس وقت جب کہ اس کے قوائے شہوانیہ نے شرم و حیا، عقل و ہوش، برائی بھلائی، اونچ نیچ سب پر پانی پھیر دیا تھا، ہندہ کے جسم کا جو اس کی چچی ہوتی ہے بوسہ لے لیا، جب کہ وہ محو خواب تھی، کیا ایسی صورت میں جب کہ ہندہ انتقال کر چکی ہے، زید اس کی لڑکی سے جو اس کی چچا زاد بہن ہے عقد کر سکتا ہے یا نہیں؟ بہ صورت ثانی کوئی امکانی صورت بھی نکل سکتی ہے؛ جب کہ زید کا یہ فعل بہ موجودگیٔ عقل و ہوش نہ تھا، اور نہ اس مسئلہ کی پیچیدگی کا علم؟

(۲۴۵۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر بوسہ شہوت سے لیا ہے تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگئی، پس زید کو اس کی دختر سے نکاح کرنا کسی طرح درست نہیں ہے، اور لاعلمی اور غلبۂ شہوت شرعًا[1] عذر نہیں ہے۔ **کذا في الدّرّ المختار**[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۴۰-۳۴۱)

دادا کی جو ممسوسہ ہے اس کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں

سوال: (۵۲۹) زید کے دادا نے ہندہ سے جس کی عمر آٹھ نو سال تھی زنا کیا، لیکن بہ وجہ کم سنی کے دخول نہ ہوسکا، ہندہ کی شادی بکر سے ہوکر لڑکی اکبری پیدا ہوئی، آیا زید کی شادی اکبری سے جائز ہے یا نہ؟ (۲۸۱۲/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اگر زید کو اس فعل کا اقرار ہے یا شہادت شرعیہ سے ثابت ہے تو زید کا نکاح اکبری سے درست نہیں ہے، جیسا کہ شامی میں بحر سے منقول ہے کہ اصول وفروعِ مزنیہ؛ زانی پر حرام ہیں۔ **وعبارته: أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع إلخ**[3] فقط (۷/۳۶۷)

شہوت کے ساتھ ساس کو چھونے یا بوسہ لینے سے بیوی ہمیشہ کے لیے حرام ہوجاتی ہے اور سالی کا حکم الگ ہے

سوال: (۵۳۰) اگر اپنی بیوی؛ بہ وجہ لمس، یا قبلہ بالشہوۃ اپنی ساس یا سالی سے کرنے سے حرام ہوجاوے تو تجدیدِ نکاح سے حلال ہوجاتی ہے یا ہمیشہ کے لیے حرام ہے؟ (۲۰۵۲/۱۳۳۸ھ)

الجواب: ساس کے مس بالشہوۃ علی شرطہ کرنے سے زوجہ ہمیشہ کو حرام ہوجاتی ہے، علیحدہ کرنا

---

(۱) ''شرعًا'' کا اضافہ رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کیا گیا ہے۔۱۲

(۲) **وحرم أيضًا بالصّهرية أصل مزنيته ...... وأصل ممسوسته بشهوة إلخ، وفروعهنّ مطلقًا والعبرة للشّهوة عند المسّ إلخ، ولا فرق فيما ذكر بين اللّمس والنّظر بشهوة بين عمد و نسيان وخطاء وإكراه. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۸۶-۹۰، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات)** ظفیر

(۳) **ردّ المحتار: ۴/۸۶، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.**

اس کا واجب ہے، اور پھر کبھی وہ نکاح میں نہیں آسکتی (۱) اور سالی کو مس بالشہوۃ کرنا اگرچہ حرام ہے لیکن اس سے زوجہ حرام نہیں ہوتی (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۲۷)

ساس نے داماد کو بوس و کنار کیا تو بیوی ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی

سوال: (۵۳۱) ایک عورت نے اپنے داماد کو بوسہ و کنار کیا تو اس شخص پر اس کی زوجہ حرام ہوئی یا نہ؟ (۱۳۴۳/۴۶۲ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **قبّل أمّ امرأته إلخ ، حرمت عليه امرأته– إلٰى أن قال– لأنّ الأصل في التّقبيل الشّهوة إلخ** (۳) پس معلوم ہوا کہ صورتِ مذکورہ میں اس کی زوجہ اس پر ہمیشہ کو حرام ہوگئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۸۵-۳۸۶)

منکوحہ غیر مدخولہ کی ماں کا بوسہ لیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۳۲) شخصے بہ ما در منکوحہ غیر مدخولہ معانقہ وتقبیل می کند دریں صورت زوجہ اش بروے حلال است یا نہ؟ (۱۳۳۵/۵۸۴ھ)

الجواب: قبّل أمّ امرأته إلخ، حرمت عليه إمرأته ما لم يظهر عدم الشّهوة ولو على الفم ...... وفي المسّ لا تحرم ما لم تعلم الشّهوة (۴) پس بہ صورت مس وتقبیل بالشہوت مخلصے برائے تحلیل زوجہ اش نیست، البتہ اگر شہوت متحقق نباشد حرمت نخواہد شد۔ فقط (۷/۳۵۷)

---

(۱) وحرم أيضًا بالصّهرية أصل مزنيته إلخ، وأصل ممسوسته بشهوة إلخ وأصل ماسته إلخ وفروعهنّ مطلقًا (الدّرّ المختار) لأنّ المسّ والنّظر سبب داع إلى الوطوء فيقام مقامه في موضع الاحتياط ...... قوله: (بشهوة) أي ولو من أحدهما ...... وقوله: (مطلقًا) يرجع إلى الأصول والفروع أي وإن علون وإن سفلن. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۸۶-۸۷، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۲) وفي الخلاصة: وطیء أخت امرأته لاتحرم عليه امرأته (الدّرّالمختار) أي لا تثبت حرمة المصاهرة. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۸۸، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۹۱، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

(۴) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۹۰-۹۱، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

ترجمہ سوال: (۵۳۲) کوئی شخص منکوحہ غیر مدخولہ کی ماں کے ساتھ معانقہ اور بوس و کنار کرتا ہے، تو اس صورت میں اس کی زوجہ اس کے لیے حلال ہے یا نہ؟

الجواب: قبّل أمّ امرأته إلخ، پس شہوت کے ساتھ مس اور بوس و کنار کی صورت میں اس کی زوجہ کے حلال ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے، البتہ اگر شہوت متحقق نہ ہو تو حرمت نہیں ہوگی۔ فقط

ساس نے داماد کا بوسہ لیا اور داماد کو انزال ہوگیا تو حرمت ثابت نہیں ہوئی

سوال: (۵۳۳) زید کی خوش دامن نے زید کا بوسہ لیا اور گلے لگا کر پیار کیا، اور زید سفر میں جارہا تھا اور زید کو اسی وقت انزال ہوگیا، وہ کہتا ہے کہ میرا شہوانی خیال بالکل نہ تھا، بے اختیار انزال ہوگیا؛ تو اب زید کی زوجہ اس پر حرام ہوئی یا نہ؟ (۴۳۰/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں زید کی زوجہ زید پر حرام نہیں ہوئی۔ درمختار میں ہے: فَلَوْ أَنْزَلَ مع مَسٍّ أَوْ نَظْرٍ فَلَا حُرمةَ بِهٖ يُفتیٰ إلخ [1] فقط واللہ اعلم (۳۸۹/۷)

شہوت سے ہاتھ لگایا پہلی بار انزال نہ ہوا دوسری بار ہوگیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۳۴) زید نے ہندہ کو شہوت سے ہاتھ لگایا، ہندہ سوئی ہوئی تھی، لیکن انزال نہیں ہوا پھر ایک ڈیڑھ گھنٹے کے بعد آ کر ہاتھ لگایا تو انزال ہوگیا، ان دونوں صورتوں میں حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی یا نہیں؟ (۱۶۱۰/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اگر بدون کپڑے کے کھلے ہوئے بدن یا باریک کپڑے پر شہوت سے ہاتھ لگاوے تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے، جیسا کہ پہلی صورت میں ہے، اور اگر مس بالشہوت کے ساتھ انزال ہوجاوے تو اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔ کذا في الدّرّ المختار [2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۷۳/۷)

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۸۸/۴، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات.

(۲) إذا لم ينزل فلو أنزل مع مسّ أو نظر فلا حرمة بهٖ يفتی (الدّرّالمختار) قوله: (فلا حرمة) لأنّه بالإنزال تبيّن أنّه غير مفض إلی الوطء، الهداية. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۸۸/۴، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

ساس یا بیٹی کو شہوت کے ساتھ چھونے سے بیوی حرام ہوجاتی ہے

سوال: (۵۳۵) اگر کوئی نادان اپنی ساس یا بیٹی کے بدن پر شہوت سے نظر کرے، یا اُن سے زنا ہی کر لیوے، یا اُن کی فرج داخل کی طرف شہوت سے نظر کرے، یا بوسہ دے، یا شہوت سے بدن پر ہاتھ لگائے تو کیا زوجہ اس پر حرام ہوجاتی ہے؟ پھر کس طرح اس کو نکاح میں لا سکتا ہے؟
(۱۳۳۸/۱۲۲۹ھ)

الجواب: حرام ہوجاتی ہے، اور پھر کسی طرح اس کو نکاح میں لانا درست نہیں ہے [1] فقط
(۳۴۳/۷)

بیوی کی لڑکی سے صحبت کی کوشش کی مگر دخول نہیں ہوا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۳۶) زید نے ہندہ بیوہ سے نکاح کیا، ہندہ کے پہلے خاوند سے ایک لڑکی جس کی عمر دس سال ہے ساتھ آئی، زید نے اس لڑکی سے صحبت کی؛ لیکن بہ وجہ نابالغہ اور مقام تنگ ہونے کے دخول نہیں ہوا، لیکن زید نے دخول ہوجانے کی کوشش بہت کی؛ تو ہندہ زید کے نکاح میں رہی یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۳۰۳ھ)

الجواب: اس صورت میں زید کی منکوحہ زید پر حرام ہوگئی، اس کو علیحدہ کر دینا چاہیے [2] فقط
(۳۳۵/۷)

---

(۱) وحرم أيضًا بالصّهرية أصل مزنيته ...... وأصل ممسوسته بشهوة إلخ، وفروعهنّ مطلقًا. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۸۶/۴-۸۷، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفير

(۲) قال في البحر: أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع: حرمة المرأة علىٰ أُصول الزّاني وفروعه نسبًا و رضاعًا، وحرمة أُصولها وفروعها على الزّاني نسبًا و رضاعًا كما في الوطء الحلال. (ردّ المحتار: ۸۶/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات)

قال في المعراج: بنت خمس لا تكون مشتهاة اتّفاقًا، وبنت تسع فصاعدًا مشتهاة اتّفاقًا، وفيما بين الخمس والتّسع اختلاف الرّواية والمشايخ والأصحّ أنّها لا تثبت الحرمة. (البحر الرّائق: ۱۷۶/۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفير

جس عورت کو شہوت سے چھوا اُس کی پوتی سے نکاح جائز نہیں

سوال: (۵۳۷) عمر نے ایک عورت کے ہاتھ کو بہ شہوت چھوا، عمر کا نکاح اس عورت کی پوتی سے جائز ہے یا نہیں؟ (۲۱۸/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: عمر کا نکاح اس صورت میں اس ممسوسہ بالشہوت کی پوتی سے درست نہیں ہے۔ **كما في ردّ المحتار: قال في البحر: أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع: حرمة المرأة علىٰ أصول الزّاني وفروعه نسبًا و رضاعًا، وحرمة أصولها وفروعها على الزّاني نسبًا و رضاعًا إلخ** (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۴۴/۷)

شہوت سے ساس کی پستان پکڑی تو زوجہ حرام ہوئی یا نہیں؟

سوال: (۵۳۸) ایک شخص نے اندھیرے میں اپنی ساس کی پستان کو پکڑ کر کھینچا شہوت سے؛ یعنی اپنی زوجہ سمجھ کر، لیکن جب اس کو معلوم ہوا تو بہت شرمندہ ہوا، ایسے شخص کے لیے اس کی زوجہ کیسی ہے؟ (۵۸/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اگر اوپر پستان کے کپڑا نہ تھا یا باریک کپڑا تھا تو بہ شہوت اس کو ہاتھ لگانے سے اس کی زوجہ اس پر حرام ہوگئی (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۸۶/۷)

جس عورت کا پستان دبایا ہو اُس سے اپنے ہر لڑکے کا نکاح حرام ہے

سوال: (۵۳۹) بکر نے ایک بالغہ لڑکی کی پستان کو بہ نظرِ شہوت چھوا، یعنی مس کیا، جماع نہیں کیا، اس لڑکی کا نکاح بکر کے فرزند سے جائز ہے یا نہیں؟ (۲۰۲۸/۱۳۳۸ھ)

---

(۱) **ردّ المحتار: ۸۶/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.**

(۲) **وحرم أيضًا ...... أصل ممسوسته بشهوة ولو لشعر على الرّأس بحائل لا يمنع الحرارة إلخ، وفروعهنّ مطلقًا، والعبرة للشّهوة عند المسّ (الدّرّ المختار) قوله: (بشهوة) أي ولو من أحدهما ...... قوله: (بحائل ......) أي ولو بحائل إلخ، فلو كان مانعًا لا تثبت الحرمة. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۸۶/۴-۸۷، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات)** ظفير

الجواب: اس صورت میں بکر کے فرزند کا نکاح اس لڑکی سے درست نہیں ہے۔ **كذا في الدّرّ المختار و الشّامي**[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۳۲۷)

جس کافرہ عورت کو شہوت سے چھوا اُس کی مسلمان لڑکی سے نکاح جائز نہیں

سوال: (۵۴۰) ایک مسلم مرد نے کسی غیر مسلمہ عورت کو بہ حالت شہوت مس کیا ہے؟ اب وہ مرد اس کی دختر کو مشرف بہ اسلام کر کے نکاح کرنا چاہتا ہے؛ جائز ہے یا نہ؟ (۸۹۹/ ۱۳۴۱ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **وأصل ممسوسته بشهوة ولو لشعر على الرّأس إلخ، و فروعهنّ مطلقًا إلخ**[2] اس روایت سے واضح ہے کہ جس عورت کو شہوت سے مس کیا جاوے اس کے اصول یعنی والدہ وغیرہ اور فروع یعنی دختر وغیرہ مس کرنے والے پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہیں، اگر چہ وہ عورت جس کو مس کیا ہے کافرہ ہو، لہٰذا اس صورت میں عورت مذکورہ کی دختر سے نکاح اس شخص کا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم (۷/ ۳۶۹-۳۷۰)

جس نابالغہ کو شہوت سے چھوا اُس کی ماں سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۴۱) ایک شخص بالغ ایک نابالغ لڑکی کو سلا رہا تھا، اور شہوت سے اس کو پکڑا تو اس شخص کا نکاح اس کی ماں سے جائز ہے یا نہ؟ (۵۷۴/ ۴۴-۱۳۴۵ھ)

---

(۱) **وحرم أيضًا بالصّهرية أصل مزنيته إلخ، وأصل ممسوسته بشهوة إلخ وأصل ماسته إلخ، وفروعهنّ مطلقًا (الدّرّ المختار) لأنّ المسّ والنّظر سبب داع إلى الوطوء فيقام مقامه في موضع الاحتياط ...... قوله: (بشهوة) أي ولو من أحدهما ...... قوله: (مطلقًا) يرجع إلى الأصول والفروع أي وإن علون وإن سفلن. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/ ۸۶-۸۷، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات)** ظفیر

(۲) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۸۶-۸۷، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.**

الجواب: اگر وہ لڑکی نو برس کی ہے یا زیادہ کی اور اس کو مس بالشہوت کیا ہے تو اس کی ماں سے نکاح صحیح نہیں ہے۔ **هٰذا إذا كانت حيّةً مشتهاةً إلخ (الدّرّ المختار) قوله: (مشتهاة) سيأتي تعريفها بأنّها بنت تسع فأكثر** [۱] (شامي) اور اگر وہ لڑکی نو برس کی عمر سے کم ہے تو اس کی ماں سے نکاح جائز ہے۔ **وبنت سِنها دون تسع ليست بمشتهاة** [۲] **(الدّرّ المختار)** فقط (۳۶۷/۷-۳۶۸)

نو سالہ لڑکی جس کو شہوت سے چھوا، اُس کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں

سوال: (۵۴۲) زید نے ایک لڑکی نو سالہ کو شہوت سے چھوا تو زید اس ممسوسہ عورت کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۴۳۶/۱۳۴۵ھ) [۳]

الجواب: ممسوسہ بالشہوۃ کی دختر سے نکاح ناجائز ہے [۴] فقط واللہ اعلم (۳۵۱/۷)

حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کے لیے لڑکی کی کیا عمر ہونی چاہیے؟ اور عمد، خطا اور نسیان کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۴۳) رات کو اپنی بیوی کو جگانے اٹھا مگر غلطی سے اپنی لڑکی پر ہاتھ جا پڑا یا ساس پر، اور بیوی سمجھ کر جوانی کی خواہش سے اُس پر ہاتھ پھیرا تو وہ مرد ـــــ اپنی بیوی سمجھ کر جوانی کی خواہش سے ہاتھ ڈالنے والے ـــــ کو اپنی عورت کو علیحدہ کر دینا چاہیے وہ ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی،

---

(۱) **الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۸۸/۴-۸۹، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.**

(۲) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۹۲/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.**

(۳) اس سوال کی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ میں نہیں ہے۔۱۲

(۴) **وحرم أيضًا بالصّهرية أصل مزنيه إلخ فروعهنّ مطلقًا. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۸۶/۴-۸۷، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات)**

وبنت تسع فصاعدًا مشتهاة اتّفاقًا. (البحر الرّائق: ۱۷۶/۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

اس کے متعلق چند سوالات ہیں:

(الف) لڑکی بالغ ہو یا نابالغ؟

(ب) اس صورت میں غلطی کافی ہے یا ارادۃً لڑکی پر ہاتھ ڈالنا ضروری ہے؟

(ج) ان مسائل سے ناواقف شخص نے اپنی نابالغ لڑکی پر جس کی عمر چار سال کی ہوگی، جوانی کی خواہش سے ہاتھ ڈالا کمر بند تک، مگر کھولتے ہی پھر بند کر دیا تو کیا عورت حرام ہوگئی؟

(۱۴۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: (الف) یہ حکم نو برس یا زیادہ عمر کی لڑکی سے متعلق ہے۔

(ب) اس صورت میں غلطی بھی کافی ہے [۱]

(ج) یہ حکم حرمت کا نو برس یا زیادہ عمر کی لڑکی کو ہاتھ لگانے سے ثابت ہوتا ہے، اور عمداً اور خطاء و نسیان اس میں برابر ہے، دلائل حرمت کے کتب فقہ میں مبسوط ہیں۔ ردالمحتار میں ہے: **قال في الفتح: وبقولنا قال مالك في رواية و أحمد وهو قول عمر وابن مسعود وابن عبّاس في الأصحّ وعمران بن الحصين وجابر وأبيّ وعائشة وجمهور التّابعين كالبصريّ والشّعبيّ والنّخعيّ والأوزاعيّ وطاؤس ومجاهد وعطاء وابن المسيّب وسليمان بن يسار وحمّاد والثّوري وابن راهويه، وتمامه مع بسط الدّليل فيه إلخ** [۲] **وفيه أيضًا: لأنّ المسّ والنّظر سبب داع إلى الوطء فيقام مقامه في موضع الاحتياط، هداية، واستدلّ لذٰلك في الفتح بالأحاديث والآثار عن الصّحابة والتّابعين** [۲] (شامي: ۲/۲۸۰) چار پانچ برس کی عمر کی لڑکی کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، پس صورتِ مسئولہ میں زوجہ حرام نہ ہوگی،

---

(۱) فلو أيقظ زوجته أو أيقظته هي لجماعها فمسّت يدُه بنتَها المشتهاةَ أو يدُها ابنَه حرمت الأمّ أبدًا، فتح، قبّل أمّ امرأته في أيّ موضع كان على الصّحيح، جوهرة، حرمت عليه امرأته إلخ وبنت سنّها دون تسع ليست بمشتهاة، به يُفتىٰ (الدّرّ المختارمع ردّ المحتار: ۴/۹۰-۹۲ كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۲) ردّ المحتار: ۴/۸۶، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، تحت قوله: أراد بالزّنا الوطء الحرام.

ناواقفیت عذر نہیں ہے؛ لیکن لڑکی کے چھوٹی ہونے کی وجہ سے حکم حرمت کا نہیں ہوا[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۷۶/۷ و ۳۷۹-۳۸۰)

بیوی سمجھ کر کم سن بیٹی کو چھو دیا اور شہوت یقینی نہیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۴۴) ایک شخص بہ وقت شب اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا ہے، اور اس کی منکوحہ دوسرے پلنگ پر مع دو لڑکیوں کے، ایک شیر خوار دوسری تقریبًا آٹھ سال کی ہے لیٹی ہوئی ہے، اس کے خاوند نے بہ ارادہ مباشرت عورت کو ٹٹولا؛ تا کہ یہ جاگ جائے اور میرے پلنگ پر چلی آئے، بجائے منکوحہ کے اس کا ہاتھ لڑکی پر پہنچا، اور بیوی سمجھ کر بدن کو ٹٹولا اور جگانا چاہا، جب امتیاز ہوا کہ یہ بیوی نہیں ہے فورًا ہاتھ علیحدہ کرلیا، اب سوال یہ ہے کہ وہ بیوی اس پر جائز ہے یا نہیں؟ چوں کہ بہ وقت جگانے کے نہ غلبۂ شہوت تھا، اور اگر بدن کا چھونا خواہش کے ساتھ تصور کرلیا جاوے تو کیا حکم ہے؟ جب کہ لڑکی صغیر السن ہے اور دھوکا ہو گیا ہے۔ (۱۲۳۸/۳۵-۱۳۳۶ھ)[۲]

الجواب: اس صورت میں اس کی زوجہ اس پر حرام نہیں ہوئی کہ اوّل تو مس بالشہوت نہیں پایا گیا، دوسرے لڑکی صغیر السن ہے، اس کے چھونے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔ درمختار میں ہے: **وبنت سنّها دون تسع ليست بمشتهاة به يفتیٰ إلخ، وفي ردّ المحتار: والأصحّ أنّها لا تثبت الحرمة**[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۷۰/۷-۳۷۱)

گیارہ سالہ لڑکے نے جس عورت کو شہوت سے چھوا اس کی لڑکی سے شادی جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۴۵) ایک لڑکے نے جس کی عمر گیارہ سال تھی ایک عورت کے گوشوارے میں

---

(۱) أقول: التّعليل بعدم الاشتهاء يفيد أن من لا يشتهي لا تثبت الحرمة بجماعه إلخ، وأقلّه للأنثیٰ تسع وللذّكر اثنا عشر (ردّالمحتار: ۸۹/۴-۹۰، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۲) یہ سوال رجسٹر نقول فتاوی کے مطابق کیا گیا ہے۔۱۲

(۳) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۹۲/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

دست اندازی کی، اور اس اثناء میں اس لڑکے کو انتشار ہوا، اس صورت میں حرمتِ مصاہرت ثابت ہوئی یا نہیں؟ اور اس لڑکے کا نکاح اس عورت کی لڑکی سے جائز ہے یا نہیں؟ (۳۸/۷-۱۳۳۴-۳۳ھ)

الجواب: شامی میں ہے: **فتحصل من هٰذا أنّه لا بدّ في كلّ منهما من سنّ المراهقة، وأقلّه للأنثىٰ تسع وللذّكر اثنا عشر، لأنّ ذٰلك أقلّ مدّة يمكن فيها البلوغ كما صرّحوا به في باب بلوغ الغلام إلخ** (۱) **(باب المحرّمات: ۲/۲۸۲) وفي الدّرّ المختار في باب بلوغ الغلام: وأدنىٰ مدّته له اثنتا عشرة سنةً، ولها تسع سنين هو المختار إلخ، فإن راهقا بأن بلغا هٰذا السّنّ إلخ** (۲) ان روایات سے معلوم ہوا کہ صورت مذکورہ میں جب کہ عمر لڑکے کی گیارہ سال کی تھی تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوئی، اور اس عورت کی دختر سے نکاح کرنا اس کو درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۶۳)

بیٹے کی بیوی کو ہاتھ لگانے سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہونے میں شہوت کا اعتبار ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۴۶)...... (الف) ایک شخص نے بدفعلی کے واسطے اپنی (لڑکی) (۳) کا ہاتھ پکڑنا چاہا لیکن خطاءً اس بدکار نے اپنے بیٹے کی بیوی کا ہاتھ پکڑا، بیوی بولی کہ میں ہوں، اس نے یہ سن کر شرما کر چھوڑ دیا، لیکن ہاتھ پکڑنے کے وقت شہوت تھی یا نہیں یہ معلوم نہیں ہے، حرمت ثابت ہے یا نہیں؟

(ب) کسی شخص نے اپنے لڑکے کی بیوی کو ہاتھ لگایا تو اس کے بیٹے پر اس کی زوجہ حلال ہے یا نہ؟ (۱۳۴۲/۱۰۰۳ھ)

الجواب: (الف) پہلی صورت میں جب کہ شہوت کا ہونا یقینی نہیں ہے، حرمتِ مصاہرت

---

(۱) **ردّ المحتار: ۴/۹۰، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.**

(۲) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۹/۱۸۵، كتاب الحجر، باب بلوغ الغلام بالاحتلام إلخ.**

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں (لڑکی) کی جگہ ''بیوی'' تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

ثابت نہیں ہوئی، اور اس کے پسر کی زوجہ اپنے شوہر پر حرام نہیں ہوئی (۱)

(ب) اور دوسری صورت میں مس بالشہوۃ ہونا یقینی ہے؛ اس لیے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگئی اور اس کے پسر کی زوجہ اپنے شوہر پر حرام ہوگئی۔ کذا في کتب الفقه (۱) فقط واللہ اعلم (۷/۳۸۲) (۲)

بدون شہوت کے صرف چھونے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی

سوال: (۵۴۷) دو شخص معتبر کہتے ہیں کہ زید اپنی ساس کو مس کر رہا تھا، معلوم نہیں کہ شہوت تھی یا نہ تھی، کپڑا بدن میں ہو یا نہ ہو، سینہ پر ہو یا کسی اور مقام پر، مگر زید شہوت سے انکار کرتا ہے، ایسی صورت میں حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاوے گی یا نہیں؟ (۱۱۵۸/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ایسی صورت میں حکم حرمتِ مصاہرت کا نہ کیا جاوے گا۔ کما في الدّرّ المختار: وفي المسّ لا تحرم ما لم تعلم الشّهوة إلخ، وأنکرها الرّجل فهو مصدّق إلخ (۳) (الدّرّ المختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۵۹-۳۶۰)

ساس کے چھونے کی وجہ سے خفیف احساس پیدا ہو جائے تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی

سوال: (۵۴۸) زید نے اپنی خوش دامن سے کچے چاول نمونہ دیکھنے کے لیے مانگے، اس نے چاول لے کر زید کے ہاتھ پر رکھ دیے، زید کے دل میں یہ خیال تھا کہ اگر خوش دامن کے ساتھ ذرا بھی

---

(۱) قال في الذّخيرة: وإذا قبّلها أو لمسها أو نظر إلیٰ فرجها، ثمّ قال: لم یکن عن شهوة، ذکر الصّدر الشّهید أنّه في القبلة یفتیٰ بالحرمة ما لم یتبیّن أنّه بلا شهوة، وفي المسّ والنّظر لا، إلّا إن تبیّن أنّه بشهوة، لأنّ الأصل في التّقبیل الشّهوة بخلاف المسّ والنّظر. (ردّ المحتار: ۴/۹۰، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۲) سوال وجواب میں 'ب' کا اضافہ رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کیا گیا ہے۔

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۹۱-۹۲، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات.

مس بالشہوۃ ہوجائے تو زوجہ حرام ہوجاتی ہے؛ اس لیے وہ بہت احتیاط کرتا تھا، لیکن جب خوش دامن نے اس کے ہاتھ پر چاول رکھے تو اسے معًا یہ خیال آیا کہ یہی مس بالشہوۃ ہے جو باعثِ حرمت ہوجاتا ہے کہیں ایسا نہ ہوجائے اس خیال کے آتے ہی اس کے آلۂ تناسل میں خفیف سا احساس پیدا ہوا، مگر قیام کی حد تک نہیں پہنچا اور میلانِ قلب بھی ہرگز ہرگز نہ تھا، اس صورت میں حرمتِ مصاہرت ثابت ہے یا نہ؟ (۵۱۹/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہے، اور خفیف سا احساس حدِ شہوت میں داخل نہیں ہے جب کہ میلانِ قلب بھی نہ تھا، اور بہ ظاہر چاول ہاتھ پر رکھنے کے وقت بھی نہ تھا بلکہ بعد میں خیال مذکور آکر خفیف احساس سا ہوا جو کہ حدِ شہوت میں داخل نہیں ہے۔ **قال في الدّرّ المختار: والعبرةُ للشّهوةِ عند المسّ والنّظر لا بعدهما، قال في الشّامي: فيفيد اشتراط الشّهوةِ حال المسّ، فلو مسّ بغير شهوة، ثمّ اشتهٰى عن ذٰلك المسّ لا تحرم عليه**[1] **(ردّ المحتار: ۲/۲۸۰)** فقط واللہ اعلم (۷/۳۹۲)

سوتیلی ساس اگر داماد سے سوتیلی بیٹی سے عداوت کی وجہ سے بدن ملادے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۴۹) زید کی سوتیلی ساس ہندہ نے بہ وجہ عداوت سوت وسوتیلی بیٹی کے زید کے ساتھ ایسی بے تکلفی کی کہ کبھی ہندہ نے اپنا گھٹنہ زید کے گھٹنہ پر رکھ دیا، اور کسی حیلہ سے اپنا سینہ زید کے بازو وشانہ سے کبھی پیٹ سے لگادیا، اس صورت میں زید کی زوجہ زید پر حرام ہوئی یا نہیں؟ (۱۳۴/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اس صورت میں زید کی زوجہ زید پر حرام نہیں ہوئی۔ **كذا في الدّرّ المختار وغيره من كتب الفقه**[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۶۲-۳۶۳)

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۸۷، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

(۲) وأصل ممسوسته بشهوة ولو لشعر على الرّأس بحائل لا يمنع الحرارة (الدّرّ المختار) أي ولو بحائل إلخ، فلو كان مانعًا لا تثبت الحرمة كذا في أكثر الكتب. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۸۶، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

مرد وعورت بدون شہوت کے ایک چار پائی پر سوئے تو اس عورت کی لڑکی سے اس مرد کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۵۰) ایک مرد وعورت کا اقرار ہے کہ ہم بلا شک ایک چار پائی پر سوئے ہیں، مگر چار پائی فراخ تھی ہمارا آپس میں بالکل مساس نہیں ہوا، فیما بین قدرے فاصلہ تھا، اور نہ ہمیں کچھ شہوانی خیال تھا، آیا اس مرد کا نکاح عورت کی دختر سے جائز ہے یا نہ؟ (۸۴/۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اگر وہ دونوں مس بالشہوت کے منکر ہیں تو نکاح اس مرد کا اس عورت کی دختر سے درست ہے۔ **وفي المسّ لا تحرم ما لم تعلم الشّهوة**[1] **(الدّرّ المختار)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۵۹)

جوان داماد اور ساس دونوں ایک چادر میں سوئے تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی یا نہیں؟

سوال: (۵۵۱) (کیا حکم ہے شریعت کا اس صورت میں کہ)[2] جوان داماد اور جوان ساس شب کو ایک چار پائی پر اوپر سے ایک ہی چادر اوڑھے ہوئے سوئے اور معمولی کپڑے پہنے ہوئے تھے اور چند شب تک ایسا ہوا، اور شہوت ہونے نہ ہونے کی ابھی اس لیے تحقیق نہیں کی گئی کہ شاید مضاجعت میں اس تحقیق کی ضرورت نہ ہو؛ تو مضاجعت کا یہ حکم ہے کہ اس کا موجبِ حرمت ہونا تحقیقِ شہوت پر موقوف ہے؟ یا یہ حکم ہے کہ مثل بعض صورِ تقبیل کے یہ صورت موجبِ حرمت ہے؟ **إلاّ أن يتيقّن بعدم الشّهوة** پھر اس تیقن کا شرعًا کیا ذریعہ ہے؛ آیا حلف یا کچھ اور؟

(۲۱۳۵/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: مضاجعت (ساتھ لیٹنے) میں سوائے اس کے کہ مس ہے اور کوئی امر یقینی نہیں ہے؛

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۹۱/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

(۲) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

یعنی معانقہ یا مباشرت فاحشہ ضرور نہیں ہے، اور مس میں حکم حرمتِ مصاہرت شہوت کے ساتھ ہوتا ہے اور عدمِ شہوت میں قول ان کا بہ حلف مصدق ہے، مگر جب کہ انتشار وغیرہ معلوم ہوتو اس کے قول کی تصدیق نہ کی جاوے گی۔ کما في الشّامي: ولم يذكر المسّ وقدّمنا عن الذّخيرة أنّ الأصل فيه عدم الشّهوة مثل النّظر، فيصدّق إذا أنكر الشّهوة، إلاّ أن يقوم إليها منتشرًا أي لأنّ الانتشار دليل الشّهوة إلخ[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۳۰-۳۳۱)

مس بالشہوت سے اس وقت حرمت ثابت ہوگی جب بلا حائل غلیظ ہو

سوال: (۵۵۲) زید کو اس کی ساس نے عمداً اس حالت میں چھودی جس وقت زید کا آلۂ تناسل حرکت میں تھا، اور طبیعت میں شہوت غالب تھی، اور زید نے بھی اس کو چھودیا، زید کی عورت کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۲۸۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: مس بالشہوت سے اس وقت حرمت ثابت ہوتی ہے کہ بلا حائلِ غلیظ ہو، پس اگر موٹے کپڑے کے اوپر کو مس کیا تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوئی۔ کذا في الدّرّ المختار[2] قال في الشّامي: قوله: (بحائل لا يمنع الحرارة) أي ولو بحائل إلخ، فلو كان مانعًا لا تثبت الحرمة كذا في أكثر الكتب[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۴۳)

فرجِ داخل کو دیکھنے یا شہوت سے چھونے سے حرمت ثابت ہوتی ہے، صرف صورت دیکھنے سے نہیں

سوال: (۵۵۳) ایک شخص کو ایک عورت سے پاک محبت تھی، اس کی لڑکی سے نکاح کی گفتگو ہوئی؛ جس کی وجہ سے محبت میں اضافہ ہوگیا، اور کبھی کبھی وہ اس عورت کو پیار بھی کرلیتا تھا اور نظر بالشہوت بھی ہوجاتی تھی؛ ایسی صورت میں اس کی لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟
(۱۲۳۲/۴۶-۱۳۴۷ھ)

---

(۱) ردّ المحتار: ۴/۹۲، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.
(۲) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۸۶، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

الجواب: پیار اور چھونا بدن کا اگر شہوت کے ساتھ ہو تو اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے، اور اس کی لڑکی سے نکاح اس شخص کا درست نہیں ہے، اور اگر مس بالشہوت نہیں ہوا تو اس کی لڑکی سے نکاح درست ہے، اور نظر کرنا شہوت کے ساتھ اس وقت موجبِ حرمت ہے کہ فرج داخل کو شہوت کے ساتھ دیکھے ورنہ نہیں۔ درمختار میں ہے: **وأصل ممسوسته بشهوة ...... والمنظور إلٰى فرجها ...... الدّاخل إلخ وفروعهنّ إلخ**[1] فقط واللہ اعلم (۷/ ۳۵۲-۳۵۳)

حرمتِ مصاہرت کس عضو کو دیکھنے سے ہوتی ہے؟

سوال: (۵۵۴) کون سے عضو پر شہوت سے نظر کرنے سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے؟
(۱۳۳۵/۴۲۶ھ)

الجواب: **قال في الدّرّ المختار: والمنظور إلٰى فرجها ...... الدّاخل إلخ**[2] اس سے معلوم ہوا کہ سوائے فرج کے دیگر اعضاء کو بہ نظرِ شہوت دیکھنے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۳۵۶)

مزنیہ کی ہر لڑکی زانی پر حرام ہے

سوال: (۵۵۵) جو شخص یہ کہے کہ خبر مشہور سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں ہے، اور بنت مزنیہ زانی پر مطلقًا حرام نہیں ہے، بلکہ جو بنت مزنیہ کی؛ ماءِ زانی[3] سے ہے وہ تو اُس پر حرام ہے، اور جو قبل از زنا پیدا ہوئی ہے وہ زانی کے لیے حلال ہے، ایسے شخص کی نسبت کیا عقیدہ رکھنا چاہیے؟
(۱۳۳۹/۳۶۳ھ)

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۸۶-۸۷، کتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

لأنّ المسّ والنّظر سبب داع إلى الوطء فيقام مقامه في موضع الاحتياط؛ هداية، واستدلّ لذٰلك في الفتح بالأحاديث والآثار عن الصّحابة والتّابعين. (ردّ المحتار: ۴/ ۸۶، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۸۷، کتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں (ماءِ زانی) کی جگہ ''ماں زانی'' تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

الجواب: بنت مزنیہ زانی پر مطلقًا حرام ہے۔ قال في الشامي عن البحر: أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع: حرمة المرأة علی أصول الزّاني وفروعه نسبًا ورضاعًا، وحرمة أصولها وفروعها علی الزّاني نسبًا ورضاعًا إلخ[۱] اور زیادتی خبرِ مشہور سے کتاب اللہ پر جائز ہے۔ کما بیّن في أصول الفقه [۲] پس جو شخص بنت مزنیہ کو زانی کے لیے حلال کہتا ہے وہ حنفی نہیں ہے، غالبًا وہ غیر مقلد ہے اور متبعِ ہویٰ ہے، قابل مقتدی بنانے کے نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۴۱-۳۴۲)

جس عورت سے زنا کیا اس کی لڑکی سے نکاح ناجائز ہے

سوال: (۵۵۶) زید نے ہندہ سے زنا کیا، ہندہ کی ایک لڑکی ملّی موجود ہے، زید اس سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۸۶۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: صورتِ مسئولہ میں نکاح زید کا مسماۃ ملّی سے ناجائز ہے۔ وحرم .... أصل مزنیته ...... وفروعهنّ، کذا في الدّرّ المختار [۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۵۷)

مزنیہ کی لڑکی سے کیا ہوا نکاح باطل ہے اور اُس کا نکاحِ ثانی قبل تفریق یا متارکت درست نہیں

سوال: (۵۵۷) زید نے ہندہ سے زنا کیا، بعدازاں زید نے فہمیدہ بنت ہندہ سے نکاح کرلیا چوں کہ فہمیدہ کو حرمتِ مصاہرت کا علم تھا؛ اس لیے زید کے ساتھ خانہ آبادی کو پسند نہ کیا، اور بلا فسخِ نکاحِ

---

(۱) ردّ المحتار: ۴/۸۶، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات.

(۲) المشهور بشهادة السّلف صار حجّة للعمل به کالمتواتر فصحّت الزّیادة به علی کتاب اللّٰه تعالیٰ إلخ (أصول البزدوي) وفي شرحه کشف الأسرار: فکان دون المتواتر وفوق خبر الواحد حتّی جازت الزّیادة به علی کتاب اللّٰه ...... وهو اختیار القاضي الإمام أبي زید والشّیخین وعامّة المتأخّرین. (أصول البزدوي مع شرحه کشف الأسرار: ۲/۵۳۵، باب المشهور من الأخبار، المطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۸۶-۸۷، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات.

اوّل عمر کے ساتھ نکاح کرلیا جس سے اولاد بھی ہوئی، اس صورت میں نکاح اوّل فاسد ہے یا باطل؟ اور نکاح ثانی بلا فسخ نکاح اوّل جائز ہے یا نہیں؟ نکاح باطل میں فسخ ہے یا نہیں؟ حرمتِ مصاہرت ابتدائیہ وطاریہ علی النکاح میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ اولاد عمر کی ہوگی یا زید کی؟ (۵۳۷/۱۳۴۰ھ)

الجواب: نکاح اوّل فاسد ہے اور اس کو باطل بھی کہہ سکتے ہیں، جیسا کہ محققین حنفیہ نے فرمایا ہے کہ نکاح فاسد اور باطل میں کچھ فرق نہیں ہے [۱] اور نکاح ثانی بلا تفریقِ قاضی یا بلا متارکت کے صحیح نہیں ہے۔ وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح [۲] (الدّرّ المختار) اور حرمتِ مصاہرت ابتدائیہ وطاریہ میں کچھ فرق نہیں ہے، اور اولاد جو عمر سے ہو وہ عمر کی ہوگی اگر چہ نکاح فاسد ہے [۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۵۵/۷)

جس عورت سے بیٹے نے زنا کیا وہ باپ کے لیے حرام ہے

سوال: (۵۵۸) زید نے ہندہ سے زنا کیا تو زید کا والد بکر ہندہ سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ عورت نے اوّل دریافت کرنے پر انکار کیا، پھر اتنا اقرار کیا کہ میں سوئی تھی زید نے آکر فعل ناجائز شروع کردیا اور دخول نہیں ہوا، حالاں کہ زید کہتا ہے کہ اس نے خود مجھے بلا کر زنا کرایا ہے، ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟ (۵۹۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: جس عورت سے بیٹے نے زنا کیا وہ باپ پر حرام ہے، جیسا کہ شامی میں بحر سے منقول ہے: قال في البحر: أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع: حرمة المرأة علىٰ أصول الزّاني وفروعه نسبًا ورضاعًا وحرمة أصولها وفروعها على الزّاني نسبًا ورضاعًا إلخ [۴]

---

(۱) فيه: أنّه لا فرق بين الفاسد والباطل في النّكاح بخلاف البيع كما في نكاح الفتح والمنظومة المحبيّة. (ردّ المحتار: ۱۵۷/۵، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب في النّكاح الفاسد والباطل)

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۹۱/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

(۳) وتقدّم في باب المهر أنّ الدّخول في النّكاح الفاسد موجب للعدّة وثبوت النّسب. (ردّ المحتار: ۱۵۷/۵، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب في النّكاح الفاسد والباطل) ظفیر

(۴) ردّ المحتار: ۸۶/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

پس لفظ حرمة المرأة علىٰ أصول الزّاني سے معلوم ہوا کہ جس عورت سے پسر نے زنا کیا وہ باپ پر حرام ہے؛ لیکن چوں کہ زنا کا ثبوت گواہان شرعی سے نہیں ہے اور اقرار ایک شخص کا دوسرے پر حجت نہیں ہے تو اگر والد زید یعنی بکر اس فعل پسر کی تصدیق نہ کرے اور یہ کہے کہ یہ غلط ہے تو بکر ہندہ سے نکاح کرسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۳۴۷-۳۴۸)

جس عورت سے باپ بیٹے دونوں کا ناجائز تعلق رہا اُس سے ان میں سے کسی کا نکاح درست نہیں

سوال: (۵۵۹) ایک بیوہ کو زنا کا حمل ہے، زید، بکر اور عمرو غیرہ سے اس کا ناجائز تعلق پایا جاتا ہے، مگر یہ فیصلہ ذرا دشوار ہے کہ حمل کس کا ہے، لیکن اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ زید اور بکر دونوں میں باپ بیٹے کا رشتہ ہے، باقی عمرو غیرہ کے مابین کوئی شرعی رشتہ نہیں ہے، کیا اس بیوہ کا نکاح زید یا بکر کے ساتھ ہوسکتا ہے، اگر ناجائز ہے اور نکاح ہوجاوے تب کیا حکم ہے؟ متعاقدین کو کیا کرنا چاہیے؟ اور اس کی تدبیرِ تلافی یعنی کفارہ کیا ہے؟ (دیگر شرکاءِ جلسہ کسی جرم کے مرتکب ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو اس کی تدبیرِ تلافی یعنی کفارہ کیا ہے؟)[1] بیوہ کا نکاح کب اور کس کے ہمراہ ہونا چاہیے؟ (۱۰۶۹/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: اگر زید اور بکر دونوں باپ بیٹوں کا اس بیوہ سے ناجائز تعلق رہا یعنی زنا یا مس بالشہوۃ واقع ہوا تو اس بیوہ کا نکاح نہ زید سے ہوسکتا ہے اور نہ بکر سے؛ کیوں کہ مزنیۂ پسر باپ کے لیے حرام ہے، اور مزنیۂ پدر بیٹے کے لیے حرام ہے، اگر نکاح کسی سے ان دونوں میں سے ہوگیا ہے تو وہ باطل اور ناجائز ہے[2] فوراً ان میں تفریق کرا دینی چاہیے، اور عمرو غیرہ سے حسبِ قاعدہ اس کا نکاح کردیا جاوے، اور شرکاءِ جلسۂ نکاح کو اگر اس واقعہ کی خبر نہ تھی یا اُن کو مسئلہ معلوم نہ تھا تو ان پر

---

(۱) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۲) أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع: حرمة المرأة علىٰ أُصول الزّاني وفروعه نسبًا و رضاعًا، وحرمة أُصولها وفروعها على الزّاني نسبًا ورضاعًا كما في الوطوء الحلال. (ردّ المحتار: ۸۶/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

کچھ مواخذہ اور گناہ نہیں ہے، اور زید اور بکر سے جو گناہ ہوا اس سے توبہ کریں یہی ان کے گناہ کا کفارہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۶۴/۷-۳۶۵)

ماں بیٹی دونوں سے ناجائز تعلق ہو تو کسی سے نکاح نہیں کرسکتا

سوال: (۵۶۰) زید ایک مشتہاۃ سے محض التقائے ختانین کرتا ہے، اور اس کا ناجائز تعلق مادر مشتہاۃ سے ہے، اب زید مشتہاۃ مذکورہ سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۸۵۰ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **هٰذا إذا كانت حيّة مشتهاةً إلخ (الدّرّالمختار) قوله: (هٰذا) أي جميع ما ذكر في مسائل المصاهرة إلخ**[1] (شامی) پس صورت مذکورہ میں زید مشتہاۃ مذکورہ سے نکاح نہیں کرسکتا، اور نہ اس مشتہاۃ کی مادر سے نکاح کرسکتا ہے۔ فقط (۳۵۶/۷-۳۵۷)

مزنیہ کی لڑکی سے نکاح حرام ہے اور اگر لڑکی سے بھی وطی کرلے تو مزنیہ بھی حرام ہوگئی

سوال: (۵۶۱) ہندہ کے دو لڑکیاں ہیں، عزیز نے اہل محلّہ کے ذریعہ سے دختر کلاں کے نکاح کی درخواست کی ہندہ سے، ہندہ نے کہا کہ دختر خرد کا نکاح عزیز سے کرنے پر میں راضی ہوں، لیکن دختر کلاں کا نکاح عزیز سے کرنے پر میں راضی نہیں ہوں، چوں کہ ہندہ کی دختر کلاں بالغہ تھی اور عزیز کے ساتھ نکاح کرنے پر راضی تھی؛ اس لیے اس کا نکاح عزیز کے ساتھ ہونے لگا، جب ہندہ کو معلوم ہوا تو وہ نہایت غصہ سے مقام نکاح پر آگئی اور شور مچایا کہ یہ نکاح جائز نہیں، اس لیے کہ عرصے سے عزیز کے ساتھ میرا ناجائز تعلق رہا ہے، میری سب اولاد اسی کی ہے، بلکہ یہ بھی کہا کہ عزیز کا میری دختر کلاں سے بھی ناجائز تعلق ہے، اسی وجہ سے وہ عزیز کے ساتھ نکاح کرنے پر راضی ہوگئی ہے، عزیز نے کہا یہ بکواس کرتی ہے، میں تو ہندہ کو اپنی والدہ سمجھتا ہوں، الغرض نکاح ہوگیا، عزیز اور ہندہ اور عزیز کی منکوحہ ایک ہی گھر میں رہے، اب کچھ عرصے بعد عزیز ہندہ کی تصدیق کرتا ہے اور عزیز نے ایک عالم کے روبہ رو بیان دیا ہے کہ واقعی ہندہ سے میرا ناجائز تعلق تھا، پھر عزیز نے اپنی منکوحہ کا

---

(۱) **الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۸۸/۴-۸۹، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.**

نکاح بغیر طلاق دیے دوسرے سے کردیا، اور عزیز نے خود اپنی منکوحہ کی والدہ ہندہ سے نکاح کرلیا؛ ایسی حالت میں عزیز کا نکاح ہندہ سے جائز ہے یا نہیں؟ (۴۴۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **وفي الخلاصة: قيل له: ما فعلتَ بأمّ امرأتك؟ فقال: جامعتُها؛ تثبت الحرمة ولا يصدق أنّه كذب ولو هازلاً إلخ (الدّرّ المختار) قوله: (ولا يصدق أنّه كذب) أي عند القاضي، أمّا بينه وبين اللّٰه تعالىٰ إن كان كاذبًا فيما أقرّ لم تثبت الحرمة إلخ** [1] (شامی) پس معلوم ہوا کہ اس صورت میں قاضی اس کے اقرار کی تصدیق پر حکم حرمتِ مصاہرت کا کردے گا، اور عزیز کا نکاح اس صورت میں ہندہ کی دختر کے ساتھ جائز نہ ہوگا، لیکن اگر ہندہ کی دختر کے ساتھ عزیز نے وطی وغیرہ کی ہے تو پھر ہندہ سے بھی نکاح نہیں کرسکتا [2] اگرچہ عزیز سے ہندہ کی دختر کا نکاح فاسد ہوگیا بہ وجہ اقرارِ عزیز کے ساتھ زنا ہندہ کے، لیکن اگر وہ وطی کرچکا ہے تو بدون گزارنے عدت کے بعد متارکت کے دختر ہندہ کا نکاح دوسرے شخص سے درست نہیں ہے [3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۴۹-۳۵۰)

موطوءہ کی بیٹی سے نکاح کرنا حرام ہے

سوال: (۵۶۲) ایک مسلمان نے ایک ہندو عورت کو گھر میں رکھا ہے، اور اس کے ساتھ ایک جوان بیٹی بھی تھی، دونوں کو مسلمان کرکے دونوں کے ساتھ عیش کرنے لگا؛ چنانچہ لڑکی حاملہ ہوئی اور بچہ پیدا ہوا، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۱۷۵۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ماں کے ساتھ اگر صحبت کی ہے تو اس کی دختر کے ساتھ اب کسی حال میں نکاح نہیں ہوسکتا، اور اگر ماں کے ساتھ وطی نہیں کی تو اس کو علیحدہ کرکے اس کی دختر سے نکاح کرنا درست ہے۔

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۹۲-۹۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

(۲) وحرم أيضًا بالصّهرية أصل مزنيته، أراد بالزّنا الوطء الحرام. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۸۶، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۳) وبحرمة المصاهرة لايرتفع النّكاح حتّى لا يحلّ لها التّزوّج بآخر إلّا بعد المتاركة وانقضاء العدّة والوطء بها لايكون زنا. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۹۱، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

قال في الدّرّ المختار: وحرم بالمصاهرة بنت زوجته الموطوء ة إلخ (الدّرّ المختار) واحترز بالموطوء ة عن غيرها فلا تحرم بنتها بمجرّد العقد إلخ [۱] وفي الشّامي عن البحر: أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع: حرمة المرأة علىٰ أصول الزّاني وفروعه نسبًا و رضاعًا، وحرمة أصولها وفروعها على الزّاني نسبًا و رضاعًا إلخ [۲] فقط (۷/۳۶۲)

ساس سے زنا کے بعد بیوی ہمیشہ کے لیے حرام ہوجاتی ہے

سوال: (۵۶۳) ایک شخص اپنی ساس سے متہم ہوا ساتھ فعل شنیع کے، وہ شخص اب تک اپنے بیوی کے ہمراہ ہے، اگر اس کی زوجہ کا نکاح بعد عدت کے دوسرے سے کر دیا جائے پھر اس سے طلاق دلوا کر اس عورت کا نکاح پہلے شوہر سے کر دیا جائے تو درست ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۱۴۹۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر درحقیقت کسی شخص نے اپنی ساس کے ساتھ زنا کیا تو اس شخص کی زوجہ اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی، کسی وقت اس سے نکاح نہیں کرسکتا، اور علیحدہ کر دینا اپنی زوجہ کا اس کو واجب ہے [۳] لیکن جب تک وہ خود اقرار اس فعل کا نہ کرے یا دو گواہ عادل موجود نہ ہوں، اس وقت تک حکم حرمتِ مصاہرت کا نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۳۸-۳۳۹)

ساس کے ساتھ زنا کرنے سے بیوی ہمیشہ کے لیے حرام ہوجاتی ہے اور اس کے حلال ہونے کی کوئی صورت نہیں

سوال: (۵۶۴) کسی نے بیوی کی موجودگی میں سالی سے زنا کیا، بیوی اس پر حرام ہوئی

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۸۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.
(۲) ردّ المحتار: ۴/۸۶، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.
(۳) إذا فجر الرّجل بامرأة ثمّ تاب يكون محرما لابنتها لأنّه حرم عليه نكاح ابنتها على التّأبيد، وهٰذا دليل أنّ المحرمية تثبت بالوطء الحرام وبما تثبت به حرمة المصاهرة. (البحر الرّائق: ۳/۱۷۹، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفير

یا نہیں؟ اور اگر خوش دامن سے کسی نے زنا کیا تو بیوی حرام ہوئی یا نہیں؟ اگر حرام ہوگئی تو حلال ہونے کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟ (۳۳۴/۱۳۳۸ھ)

الجواب: سالی سے زنا کرنے میں زوجہ اس کی اس پر حرام نہیں ہوئی (۱) اور خوش دامن کے ساتھ زنا کرنے میں زوجہ اس کی اس پر حرام ہوگئی، پھر زوجہ کے حلال ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۴۴)

ساس سے زنا کرنے کے باوجود زوجہ کو رکھے رہا اور اولاد بھی ہوئی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۶۵) زید نے اپنی خوش دامن ہندہ سے زنا کیا، مسئلہ معلوم ہونے پر زید نے اپنی زوجہ کو چھوڑ دیا، اور اس فعل سے توبہ کی، پھر زید کی زوجہ نے زور دیا کہ میں مبلغ پانچ سو روپے مہر کا دعویٰ کروں گی، زید نے بہ سبب خوفِ مہر توبہ توڑ دی اور زوجہ کو رکھ لیا، کئی اولاد بھی ہوئی، ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟ اس کو امام مقرر کرنا کیسا ہے؟ اور نکاح زید کا باقی رہا یا نہ؟ اور مہر زید کے ذمہ واجب ہے یا نہ؟ (۱۳۰۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جب کہ زید نے اپنی زوجہ کو چھوڑ دیا اور اس کو علیحدہ کر دیا نکاح اس کا باطل ہوگیا، اور زید کو ایسا کرنا ضروری تھا یعنی اپنی زوجہ کو علیحدہ کرنا لازم تھا، پھر زید کا اس زوجہ کو رکھنا اور اس سے صحبت کرنا حرام ہے، اور اس کے بعد جو اولاد ہوئی اس کا نسب ثابت نہیں ہے، سابق کا مہر لازم ہے،

---

(۱) وطیء أخت امرأة لا تحرم علیه امرأته. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۸۸، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۲) والزّنا واللّمس والنّظر بشهوة یوجب حرمة المصاهرة إلخ، و أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع: حرمة المرأة علی أصول الزّاني وفروعه نسبًا و رضاعًا، وحرمة أصولها و فروعها علی الزّاني نسبًا و رضاعًا کما في الوطء الحلال. (البحر الرّائق: ۳/۱۷۳ و ۱۷۹، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

یعنی اگر وہ عورت موطوءۂ زید ہے تو مہرِ مثل واجب ہے۔ ویجب مهر المثل في نكاح فاسد إلخ [۱] (الدّرّ المختار) الغرض زید بہ حالت مذکورہ فاسق ہے امامت اس کی مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۷۷)

نواسے کی بیوی سے نانا نے زنا کیا تو وہ نواسے پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی

سوال: (۵۶۶) ایک شخص کی زوجہ سے اس کے نانا نے زنا کیا، اور گواہی بھی ہو چکی ہے، حرمتِ مصاہرت ثابت ہے یا نہیں؟ اور نکاح فسخ ہو چکا یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۱۴۲۵ھ)

الجواب: نانا کی مزنیہ اس شخص پر حرام ہوگئی، اس کو علیحدہ کرنا چاہیے۔ درمختار میں ہے کہ بدون متارکت یا تفریق قاضی کے نکاح فسخ نہ ہوگا۔ وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النّكاح إلخ، إلّا بعد المتاركة، وفي الشّامي: إلّا بعد تفريق القاضي أو بعد المتاركة إلخ [۲] قال في البحر: أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع: حرمة المرأة علىٰ أصول الزّاني وفروعه إلخ [۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۸۳)

زید کے باپ نے جب اُس کی بیوی سے زنا کیا تو زید کی بیوی اُس پر حرام ہوگئی

سوال: (۵۶۷) زید کے باپ نے زید کی زوجہ سے بدفعلی کی، اور زید نے بہ چشم خود دیکھا، آیا زید پر اس کی زوجہ حرام ہوئی یا نہ؟ بعد نکاح کے رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ ایک شخص نے جواب دیا کہ حرام نہیں؛ آیا یہ فتویٰ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۲۴۷/ ۱۳۳۷ھ)

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۰۲، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد

(۲) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۹۱-۹۲، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

(۳) ردّ المحتار: ۴/۸۶، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

الجواب: جب کہ زوجۂ زید سے زید کے باپ نے زنا کیا یا مس بالشہوت بلاحیلولت کیا وہ عورت زید پر حرام ہوگئی۔شامی میں ہے: **قال في البحر: أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع: حرمة المرأة علی أصول الزّاني وفروعه نسبًا ورضاعًا وحرمة أصولها وفروعها علی الزّاني نسبًا و رضاعًا كما في الوطء الحلال إلخ**[1] (شامی:۲/۳۷۹) پس بہ حکم ﴿وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۲) موطوءۃ الاب خواہ وطی نکاح سے ہو یا زنا سے، بیٹے کے لیے حرام ہوجاتی ہے۔اور شامی میں فتح القدیر سے منقول ہے: **و بقولنا قال مالك في رواية، وأحمد وهو قول عمر وابن مسعود وابن عبّاس في الأصحّ وعمران بن الحصين و جابر و أبيّ وعائشة وجمهور التّابعين كالبصريّ والشّعبيّ والنّخعيّ والأوزاعيّ وطاؤس ومجاهد وعطاء وابن المسيّب وسليمان بن يسار وحمّاد والثّوري وابن راهويه إلخ**[1] پس جس شخص نے فتویٰ حلت کا دیا اس نے خلاف کیا؛ ان تمام صحابہ جلیل القدر کا اور کبار تابعین کا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۳۳۷-۳۳۸)

بیٹے نے سوتیلی ماں سے زنا کیا تو وہ اس کے باپ پر حرام ہوئی یا نہیں؟

سوال: (۵۶۸) اگر کوئی شخص اپنے باپ کی زوجہ یعنی سوتیلی ماں سے زنا کرے تو وہ عورت اس کے باپ کے واسطے حلال رہے گی یا نہیں؟ (۸۶۴/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: وہ عورت باپ کے لیے حلال نہ رہے گی۔ **كما في ردّ المحتار: قال في البحر: أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع: حرمة المرأة علی أصول الزّاني وفروعه إلخ**[1] لیکن اگر ثبوت زنا کا شہادت شرعیہ سے نہ ہو اور باپ اس کو تسلیم نہ کرے تو پھر باپ کے ذمہ علیحدہ کرنا اس کا لازم نہیں ہے، اور اس کے حق میں حرمت ثابت نہ ہوگی[2] فقط واللہ اعلم (۷/ ۳۴۱)

---

(۱) ردّ المحتار: ۴/ ۸۶، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات .

(۲) وان ادّعت الشّهوة في تقبيله أوتقبيلها ابنه وأنكرها الرّجل فهو مصدّق لاهي (الدّرّ المختار) قوله: (فهو مصدّق) لأنّه ينكر ثبوت الحرمة والقول للمنكر. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/ ۹۲، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

اپنی لڑکی کے ساتھ زنا کرنے سے اس کی ماں ہمیشہ کے لیے حرام ہوجاتی ہے

سوال: (۵۶۹) ایک شخص زید نے اپنی حقیقی لڑکی کے ساتھ زنا کیا تو اب اس لڑکی کی والدہ زید کے نکاح میں رہے گی یا نہیں؟ (۱۲۴۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس لڑکی کی والدہ اس زانی پر ہمیشہ کو حرام ہوگئی اس کو علیحدہ کردینا لازم ہے، اور کبھی اس سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ وحرم أيضًا بالصّهرية أصل مزنيته إلخ. (الدّرّ المختار) وفي الشّامي عن البحر: وحرمة أصولها وفروعها على الزّاني إلخ[1] فقط واللہ اعلم (۳۹۱/۷)

سوال: (۵۷۰) ایک شخص نے اپنی حقیقی دختر سے زنا کیا اور حمل ہوگیا، دو ماہ کے بعد وہ حمل ضائع کرایا گیا، اس صورت میں اس شخص کی زوجہ اس پر جائز رہی یا نہیں؟ (۱۷۲۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں اس کی زوجہ اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی[2] لیکن اگر باپ اس فعل سے انکار کرے اور گواہان عادل زنا کے موجود نہ ہوں تو پھر حرمت ثابت نہ ہوگی۔ کما هو حكم الكتاب. فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۴۰/۷)

نابالغ سے جس عورت نے فعل بد کیا اس کی لڑکی سے اس لڑکے کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۷۱) ایک بیوہ عورت بالغہ نے ایک لڑکے نابالغ سے شہوت کے جوش میں فعل بد کیا، اس عورت کے ایک لڑکی ہے، اس لڑکے سے اس لڑکی کا نکاح ہوا، یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ (۱۱۴۶/۱۳۴۳ھ)

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۸۶/۴، کتاب النّکاح، باب المحرّمات.

(۲) إنّ النّظر إلى فرج ابنته بشهوة يوجب حرمة امرأته وكذا لو فزعت فدخلت فراش أبيها عريانةً فانتشر لها أبوها تحرم عليه أمّها. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۹۲/۴، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

الجواب: اگر وہ لڑکا نابالغ مراہق تھا یعنی قریب البلوغ جس کی عمر بارہ برس یا زیادہ کی تھی تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگئی، اور اس مزنیہ کی دختر سے نکاح اس لڑکے کا صحیح نہیں ہوا، اس کو علیحدہ کردینا چاہیے، اور اگر وہ لڑکا نابالغ بارہ برس کا نہ تھا یعنی مراہق نہ تھا تو حرمتِ مصاہرت اس سے ثابت نہیں ہوئی، اور مزنیہ کی دختر سے اس لڑکے کا نکاح صحیح ہوگیا، جیسا کہ درمختار میں ہے: **فلو جامع غير مراهق زوجة أبيه لم تحرم إلخ** (۱) **وفيه أيضًا: ومراهق ومجنون وسكران كبالغ إلخ (الدّرّ المختار) أي في ثبوت حرمة المصاهرة بالوطء أو المسّ إلخ** (۱) **(شامي)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۵۰-۳۵۱)

جس ہندو عورت سے زنا کیا ہے اس کی نومسلمہ لڑکی سے وہ نکاح نہیں کرسکتا

سوال: (۵۷۲) ایک ہندو عورت مزنیہ سے ایک مسلمان مرد کا ناجائز تعلق تھا، پھر اسی عورت کی لڑکی سے بھی جو ہندو شوہر سے پیدا ہے اسی مرد مسلمان کا ناجائز تعلق پیدا ہوگیا، یعنی جو کہ ہر دو عورت پر زنا کے لفظ سے محمول کیا جاتا ہے، اگر وہ لڑکی اسلام قبول کرے تو وہ مرد اس لڑکی سے از روئے شریعت نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۴۲۳/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اس لڑکی سے نکاح نہیں کرسکتا؛ کیوں کہ مزنیہ کی دختر ہمیشہ کے لیے زانی پر حرام ہے، **كذا في الشّامي عن البحر إلخ** (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۶۹)

---

(۱) **الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۸۹-۹۱، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.**

لا بدّ في كلّ منهما من سنّ المراهقة وأقلّه للأنثى تسع وللذّكر اثنا عشر لأنّ ذٰلك أقلّ مدّة يمكن فيها البلوغ كما صرّحوا به في باب بلوغ الغلام. (حوالہ بالا)

(۲) **أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع: حرمة المرأة علٰى أصول الزّاني وفروعه نسبًا و رضاعًا، و حرمة أصولها و فروعها على الزّاني نسبًا و رضاعًا كما في الوطء الحلال. (ردّ المحتار: ۴/۸۶، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات)** ظفیر

دو عادل مرد زنا کی گواہی دیں تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی یا نہیں؟

سوال: (۵۷۳) اگر دو شخص عادل شہادت دیں کہ ہم نے زید کو ہمراہ ہندہ زنا کرتے دیکھا، کیا اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوکر مزنیہ کی دختر زانی پر حرام موافق عبارت فتاویٰ عالمگیریہ ہے: **ومنها الشّهادة بغير الحدود والقصاص وما يطّلع عليه الرّجال وشرط فيها شهادة رجلين أو رجل وامرأتين إلخ** (۱) **لقوله تعالىٰ: ﴿وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ﴾** (سورۂ بقرہ، آیت:۲۸۲) اور بہ عبارت درمختار: **و .... لغيرها من الحقوق .... رجلان .... أو رجل وامرأتان** (۲) یا موافق آیت کریمہ: **﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الآية﴾** (سورۂ نور، آیت:۴) کے چار مرد کی شہادت ضروری ہے، اور نکاح زید بہ دختر مزنیہ جائز ہے؟
(۱۳۳۹/۲۷۲۴ھ)

الجواب: یہ صحیح ہے کہ حرمتِ مصاہرت کے اثبات کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت مقبول ہے، جیسا کہ اقرار باللمس والتقبیل عن شہوۃ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے ثابت ہوجاتا ہے۔ درمختار میں ہے: **وتقبل الشّهادة على الإقرار باللّمس والتّقبيل عن شهوة إلخ** (۳) اور یہی منشا ہے عبارت عالمگیریہ و درمختار کا، مگر صورتِ مسئولہ میں شہادت زنا کی ہے، اور ظاہر ہے کہ وہ ثابت نہیں ہوا، بلکہ ایسی صورت میں شہود پر حدِ قذف جاری ہوتی ہے، اور وہ شرعًا کاذب شمار ہوتے ہیں تو جب کہ زنا ثابت نہ ہوا تو حرمتِ مصاہرت بھی ثابت نہ ہوگی، کیوں کہ یہ شہادت حرمتِ مصاہرت پر نہیں ہے، بلکہ زنا پر ہے اور وہ ثابت نہیں ہوا اور گواہ جھوٹے قرار پائے۔ **قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿لَوْلَا جَآءُوْا عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴾** (سورۂ نور، آیت:۱۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۷۴/۷)

---

(۱) الفتاوى الهندية: ۳/۴۵۱، كتاب الشّهادات، قبيل الباب الثّاني في بيان تحمّل الشّهادة وحدّ أدائها إلخ.

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۸/۱۵۸، كتاب الشّهادات.

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۹۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

حرمتِ مصاہرت کے لیے کتنے گواہ ضروری ہیں؟

سوال: (۵۷۴) ثبوتِ حرمتِ مصاہرت کے لیے کتنی شہادتوں کی ضرورت ہے؟ اگر کسی شخص کو چند اشخاص نے منفرداً متفرق اوقات میں اپنی خوش دامن سے بدفعلی کرتے ہوئے دیکھا ہو تو اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی یا نہیں؟ کیا ثبوتِ زنا کی طرح اس کے واسطے بھی چار شاہدوں کے اجتماعاً دیکھنے کی ضرورت ہے؟ (۹۱/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: **ونصابها للزّنا أربعة رجال ...... ولو علّق عتقه بالزّنا وقع برجلين ولا حدَّ إلخ و ...... لغيرها من الحقوق سواء كان الحقّ مالاً أو غيره كنكاحٍ وطلاقٍ و وكالةٍ إلخ رجلان ...... أو رجل وامرأتان إلخ** [1] (درمختار) پس اس صورت میں حرمتِ مصاہرت ثابت ہوجاوے گی، کیوں کہ حرمتِ مصاہرت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے ثابت ہوجاتی ہے، اگرچہ زنا کا ثبوت اور حد کا جاری کرنا اس سے نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم (۷/ ۳۹۱)

وضاحت: اس مسئلے اور سابقہ مسئلے میں بہ ظاہر تعارض نظر آ رہا ہے؛ کیوں کہ سابقہ مسئلے میں زنا کے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے مصاہرت کو بھی ثابت نہیں مانا ہے، جب کہ یہاں مصاہرت کو ثابت مانا گیا ہے، اگرچہ زنا یہاں بھی ثابت نہیں ہے ——— مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعارض محض ظاہری ہے، حقیقی اعتبار سے دونوں مسئلوں میں کوئی تعارض نہیں ہے، اور چوں کہ دونوں مسئلوں کی نوعیت اور بنیاد الگ الگ ہے؛ لہٰذا صورت ایک جیسی ہونے کے باوجود دونوں کا حکم الگ الگ ہے ——— اور وجہ فرق یہ ہے کہ پہلے مسئلے میں اصل مدعا زنا ہے، یعنی دعویٰ کرنے والے نے زنا کا دعویٰ کیا ہے، اور ظاہر ہے کہ شہادت بھی زنا ہی پر پیش کی ہے، اور زنا کے سلسلے میں صراحت ہے کہ اُس کے ثبوت کے لیے چار گواہ ضروری ہیں، اور یہ بھی صراحت ہے کہ اگر گواہوں کا یہ نصاب مکمل نہ ہو تو سبھی گواہ جھوٹے قرار پائیں گے اور اُن پر حدِ قذف بھی جاری ہوگی؛ لہٰذا پہلے مسئلے میں دعویٰ زنا کا تھا اور گواہوں کا نصاب اس دعوے پر تام نہ ہونے کی وجہ سے سبھی گواہ جھوٹے قرار پائے اور جو بنیادی دعویٰ تھا وہی کالعدم ہوگیا؛ لہٰذا حرمتِ مصاہرت کو آخر کس بنیاد پر ثابت مانا جائے گا؟!

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۸/ ۱۵۶-۱۵۸، کتاب الشّهادات.

کیوں کہ جو اصل بنیاد تھی وہی کالعدم ہوگئی ــــــ برخلاف دوسرے مسئلے کے کہ اُس میں اصل مدعا حرمتِ مصاہرت ہے، اور شہادت بھی حرمت مصاہرت کے اثبات کے لیے دی گئی ہے نہ کہ زنا کو ثابت کرنے کے لیے، اور حرمتِ مصاہرت کے سلسلے میں مذکور ہے کہ وہ دو گواہوں سے بھی ثابت ہوجاتی ہے؛ لہٰذا اس صورت میں حرمتِ مصاہرت ثابت مانی گئی؛ البتہ چوں کہ گواہ چار سے کم ہیں؛ لہٰذا زنا اور اُس کی حد اس سے ثابت نہیں ہوئی ــــ گویا پہلے مسئلے میں اصل مدعا زنا ہے؛ اسی وجہ سے چار سے کم گواہ کالعدم قرار پائے، اور دوسرے مسئلے میں مدعا حرمتِ مصاہرت ہے؛ لہٰذا دو گواہ سے بھی وہ ثابت ہوگئی۔ واللہ اعلم۔ محمد حبان بیگ قاسمی

حرمتِ مصاہرت کے جب گواہ شرعی نہ ہوں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۷۵) ایک شخص نے اپنی دختر کی شادی ایک لڑکے سے کردی، وہ لڑکا گزر گیا، پھر اس نے اپنی لڑکی کا نکاح شوہر متوفی کے چھوٹے بھائی سے کردیا، لڑکی کئی مرتبہ سسرال گئی؛ لیکن اب جانے سے انکار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ میرے ساتھ میرے خسر نے زنا بالجبر کیا ہے، میں وہاں نہیں جاسکتی، اور اس کی نند بھی گواہی زنا کی دیتی ہے، اس لڑکی کا نکاح بغیر طلاق کے دوسری جگہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور اس لڑکی کا اقرار بالزنا اور اس کی نند کی گواہی سے حرمت ثابت ہوسکتی ہے یا نہیں؛ حالاں کہ وہ طلاق نہیں دیتا؟ (۲۵۶۶/۱۳۳۹ھ)

الجواب: محض اس لڑکی اور اس کی نند کے اقرار سے شوہر کے حق میں حرمت ثابت نہیں ہوئی، اور اس عورت پر طلاق واقع نہیں ہوئی [1] بدون طلاق دینے شوہر کے اور بدون عدت گزارنے کے دوسری جگہ نکاح اس لڑکی کا جائز نہیں ہے [2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۶۶/۷)

(۱) وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النّكاح حتّى لا يحلّ لها التزوّج بآخر إلّا بعد المتاركة وانقضاء العدّة والوطء بها لا يكون زنا (الدّرّ المختار) أي الوطء الكائن في هٰذه الحرمة قبل التّفريق والمتاركة لا يكون زنا، قال في الحاوي: والوطء فيها لا يكون زنا لأنّه مختلف فيه، وعليه مهر المثل بوطئها بعد الحرمة ولا حدّ عليه ويثبت النّسب إلخ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۹۱-۹۲، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۲) وأمّا نكاح منكوحة الغير ومعتدّته ...... لأنّه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (ردّ المحتار: ۴/۲۰۳، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد) ظفیر

عورت کہے کہ خسر نے زنا کیا اور شوہر انکار کرے اور گواہ نہ ہوں تو حرمت ثابت ہوگی یا نہیں؟

سوال: (۵۷۶) ایک عورت نے دعوی کیا ہے کہ میرے خسر نے میرے ساتھ زنا کیا ہے، اس لیے میں اپنے خاوند پر حرام ہوں، خاوند کا جواب یہ ہے کہ عورت بالکل جھوٹی ہے، میرا والد متقی ہے اور پرہیزگار ہے، وہ ایسا ناشائستہ کام نہیں کرسکتا، اور خسر بھی بالکل منکر ہے، اور عورت کے پاس کوئی گواہ بھی نہیں ہے، آیا وہ عورت اپنے خاوند پر اس صورت میں حرام ہے یا نہیں؟ (۵۲۰/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اس صورت میں حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی، اور عورت مذکورہ اپنے شوہر کے نکاح میں ہے، اور وہ عورت اپنے شوہر پر حرام نہیں ہوئی، عورت کا قول شرعًا جھوٹا ہے۔ **لقولہٖ علیه الصّلاة والسّلام: البيّنة على المدّعي واليمين علىٰ من أنكر**[1] فقط واللہ اعلم (۳۸۲/۷)

بیٹے کی بیوی کا دعویٰ ہے کہ خسر نے میرے ساتھ زنا کیا تو خسر انکار کرتا ہے کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۷۷) زینب نے دعویٰ کیا کہ میرے خسر نے میرے ساتھ زنا کیا شب کے وقت، اور کوئی شاہد نہیں، زینب قسم کھاتی ہے اور اس کا خسر انکار کرتا ہے تو قولِ زینب معتبر ہے یا نہیں؟ (۴۳۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: بدون شہادت معتبرہ کے مجرد؛ قولِ زینب اس کے شوہر کے حق میں معتبر نہ ہوگا[2] یعنی وہ عورت اپنے شوہر سے علیحدہ نہ کی جاوے گی بلکہ اگر زینب اور اس کا خسر یعنی زانی اور مزنیہ

---

(۱) مشكاة المصابيح، ص:۳۲۶، كتاب الإمارة والقضاء، باب الأقضية والشّهادات، الفصل الأوّل، عن ابن عبّاس مرفوعًا.

(۲) إن ادّعت الشّهوة في تقبيله أو تقبيلها ابنه وأنكرها الرّجل فهو مصدّق لاهي. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۹۲/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

دونوں مقرِ زنا کے ہوں اور شوہر اس کو تسلیم نہ کرے، اور شہادت معتبرہ موجود نہ ہو تو شوہر کے حق میں حرمت ثابت نہ ہوگی (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۳۶)

خسر نے زنا کیا مگر نہ گواہ ہیں اور نہ وہ اقرار کرتا ہے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۷۸) مسماۃ ہندہ کا حلفیہ بیان ہے کہ ایک روز جب کہ وہ اور اس کا خسر زید اکیلے تھے خسر نے کہا کہ آؤ چاپی (پاؤں دبانا) کریں، جس پر ہندہ نے خسرِ خود کو چاپی کرنا شروع کیا، اسی اثناء میں خسر نے بہ نیت بد مغلوب الشہوۃ ہو کر اس کو بوس و کنار کرنا شروع کیا، یہ بھی چوں کہ جوان تھی اس پر بھی شہوت غالب آ گئی، زید نے اس سے زنا کیا، اس کے بعد ہر دو اسی طرح فعل بد کرتے رہے، اب وہ حاملہ ہے، یعنی ہندہ کو حمل ہو گیا ہے جو زید کا ہے، اس عرصے میں اس کا خاوند عمر اس کے نزدیک نہیں آیا، عمر زوجِ ہندہ کا حلفیہ بیان ہے کہ مجھے میری والدہ نے بتلایا کہ اس کا والد زید ہندہ کے ساتھ بدفعلی کرتا ہے، آخر کار عمر نے ایک روز اپنے والد زید کو اپنی زوجہ ہندہ کی کلائی پکڑے ہوئے دیکھا؛ اور کچھ نہیں دیکھا، اور میں نے اپنے والد کو کئی مرتبہ اپنی عورت سے چاپی کراتے دیکھا ہے عمر کے بھائی بکر کا بیان ہے کہ میں نے کئی مرتبہ اپنے والد زید کو اپنی بھاوج ہندہ سے چاپی کراتے دیکھا ہے، زید کا بیان ہے کہ میں ہندہ سے چاپی ضرور کرایا کرتا تھا، لیکن اور تمام باتیں لغو اور جھوٹ ہیں علاوہ ازیں کوئی چشم دید شہادت نہیں ہے، اس صورت میں حرمتِ مصاہرت ثابت ہے یا نہیں؟

(۴۳۹/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس صورت میں بہ قاعدۂ شرعیہ حرمتِ مصاہرت بہ حق عمر ثابت نہیں ہے، کیوں کہ کوئی شہادت مس بالشہوت یا تقبیل بالشہوت یا زنا کی نہیں ہے، اور کلائی پکڑے ہوئے دیکھنا عمر کا یا چاپی کراتے دیکھنا مستلزم مس بالشہوت کو نہیں ہے، پس جب کہ زید مس بالشہوت کا انکار کرتا ہے

---

(۱) وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن يصدّقها أويقع في أكبر رأيه صدقها وعلىٰ هٰذا ينبغي أن يقال في مسّہٖ إيّاها: لا تحرم علىٰ أبيه وابنه إلّا أن يصدّقها أو يغلب علىٰ ظنّهٖ صدقها، ثمّ رأيت عن أبي يوسف ما يفيد ذٰلك. (البحر الرّائق: ۳/۱۷۷، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

تو محض عمر کا چاپی کراتے دیکھنے سے مس بالشہوت ثابت نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے: **وفي المسّ لا تحرم ما لم تعلم الشّهوة لأنّ الأصل في التّقبيل الشّهوة بخلاف المسّ إلخ** (۱) **وفي الشّامي: ولم يذكر المسّ وقدّمنا عن الذّخيرة أنّ الأصل فيه عدم الشّهوة مثل النّظر فيصدّق إذا أنكر الشّهوة إلخ** (۱) اور بیان عورت کا شوہر کے حق میں مفید حرمت نہیں ہے، کیوں کہ اقرار حجتِ قاصرہ ہے؛ دوسرے شخص کے اوپر اس کے اقرار سے حرمت ثابت نہ ہوگی۔ درمختار میں ہے: **وإن ادّعت الشّهوة في تقبيله أو تقبيلها ابنه وأنكرها الرّجل فهو مصدّق إلخ (الدّرّ المختار) أي ادّعت الزّوجة أنّه قبّل أحد أصولها أو فروعها بشهوة أو أنّ أحد أصولها أو فروعها قبّله بشهوة إلخ، قوله: (فهو مصدّق) لأنّه ينكر ثبوت الحرمة، والقول للمنكر إلخ** (۱) **(شامي) وفيه بعد أسطر: وكذا إذا أقرّ بجماع أمّها قبل التّزوّج لا يصدّق في حقّها فيجب كمال المسمّى لو بعد الدّخول ونصفه لو قبله إلخ** (۱) ان عبارات سے واضح ہے کہ عورت کا قول شوہر کے حق میں اور مرد کا قول عورت کے بارے میں مسموع نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۸۴-۳۸۵)

بیوی نے کہا کہ میرے ساتھ شوہر کے باپ (خسر) نے زنا کیا تو حرمت ثابت ہوئی یا نہیں؟

سوال: (۵۷۹) ایک شخص نے اپنی زوجہ کو بلا عذر شرعی غسل کرتے دیکھا، باعث پوچھنے پر منکوحہ نے جواب دیا کہ تیرے والد نے مجھ سے زنا کیا، اس صورت میں وہ منکوحہ اس شخص پر حرام ہوگئی یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۱۰۴۴ھ)

الجواب: صرف عورت کے کہنے سے شوہر کے حق میں حرمت ثابت نہ ہوگی، البتہ اگر شوہر اس کی تصدیق کرے تو اپنی منکوحہ کو علیحدہ کردیوے (۲) فقط واللہ اعلم (۷/۳۴۲-۳۴۳)

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۹۱-۹۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

(۲) وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن يصدّقها أو يقع في أكبر رأيه صدقها، وعلىٰ هٰذا ينبغي أن يقال في مسّه إيّاها: لاتحرم علىٰ أبيه وابنه إلاّ أن يصدّقها أويغلب علىٰ ظنّه صدقها (البحر الرّائق: ۳/۱۷۷، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفير

باپ جس سے شادی کرنا چاہتا ہے لڑکا کہتا ہے اس سے میں نے زنا کیا ہے باپ اور عورت انکار کرتے ہیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۸۰) ایک شخص کا بیان ہے کہ جس عورت سے میرا باپ شادی کرنا چاہتا ہے وہ میری مزنیہ ہے، اور عورت اور اس کا باپ اس کی تصدیق نہیں کرتے؟ (۹۶۴/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: اس صورت میں بیان اس شخص کا لغو ہے اور شرعاً غیر معتبر ہے، نکاح درست ہے (۱)
فقط واللہ اعلم (۳۵۷/۷)

لوگ ساس کے ساتھ داماد کے ملوث ہونے کو بتائیں اور وہ خود منکر ہو تو کیا حکم ہے؟ اور مفتی کیا کرے؟

سوال: (۵۸۱) ایک شخص نے نکاح کیا ہے، منکوحہ کی عمر ۱۶ سال ہے، دو شخص مدعی ملاّ صاحب کے پاس جا کر بیان کرتے ہیں کہ یہ نکاح جائز نہیں؛ کیوں کہ ہم نے ناکح سے سنا ہے کہ اس نے منکوحہ کی والدہ متوفیہ سے زنا کیا تھا، ملاّ صاحب نے ناکح کو بلا کر دریافت کیا، وہ حلف سے انکاری ہے کہ میں نے والدہ منکوحہ کے ساتھ زنا نہیں کیا؛ یہ مجھ پر تہمت لگائی جاتی ہے، ملاّ صاحب نے مدعیان سے حلف اٹھوا کر یہ فتویٰ دیا ہے کہ یہ نکاح جائز نہیں اور جو اس مجلس نکاح میں شریک تھے ان کے نکاح جاتے رہے، چنانچہ چار شخصوں کے دوبارہ نکاح پڑھائے گئے، کیا نکاح مذکور واقعی ناجائز ہوا یا کیا حکم ہے؟ (۱۸۰۹/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: مفتی فتویٰ دیانت پر دیتا ہے، وہ قاضی نہیں ہے کہ شہادت کو سنے اور حلف دیوے،

---

(۱) وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن يصدّقها أويقع في أكبر رأيه صدقها وعلٰى هٰذا ينبغي أن يقال في مسّه إيّاها: لا تحرم علٰى أبيه وابنه إلّا أن يصدّقها أو يغلب علٰى ظنّه صدقها، ثمّ رأيت عن أبي يوسف ما يفيد ذٰلك. (البحر الرّائق: ۱۷۷/۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات)

یہ کام قاضی کا ہے، پس ملا صاحب کو بھی یہ فتویٰ دینا نہ چاہیے تھا کہ نکاح جائز نہیں ہوا؛ کیوں کہ جب شوہر منکر ہے زنا سے تو عند اللہ اس کی زوجہ اس پر حرام نہیں ہوئی (۱) ملاّ صاحب کو لازم تھا کہ جب شوہر زنا کا اقرار نہیں کرتا تو فتویٰ حرمت کا نہ دیتے، اور جب کہ وہ عورت منکوحہ اس پر حرام نہیں ہے تو شرکاءِ مجلس نکاح کے اوپر بھی کوئی مواخذہ نہیں ہے، اور تجدیدِ نکاح کی تو کسی حال بھی ضرورت نہ تھی؛ کیوں کہ تجدیدِ نکاح بہ وجہ مرتد ہو جانے کے لیے لازم ہوتی ہے، اور شرکاءِ مجلس اور شوہر کے ارتداد کا حکم کسی طرح اس صورت میں نہیں ہوسکتا، یہ ان ملاّ صاحب کے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ فقط واللہ اعلم (۳۷۱/۷-۳۷۲)

ساس داماد پر زنا کا الزام لگاتی ہے اور داماد منکر ہے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۸۲) مسٹر شفیع نے اپنی ساس کے ساتھ زنا کیا، لیکن شفیع نے لوگوں کے سامنے زنا سے انکار کیا، اور اس کی ساس برابر کہتی رہی کہ میرے داماد نے مجھ سے زنا کیا، اور شفیع نے بھی ایک شخص کے سامنے اقرار کیا، ایسی صورت میں شفیع کا نکاح ٹوٹ گیا یا قائم ہے؟ (۳۲۸/۱۳۳۹ھ)

الجواب: جب کہ شفیع زنا سے منکر ہے، اور شہادتِ شرعیہ موجود نہیں ہے تو اس کی زوجہ اس پر حرام نہ ہوگی (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۷۲/۷)

سوتیلی ماں کے ساتھ لڑکا زنا کا اقرار کرے اور والدین انکار نیز گواہ بھی نہ ہوں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۸۳) زید پر اپنے باپ کی منکوحہ یعنی سوتیلی ماں سے زنا کا شبہ ہوا، مسجد میں چند اشخاص نے زید سے دریافت کیا اور دھمکایا، بلکہ ایک شخص نے زید کے مُنہ پر تھپڑ بھی مارا، مگر زید نے اقبال نہیں کیا، پھر زید کو ایک مولوی صاحب نے جو متقی خدا پرست ہیں؛ علیحدہ حجرہ میں بلا کر نہایت

---

(۱) وإن ادّعت الشّهوة في تقبيله أو تقبيلها ابنه وأنكرها الرّجل فهو مصدّق لاهي (الدّرّ المختار) قوله: (فهو مصدّق) لأنّه ينكر ثبوت الحرمة والقول للمنكر. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۹۲/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

شفقت سے دریافت کیا کہ آیا واقعی تمہارا ناجائز تعلق تمہاری سوتیلی ماں سے ہے؟ زید نے اقبال کیا، مولوی صاحب نے چند اشخاص کو بلا کر زید کا اقبال سنوا دیا، صبح کو زید نے ایک اپنے ہم عمر لڑکے سے بیان کیا کہ میں نے جورات کو اقبالِ زنا کیا ہے وہ ڈر سے کیا ہے، دراصل میرا کوئی گناہ نہیں، زید نوخیز لڑکا ہے جس کی عمر سولہ سال کی ہے، اس کی سوتیلی ماں جوان ہے جو صاحبِ اولاد ہے، وہ زید کو اپنا بیٹا کہتی ہے، زید اس کو مائی کہتا ہے، زید خود شادی شدہ ہے، عورت اس کے گھر میں ہے، سب ایک ہی گھر میں رہتے ہیں، زید کی بیوی جب کبھی اپنی سوتیلی ساس سے لڑتی جھگڑتی ہے تو اس کو زید کی تہمت دیتی ہے، شہادت چشم دید زنا یا بوس و کنار وغیرہ کے متعلق کوئی نہیں، وہ زید کا اقبال جو مولوی صاحب کے رو بہ رو کیا جسے چند آدمی نے سنا، اس جرم کے ارتکاب کا ثبوت ہے۔

سوال یہ ہے کہ زید کی سوتیلی ماں اس کے والد پر حرام ہوگئی یا نہیں؟ اور اس قدر ثبوت پر اہلِ اسلام زید اور اس کے باپ سے کھانا پینا ترک کرسکتے ہیں یا نہیں؟ (۳۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: زید کی سوتیلی ماں اور زید کا باپ جب کہ زید کے اس فعلِ زنا و مس بالشہوت کا اقرار نہیں کرتے اور شہادتِ شرعیہ موجود نہیں ہے، تو محض زید کے اقرار کرنے سے زید کی سوتیلی ماں زید کے باپ پر حرام نہیں ہوئی، ظاہر ہے کہ زید کا اقرار اس کی والدہ وغیرہ کے حق میں معتبر نہیں ہوسکتا ہے اور یہ امر مسلّم عند الفقہاء ہے کہ ایک شخص کا اقرار دوسرے کے حق میں معتبر نہیں ہوتا، پس زید کے باپ کا کھانا پینا علیحدہ کرنا اور اس کو چھوڑنا درست نہیں، اور زید کا یہ اقرار باوجود تکذیب کرنے اس کی سوتیلی ماں اور والد کے محض کذب اور بہتان ہے، جس کے مطالبہ کا حق اس کی سوتیلی ماں کو ہے جس کو تہمت لگائی گئی، اور جب کہ اس کو کچھ مطالبہ نہ ہو تو دوسروں کو کچھ حق مطالبہ کا نہیں۔ **وكذا إذا أقرّ بجماع أمّها قبل التزوّج لايصدّق في حقّها** [1] (شامي: ۲/۳۹۰) **وإن ادّعت الشّهوة في تقبيله أو تقبيلها ابنه وأنكرها الرّجل فهو مصدّق لاهي (الدّرّ المختار) وقال في الشّامي: لأنّه ينكر ثبوت الحرمة والقول للمنكر** [2] (شامي: ۲/۳۸۹) فقط واللہ اعلم (۷/۳۶۰-۳۶۱ و ۷/۳۸۹-۳۹۱) [3]

---

(۱) ردّ المحتار: ۴/۹۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

(۲) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۹۲، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

(۳) یہ سوال و جواب اور مطبوعہ فتاویٰ جلد ۷/ ۳۸۹-۳۹۱، سوال نمبر: ۶۴۴ کے بعینہٖ مکرر ہونے کی وجہ سے ایک کو حذف کردیا ہے۔

لڑکا اپنی سوتیلی ماں سے زنا کا اقرار کرے اور کوئی گواہ نہ ہوتو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۸۴) ایک لڑکا اس بات کا مقر ہے کہ میں نے اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ جماع کیا ہے، لیکن کسی نے اس کو ایسا کرتے نہیں دیکھا، اس صورت میں وہ عورت شوہر پر حرام ہے یا حلال؟ (۳۹۴/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: لڑکے کا اقرار باپ اور اس کی زوجہ کے حق میں معتبر نہیں ہے، باپ پر اس کی زوجہ حرام نہ ہوگی۔ **قال في ردّ المحتار: وكذا إذا أقرّ بجماع أمّها قبل التّزوّج لايصدّق في حقّها إلخ** [1] پس جب کہ خود شوہر کا اقرارِ جماعِ اُمِ زوجہ؛ زوجہ کے حق میں معتبر نہیں ہے تو بیٹے کا اقرار والدین کے بارے میں بھی معتبر نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم (۳۴۲/۷)

زانی اور مزنیہ زنا کا انکار کرتے ہیں اور گواہ صرف ایک ہوتو کیا کرنا چاہیے؟

سوال: (۵۸۵) زید وحلیمہ پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ یہ آپس میں زنا کرتے ہیں، اس واسطے دختر حلیمہ کی زید پر حرام ہوچکی ہے، لیکن زید وحلیمہ زنا کرنے سے انکار کرتے ہیں، ثبوت میں ایک شخص شہادت دیتا ہے کہ چند دفعہ ایک ہی مکان میں زید وحلیمہ کو شب باشی کرتے ہوئے دیکھا ہے، ایک گواہ بیان کرتا ہے کہ زید وحلیمہ کو بات چیت کرتے ہوئے دیکھا ہے، لیکن بہ چشم خود زنا کرتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا، اس صورت میں حرمتِ مصاہرت ثابت ہے یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے کہ زید نے زنا کا اقرار بھی کیا ہے؟ (۲۷۵/۱۳۳۹ھ)

الجواب: قرائن مذکورہ جو بیان کیے جاتے ہیں ان سے زنا کا ثبوت نہیں ہوسکتا، البتہ اقرار زید کا اگر دو گواہ عادل مسلمانوں سے ثابت ہوجاوے تو موجبِ حرمتِ مصاہرت ہے، یعنی باوجود

---

(۱) ردّ المحتار: ۹۳/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

اس اقرار کے زید کا نکاح حلیمہ کے ساتھ جائز نہیں ہے، اور اقرارِ زنا کے بعد زید کا انکار اس کے حق میں معتبر نہیں ہے۔ جیسا کہ درمختار میں خلاصہ سے منقول ہے: قيل له: ما فعلتَ بأمّ امرأتك؟ فقال: جامعتها، تثبت الحرمة و لا يصدق أنّه كذب و لو هازلاً إلخ[1] فقط (۳۵۳/۷)

بیٹی باپ پر بدنیتی کا الزام لگاتی ہے، باپ منکر ہے اور گواہ نہیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۸۶) فصاحت کی حقیقی بیٹی نے بیان کیا کہ میرے باپ نے مجھ پر بدنیتی سے ہاتھ چلایا، لیکن فصاحت سختی سے انکار کرتا رہا تو فصاحت کا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں؟ لوگوں نے اس کو اپنی قربانی سے علیحدہ کر دیا، اور جب اس نے علیحدہ قربانی کر کے گوشت تقسیم کیا تو کسی نے نہیں لیا؛ تو وہ گنہ گار ہوئے یا نہ؟ (۱۳۳۹/۳۲۸ھ)

الجواب: (فصاحت)[2] کا نکاح اس صورت میں قائم ہے، اور چوں کہ (فصاحت)[2] منکر ہے، اور اس کی تکذیب شہود عدول سے ثابت نہیں ہے، اس لیے حرمتِ مصاہرت اس صورت میں ثابت نہ ہوگی، پس (فصاحت)[2] کے ساتھ متارکت کرنا اور اس کو شریک قربانی نہ کرنا اور اس کے دیے ہوئے گوشت قربانی کو نہ لینا اور اس کو ناجائز سمجھنا ناجائز اور معصیت ہے۔ فقط واللہ اعلم (۳۷۲/۷-۳۷۳)

لڑکے کی بیوی کو شہوت سے چھوا مگر دو عادل گواہ نہیں ہیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۸۷) ایک شخص اپنے لڑکے کی بیوی کے پاس زنا کرنے کی نیت سے دو رات گیا،

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۹۲/۴-۹۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

(۲) رجسٹر نقولِ فتاویٰ میں تینوں جگہ (فصاحت) کی جگہ ''حیدر علی'' ہے، اس کو مفتی ظفیر الدین صاحب نے سوال کے پیشِ نظر بدلا ہے۔۱۲

جب دوسری رات شخصِ مذکور بیوی مذکورہ کے سینے کی طرف ہاتھ لے جانے لگا تو عورت نے نیند سے بیدار ہو کر شور کیا، لوگ جمع ہو گئے اور یہ فعل ایک مولوی کے سامنے ثابت ہو گیا، اس وقت وہ مولوی ان باتوں سے انکار کر رہے ہیں؛ شرعاً کیا حکم ہوگا؟ (۸۹۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اگر وہ شخص یا اس کا پسر مس بالشہوۃ سے انکار کرے اور دو مرد عادل یا ایک مرد اور دو عورتوں عدول کی شہادت سے مس بالشہوۃ ثابت نہ ہو تو حرمتِ مصاہرت اس صورت میں ثابت نہ ہوگی؛ کیوں کہ حرمتِ مصاہرت ان حقوق میں سے ہے جس میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت کی ضرورت ہے، درمختار میں ہے: و ...... **لغيرها من الحقوق سواء كان الحقّ مالاً أو غيره كنكاح وطلاق إلخ رجلان ...... أو رجل وامرأتان إلخ** (۱) **وفي باب المحرّمات منه: وإن ادّعت الشّهوة إلخ، وأنكرها الرّجل فهو مصدّق لا هي** (۲) (درّمختار ملخّصًا) فقط (۷/ ۳۲۸-۳۲۹)

اپنی بہو کو برہنہ کر کے سوائے جماع کے سب کیا اور صرف ایک عورت گواہ ہے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۸۸) نھو نے اپنے بیٹے فتو کی زوجہ سے فعل ناجائز کرنا چاہا، اور زوجۂ فتو پر نھو اس قدر قادر ہو گیا کہ اس کو ننگی کر کے فعل ناجائز کا مرتکب ہوا، مگر چوں کہ عورت کی منشا نہیں تھی اس بات پر قادر نہ ہو سکا جیسے سوئی میں دھاگا پڑا ہوا ہو، اور یہ امر کہ ایسا نہیں ہوا زبانی زوجۂ فتو کے معلوم ہوا، اب اس عورت کا نکاح فتو سے جائز رہا یا نہیں؟ اور فتو یا اس کی زوجہ کے معاف کرنے سے نھو کا یہ گناہ معاف ہو جاوے گا یا نہیں؟ اور والدۂ فتو نے بھی شہادت دی کہ ارادہ تھا مگر یہ فعل (ناجائز) (۳) ہونے نہیں پایا، سوائے اس کے اور کوئی شہادت نہیں ہے؟ (۱۶۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: حرمتِ مصاہرت محض مس بالشہوت سے بھی ثابت ہو جاتی ہے، پس اگر دخولِ فرج

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۸/ ۱۵۸، کتاب الشّهادات.

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۹۲، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات.

(۳) قوسین والا لفظ رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

داخل میں بھی نہ ہوا ہو تب بھی صورت مذکورہ میں حرمت مصاہرت ثابت ہوگئی [1] اور فتو کی زوجہ؛ فتو پر حرام ہوگئی، فتو کو چاہیے کہ اس کو علیحدہ کردے، البتہ اگر فتو کو اس فعل کا یقین نہ ہوا اور نہ دو گواہ اس فعل کے موجود ہیں تو محض عورت کے کہنے سے حرمت ثابت نہ ہوگی، اور علیحدہ کرنا اس عورت کا فتو کے ذمہ لازم نہ ہوگا [2] باقی اگر درحقیقت نتھو سے یہ فعل حرام ہوا ہے تو فتو کے معاف کرنے سے یا عورت کے معاف کرنے سے اس کا گناہ معاف نہیں ہوسکتا؛ یہ اللہ کا گناہ ہے، البتہ اگر نتھو نے توبہ کرلی ہوگی تو جو گناہ اللہ کا ہوا وہ معاف ہوجاوے گا، اور جو فتو کی حق تلفی ہوئی وہ فتو کے معاف کرنے سے معاف ہوجاوے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۳۴-۳۳۵)

ایک گواہ نے پستان پکڑنا بیان کیا
دوسرے نے بوسہ لینا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۸۹) زید شہادت دیتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ عمر اپنے فرزند کی زوجہ ہندہ کے ساتھ برہنہ لیٹا ہوا تھا اور زوجہ کے پستان پکڑے ہوا تھا، خالد شہادت دیتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ زید نے اپنے فرزند کی زوجہ کا بوسہ لیا، اس صورت میں حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی یا نہیں؟

(۱۵۴۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں زید کے بیان میں یہ امر مذکور نہیں ہے کہ پستان کا پکڑنا شہوت کے ساتھ تھا یا نہ تھا، اسی طرح بوسہ میں بھی شہوت کا ذکر نہیں ہے، اور پھر یہ کہ بوسہ دینا صرف ایک گواہ کا

---

(۱) وحرم أيضًا بالصّهرية أصل مزنيته ...... وأصل ممسوسته بشهوة ...... وأصل ماسته إلخ وفروعهنّ مطلقًا والعبرة للشّهوة (الدّرّ المختار) قوله: (مطلقًا) يرجع إلى الأصول والفروع أي وإن علون وإن سفلن. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۸۶-۸۷، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۲) وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن يصدّقها أو يقع في أكبر رأيه صدقها، وعلىٰ هٰذا ينبغي أن يقال في مسّه إيّاها: لاتحرم علىٰ أبيه وابنه إلّا أن يصدّقها أويغلب علىٰ ظنّه صدقها، ثمّ رأيت عن أبي يوسف ما يفيد ذٰلك إلخ. (البحر الرّائق: ۳/۱۷۷، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

بیان ہے، اور پستان کا پکڑنا بھی صرف ایک شخص کا بیان ہے، دونوں گواہ کسی امر واحد پر متفق نہیں ہیں، لہٰذا حرمتِ مصاہرت اس صورت میں ثابت نہ ہوگی۔ درمختار میں ہے: **وتقبل الشّهادة على الإقرار باللّمس والتّقبيل عن شهوة وكذا تقبل علىٰ نفس اللّمس والتّقبيل إلخ عن شهوة إلخ**[1] پس اس صورت میں نہ لمس بالشہوت پر پوری شہادت ہے اور نہ تقبیل پر پوری شہادت ہے، اور گواہوں کے بیان میں اختلاف بھی ظاہر ہے؛ اس لیے حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم (۳۵۴/۷)

ربیبہ سے زنا کا انکار کیا پھر دباؤ سے اقرار کرلیا پھر انکار تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۹۰) عمر نے شادی کی اور زوجہ سے قربت بھی کی، اس کے ساتھ ایک لڑکی ربیبہ بالغہ بھی آئی، تھوڑے دن کے بعد جو عمر کی پہلی بیوی سے ایک نابالغ لڑکا تھا، اس نے اپنے باپ عمر کو ربیبہ سے زنا کا الزام لگایا، لوگوں نے عمر اور ربیبہ سے پوچھا، دونوں نے زنا کا انکار کیا، بعد ازاں ایک خواندہ فقیر آیا اس نے جبراً عمر سے زنا کا اقرار کرایا، اور توبہ کرائی، پھر عمر زنا کا منکر ہوا، اور لڑکا نابالغ بھی منکر ہے؛ اس صورت میں شرعًا کیا حکم ہے؟ (۳۶۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اقرار زنا بالربیبہ سے اس کی زوجہ اس پر حرام ہوگئی، لیکن وہ اقرار اگر اس نے کسی دباؤ سے جھوٹ کیا ہے، اور فی الحقیقت اس نے اپنی ربیبہ سے زنا نہ کیا تھا تو اگرچہ عندالقاضی قول اس کا معتبر نہ ہوگا، مگر عنداللہ وہ عورت اس کے لیے حلال ہے، درمختار میں ہے: **وفي الخلاصة: قيل له: ما فعلتَ بأمّ امرأتك؟ فقال: جامعتها، تثبت الحرمة ولايصدّق أنّه كذب إلخ (الدّرّ المختار) قوله: (ولايصدّق أنّه كذب إلخ) أي عند القاضي أمّا بينه وبين اللّٰه تعالىٰ إن كان كاذبًا فيما أقرّ لم تثبت الحرمة إلخ**[2] (شامي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۸۳-۳۸۴/۷)

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۹۳/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

(۲) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۹۲/۴-۹۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

جب داماد خوش دامن سے بہ جبر واکراہ زنا کا اقرار کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۹۱) ایک شخص نے بہ جبر واکراہ یہ اقرار کیا کہ میں نے اپنی خوش دامن سے زنا کیا، حالاں کہ اس کی خوش دامن مرحومہ مقر تھی کہ یہ حمل میرے بہنوئی کا ہے؟ نیز حرمتِ مصاہرت ایک دو عورت کی گواہی سے ثابت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ (۲۹۱/۱۳۴۵ھ)

الجواب: قيل له: ما فعلت بأمّ امرأتك؟ فقال: جَامَعْتُهَا، تَثْبُتُ الحُرْمَة ولاَ يصدّق أنّه كذب [۱] (الدّرّ المختار) اس سے معلوم ہوا کہ اس صورت میں اس کی زوجہ اس پر موافق اس کے اقرار کے حرام ہوگئی، اگرچہ وہ کہے کہ میں نے جھوٹ کہا ہے، یعنی قاضی اس کے جھوٹ کو تسلیم نہ کرے گا اور شامی میں ہے کہ اگر فی الواقع وہ اقرار اس کا جھوٹ ہو تو فیما بینہ و بین اللہ اس کی زوجہ اس پر حرام نہ ہوگی۔ أمّا بينه وبين اللّٰه تعالىٰ إن كان كاذبًا فيما أقرّ لم تثبت الحرمة [۱] (شامي) اور حرمتِ مصاہرت ایک یا دو عورت کی گواہی سے ثابت نہ ہوگی۔ فقط (۷/۳۹۱-۳۹۲)

خوش دامن کے ساتھ زنا کا جھوٹا اقرار کیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۹۲) خلاصۂ سوال یہ ہے کہ ایک شخص اپنی خوش دامن کے ساتھ مکان میں رہا، بعد کو اس کی خوش دامن کو حمل ظاہر ہوا تو پنچایت نے اس شخص سے اقرار لے کر ایک مولوی صاحب کو خط لکھا، انہوں نے اس کی زوجہ کو اس پر حرام قرار دیا، اس کے بعد وہ شخص قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں نے خوف کے مارے اقرار کیا؛ تو اس صورت میں اس شخص کی زوجہ اس پر حلال ہے یا حرام؟
(۱۸۲۰/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: قيل له: ما فعلتَ بأمّ امرأتك؟ فقال: جامعتها، تثبت الحرمة ولايصدّق أنّه كذب ولو هازلاً إلخ [۱] اور شامی میں ہے: قوله: (ولا يصدّق أنّه كذب إلخ) أي عند القاضي أمّا بينه وبين اللّٰه تعالىٰ إن كان كاذبًا فيما أقرّ لم تثبت الحرمة إلخ [۱]

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۹۲-۹۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں اگر اس شخص نے اپنی خوش دامن کے ساتھ زنا کرنے کا جھوٹا اقرار کیا ہے تو قاضی اور مفتی اس کی تصدیق نہیں کریں گے، بلکہ حکم حرمت کا دیں گے اور ان میں یعنی زوجین میں تفریق کرادیں گے، البتہ اگر اس شخص کے علم اور یقین میں یہ بات راسخ ہے کہ میں نے اپنی خوش دامن سے زنا نہیں کیا، اور کوئی فعل موجبِ حرمتِ مصاہرت اس سے صادر نہیں ہوا تو اس کے حق میں (دیانۃً)(۱) اس کی زوجہ حلال ہے۔ فقط (مسعود احمد)(۲)

(۷/۳۸۰-۳۸۱)

پہلے ساس کے ساتھ زنا کا اقرار کیا پھر انکار
تو اس انکار کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟

سوال: (۵۹۳) نور الحسن نے لوگوں سے بلا کسی تکرار کے بیان کیا کہ میری خوش دامن سے میرا ناجائز تعلق تھا، اسی کی وجہ سے اس نے میرے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کردیا، یہ خبر جب اس کے خسر کو ہوئی تو اپنی لڑکی اس کے گھر سے لے گئے، اور تکرار ہوا جس میں اس نے تمام لوگوں کے سامنے اپنے خسر کو بھی یہ طعنہ دیا، اور جب لوگوں نے اس کو کہا کہ اب تیرا نکاح نہیں ہے تو اس نے تمام لوگوں کے سامنے حلفیہ بیان کیا کہ میں نے یہ جھوٹا الزام لگایا تھا، نیز لڑکی کے سامنے بھی اس نے فعل ناجائز کا اقرار کیا، اب اس کی بیوی کو اس کے یہاں بھیجا جاوے یا نہیں؟ اور نکاح اس کا جائز رہا یا نہیں؟ (۶۶۱/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: وفي الخلاصة: قيل له: ما فعلتَ بأمّ امرأتك؟ فقال: جامعتها، تثبت الحرمة ولا يصدق أنّه كذب ولو هازلاً إلخ، وفي الشّامي: قوله: (ولا

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (دیانۃً) کی جگہ ''دنیا میں'' تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

(۲) قوسین والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔

نوٹ: مسعود احمد سے مراد: حضرت مولانا قاضی مسعود احمد صاحب دیوبندی رحمہ اللہ، سابق نائب مفتی ومدرس عربی دارالعلوم دیوبند متوفی ۱۳۸۴ھ ہیں۔ (دارالعلوم دیوبند کی جامع ومختصر تاریخ، ص: ۶۲۶)
محمد حبان بیگ

يصدق أنّه كذب إلخ) أي عند القاضي، أمّا بينه وبين اللّٰه تعالىٰ إن كان كاذبًا فيما أقرّ لم تثبت الحرمة إلخ(۱)

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ اقرار کرے کہ میں نے اپنی زوجہ کی ماں سے زنا کیا ہے تو اس کی زوجہ اس پر حرام ہوجاوے گی، اس کے بعد اگر وہ کہے: میں نے جھوٹ کہا تھا تو قاضی اس کے اس قول کا اعتبار نہ کرے گا، اور حکم حرمتِ زوجہ کا جاری کردے، اور اگر قاضی تک معاملہ نہ پہنچے اور شوہر کہے کہ میں نے جھوٹ کہہ دیا تھا تو ما بینہ وبین اللہ اس کی زوجہ اس پر حرام نہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۳۶۸-۳۶۹)

بیٹا کا اقرار ہے کہ میرے باپ نے میری بیوی سے زنا کیا پھر انکار کیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۹۴)...... (الف) اوّلاً زید کہتا ہے کہ میرے باپ بکر نے میری بیوی زینب کے ساتھ زنا کیا ہے یعنی بہ چشم خود دیکھا ہے، بعد میں زید حلف سے بیان کرتا ہے کہ بکر نے میری عورت سے زنا نہیں کیا، اور اب عورت کہتی ہے کہ میرے ساتھ بکر نے زنا کیا ہے، اور زید نے جب پہلے اقرار کیا تھا کہ بکر نے میری عورت کے ساتھ زنا کیا ہے اس وقت عورت منکرِ زنا تھی، اور مسمی بکر جو کہ زید کا باپ ہے منکرِ زنا ہے، اس صورت میں حرمتِ مصاہرت ثابت ہوئی یا نہ؟ یعنی زینب زید پر حرام ہوئی یا نہ؟

(ب) جب کہ زید دوسری دفعہ حلف سے کہتا ہے کہ بکر نے میری عورت سے زنا نہیں کیا، اور ایک صورت میں زینب بھی منکرِ زنا ہے تو مفتی دیانۃً یہ فتویٰ دے سکتا ہے کہ اگر فی الواقع زید نے بکر کے زینب سے زنا کے بارے میں اقرار غلط کیا تھا تو عند اللہ زینب زید پر حرام نہیں ہوئی یا کیوں کر؟

(ج) جب کہ قاضی اس دیار میں نہیں ہے اور زید و زینب دونوں اپنے اقرار سے رجوع کررہے ہیں، تو بہ صورت ثابت ہونے حرمتِ مصاہرت کے زینب بلا طلاق دینے زید کے اپنا نکاح دوسری جگہ کرسکتی ہے یا نہ؟

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/ ۹۲-۹۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

(د) جب کہ بکر کے زینب سے زنا کرنے پر کوئی گواہ موجود نہیں ہے اور زید و زینب کے مختلف بیان ہیں تو بکر پر کوئی حد شرعی لگ سکتی ہے یا نہ؟

(ہ) کیا حدود میں شرعاً حکم ہوسکتا ہے؟ (۳۳۳/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: (الف) وفي الخلاصة: قيل له: ما فعلتَ بأمّ امرأتك؟ فقال: جامعتها، تثبت الحرمة ـــــ أي قضاءً ـــــ ولا يصدق أنّه كذب ولو هازلاً (الدّرّ المختار) قوله: (ولا يصدّق أنّه كذب إلخ) أي عند القاضي، أمّا بينه وبين اللّٰه تعالىٰ إن كان كاذبًا فيما أقرّ لم تثبت الحرمة إلخ [1] (شامي) وفي الدّرّ المختار أيضًا: تزوّج بكرًا فوجدها ثيّبًا وقالت: أبوك فضّني إن صدقها بانت بلا مهر وإلّا لا [2]

لہٰذا اس صورت میں موافق اقرار زید کے اس کی زوجہ اس پر حرام ہوگئی، اور حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگئی، اور دوسرا قول اس کا معتبر نہیں، لیکن اگر فی الواقع اس نے جھوٹ بولا اور اس کے علم میں زنا ثابت نہیں ہے تو مابینہ وبین اللہ اس کی زوجہ اس پر حرام نہ ہوگی، لیکن اگر عورت کو اس کے اقرار سابق کا علم ہوگیا تو اس کو جائز نہیں کہ اس کو وطی کی اجازت دے۔ لأنّ المرأة كالقاضي [3] (الدّرّ المختار وغيره)

(ب) مفتی اسی طرح فتویٰ دے گا جو اوپر لکھا گیا یعنی یہ کہے گا کہ کہ موافق زید کے اقرار کے اس کی زوجہ اس پر حرام ہوگئی، لیکن اگر واقع میں وہ جانتا ہے کہ میں نے جھوٹ بولا اور یہ اقرار غلط کیا

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۹۲-۹۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۸۶، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

(۳) والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدلٌ لايحلّ لها تمكينُه والفتوىٰ علىٰ أنّه ليس لها قتله، ولا تقتلُ نفسَها بل تفدي نفسها بمالٍ أو تهرب، كما أنّه ليسَ له قتلُها إذا حرمت عليه وكلّما هَرَبَ رَدّته بالسّحرِ. وفي البزّازية عن الأوزْجنديّ: أنّها ترْفعُ الأمرَ لِلقاضِي، فإنْ حلفَ ولا بيّنةَ لها فالإثمُ عليه أهـ، قلتُ: أي إذا لم تَقْدِرْ على الفِدَاءِ أو الهَربِ ولا علىٰ مَنْعِهِ عنهَا فلاَ يُنافِي ما قَبْلَه. (ردّ المحتار: ۴/۴۴۲، كتاب الطّلاق، باب الصّريح، مطلب في قول البحر: إنّ الصّريح يحتاج في وقوعه ديانةً إلى النّيّة) ظفير

تو مابینہ و بین اللہ اس کی عورت اس پر حرام نہیں ہوئی، اور یہ جب ہی متصور ہے کہ اس کی زوجہ کو اس کے اقرار سابق کی خبر نہ ہو۔

(ج) رجوع عن الاقرار تو معتبر نہیں ہے۔ **المرء یؤخذ بإقرارہ** (۱) قاعدہ مقررہ مسلمہ ہے، البتہ درمختار وغیرہ میں یہ تصریح ہے کہ **وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النّكاح حتّى لايحلّ لها التّزوّج إلّا بعد المتاركة وانقضاء العدّة** (۲) اور شامی میں ہے: **وعبارة الحاوي: إلّا بعد تفريق القاضي أو بعد المتاركة إلخ** (۲) لہٰذا عورت کو قبل تفریقِ قاضی یا قبل متارکت وانقضاءِ عدت نکاح ثانی جائز نہیں ہے۔

(د) حد شرعی بکر پر قائم نہ ہوگی کیوں کہ اس صورت میں نہ زانی کا اقرار ہے اور نہ شہود اربعہ موجود ہیں۔ **وقد قال اللّه تعالىٰ: ﴿فَإِذْ لَمْ يَأْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَأُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴾** (سورۂ نور، آیت:۱۳)

(ہ) حدود میں تحکیم صحیح نہیں ہے۔ **كما في باب التّحكيم من الدّرّ المختار: صحّ لو في غير حدّ وقود إلخ** (۳) (شامي: ۴/۳۴۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۸۶-۳۸۸)

غلطی سے حالت شہوت میں لڑکی کو چھو دیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۹۵) شخصے در حالت شہوت دختر خود را کہ زوجہ خود پنداشتہ بگرفت، چوں معلوم نمود کہ دختر اوست نہ زوجہ او، فوراً دست برداشت، زوجہ اش بروحرام خواہد شد یا نہ؟ (۱۴۷/۱۳۳۷ھ)

ترجمہ سوال: (۵۹۵) ایک شخص نے شہوت کی حالت میں اپنی بیٹی کو اپنی بیوی گمان کر کے پکڑ لیا، جب معلوم ہوا کہ اس کی بیٹی ہے نہ کہ اس کی بیوی؛ فوراً ہاتھ ہٹا لیا، اس کی بیوی اس پر حرام ہوجائے گی یا نہ؟

---

(۱) قواعد الفقہ میں ہے: **المرء مؤاخذ بإقرارہ. (قواعد الفقه: ص:۱۲۰، رقم القاعدة: ۳۱۴، المطبوعة: دارالكتاب ديوبند)**

(۲) **الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۹۱-۹۲، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.**

(۳) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۸/۱۱۳، كتاب القضاء، باب التّحكيم.**

الجواب: درمختار میں ہے: وكذا لو فزعت فدخلت فراش أبيها عريانةً فانتشر لها أبوها تحرم عليه أمّها، وفي الشّامي: قوله: (فدخلت فراش أبيها) كنٰى به عن المسّ وإلاّ فمجرّد الدّخول بغير مسّ لا يعتبر [1] (شامی: ۲/۲۸۳) اس روایت سے معلوم ہوا کہ حالتِ شہوت میں بلاحیلولۃ (رکاوٹ کے بغیر) مس کرنا دختر مشتہاۃ کو حرام کرتا ہے اس کی ماں کو یعنی اپنی زوجہ کو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۳۱-۳۳۲)

دھوکے میں صحبت کی غرض سے لڑکی کے پاس گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۹۶) میں نابینا ہوں ایک شب بہ خیال صحبت زوجہ بیدار ہوا، زوجہ ہمراہ دختر ۱۲ سالہ میری ہم بستر تھی، بہ غلطی سراویل دختر خود کھولی، اور اندام نہانی اپنا بہ شہوت اس کی اندام نہانی پر رکھا، بعدہ خبر ہوگئی کہ یہ زوجہ نہیں ہے، جلدی قبل از دخولِ ذکر جدا ہوا، زوجہ کو بیدار کیا، شہوت سابقہ قدرے موجود تھی، صحبت کی انزال ہوا، اس صورت میں حرمت مصاہرت ثابت ہوگی یا نہیں؟ اگر ثابت ہے تو امام شافعیؒ کے مذہب پر فتویٰ دے سکتے اور عمل کر سکتے ہیں یا نہ؟ (۲۳۶۳/۱۳۴۰ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: وفي الخانية: أنّ النّظر إلى فرج ابنته بشهوة يوجب حرمة امرأته، وكذا لو فزعت فدخلت فراش أبيها عريانة فانتشر لها أبوها تحرم عليه أمّها إلخ [2] اور انزال کی روایت میں قید مع المس والنظر ہے، چنانچہ درمختار میں ہے: فلو أنزل مع مسّ أو نظر فلا حرمة [3] ان روایات سے ثابت ہے کہ صورت واقعہ میں حرمت ثابت ہے، اور حنفی کو اس بارے میں امام شافعیؒ کے مذہب پر عمل کرنے کی کوئی روایت اور فتویٰ منقول نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۷۴-۳۷۵)

غلطی سے رات میں ماں یا بہن کو ہاتھ لگ جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۹۷) ایک شخص نے رات کے وقت جماع کا ارادہ کیا؛ اپنی جگہ سے اٹھا مگر

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۹۲، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.
(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۹۱-۹۲، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.
(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۸۸، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

چوں کہ اندھیری رات تھی خطاءً لڑکی یا ہمشیرہ یا ماں کو ہاتھ لگا دیا؛ اس شخص کا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں؟
(۱۱۲۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اپنی والدہ یا ہمشیرہ کو اگر ہاتھ لگا تو کسی حال اس کی زوجہ اس کے نکاح سے نہیں نکلتی خواہ ہاتھ شہوت سے لگا ہو یا بدون شہوت کے {لیکن اگر اس عورت کی دختر کو ننگے بدن پر شہوت سے ہاتھ لگا ہو تو اس کی والدہ اس پر حرام ہو جاتی ہے، اور اس حرمت میں کچھ شرائط ہیں: وہ یہ کہ وہ لڑکی مشتہاۃ یا بالغہ ہو اور یہ کہ اس کو ہاتھ لگ کر شہوت زیادہ ہوگئی ہو اگر پہلے سے شہوت موجود ہو، اور یہ کہ کوئی موٹا کپڑا حائل نہ ہو۔ وتفصیله في الدرّ المختار (۱)} (۲) فقط واللہ اعلم (۳۴۱/۷)

محض وطی کے گمان سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی

سوال: (۵۹۸) ہندہ صغیرہ کا نکاح اس کے اولیاء نے ایک شخص بالغ سے کر دیا، اور یہ شخص بالغ ہندہ کی ماں کے پاس رہنے لگا، اور اس قدر خلط ملط اس شخص کا ہندہ کی ماں سے ہوا کہ لوگوں کو گمان ہو گیا کہ یہ شخص ہندہ کی ماں سے صحبت کرتا ہے، ہندہ کا نکاح دوسری جگہ کر دیا، چھ ماہ بعد اس نے بھی ہندہ کو نکال دی، پھر ہندہ بالغہ ہوگئی، ہندہ نے تیسرے شخص سے نکاح کیا، اس نے ہندہ سے صحبت کی، پھر اس نے بھی ہندہ کو نکال دی اور طلاق دے دی، آیا محض لوگوں کے گمان سے ہندہ کے شوہر اوّل پر حرمت ابدی ثابت ہوگی یا نہیں؟ اور دوسرا عقد صحیح ہوا یا نہ؟ دوسرے شخص نے جو ہندہ کو اپنے گھر سے نکال دی اور طلاق دینا معلوم نہیں؛ محض نکال دینے سے ہندہ پر طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

---

(۱) وحرم أيضًا بالصّهرية ...... أصل ممسوسته بشهوة ...... بحائل لا يمنع الحرارة إلخ والعبرة للشّهوة عند المسّ والنّظر لا بعدهما، وحدّها فيهما تحرّك آلته أو زيادته، به يفتىٰ إلخ هٰذا إذا كانت حيّة مشتهاة. (الدرّ المختار مع ردّ المحتار: ۸۶/۴-۸۹، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

وهٰكذا في الفتاوى الهندية: ۲۷۵/۱، كتاب النّكاح، الباب الثّالث في بيان المحرّمات، القسم الثّاني: المحرّمات بالصّهرية.

(۲) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔ ۱۲

الغرض دوسرا اور تیسرا نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ اب شوہر اوّل نے ہندہ کو طلاق بھی دے دی ہے تو اس صورت میں عدت ختم ہونے پر ہندہ اپنا نکاح چوتھے شخص سے کر سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۴۶۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: محض گمان سے ہندہ اپنے شوہر پر حرام نہ ہوگی [۱] اور بدون شوہر اوّل کے طلاق دینے کے جو دوسرا اور تیسرا نکاح ہوا وہ باطل ہوا، اور اگر کسی نے ان میں سے صحبت کی تو وہ حرام فعل ہوا توبہ کریں [۲] اب جب کہ شوہر اوّل نے طلاق دے دی اور اس نے دخول وخلوت بھی نہ کیا تھا تو بلا عدت کے دوسرے شخص سے ہندہ کا نکاح صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۳۲۹-۳۳۰)

بیوی کا خیال ہے کہ میرے شوہر نے میری بیٹی سے صحبت کی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۹۹) ہندہ اپنی خاوند کی نسبت کہتی ہے کہ از روئے بدنیتی میری بیٹی سے بات چیت کی؛ اور اغلب ہے کہ صحبت بھی کی ہوگی؛ اس لیے میں زید پر حرام ہوگئی، اس صورت میں شرعًا کیا حکم ہے؟ (۱۲۰۰/۱۳۳۹ھ)

الجواب: محض گمان اور خیال سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی، پس ہندہ اپنے شوہر زید پر حرام محض اس خیال سے کہ زید نے شاید ہندہ کی دختر سے صحبت کی ہو حرام نہیں ہوئی۔ فقط (۷/ ۳۷۳)

اپنی لڑکی کے ساتھ محض بدنیتی اور تعلق بد کی خواہش سے حرمت ثابت نہ ہوگی

سوال: (۶۰۰) زید کے ایک بیوی زینب اور تین لڑکیاں ہیں، زید نے اپنی خواہش نفسانی کی

---

(۱) اليقينُ لا يزولُ بالشّكّ. (ردّ المحتار: ۱/ ۲۵۱، كتاب الطّهارة، مطلب في ندب مراعاة الخلاف إذا لم يرتكب مكروه مذهبه) وہ اقرار کرے یا شرعی گواہ ہوں، یوں گمان سے کچھ نہیں ہوتا۔

(۲) لاَ يجوز للرّجل أن يتزوّج زوجة غيره وكذلك المعتدّة إلخ ، ولو تزوّج بمنكوحة الغير وهو لا يعلم أنّها منكوحة الغير فوطئها تجب العدّة، وإن كان يعلم أنّها منكوحة الغير لا تجب حتّى لا يحرم على الزّوج وطؤها. (الفتاوى الهندية: ۱/ ۲۸۰، كتاب النّكاح، الباب الثّالث في المحرّمات، القسم السّادس: المحرّمات الّتي يتعلّق بها حقّ الغير) ظفیر

وجہ سے اپنی منجھلی لڑکی پر نیت بد کر کے خواہش فعل بد کی، اگر زینب زوجہ زید کی مانع نہ ہوتی، فعل بد کا ارتکاب ہوجاتا، ایسی حالت میں طلاق جائز ہوئی یا نہیں؟ اور زینب کو کوئی حق مہر وغیرہ کا ہے یا نہیں؟ (۱۲۹۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: فقط ارادہ اور خواہش فعل بد سے تو زینب اس پر حرام نہیں ہوئی، البتہ اگر شہوت کے ساتھ اپنی دختر کے بدن کو بہ حالت برہنگی ہاتھ لگا دیا تو زینب زید پر حرام ہوگئی، اس کو علیحدہ کر دینا چاہیے(۱) اور مہر زینب کا لازم ہے، مدخولہ ہے تو پورا اور نہ نصف(۲) فقط (۷/۳۶۱-۳۶۲)

دادا کی موطوءہ سے نکاح جائز نہیں
خواہ وہ درمیان میں مرتد ہوگئی ہو

سوال: (۶۰۱) زید نے نوے سال کی عمر میں ایک سترہ سالہ عورت سے نکاح کیا، چند سال نہ گزرے تھے کہ وہ راہیٔ ملکِ عدم ہوا، عورت مذکورہ شوالا (شو کے مندر) میں جا کر شدھ ہوگئی اور بت پرستی کرنے لگی، زید کے پوتے نے کوشش کی اور وہ مسلمان ہوگئی، اور اپنے سوتیلے پوتے سے ناجائز تعلق کرلیا، آیا زید پر عورت کا ارتداد کوئی ایسا اثر پیدا کرسکتا ہے جو دادی اور پوتے کے رشتہ کو منقطع کرے؟ (۱۹۰۱/۱۳۴۲ھ)

الجواب: ارتداد کے بعد جب وہ عورت مسلمان ہوگئی تو جو حرمتِ مصاہرت پہلے تھی وہ قائم ہے، زید کے پوتے کے اوپر وہ عورت ہمیشہ کے لیے حرام قطعی ہے۔ لقولہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِنَ النِّسَآءِ الآية﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۲) فقط واللہ اعلم (۷/۳۴۸)

---

(۱) والشّهوة تعتبر عند المسّ والنّظر حتّى لو وُجدا بغير شهوة ثمّ اشتهٰى بعد التّرك لا تتعلّق به الحرمة. (الفتاوى الهندية: ۱/۲۷۵، كتاب النّكاح، الباب الثّالث: في بيان المحرّمات، القسم الثّاني: المحرّمات بالصّهريّة)

(۲) ومن سمّى مهرًا عشرة فما زاد فعليه المسمّى إن دخل بها أو مات عنها إلخ، وإن طلّقها قبل الدّخول والخلوة فلها نصف المسمّى. (الهداية: ۲/۳۲۴، كتاب النّكاح، باب المهر) ظفیر

نانا کے لیے نواسے کی بیوی اور نواسے کے لیے نانا کی منکوحہ حرام ہے

سوال: (۲۰۲)......(الف) نانا کی بیوہ سے کہ جو دوتے (نواسے) کی نانی نہ ہو بلکہ دوسری کوئی غیر عورت ہو نکاح جائز ہے یا نہ؟

(ب) اگر دوتے یعنی پسرِ دختر کے دوسرے بھائی کے ساتھ کہ وہ بھی پسر دختر ہے، اس عورت بیوہ مذکورہ کے ساتھ ایجاب وقبول شرعی ہو چکا ہو تو اگر نانا ایسی عورت مخطوبہ پسر دختر خود کے ساتھ نکاح کرے تو جائز ہے یا نہ؟

(ج) اگر نانا شیخ فانی ہو اور وہ اپنا نکاح کسی عورت سے محض خدمت کے لیے کرے اور مجامعت پر قادر نہ ہو تو بعد وفات نانا کے؛ اس عورت سے نکاح جائز ہے؟

(د) اس عبارتِ تفسیر مولانا ابوالسعودؒ کا کیا مطلب ہے[1] جو بہ ذیل آیت: ﴿وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۲) ہے۔ (۱۴۵۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف) حرام ہے۔ **لقوله تعالیٰ:** ﴿وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۲) **وقال في العالمكيرية : نساء الآباء والأجداد من جهة الأب أو الأمّ وإن علوا، فهؤلاء محرمات على التّأبيد نكاحًا و وطئًا**[2]

(ب) اگر ایجاب وقبول نکاح کا ہو چکا تھا، یعنی نکاح شرعی حسب قاعدہ شرعیہ ایجاب وقبول کے ساتھ ہو چکا تھا تو نانا کا نکاح زوجۂ پسرِ دخترِ خود سے فاسد اور حرام اور ناجائز ہے، اور اگر خطبہ ہوا تھا تو نانا سے نکاح اس مخطوبۂ پسرِ دختر کا جائز ہے۔ فقط

---

(۱) قال ابن عبّاس وجمهور المفسّرين: كان أهل الجاهلية يتزوّجون بأزواج آبائهم فنهوا عن ذلك، واسم الآباء ينتظم الأجداد مجازًا، فتثبت حرمة ما نكحوها نصًّا و إجماعًا، ويستقلّ في إثبات هذه الحرمة نفس النّكاح إذا كان صحيحًا، وأمّا إذا كان فاسدًا فلا بدّ في إثباتها من الوطء أو ما يجري مجراه من التّقبيلِ والمسّ بشهوة ونحوهما إلخ. (تفسير أبي السّعود المسمّى: إرشاد العقل السّليم إلى مزايا القرآن الكريم: ۱۵۹/۲، تفسير سورة النّساء، الآية: ۲۲)

(۲) الفتاوى الهندية: ۲۷۴/۱، كتاب النّكاح، الباب الثّالث في بيان المحرّمات إلخ، القسم الثّاني: المحرّمات بالصّهريّة.

(ج) ایسی حالت میں بھی پسر دختر کا نکاح اپنے نانا کی منکوحہ سے درست نہیں۔ کما مرّ في الجواب الأوّل (الف) فقط (۳۲۳/۷)

(د) جو کچھ حاصل اس عبارت ابوالسعودؒ کا ہے وہی مذہب ہے جمہور کا اور حنفیہ کا کہ نکاح اگر صحیح ہوا تو نفس نکاح موجبِ حرمت ہے، اور اگر فاسد ہو تو بعد وطی و مایجری مجراہ حرمت ثابت ہوگی قال في العالمکیریة: فلو تزوّجها نكاحًا فاسدًا لاتحرم عليه أمّها بمجرّد العقد بل بالوطء هٰكذا في البحر[1] پس اگر پسرِ دختر کی منکوحہ کے ساتھ نانا نے نکاح کیا تھا تو نکاح فاسد تھا اور مخطوبہ کے ساتھ کیا تھا تو صحیح ہوا، اور شیخ ضعیف کے حق میں تحرکِ قلب یا ازدیادِ تحرکِ قلب قائم مقام شہوت کے ہے[2] (پس لمس حالت مذکورہ کے ساتھ لمس بالشہوت ہے۔ فَإنْ كَانَ شَيْخًا أوْ عنّينًا فحد الشّهوة أن يتحرّك قلبه بالاشتهاء إن لم يكن متحرّكًا قبل ذٰلك، ويزداد الاشتهاء إن كان متحرّكًا كذا في المحيط[3] (عالمكيرية) فقط)[4] (۳۲۳/۷-۳۲۴)

باپ کی منکوحہ سے بعد طلاق شادی جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۶۰۳) ایک مرد نے ایک عورت سے عقد کیا، نہ خلوت ہوئی نہ اس کو مرد نے دیکھا، اور نہ اس کے گھر آئی اور اس کو طلاق دے دی، بعد طلاق کے اس کا لڑکا عقد کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: نہیں کر سکتا[5] فقط (ارشاد ربانی ہے: ﴿وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۲) ظفیر) (۳۳۲/۷)

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) وحدّها (الشّهوة) ...... في امرأة ونحو شيخ كبير تحرّك قلبه أو زيادته. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۸۷/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۳) الفتاوى الهندية: ۲۷۵/۱، كتاب النّكاح، الباب الثّالث في بيان المحرّمات إلخ، القسم الثّاني: المحرّمات بالصّهريّة.

(۴) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۵) وتحرم زوجة الأصل والفرع بمجرّد العقد دخل بها أو لا. (ردّ المحتار: ۸۴/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

باپ سے نکاح ہو جانے کے بعد وہ منکوحہ لڑکے پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے اگرچہ باپ اس نکاح کا انکار کرے

سوال: (۶۰۴) ایک شخص نے ایک عورت سے مجمع عام میں اپنا نکاح بہ رضائے عورت بالغہ کرایا، گواہوں کے سامنے ایجاب قبول ہوا، بعد النکاح وہ شخص یوں کہتا ہے کہ یہ ایجاب وقبول میں نے اپنا نہیں کیا، بلکہ میرا لڑکا جو نابالغ ہے اس کے لیے ایجاب وقبول کیا ہے، اور عورت بھی راضی نہیں ہے تو کیا یہ نکاح اس کے لڑکے سے ہوسکتا ہے یا نہ؟ اور اس آدمی سے بھی نکاح باقی رہ سکتا ہے یا نہ؟ (۱۴۲/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں جب کہ شخص مذکور نے گواہوں کے سامنے عورت کو قبول کرلیا اور شرعی طور پر ایجاب وقبول ہو گیا تو اب یہ نکاح خود اس کا صحیح ہو گیا[1] یہ اس کا شوہر اور وہ اس کی بیوی ہوگئی، اب صحت نکاح کے بعد اس شخص کا یہ کہنا کہ میں نے خود اپنا نکاح نہیں کیا بلکہ لڑکے کا کیا ہے معتبر نہیں، یہ عورت لڑکے کے لیے ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی، اب اس سے نکاح کی کوئی صورت نہیں، قال في الدّرّ المختار: و زوجة أصله إلخ دخل بها أو لا إلخ [2] فقط (کتبہ عتیق الرحمٰن عثمانی)[3] (۶۳/۷-۶۴)

بیٹے کی مدخولہ سے باپ کا اور باپ کی مدخولہ سے بیٹے کا نکاح جائز نہیں

سوال: (۶۰۵) بیٹے کی مدخولہ سے باپ کا اور باپ کی مدخولہ کا بیٹے سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (۸۱۳/۴۴-۱۳۴۵ھ)

---

(۱) وینعقد ...... بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵۹/۴-۶۰، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة)

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۸۴/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

(۳) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

الجواب: یہ ہر دو صورت جائز نہیں ہیں۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِکُمُ الآیۃ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۶۶-۳۶۷)

بیٹے کی بیوی سے نکاح جائز نہیں

سوال: (۲۰۶) بیٹے کی عورت کے ساتھ نکاح درست ہے یا نہیں؟ (۶۳۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: بیٹے کی زوجہ سے بیٹے کے مرنے کے بعد یا طلاق دینے کے بعد باپ کو نکاح کرنا درست نہیں ہے بلکہ قطعًا حرام ہے، قرآن شریف میں محرمات کے بیان میں فرمایا ہے: ﴿وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِکُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِکُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۳) ''یعنی حرام کی گئی تم پر تمہارے بیٹوں کی بیبیاں''۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۶۸)

لڑکے کی بیوی سے نکاح ہمیشہ حرام اور بھتیجے کی بیوہ یا مطلقہ سے بعد عدت جائز ہے

سوال: (۲۰۷) از زوجۂ ابن نکاح حرام است دائماً؟ یا بعد طلاق یا وفات او جائز است؟ و نیز از زوجۂ ابن الاخ بعد موت او نکاح جائز است یا نہ؟ (۱۲۱۹/۲۹-۱۳۳۰ھ)[1]

الجواب: از زوجۂ ابن نکاح حرام است دائماً[2] و از زوجۂ ابن الاخ بعد موت او و بعد عدت نکاح جائز است۔ فقط (۷/۳۳۲)

ترجمہ سوال: (۲۰۷) بیٹے کی بیوی سے نکاح ہمیشہ حرام ہے؟ یا طلاق یا اس کی وفات کے بعد جائز ہے؟ اور نیز بھتیجے کی بیوی سے اس کی وفات کے بعد نکاح جائز ہے یا نہ؟

الجواب: بیٹے کی بیوی سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے، اور بھتیجے کی بیوی سے اس کی وفات اور عدت کے بعد نکاح جائز ہے۔

---

(۱) اس سوال کی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ میں نہیں ہے۔۱۲

(۲) ﴿وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِکُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِکُمْ﴾. (سورۂ نساء، آیت:۲۳)

بیٹے کی بیوہ سے نکاح حرام ہے، جو اولاد ہوچکی اس کی پرورش کی جائے

سوال: (۶۰۸)......(الف) عبدالرحمٰن کا نکاح اپنے پسر متوفی سعید کی زوجہ بیوہ مسماۃ غفورن سے شرعًا درست ہے یا نہیں؟

(ب) جو اولاد نکاح مذکور کے بعد ان دونوں سے ہوئی تو اس کی پرورش کون کرے؟

(ج) عبدالرحمٰن اور غفوراً کو اب کیا کرنا چاہیے؟

(د) عبدالرحمٰن وغفورن اور ان کی اولاد اگر داخل برادری ہوسکتے ہیں تو کن شرائط کے ساتھ؟

(۶۲/۱۳۴۰ھ)

الجواب: (الف - د) عبدالرحمٰن کا نکاح اپنے پسر کی زوجہ غفورن سے حرام اور ناجائز ہوا[1] اور وہ نکاح نہیں ہوا ان کو علیحدہ ہوجانا چاہیے، اور علاقۂ نکاح کو منقطع سمجھنا چاہیے، اور توبہ واستغفار کرنا چاہیے، بعد توبہ واستغفار وعلیحدگی کے وہ دونوں شامل برادری ہوسکتے ہیں، اور اولاد کی پرورش کرتے رہیں؛ ان کی پرورش کرنا ضروری اور کارِثواب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۴۵/۷)

نامرد بیٹے کی بیوی (بہو) بھی باپ کے لیے دائماً حرام ہے

سوال: (۶۰۹) مسماۃ اللہ رکھی جوان کا نکاح ایسے لڑکے سے ہوا جو دنیاوی کام انجام نہیں دے سکتا، اور قوت باہ اس میں پیدا ہی نہیں ہوتی، مانند مخنث کے ہے، اس لڑکے کا باپ اپنے لڑکے کی زوجہ سے نکاح کرسکتا ہے؟ (۴۵۹/۱۳۴۰ھ)

---

(۱) وحرم بالمصاهرة بنت زوجته الموطوء ة إلخ ، و زوجة أصله و فرعه مطلقًا ولو بعيدًا دخل بها أولا (الدّرّ المختار) وتحرم زوجة الأصل والفرع بمجرّد العقد دخل بها أو لا . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۸۳/۴-۸۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفير

الجواب: بیٹے کی زوجہ سے نکاح حرام قطعی ہے۔ **کما قال اللّٰہ تعالیٰ:** ﴿وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۳) اس آیت میں محرمات ابدیہ میں سے زوجۃ الابن کو بھی فرمایا ہے، پس اپنے پسر کی زوجہ سے اگر چہ وہ غیر مدخولہ ہو نکاح قطعًا اور دائمًا حرام ہے [۱] اور دوسرے شخص سے نکاح اس عورت کا اس وقت ہوسکتا ہے کہ اس کا شوہر اس کو طلاق دے دے، بدون طلاق کے دوسرے شخص سے نکاح اس کا درست نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم (۷/ ۳۴۵-۳۴۶)

نابالغہ غیر مدخولہ بیوی کی ماں محرمات ابدیہ میں سے ہے

سوال: (۶۱۰) عبداللہ بالغ کی منگنی بہ طور ایجاب وقبول ہوئی، لڑکی نابالغہ کے باپ نے ایجاب کیا، وہ لڑکی حالتِ صغر میں ہی مرگئی، حالتِ حیات میں اپنے والدین کے یہاں رہی، دخول کی نوبت نہیں آئی، اور بہ وقت ایجاب کوئی خطبۂ نکاح نہیں ہوا تھا، اب اس لڑکی کا والد بھی فوت ہوگیا، اب عبداللہ لڑکی کی والدہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ (۹۲۱/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر لڑکی کی جانب سے باپ نے ایجاب کیا، اور لڑکے بالغ نے اس کو قبول کیا، دو گواہوں کے سامنے تو نکاح صحیح ہوگیا، اور اس لڑکی کی ماں محرمات ابدیہ میں سے ہوگئی، اور اس لڑکے کو اس (ساس) سے نکاح کرنا کسی وقت درست نہیں۔ درمختار میں ہے: **وحرم بالمصاهرة بنت زوجته الموطوءة وأمّ زوجته وجدّاتها مطلقًا بمجرّد العقد الصّحيح وإن لم توطأ الزّوجة** [۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۳۳۶-۳۳۷)

سوال: (۶۱۱) مسمّٰی عبداللہ کی منگنی کے طور پر ایجاب ہوا، مسمّٰی مذکور اس وقت موجود تھا اور بالغ تھا لڑکی نابالغہ تھی، اس کے باپ نے کیا تھا، وہ لڑکی سن صغیر میں فوت ہوگئی، اپنے ماں باپ کی پرورش میں تھی، نہ خطبہ ہوا نہ جماع ہوا، اور لڑکی کا والد بھی فوت ہوگیا، اب عبداللہ لڑکی کی والدہ سے

---

(۱) وتحرم زوجة الأصل والفرع بمجرّد العقد دخل بها أو لا. (ردّ المحتار: ۴/۸۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۲) وفيه بعده: لِما تقرّرَ أنّ وطءَ الأمّهاتِ يُحرّمُ البناتِ، ونكاحَ البناتِ يُحرّم الأمّهات. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۸۳-۸۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات)

نکاح کرنا چاہتا ہے؛ چوں کہ علماءِ دیہہ اس کو حرام قرار دیتے ہیں، مگر دوسرے علماء کہتے ہیں کہ لڑکی سے دخول نہیں ہوا، اگر دخول ہوتا تو حرام ہوتی؛ اس لیے کہ ہر دو کی دخول شرط ہے، اور زیادہ صورت جواز کی جب ہی چاہتے ہیں کہ وہ آپس میں مل جل گئے ہیں اور زنا کا خوف ہے، اگر کوئی صورت جواز کی ہوسکے تو فتویٰ دے کر پورا حوالہ تحریر فرماویں۔ (۱۰۹۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: زوجہ کی ماں سے نکاح کرنا کسی وقت درست نہیں کیوں کہ وہ محرمات صہریہ ابدیہ میں سے ہے۔ **كما في الدّرّ المختار: وحرم بالمصاهرة بنت زوجته الموطوءة وأمّ زوجته وجدّاتها مطلقًا بمجرّد العقد الصّحيح وإن لم توطأ الزّوجة**[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۳۷)

استدراک: مذکورہ بالا دونوں سوالات تقریبًا ایک جیسے ہیں، اور مفتی علامؒ نے دونوں سوالات کے جواب میں جو حکم تحریر فرمایا ہے وہ اس بنیاد پر ہے کہ صورتِ مسئولہ میں نکاح کو منعقد مانا جائے؛ کیوں کہ لڑکی سے نکاح منعقد ہوتے ہی ماں محرماتِ ابدیہ میں شامل ہوجاتی ہے — لیکن سوال میں مذکور الفاظ: ''منگنی بہ طور ایجاب وقبول ہوئی'' یا ''منگنی کے طور پر ایجاب ہوا'' منگنی کے لیے خاص ہیں اور اگر ایجاب وقبول بہ طور منگنی ہو تو اس سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، منگنی کی حیثیت وعدۂ نکاح کی ہوتی ہے انشائے نکاح کی نہیں؛ لہٰذا بہ طور منگنی جو ایجاب وقبول ہوا اس سے نکاح منعقد نہیں ہوا، اور جب نکاح منعقد نہیں ہوا تو ماں بھی محرماتِ ابدیہ میں داخل نہیں ہوئی۔

قال في شرح الطّحاوي: لو قال: هل أعطيتَنيها، فقال: أعطيتُ، إن كان المجلس للوعد فوعدٌ، وإن كان للعقد فنكاحٌ، قال الرّحمتي: فعلمنا أنّ العبرة لما يظهر من كلامهما لا لنيّتهما إلخ. (ردّ المحتار: ۴/۶۲، كتاب النّكاح، مطلبٌ: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة) محمد حبان بیگ قاسمی

مطلقہ غیر مدخولہ بیوی کی ماں سے نکاح جائز نہیں

سوال: (۶۱۲) عائشہ نے اپنی دختر کریمن نابالغہ کی شادی عثمان سے کی، اب عثمان کریمن کو جس سے ہم بستری نہیں ہوئی طلاق دے کر اس کی والدہ عائشہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے کیا یہ نکاح درست ہے؟ (۶/۱۳۴۰ھ)

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

الجواب: عثمان کا نکاح اس صورت میں عائشہ سے درست نہیں ہے، کیوں کہ زوجہ کی والدہ سے یعنی اپنی ساس سے کسی حال میں نکاح درست نہیں ہے، خواہ زوجہ سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو[1] کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاُمَّھٰتُ نِسَآئِکُمْ الآیة﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۳) فقط (۳۳۹/۷)

منکوحہ کی ماں سے نکاح حرام ہے اگر چہ منکوحہ سے وطی نہ کی ہو

سوال: (۶۱۳) عمر نے ہندہ کی صغیرہ لڑکی (فاطمہ) سے نکاح کیا، مگر اس سے مجامعت نہیں کی تھوڑے عرصے بعد ہندہ بیوہ ہوگئی، اور عمر نے ہندہ سے بعد از طلاقِ فاطمہ نکاح کرلیا، اور عمر کے ہندہ سے اولاد بھی ہوئی، کیا یہ نکاح شرعًا جائز ہے اور اولاد ولد الحلال ہوگی؟ (۱۶۸۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)[2]

الجواب: عمر کا نکاح ہندہ سے کسی حال اور کسی وقت درست نہیں ہے، اور اولاد جو ہوئی وہ ولد الحرام ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے: **وأمّ زوجته وجدّاتها مطلقًا بمجرّد العقد الصّحیح وإن لم توطأ**[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۳۲/۷)

منکوحہ کی ماں (ساس) محض نکاح سے ناکح پر حرام ہوجاتی ہے، وطی ہونا ضروری نہیں

سوال: (۶۱۴) زید ۳۰ سالہ نے ہندہ کی لڑکی دس سالہ سے نکاح کیا، مدت نکاح چھ ماہ میں کوئی تعلق زن وشوئی نہیں ہوا، چھ ماہ کے بعد زید نے ہندہ کی لڑکی کو طلاق دے کر ہندہ سے نکاح کرلیا؛ یہ نکاح زید کا ہندہ سے درست ہے یا نہیں؟ (۱۲۶۱/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اس صورت میں نکاح زید کا ہندہ سے درست نہیں قطعًا حرام اور باطل ہے، اور ہندہ سے نکاح ہمیشہ کو حرام ہوگیا؛ کیوں کہ منکوحہ کی والدہ مجرد نکاح سے حرام ہوجاتی ہے اگر چہ منکوحہ سے وطی نہ کی ہو۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاُمَّھٰتُ نِسَآئِکُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۳) اور مفسرین

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) یہ سوال رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔۱۲

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۸۴/۴، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات.

اور فقہاء نے بہ اتفاق یہ تصریح فرمائی ہے کہ جس عورت سے نکاح کیا محض نکاح کرنے کے ساتھ ہی اس کی والدہ ناکح پر حرام ہوجاتی ہے بہ خلاف ربیبہ کے نکاح کے کہ اس کی والدہ کو پہلے وطی کے طلاق دے دے تو ربیبہ سے نکاح درست ہے[1] کما قال الله تعالیٰ: ﴿ وَرَبَآئِبُكُمُ اللّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ اللّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۳) قال في الدّرّ المختار: وحرم بالمصاهرة بنت زوجته الموطوءة وأمّ زوجته وجدّاتها مطلقًا بمجرّد العقد الصّحيح، وإن لم توطأ الزّوجة لما تقرّر أنّ وطء الأمّهات يحرم البنات ونكاح البنات يحرم الأمّهات إلخ[2] فقط (۷/ ۳۴۶-۳۴۷)

بیوی کی ماں سے نکاح حرام ہے

سوال: (۶۱۵) ایک شخص کا عقد ایک دوشیزہ لڑکی سے ہوا جو دو تین سال اس کی زوجیت میں رہ کر فوت ہوگئی، لڑکی کی ماں سے اس شخص کا نکاح ہوگیا؛ یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ شوہر کا بیان ہے کہ میں اپنی پہلی بیوی سے ایک یوم بھی ہم بستر نہیں ہوا، اس شخص کے ساتھ مسلمانوں کو کیسا برتاؤ کرنا چاہیے؟ (۱۵۷۱/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: زوجہ کی ماں سے نکاح ہمیشہ کو حرام ہے، اگرچہ زوجہ مدخولہ نہ ہو۔ کما قال الله تعالیٰ: ﴿وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۳) وفي الدّرّ المختار: حرم على المتزوّج ......أصله وفرعه – إلی – وأمّ زوجته......وإن لم توطأ[3] پس ان میں مفارقت کرادی جاوے اور اگر وہ نہ مانے اور توبہ نہ کرے تو مسلمانوں کو اس سے متارکت کردینی چاہیے۔ فقط (۷/ ۳۴۷)

---

(۱) فأمّا أمّهات النّساء فمذكورة في قوله تعالیٰ: ﴿ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ ﴾ وهنّ محرّمات بمجرّد العقد، سواء كانت النّساء مدخولاً بها أو لم تكن؛ لإطلاق النّصّ، وأمّا الرّبائب وهي بنت المرأة فمذكورة في قوله تعالیٰ: ﴿وَرَبَآئِبُكُمُ اللّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ اللّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ﴾ ...... وهي إنّما تحرم إذا كانت تلك المرأة مدخولاً بها إلخ. (التّفسيرات الأحمديّة في بيان الآيات الشّرعيّة: ص: ۱۷۱، تفسير سورة النّساء، الآية: ۲۳)

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۸۳-۸۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۸۲-۸۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

مدخولہ بیوی کی لڑکی سے نکاح حرام ہے خواہ گود میں ہو یا نہ ہو

سوال: (۶۱۶) ﴿وَرَبَآئِبُكُمُ اللّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ اللّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ﴾ یعنی عورت کی وہ بیٹی جو پہلے خاوند سے ہے اور گود میں ہے حرام ہے؛ اس کی ماں کی زندگی اور موت میں، وهل تسمّى الرّبيبة وإن لم تكن في حجره؟ معنی: ''کیا نام رکھا جاتا ہے ربیبہ اگر اس کے گود میں نہ ہو؟'' یعنی جو گود والی بچی سے بڑی ہو وہ بھی حرام ہے، امام بخاری صاحب کی صحیح بخاری کے ترجمہ فیض الباری کے پارہ ۲۱ پر درج فرمایا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس لڑکی سے نکاح کی اجازت دی جو گود میں نہ تھی، یعنی پہلی کی تھی، روایت کیا اس کو ابن منذر وغیرہ نے، اور اخیر پر یہ تحریر فرمایا کہ اگر نہ ہوتا اجماع حادث اس مسئلہ میں تو اس کا لینا اولیٰ تر ہوتا؛ اس واسطے کہ حدیث کے اکثر طریقوں اور قرآن میں حجر کی قید آ چکی ہے، اور مخالفین نے صرف اس حدیث کو حجت پکڑا ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری بیبیو! اپنے بیٹوں اور اپنی بیٹیوں سے نکاح کرنے کو مجھ سے نہ کہا کرو، حدیث مخالف سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ﷺ نے اپنی بیبیوں کو ان کی زندگی میں ان کے بیٹوں اور بیٹیوں سے نکاح کرنے کو منع فرمایا، یعنی جیسے عورت کی زندگی میں اس کی بہن حرام ہے ویسے بیٹی بھی، ورنہ زندگی کے بعد کوئی عورت کیا کہہ سکتی ہے، اخیر پر یہ بھی گزارش ہے کہ کیا حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عمر فاروق سے مخالفین زیادہ معتبر اور واقف ہیں؟ (۱۵۵۷/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: زوجۂ مدخولہ کی بیٹی شوہر اوّل سے مطلقًا حرام ہے، خواہ زوجہ موجود ہو یا نہ ہو، اور خواہ گود میں اور پرورش میں ہو یا نہ ہو، جیسا کہ قرآن شریف میں محرمات ابدیہ میں اس کو شمار کیا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَرَبَآئِبُكُمُ اللّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ اللّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ الآية﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۳) اور قید ﴿فِيْ حُجُوْرِكُمْ﴾ کی بہ اعتبار غالب کے اور بہ اعتبار اکثر کے ہے، چنانچہ جمہور صحابہ و تابعین وائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہی مذہب ہے، اور سوائے داؤد ظاہری کے کسی کا خلاف ائمہ میں سے اس بارے میں منقول نہیں ہے، اور صحابہؓ میں جو اس بارے میں خلاف تھا

وہ بعد اجماع کے مرتفع ہوگیا، جلالین میں ہے: ﴿فِیْ حُجُوْرِکُمْ﴾ تربونها صفة موافقة للغالب فلا مفهوم لها إلخ (۱) اور مدارک میں ہے: قال داؤد: إذا لم تكن في حجره لاتحرم، قلنا: ذكر الحجر علىٰ غلبة الحال دون الشّرط إلخ (۲) اور درمختار میں ہے: و ...... بنت زوجته الموطوءة، قال في ردّ المحتار: أي سواء كانت في حجره أي كنفه ونفقته أو لا، وذكر الحجر في الآية خرج مخرج العادة أو ذكر للتّشنيع عليهم إلخ (۳) اور امام بخاری رحمہ اللہ بھی اس مسئلے میں جمہور کے ساتھ ہیں، وہ بھی ربیبہ سے نکاح کو مطلقًا حرام فرماتے ہیں، یعنی گود میں ہو یا نہ ہو، چنانچہ پوری عبارت بخاری شریف کے ترجمۂ باب کی یہ ہے: وهل تسمّى الرّبيبة وإن لم تكن في حجره؟ ودفع النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم ربيبةً له إلىٰ من يَكْفُلُها إلخ (۴) اور اس کے بعد حدیث: فلا تعرضن عليّ بناتِكنّ ولا أخواتِكنّ إلخ (۴) لائے ہیں، اس روایت: ودفع النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم إلخ (۴) سے بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے اس پر دلیل پکڑی ہے کہ باوجود دوسرے شخص کی کفالت میں اور پرورش میں ہونے کے اس لڑکی کو ربیبہ فرمایا گیا؛ اور محرمات میں شمار کیا گیا، باقی قرنِ اوّل کا اختلاف جب کہ اس کے بعد اجماع حرمت ہو چکا ہو معتبر نہیں رہتا، اور واضح ہو کہ حضرت علی وحضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا خلاف اس بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل نہیں کیا (بلکہ یہ اختلاف ابن حجر نے شرح بخاری میں نقل کیا ہے (۵)) (۶) اور یہ بھی ابن حجر ہی کا قول ہے کہ اگر نہ ہوتا اجماع حادث اس مسئلہ میں الخ (۵) امام بخاری کا قول کہنا اس کو غلط ہے، الغرض امام بخاری اور ائمہ اربعہ اور جمہور اہلِ سنت وجماعت اس مسئلہ میں متفق ہیں

(۱) تفسير الجلالين: ص:۷۳، تفسير سورة النّساء، الآية:۲۳۔

(۲) مدارك التّنزيل المعروف بتفسير النّسفي: ۱/۳۴۶، تفسير سورة النّساء، الآية:۲۳۔

(۳) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۸۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

(۴) صحيح البخاري: ۲/۷۶۵-۷۶۶، كتاب النّكاح، باب قوله: ﴿وَرَبَآئِبُكُمُ اللّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ إلخ﴾

(۵) فتح الباري: ۹/۱۵۸، كتاب النّكاح، باب قوله: ﴿وَرَبَآئِبُكُمُ اللّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ إلخ﴾ المطبوعة: دار المعرفة، بيروت، لبنان.

(۶) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

کہ زوجہ مدخولہ کی بیٹی ہمیشہ کو حرام ہے خواہ وہ حجر میں ہو یا نہ ہو، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مطلقاً حرام فرمایا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۳۷۷-۳۷۹)

سوال: (۶۱۷) ربیبہ سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (۷/ ۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: ربیبہ سے نکاح کی حرمت قرآن میں موجود ہے[1] فقط واللہ اعلم (۷/ ۳۶۴)

جو بیوی فوت ہوگئی اُس کی اس لڑکی سے جو دوسرے شوہر سے ہے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۶۱۸) حاجی محمد سعید کلکتہ خلاصی ٹولہ نمبر ۸۵، کتاب خلاصۃ النکاح: ص ۶ پر لکھا ہے کہ جو عورت آپ نکاح میں لا چکے ہوں اور وہ مرجاوے تو اس کی لڑکی جو شوہر سابق سے ہے اس کو نکاح میں لانا جائز ہے۔ هكذا في الهداية یہ صحیح ہے یا نہیں؛ یعنی سوتیلی لڑکی (یا گیلڑ[2]) [3] سے بعد مرجانے اس کی ماں کے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (۵۰۸/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: زوجہ مدخولہ کی دختر شوہر سابق سے شوہر ثانی کے لیے ہمیشہ کے لیے حرام ہے، کیوں کہ وہ ربیبہ اس شخص کی ہے، اور ربیبہ کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَرَبَآئِبُكُمُ اللّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ اللّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ، فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۳) البتہ اگر اس منکوحہ سے وطی نہ کی ہو اور بلا وطی اس کو طلاق دے دیوے یا وہ مرجاوے تو پھر اس کی دختر سے نکاح صحیح ہے۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ في آخر الآية المذكورة: أي ﴿فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾ فقط واللہ اعلم (۷/ ۳۴۳-۳۴۴)

وضاحت: سائل نے خلاصۃ النکاح سے جو مسئلہ بہ حوالہ ہدایہ نقل کیا ہے وہ غلط ہے، ہم نے

---

(۱) ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ﴾ إلى قوله تعالیٰ: ﴿وَرَبَآئِبُكُمُ اللّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۳)

(۲) گیلڑ: پہلے خاوند کا وہ بچہ جسے عورت اپنے ساتھ دوسرے خاوند کے ہاں لائی ہو۔ (فیروز اللغات) ۱۲

(۳) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔ ۱۲

خلاصۃ النکاح کے ایک قدیم نسخے سے مراجعت کی تو معلوم ہوا کہ سائل نے ایک مسئلہ کو غلط سمجھ کر اُسی کی بنیاد پر سوال کیا ہے، خلاصۃ النکاح میں مسئلہ اس طرح درج ہے:

''مسئلہ: ایک عورت اور اس کی سوتیلی بیٹی سے ایک ساتھ نکاح کرنا جائز ہے۔ **هٰکذا في الهـداية**'' (خلاصۃ النکاح، ص: ۶، جن عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے اُس کا بیان، ط: مطبع قیومی، کانپور)

ظاہر ہے کہ یہاں سوتیلی بیٹی سے وہ بیٹی مراد ہے جو سابق شوہر کی دوسری بیوی سے ہو، صاحبِ ہدایہ نے اس مسئلہ کو اس طرح نقل فرمایا ہے:

ولا بـأس بـأن يجمع بين امرأة وبنت زوج كان لها من قبل؛ لأنّه لا قرابة بينهما ولا رضاع إلخ. (الهداية: ۲/۳۰۹، كتاب النّكاح، فصل في بيان المحرّمات)

سائل سے ''سوتیلی بیٹی'' کی مراد سمجھنے میں غلطی ہوئی، اور اُس نے اس سے اُس بیٹی کو سمجھ لیا جو سابق شوہر سے اُسی عورت کے اپنے بطن سے ہو؛ اسی لیے مسئلہ غلط نقل کر کے سوال کیا ہے، حالاں کہ خلاصۃ النکاح میں اس طرح کی کوئی صورت مذکور نہیں، اور ہدایہ میں بھی اس صورت میں عدم جوازِ نکاح کا حکم صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔ ہدایہ میں ہے:

ولا ببنت امرأته الّتي دخل بها لثبوت قيد الدّخول بالنّصّ سواء كانت في حجره أو في حجر غيره، لأنّ ذِكر الحجر خرج مخرج العادة؛ لامخرج الشّرط، ولهٰذا اكتفى في موضع الإحلال بنفي الدّخول. (الهداية: ۲/۳۰۸، كتاب النّكاح، فصل في بيان المحرّمات) محمد حبان بیگ قاسمی

بیوی مرتد ہو کر قادیانی ہو جائے تب بھی اس کی لڑکی سے نکاح نہیں کر سکتا ہے

سوال: (۶۱۹) ایک شخص کی عورت قادیانی ہوگئی، اور قادیانی سے نکاح کر لیا، اس سے لڑکی پیدا ہوئی، اس لڑکی سے اس کی ماں کا پہلا خاوند نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۲ھ)

الجواب: نہیں کرسکتا۔ لقولہٖ تعالیٰ: ﴿وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۳) قال في الدّرّ المختار: و...... بنت زوجته المؤطوء ة وأمّ زوجته وجدّاتها مطلقًا إلخ [۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۸۱)

بدون متارکت زوج یا تفریق قاضی کے صرف حرمتِ مصاہرت سے نکاح فسخ نہ ہوگا

سوال: (۶۲۰) زید نے اپنے بیٹے عمر کی زوجہ ہندہ سے وطی کی، اب ما بین عمر و ہندہ نکاح قائم ہے یا نہیں؟ (۱۳۵۱/ ۱۳۳۷ھ) [۲]

الجواب: قال في الدّرّ المختار: وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النّكاح حتّى لا يحلّ لها التّزوّج بآخر إلاّ بعد المتاركة إلخ، قال في ردّ المحتار: قوله: (إلاّ بعد المتاركة) أي وإن مضٰى عليها سنون كما في البزّازية، وعبارة الحاوي: إلاّ بعد تفريق القاضي أو بعد المتاركة إلخ [۳] (شامی: ۲/۲۸۳) الحاصل باپ نے اگر بیٹے کی زوجہ سے وطی کی تو وہ موطوءہ بیٹے پر حرام ہوگئی؛ لیکن نکاح بدون متارکت یا تفریق قاضی فسخ اور مرتفع نہ ہوگا؛ لیکن بیٹے کو لازم ہے کہ اس عورت کو علیحدہ کردے اور اس سے متارکت کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۳۸)

سوال: (۶۲۱) زید نے اپنے بیٹے خالد کی زوجہ مسماۃ زینب سے زنا کیا؛ تو خالد کا نکاح زینب سے فاسد ہوگیا یا نہیں؟ اور زینب بعد انقضاءِ عدت دوسرے شخص سے نکاح کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۴۳۷/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: بیٹے کی زوجہ سے زنا کرنے سے مزنیہ اپنے شوہر پر حرام ہوجاتی ہے؛ لیکن درمختار میں لکھا ہے کہ حرمتِ مصاہرت سے نکاح مرتفع نہیں ہوتا، تاوقتیکہ شوہر اس کو علیحدہ نہ کردے، اور متارکت اس سے نہ کرلیوے، یا قاضی تفریق نہ کرادیوے، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں زینب بدون

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۸۳-۸۴، کتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

(۲) سوال مطبوعہ فتاویٰ میں نہیں ہے، رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔۱۲

(۳) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۹۱-۹۲، کتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

متارکتِ شوہر یا تفریقِ قاضی کے اور اس کے بعد عدتِ طلاق یعنی تین حیض پورے ہونے کے، اگر اس کو حیض آتا ہو دوسرے مرد سے نکاح نہیں کرسکتی۔ کذا في الدّر المختار والشّامي[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (اضافہ از رجسٹر نقول فتاویٰ)

داماد نے ساس سے زنا کیا تو نکاح باقی ہے یا فسخ ہوگیا؟

سوال: (۶۲۲) زید نے اپنی دختر مسماۃ ہندہ کا عمر کے ہمراہ نکاح کردیا تھا، مگر اب تک ہندہ رخصت ہوکر عمر کے گھر نہیں گئی تھی، اور عمر زید کے گھر آتا جاتا تھا، اس اثناء میں عمر نے زید کی عورت کے ساتھ زنا کیا، ایک مرد اور دو عورتیں بھی دیکھ رہی تھیں، بعد ازاں عمر شرمندگی کے باعث غیر ملک کو چلا گیا، جو آج تک بہ انقضاء عرصہ دس گیارہ سال کے مفقود الخبر ہے، اور مزنیہ پہلے بھی اقرار کرتی تھی، اور اب بھی اپنے اقرار پر قائم ہے کہ میرے ہمراہ میرے داماد نے فعلِ بد کیا ہے، اور گواہان مذکور بھی اب تک اپنے قول پر ثابت ہیں، اب ہندہ کا نکاح عمر کے ہمراہ باقی ہے یا بہ وجہ حرمتِ مصاہرت کے رفع اور فسخ ہوگیا، اور زوجِ آخر کے ہمراہ نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

(۳۹۶/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **وبحرمة المصاهرة لایرتفع النّکاح حتّی لایحلّ لها التّزوّج بآخر إلّا بعد المتارکة وانقضاء العدّة إلخ، قوله: (إلّا بعد المتارکة) أي وإن مضی علیها سنون کما في البزّازیة، وعبارة الحاوي: إلّابعد تفریق القاضي أوبعد المتارکة إلخ** [2]
پس واضح ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں بلا تفریقِ قاضی یا متارکتِ شوہر؛ ہندہ دوسرے مرد سے نکاح نہیں کرسکتی، البتہ اس وجہ سے کہ عمر مفقود الخبر ہوگیا ہے بر بناء مذہب امام (مالک)[3] رحمہ اللہ جس پر حنفیہ نے بھی فتویٰ دیا ہے مفقود ہونے کے وقت سے چار برس کے بعد زوجۂ مفقود عدت وفات پوری کرکے دوسرا نکاح کرسکتی ہے، شامی جلد ثالث باب المفقود میں ہے: **قوله: (خلافًا لمالك)**

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔۱۲

(۲) **الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۹۱-۹۲، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات.**

(۳) (مالک) کا اضافہ مفتی ظفیر الدین صاحب نے کیا ہے، رجسٹر میں نہیں ہے۔۱۲

فإنّ عنده تعتدّ زوجة المفقود عدّة الوفاة بعد مضيّ أربع سنين—— إلٰى أن قال——: لقول القهستاني: لو أفتى به في موضع الضّرورة لا بأس به علٰى ما أظنّ إلخ(۱) اور کتبِ فقہ مالکیہ میں ہے: ولزوجة المفقود الرّفع للقاضي والوالي و والي الماء وإلّا فلجماعة المسلمين، فيؤجّل الحرُّ أربع سنين .... ثمّ اعتدّت كالوفاة .... ولا تحتاج فيها لإذن(۲) من الحاكم(۳) فقه مالكية. فقط (دیکھیے: الحیلۃ الناجزۃ: ص:۱۱۳، مطبوعہ: مکتبہ رضی دیوبند ظفیر)
(۷/۳۳۳-۳۳۴)

باپ بیٹے کی بیوی سے زنا کرے تو ازخود طلاق پڑ جاوے گی یا نہیں؟

سوال: (۶۲۳) اگر کوئی شخص بیٹے کی زوجہ سے زنا کرے تو وہ عورت لڑکے پر حرام ہو جاوے گی یا نہیں؟ خود طلاق پڑ جائے گی یا طلاق دینے کی ضرورت ہوگی؟ اور وہ طلاق کون سی کہلائے گی؟
(۶۰۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: وہ عورت بیٹے پر حرام ہوگئی، بیٹے کو چاہیے کہ اس کو علیحدہ کردے، طلاق یا متارکت کی ضرورت ہے، اور یہ طلاق طلاقِ بائنہ ہوگی(۴) فقط واللہ اعلم (۷/۳۵۷-۳۵۸)

---

(۱) ردّ المحتار: ۶/۳۵۷، كتاب المفقود، مطلب في الإفتاء بمذهب مالك في زوجة المفقود.

(۲) مختصر العلّامة الخليل: ص:۱۳۱، القسم الأوّل في العبادات وما يتعلّق بها، باب في العدّة، فصل في مسائل زوجة المفقود، المطبوعة: دار الحديث القاهرة.

(۳) الشّرح الكبير للشّيخ الدّردير: ۲/۴۸۰، المطبوعة: دار الإحياء الكتب العربي.

(۴) تزوّج بكرًا فوجدها ثيّبةً وقالت: أبوك فضني إن صدّقها بانت بلا مهر والاّ لا. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۸۶، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات)

وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النّكاح حتّى لا يحلّ لها التّزوّج بآخر إلّا بعد المتاركة وانقضاء العدّة. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۹۱، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات)

سسر نے بہو کو شہوت کے ساتھ چھوا تو تفریق کا کیا طریقہ ہے؟

سوال: (۶۲۴) زید مقر ہے کہ میں نے اپنے بیٹے کی عورت کو شہوت سے مس کیا ہے، آیا زید کے بیٹے پر اس کی عورت حرام ہوگئی یا نہیں؟ اگر حرام ہوگئی تو نکاح فسخ ہوگیا یا تفریق قاضی کی ضرورت ہے اگر ہے تو کون تفریق کرسکتا ہے اور تفریق کا کیا طریقہ ہے؟ (۶۳۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: زید کا کہنا بیٹے پر حجت نہیں ہوسکتا؛ لیکن اگر بیٹا بھی اس کی تصدیق کرتا ہے یا گواہوں سے ایسا مس ثابت ہے جس سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوجاوے تو بیٹے پر وہ عورت ممسوسۂ پدر بالشہوت حرام ہوگئی [۱] لہٰذا بلا متارکتِ شوہر یا تفریقِ قاضی نکاح فسخ نہ ہوگا، متارکتِ شوہر کی صورت یہ ہے کہ شوہر کہہ دے کہ میں نے اس کو علیحدہ کردیا یا اس سے علیحدگی کرلیوے۔

اور تفریقِ قاضی کی صورت یہ ہے کہ قاضی شرعی علیحدگی کرادے اور حکمِ مسلمِ فریقین بھی قائم مقام قاضی ہوسکتا ہے۔ کما في کتب الفقه [۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۵۸-۳۵۹)

---

(۱) رجل تزوّج امرأة علٰی أنّها عذراءُ فلمّا أراد وِقاعَها وجدها قد أُفتضّت فقال لها: من افتضكِ؟ فقالت: أبوك، إن صدّقها الزّوج بانت منه ولا مهر لها، وإن كذّبها فهي امرأته كذا في الظّهيرية. (الفتاوى الهندية: ۱/۲۷۶، كتاب النّكاح، الباب الثّالث في بيان المحرّمات، القسم الثّاني: المحرّمات بالصّهريّة) ظفیر

(۲) وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النّكاح حتّى لا يحلّ لها التّزوّج بآخر إلّا بعد المتاركة وانقضاء العدّة (الدّرّ المختار) قوله: (إلّا بعد المتاركة) أي وإن مضٰى عليها سنون كما في البزّازية. وعبارة الحاوي: إلّا بعد تفريق القاضي أو بعد المتاركة أهـ، وقد علمت أنّ النّكاح لا يرتفع بل يفسد، وقد صرّحوا في النّكاح الفاسد بأنّ المتاركة لا تتحقّق إلّا بالقول، إن كانت مدخولاً بها كتركتك أو خليت سبيلك، وأمّا غير المدخول بها فقيل: يكون بالقول وبالتّرك علٰى قصد عدم العود إليها وقيل: لا تكون إلّا بالقول فيهما، حتّى لو تركها ومضٰى علٰى عدّتها سنون لم يكن لها أنّ تزوّج بآخر، فافهم. (الدّرّ المختار وردّ المحتار: ۴/۹۱-۹۲، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

حرمتِ مصاہرت میں کافر حاکم کی تفریق معتبر نہیں

سوال: (۶۲۵) زید کا ہندہ سے نکاح ہو چکا ہے، نکاح کے بعد زید نے اپنی ساس سے زنا کیا تو اس صورت میں زید کی بیوی اس پر حرام ہوئی یا نہ؟ اگر حرام ہوگئی تو تفریق اسلامی قاضی کی ضروری ہے یا عدالت انگریزی کی تفریق بھی کافی ہے؟ اور ائمہ اربعہ کے مذہب میں سے ترجیح کس امام کے مذہب کو ہے اور کیوں ہے؟ (۳۶۰/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اگر زنا ثابت ہے مثلاً یہ کہ زید زنا کا مقر ہے یا شہادت شرعیہ سے زنا ثابت ہے تو زید کی زوجہ زید پر حرام ہوگئی، زید کو لازم ہے کہ اپنی منکوحہ کو علیحدہ کردے یا قاضی یعنی حاکم شرعی ان میں تفریق کرادے، حاکم کافر کی تفریق معتبر نہیں ہے، اور زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہونے میں امام شافعی رحمہ اللہ کا خلاف ہے[1] لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زنا سے بھی حرمتِ مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے، فتح القدیر میں فرمایا کہ یہی مذہب حضرت عمرؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن عباسؓ وغیرہم کا اور جمہور تابعین کا بھی یہی مذہب ہے۔ شامی میں ہے: قال في الفتح: وبقولنا قال مالك في رواية وأحمد، وهو قول عمر وابن مسعود وابن عبّاس في الأصحّ إلخ، وجمهور التّابعين إلخ[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۸۸/۷-۳۸۹)

حرمتِ مصاہرت کا علم ہونے کے باوجود نکاح کرلیا تو نکاح باطل ہے

سوال: (۶۲۶) زید نے اپنے بھتیجے عمر سے اپنی لڑکی ہندہ بالغہ سے نکاح کرنا چاہا تو ہندہ نے اپنے باپ زید سے کہا کہ میرا نکاح عمر کے ساتھ نہ کرو، کیوں کہ میں نے بہ چشم خود عمر کو اپنی والدہ سے زنا کرتے دیکھا ہے، تو زید نے یہ کہا کہ فی الواقع تو سچ کہتی ہے میں نے بھی بہ چشم خود دیکھا تھا اور مار پیٹ بھی کی تھی، مگر اس امر کو بہ وجہ بے عزتی کے ظاہر نہ کیا، غرض کہ ہندہ بالغہ برابر اس نکاح سے انکار کرتی رہی، اور زید نے ہندہ کا نکاح عمر سے کردیا۔

---

(۱) ومن زنٰی بامرأة حرمت عليه أمّها وبنتها، وقال الشّافعي: الزّنا لا يوجب حرمة المصاهرة إلخ. (الهداية: ۳۰۹/۲، كتاب النّكاح، فصل في بيان المحرّمات)

(۲) ردّ المحتار: ۸۶/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

آیا زید کا و والدۂ ہندہ کا پہلے نکاح کے آپس میں گفتگو کرنا اور بہ وقت نکاح کے مجمع عام میں ساکت رہنا اور حرمۃ المصاہرت کا اظہار نہ کرنا، اور اب جب کہ ہندہ نے اپنا دوسرا نکاح بکر کے ساتھ کرلیا ہے برملا اظہار کرنا شرعًا معتبر ہے یا نہیں؟ اور پہلے نکاح کو باطل کرسکتا ہے یا نہ؟ اور نکاح ثانی جائز ہے یا نہ؟ (۱۲۷/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس صورت میں ہندہ کا نکاح عمر کے ساتھ نہیں ہوا کہ اوّل تو ہندہ کو جب کہ حرمتِ مصاہرت کا علم تھا تو اس کے حق میں نکاح مذکور باطل ہوگا[۱] علاوہ بریں ہندہ بالغہ تھی اور وہ برابر اس نکاح سے انکار کرتی رہی، تو اس وجہ سے بھی نکاح ہندہ کا عمر کے ساتھ منعقد نہیں ہوسکتا[۲]

پس نکاح ہندہ کا جو بعد میں بکر کے ساتھ ہوا صحیح ہے، اور والد ہندہ کا حرمتِ مصاہرت کو باوجود علم کے بہ وقت نکاح ظاہر نہ کرنا مفید جواز نکاح نہیں ہے، کیوں کہ جب کہ ہندہ بالغہ خود اپنے نکاح کا عمر کے ساتھ انکار کرتی رہی تو انعقادِ نکاح کی کوئی صورت نہیں ہے۔ فقط (۳۰۶/۷-۳۰۷)

---

(۱) أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع ...... وحرمة أُصولها وفروعها على الزّاني. (ردّ المحتار: ۸۶/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۲) ولا تجبر البالغة البكر على النّكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۱۸/۴-۱۱۹، كتاب النّكاح، باب الوليّ) ظفیر

حرمتِ نکاح بہ سبب رضاعت

ثبوتِ حرمتِ رضاعت کی علت جامعہ

سوال: (۶۲۷) حرمتِ رضاعت کی کوئی ایسی علت جامعہ بیان فرمائیے کہ جہاں اس کا وجود ہو حرمت متحقق ہوجائے؟ (۱۴۸۴/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: حدیث مذکور: یحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب[1] اور شعر فارسی معروف[2] دربارۂ حرمتِ رضاعت قاعدہ کلیہ اور علت جامعہ ہے۔ فقط واللہ اعلم (۷/ ۴۲۴-۴۲۵)

مدتِ رضاعت کب سے اور کب تک شمار کی جاتی ہے اور کتنی ہوتی ہے؟

سوال: (۶۲۸) مدتِ رضاعت کب سے اور کب تک شمار کی جاتی ہے؟ اور کتنی ہوتی ہے؟ سائرہ کی دختر رفیقہ نویں مہینے پیدا ہوئی، جب رفیقہ دو برس تین ماہ کی پوری ہوگئی تو چوتھے ماہ کے درمیان سائرہ نے صالحہ کی دختر عابدہ کو دودھ پلادیا، اب مابین رفیقہ اور عابدہ رضاعت ثابت ہوجائے گی یا نہیں؟ (۳۷۳/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: مدتِ رضاعت دو برس ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اڑھائی برس ہے، اکثر علماء کا فتویٰ اوّل پر ہے، اور بعض نے ثانی پر فتویٰ دیا ہے، لہٰذا اگر اڑھائی برس کے اندر بھی کسی بچے کو دودھ پلایا جاوے گا تو حرمتِ رضاعت ثابت ہوجاوے گی۔

---

(۱) عن ابن عبّاس قال: قال النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم في بنت حمزة: لا تحلّ لي يحرم من الرّضاع ما يحرم من النّسب هي بنت أخي من الرّضاعة. (صحيح البخاري: ۱/ ۳۶۰، كتاب الشّهادات، باب الشّهادة على الأنساب والرّضاعة إلخ)

(۲) از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند ❁ واز جانب شیر خوارہ زوجان وفروع

پس اگر سائرہ نے عابدہ دخترِ صالحہ کو اڑھائی برس کی عمر سے پہلے پہلے دودھ پلایا ہے تو رفیقہ اور عابدہ بہنیں رضاعی ہو گئیں، اور سائرہ کی تمام اولاد پہلی اور پچھلی عابدہ کے بہن بھائی رضاعی ہو گئے۔ کما فی الشعر المعروف بالفارسیۃ: ؎

از جانب شیردہ ہمہ خویش شوند ❁ و از جانب شیرخوارہ زوجان و فروع

وهكذا في الدّرّ المختار وغيره[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (اضافہ از رجسٹر نقول فتاوی)

وضاحت: جواب میں مذکور فارسی کا شعر رضاعی رشتہ داریوں کے بارے میں نہایت جامع ہے اور مفتی علامؒ نے بہت سی جگہ اسے ذکر فرمایا ہے، اکثر حضرات نے اس شعر کو کسی کی طرف منسوب کیے بغیر نقل کیا ہے؛ مگر تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شعر صدر الشریعۃ ثانی کا ہے، جس کو انہوں نے شرح وقایہ (۲/ ٦۷، کتاب الرضاع، ط: یاسر ندیم اینڈ کمپنی) میں نقل فرمایا ہے۔ اس سے قبل کسی بھی کتاب میں یہ شعر نہیں ملتا ہے، اور شرح وقایہ کی شروحات اور اسی طرح نقایہ کی اکثر شروحات میں بھی یہ شعر مذکور ہے، نیز جامع الرموز کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ یہ شعر صدر الشریعۃ ثانی ہی کا ہے۔ جامع الرموز میں ہے: ولذا نظمه فقال شعر : از جانب شیردہ الخ۔ (جامع الرموز: ۲/ ۲۱۹، کتاب الرضاع، ط: مطبع نول کشور)

اس عبارت میں صراحت کے ساتھ اس شعر کو ماتن یعنی صاحبِ نقایہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور نقایہ جو وقایہ کا مختصر ہے، صدر الشریعۃ ثانی ہی کی ہے۔

اس شعر کا ترجمہ اس طرح کیا جا سکتا ہے:

’’دودھ پلانے والی عورت (مرضعہ) کی طرف سے سبھی اس کے رشتہ دار (رضیع کے) اپنے رشتہ دار بن جاتے ہیں ــــ اور دودھ پینے والے بچے (رضیع) کی طرف سے وہ دونوں میاں بیوی اور اُن کی اولادیں (مرضعہ کے) رشتہ دار بن جاتے ہیں‘‘۔

---

(۱) حولان ونصف عنده وحولان فقط عندهما وهو الأصحّ فتح، وبه يفتىٰ كما في تصحيح القدوري عن العون، لكن في الجوهرة: أنّه في الحولين ونصف ولو بعد الفطام محرم وعليه الفتوى (الدّرّ المختار) قوله: (لكن إلخ) استدراك علىٰ قوله: ’’وبه يفتى‘‘ وحاصله أنّهما قولان أفتى بكلّ منهما، ط. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/ ۲۹۲، كتاب النّكاح، باب الرّضاع)

اس کی وضاحت کرتے ہوئے جامع الرموز میں تحریر فرمایا ہے:

''یعنی شیر دہندہ وشوہرش با فرزندان و پدران و مادران و برادران وخواہران؛ ایشاں خویش شیر خوارہ شوند ـــــ وشیر خوارہ وزنش یا شوہرش بافرزندان؛ خویش شیر دہندہ شوند''۔ (جامع الرموز: ۲/۲۱۹، کتاب الرضاع، ط: مطبع نول کشور)

ترجمہ: یعنی دودھ پلانے والی اور اس کا شوہر اور اُن کے تمام بچے اور تمام اصولِ مذکر ومؤنث اور سبھی بھائی بہنیں؛ یہ سب کے سب دودھ پینے والے کے بھی (محرم) رشتہ دار بن جاتے ہیں ـــــ اسی طرح دودھ پینے والا اور اُس کی بیوی (اگر وہ لڑکا ہے) یا اُس کا شوہر (اگر وہ لڑکی ہے) اور تمام اولاد دودھ پلانے والی کے (محرم) رشتہ دار بن جاتے ہیں۔ محمد حبان بیگ قاسمی

دو ڈھائی سال کی عمر کے درمیان دودھ پیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۶۲۹) مدتِ رضاعت میں امام صاحب رحمہ اللہ کا قول اڑھائی سال ہے، اور صاحبینؒ پورے دو سال فرماتے ہیں، جس بچے نے دو اور اڑھائی سال کے درمیان دودھ پیا ہے امام صاحب ان کا نکاح باہم حرام قرار دیتے ہیں، شرعی فیصلہ مفتیٰ بہ کیا ہے؟ (۱۶۸۲/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: فقہاء رحمہم اللہ ہر دو قول را مفتیٰ بہ فرمودہ اند، صاحبِ درمختار در بارۂ قول صاحبینؒ فرمودہ: وبہ یفتیٰ (۱) ودر بارۂ قول امام اعظمؒ فرمودہ: وعلیہ الفتویٰ (۱) ودر شامی گفتہ: وحاصلہ أنّھما قولان أفتی بکلّ منھما (۱) پس در ہر موضع احوط را اختیار کند مثلاً در فطام بر قول صاحبین عمل کند ودر حرمتِ رضاعت بر قول امام اعظمؒ عمل کند، یعنی در صورت مسئولہ حرمتِ رضاعت خواہد شد۔ فقط واللہ اعلم (۷/۴۴۴)

ترجمہ الجواب: فقہاء رحمہم اللہ نے دونوں ہی قول کو مفتیٰ بہ فرمایا ہے، صاحبینؒ کے قول کے سلسلے میں صاحبِ درمختار نے فرمایا ہے: وبہ یفتیٰ، اور امام اعظمؒ کے قول کے متعلق فرمایا ہے: وعلیہ الفتوی. اور شامی میں ہے: وحاصلہ أنّھما قولان أفتی بکلّ منھما، پس ہر جگہ احوط کو اختیار کریں گے، مثلاً دودھ چھڑانے میں صاحبینؒ کے قول پر عمل کیا جائے گا، اور حرمتِ رضاعت میں

(۱) حوالۂ سابقہ۔۱۲

امام اعظمؒ کے قول پر عمل کیا جائے گا؛ یعنی صورتِ مسئولہ میں حرمتِ رضاعت ہو جائے گی۔ فقط

مدتِ رضاعت (دو یا ڈھائی سال) میں اگر دودھ پی لیا تو مرضعہ کی تمام اولاد رضیع پر حرام ہو جائیں گی

سوال: (۶۳۰) ہندہ کا بچہ دو سال کا ہو گیا اور اس نے دودھ چھوڑ دیا، ہندہ نے دوسرے (کم)[1] عمر بچے کو دودھ پلایا، ان دونوں میں رشتۂ رضاعت قائم ہو گیا یا نہیں؟ اگر بچہ ڈھائی سال کا ہو گیا اس کے بعد ہندہ نے دوسرے بچے کو دودھ پلایا رشتۂ رضاعت قائم ہو گا یا نہ؟ (۱۷۷/۱۳۴۵ھ)

الجواب: ہندہ نے جس بچے کو دودھ پلایا اگر اس کی عمر دو اڑھائی سال سے زیادہ نہیں ہے تو وہ بچہ ہندہ کا بیٹا رضاعی ہو جاوے گا، اور ہندہ کی اولاد اس بچے کے بہن بھائی رضاعی ہو جاویں گے، اور حرمتِ رضاعت ثابت ہو جاوے گی[2] فقط واللہ اعلم (۴۱۳/۷)

تین سال کی عمر میں دودھ پینے پلانے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی

سوال: (۶۳۱) چھوٹی ہمشیرہ کو بڑی ہمشیرہ نے دودھ پلایا، بڑی ہمشیرہ کہتی ہے کہ دودھ پلانے کے وقت چھوٹی ہمشیرہ کی عمر تین برس کی تھی، اس کے سوا اور کوئی شہادت کسی قسم کی نہیں ہے تو اس صورت میں حرمتِ رضاعت ثابت ہو گی یا نہیں؟ والدہ نے یہ کہا تھا کہ تم ہر دو ہمشیرہ نے ایک دوسرے کو دودھ پلایا ہے، آپس میں ناطہ نہ کرنا۔ (۳۸۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: دودھ پلانے والی جب کہ عمر چھوٹی ہمشیرہ کی بہ وقت دودھ پلانے کے تین برس کی بتلاتی ہے، اور کوئی دوسری شہادت رضاعت اور عمر کے بارے میں موجود نہیں ہے تو اس صورت میں حرمتِ رضاعت کا حکم نہ کیا جاوے گا، اور چھوٹی بہن بڑی بہن کی دختر رضاعی متصور نہ ہو گی۔ کما في الدّرّ المختار : يثبت التّحريم في المدّة فقط إلخ ، و في الشّامي : أمّا بعدها

---

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (کم) کی جگہ ''کے'' تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۲) هو حولان ونصف عنده وحولان فقط عندهما وهو الأصحّ إلخ، ويثبت التّحريم في المدّة فقط. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲۹۲/۴-۲۹۴، كتاب النّكاح، باب الرّضاع) ظفیر

فإنّه لا یوجب التّحریم[1] اوران کی والدہ کا بیان مبہم ہے اوراس کے سواوہ شہادت کافی بھی نہیں ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۹۷-۳۹۸)

چمچہ وغیرہ میں دودھ نکال کر پلانے سے بھی حرمتِ رضاعت ثابت ہوجاتی ہے

سوال: (۶۳۲) والدۂ مریم نے زید کواپنی پستان سے لگالیا،مگر زید نے پستان سےتو دودھ نہیں پیا،مگر جب مریم کی والدہ نے علیحدہ چمچہ میں نکال کر پلایا تو پی لیا،ایسی صورت میں کیا زید مریم سے نکاح کرسکتا ہے یانہیں؟ (۱۲۸۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جب کہ زید نے مریم کی والدہ کا دودھ پیا خواہ پستان سے یا چمچے میں نکال کرزید کے حلق میں ڈالا گیا تو زید والدۂ مریم کا بیٹا رضاعی اورمریم کا بھائی رضاعی ہوگیا، پس بہ موجب قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب[3] زیداورمریم کا باہم نکاح حرام قطعی ہے۔قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَاَخَوٰتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ﴾ (سورۂ نساء،آیت:۲۳) وفي الدّرّ المختار: وألحق بالمصّ الوجور إلخ[4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۲۳-۴۲۴)

مدتِ رضاعت میں جس نیت سے بھی دودھ پلایا حرمتِ رضاعت ثابت ہوگی

سوال: (۶۳۳) کلثوم وزینب حقیقی بہنیں ہیں،کلثوم کےلڑکا (احمد) پیدا ہوااورنو ماہ بعد مرگیا

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۲۹۴/۴، کتاب النّکاح، باب الرّضاع.

(۲) وحجّته حجّة المال وهي شهادة عدلین أو عدل وعدلتین. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۳۰۹/۴، کتاب النّکاح، باب الرّضاع) ظفیر

(۳) عن ابن عبّاس قال: قال النّبيّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم في بنت حمزة: لا تحلّ لي یحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب هي بنت أخي من الرّضاعة. (صحیح البخاري: ۳۶۰/۱، کتاب الشّهادات، باب الشّهادة علی الأنساب والرّضاعة إلخ)

(۴) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲۹۲/۴، کتاب النّکاح، باب الرّضاع.

زینب کی لڑکی سے جس کی عمر ایک سال تین ماہ کی تھی صرف تین بار کلثوم کا دودھ کھچوایا گیا، تین دن تک روز ایک بار اس دودھ کھچوانے سے یہ منشا تھی کہ تکلیف رفع ہوجائے، دودھ پلانے کی نیت نہیں تھی، یہ بیان صرف زینب کا ہے اور کلثوم کا انتقال ہوگیا، آیا کلثوم کے پسر واحد سے زینب کی لڑکی کا عقد جس نے احمد پسر (کلثوم)[1] کا دودھ پیا ہے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۲۰۷۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: مسئلہ یہ ہے کہ مرضعہ کی تمام اولاد رضیع کے بھائی بہن ہوجاتے ہیں، اور سب حرام ہوجاتے ہیں[2] جیسا کہ شعر مشہور میں ہے: ؎ از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند الخ

پس اگر یہ ثابت ہوجاوے اور معلوم و معروف ہو کہ زینب کی دختر نے کلثوم کا دودھ پیا ہے، اگر چہ ایک دفعہ ہی پیا ہو اور اگر چہ قصد دودھ پلانے کا نہ ہو تو کلثوم کے کسی پسر سے زینب کی دختر کا نکاح نہیں ہوسکتا، نہ واحد کے ساتھ، نہ اس کے کسی دوسرے بھائی کے ساتھ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۴۲۹-۴۲۸/۷)

مرضعہ کی اگلی پچھلی تمام اولاد رضیع پر حرام ہوجاتی ہے

سوال: (۶۳۴) ایک لڑکے نے اپنے باپ کی حقیقی چچی کا دودھ پیا جس کے بہت فرزند ہیں، جس لڑکی کے ساتھ اس نے دودھ نہیں پیا اس سے اس لڑکے رضیع کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۱۰۴۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: مرضعہ کی تمام اولاد رضیع پر حرام ہوجاتی ہے، خواہ اس کے ساتھ دودھ پیا ہو یا نہ پیا ہو، یعنی اگلی پچھلی اولاد، مرضعہ کے سب بچے شیر خوار پر حرام ہیں، پس کسی کے ساتھ ان میں سے نکاح درست نہیں ہے[3] ؎ از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند الخ۔ (۴۰۱/۷)

---

(۱) مطبوعہ فتاویٰ اور رجسٹر نقولِ فتاویٰ میں (کلثوم) کی جگہ ''زینب'' تھا، مسئلہ کو درست کرنے کے لیے ہم نے اس کو بدلا ہے، اور سوال ہذا کو رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا ہے۔۱۲

(۲) ولاَ حِلَّ بين الرّضيعة وولدِ مرضِعَتِها أي الّتي أرضَعَتْها وَوَلَدِ ولَدِهَا لأنّه ولد الأخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۳۰۱/۴-۳۰۲، كتاب النّكاح، باب الرّضاع) ظفير

(۳) يحرم على الرّضيع أبواه من الرّضاع وأصولهما وفروعهما من النّسب والرّضاع جميعًا. (الفتاوى الهندية: ۳۴۳/۱، كتاب الرّضاع) ظفير

دودھ پینے والی لڑکی کی شادی دودھ پلانے والی کے لڑکے سے جائز نہیں

سوال: (۶۳۵) ''الف'' مرگیا، اس کی زوجہ ہندہ نے اس کے بھائی ''ب'' سے عقد شرعی کرلیا، ہندہ کے بطن سے ''الف'' کی اولاد دولڑکے ہیں۔ ہندہ نے جب ''ب'' سے عقد شرعی کیا تو اس سے اس کی اولاد ہوئی، ''ب'' کی دوسری عورت زبیدہ بھی تھی، زبیدہ کے بطن سے ''ب'' کے دو لڑکیاں ہیں، ایک ہندہ کے ساتھ عقد سے پہلے کی اور دوسری لڑکی نے (ہندہ)[۱] کے پیٹ سے پیدا شدہ لڑکے کے ساتھ دودھ ایام رضاعت میں پیا ہے، آیا ''ب'' کو اپنے بھائی ''الف'' کے بیٹوں سے اپنی دولڑکیوں کا نکاح جو از بطن (زبیدہ)[۱] ہیں کردینا درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۲۷۵ھ)

الجواب: ''ب'' کی جس دختر از بطن زبیدہ نے ہندہ کا دودھ پیا ہے اس کا نکاح ہندہ کے پسر از صلب ''الف'' سے جائز نہیں ہے[۲] اور جس دختر نے ہندہ کا دودھ نہیں پیا اس کا نکاح ہندہ کے پسر از صلب ''الف'' سے درست ہے[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۰۹/۷)

ایک مرتبہ دودھ پینے سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہوجاتی ہے

سوال: (۶۳۶) ایک شخص نے ایک عورت کا دودھ مدت رضاعت میں ایک دفعہ پیا ہے تو جس لڑکی کے ساتھ میں دودھ پیا ہے اس کے ساتھ اس کا نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟ اور نکاح کو چھ ماہ ہوچکے ہیں، امام شافعیؒ کا اس میں کیا مذہب ہے، اگر حنفیہ کے مخالف ہے تو ان کے دلائل کا

---

(۱) مطبوعہ فتاویٰ اور رجسٹر نقولِ فتاویٰ میں (ہندہ) کی جگہ ''زبیدہ'' اور (زبیدہ) کی جگہ ''ہندہ'' ہے، مسئلہ درست کرنے کے لیے ہم نے اس کو بدلا ہے۔۱۲

(۲) عن ابن عبّاس قال: قال النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم في بنت حمزة: لا تحلّ لي يحرم من الرّضاع ما يحرم من النّسب هي بنت أخي من الرّضاعة. (صحيح البخاري: ۳۶۰/۱، كتاب الشّهادات، باب الشّهادة على الأنساب والرّضاعة إلخ)

(۳) اس لیے کہ جب دودھ نہیں پیا حرمت ثابت نہیں ہوئی۔ ظفیر

کیا جواب ہے؟ (۱۱۳۲/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس صورت میں حرمتِ رضاعت عندالحنفیہ ثابت ہے، اور نکاح مابین رضیع و ولدِ مرضعہ حرام اور ناجائز ہے۔ واستدلال الحنفيّة بآية: ﴿وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ الآية﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۳) معروف، قال في الشّامي بعد نقل مذهب الشّافعيؒ: والجواب أنّ التّقدير منسوخ صرح بنسخهٖ ابن عبّاس وابن مسعودؓ، وروي عن ابن عمر أنّه قيل له: إن ابن الزّبير يقول: لا بأس بالرّضعة والرّضعتين، فقال: قضاء اللّٰه خير من قضائه، قال تعالىٰ: ﴿ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ ﴾ (النّساء:۲۳) فهٰذا إمّا أن يكون ردًّا للرّواية بنسخها أو لعدم صحّتها أو لعدم إجازته تقييد إطلاق الكتاب بخبر الواحد، وهٰذا معنى قوله في الهداية: إنّه مردود بالكتاب أو منسوخ بهٖ إلخ [1] (شامي: ۲/۴۰۵، باب الرّضاع) اور جو نکاح مابین رضیع و ولدِ مرضعہ ہو چکا ہے وہ باطل ہے، ان میں تفریق اور علیحدگی کرادینی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۱۸)

مرضعہ کی تمام اولاد رضیع پر حرام ہے چاہے ایک ساتھ دودھ پیا ہو یا آگے پیچھے

سوال: (۶۳۷) زید و عمر دونوں بھائی ہیں، عمر چھوٹا ہے، ان کی والدہ کا دودھ ہندہ نے عمر کے ساتھ پیا ہے جس وقت ہندہ نے دودھ پیا ہے اس وقت عمر کی عمر ۲۸ ماہ کی تھی، اور ہندہ کی ایک ماہ کی، اب ہندہ سے زید کا نکاح جائز ہے یا کیا؟ اور ایک بہن ہندہ سے چھوٹی ہے اس کے ساتھ زید کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (۲۴/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: ہندہ نے جب کہ زید اور عمر کی والدہ کا دودھ پیا تو مرضعہ کی تمام اولاد ہندہ کے لیے حرام ہوگئی، جیسا کہ اس شعر مشہور میں اس کو بیان کیا گیا ہے:

از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند ❁ واز جانب شیر خوارہ زوجان وفروع

(۱) ردّ المحتار: ۴/۲۹۶، كتاب النّكاح، باب الرّضاع.

اور درمختار میں ہے: ولا حلّ بین الرّضیعة وولد مرضعتها إلخ [1] اس عبارت سے بھی واضح ہے کہ مرضعہ کی تمام اولاد رضیع کے لیے حرام ہے، لہٰذا نکاح ہندہ کا زید کے ساتھ درست نہیں ہے، اور ہندہ نے اگرچہ زید کے ساتھ دودھ نہیں پیا، بلکہ عمر کے ساتھ پیا ہے، لیکن جب کہ زید بھی بیٹا مرضعہ کا ہے، لہٰذا وہ ہندہ کے لیے حرام ہے؛ ساتھ دودھ پینے نہ پینے کا اعتبار نہیں ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے: وإن اختلف الزّمن والأب إلخ [1] اور شامی میں ہے: قوله: (وإن اختلف الزّمن) كأن ارضعت الولد الثّاني بعد الأوّل بعشرين سنة مثلاً إلخ [1] البتہ ہندہ کی دوسری بہن کے ساتھ جس نے زید وعمر کی والدہ کا دودھ نہیں پیا زید کا نکاح درست ہے۔ وتحلّ أخت أخيه رضاعًا [1] (الدّرّ المختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۰۶)

رضیع اور مرضعہ کی اولاد کے درمیان اگر نکاح ہوجائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۶۳۸)......(الف) ہندہ نے اپنے سوتیلے بھائی خالد کو مدتِ رضاعت کے اندر دودھ پلایا، ہندہ کے زید پیدا ہوا اور خالد کے دختر زینب تولد ہوئی، زید کا نکاح زینب سے درست ہے یا نہیں؟

(ب) صورتِ مذکورہ میں اگر بہ وجہ ناواقفی عقد ہوجاوے تو کیا حکم ہے؟ تفریق کی ضرورت ہے یا خود جدا ہوسکتے ہیں؟

(ج) صورت مذکورہ میں اگر دخول اور خلوت کے بعد تفریق ہو تو شوہر کے ذمے کیا واجب ہے؟

(د) اگر قبل دخول وخلوت تفریق ہوجائے تو عورت پر عدت ہے یا نہیں؟ بر تقدیر اوّل؛ شہور سے عدت ہوگی یا اَقراء (حیض) سے؟

(ہ) اگر عقد مذکور کے بعد زوج نے دخول کیا اور علوق ہوگیا تو ثابت النسب ہوگا یا ولد الزنا؟

(۱۴۸۴/۱۳۳۷ھ)

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۳۰۱، کتاب النّکاح، باب الرّضاع.

الجواب:(الف) نکاح زید کا ساتھ زینب کے شرعًا حرام ہے، اور شعر مشہور: ''از جانب شیرده الخ'' سے حرمت نکاح مذکور ثابت ہے، اور حدیث: **یحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب** [(۱)] سے بھی حرمت نکاح مذکور کی ثابت ہے، اور درمختار میں ہے: **ولا حلّ بین الرّضیعة وولد مرضعتها أي اللّتي أرضعتها و ولد ولدها لأنّه ولد الأخ إلخ** [(۲)]

(ب) تفریق ضروری ہے اور خود متارکت کر دینا کافی ہے شوہر اس کو علیحدہ کر دے اسی سے تفریق ہو جاوے گی [(۳)]

(ج) بہ صورت دخول وخلوت مہر مثل لازم ہے اور بہ صورت عدم دخول وخلوت کے کچھ لازم نہیں ہے [(۴)]

(د) قبل الدخول تفریق میں عدت لازم نہیں، اور بعد الدخول عدت لازم ہے [(۴)] اور عدت

---

(۱) عن ابن عبّاس قال: قال النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم في بنت حمزة: لا تحلّ لي يحرم من الرّضاع ما يحرم من النّسب هي بنت أخي من الرّضاعة. (صحيح البخاري: ۱/۳٦۰، كتاب الشّهادات، باب الشّهادة على الأنساب والرّضاعة إلخ)

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۳۰۱-۳۰۲، كتاب النّكاح، باب الرّضاع.

يحرم على الرّضيع أبواه من الرّضاع وأصولهما وفروعهما من النّسب والرّضاع جميعًا، حتّى أنّ المرضعة لو ولدت من هٰذا الرّجل أو غيره قبل هٰذا الإرضاع أو بعده، أو أرضعت رضيعًا، أو وُلد لهٰذا الرّجل من غير هٰذه المرأة قبل هٰذا الإرضاع أو بعده، أو أرضعت امرأةٌ من لبنه رضيعًا؛ فالكلّ إخوة الرّضيع وأخواته و أولادهم أولاد إخوته وأخواته إلخ. (الفتاوى الهندية: ۱/۳۴۳، كتاب الرّضاع)

(۳) ويثبت لكلّ واحد منهما فسخه ولو بغير محضرعن صاحبه ودخل بها أو لا في الأصحّ خروجًا عن المعصيّة فلا ينافي وجوبه، بل يجب على القاضي التّفريق بينهما. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۰۴، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد)

(۴) ويجب مهر المثل في نكاح فاسد ...... بالوطء ...... لا بغيره ...... ولم يزد مهر المثل على المسمّى؛ لرضاها بالحطّ ...... وتجب العدّة بعد الوطء لا الخلوة للطّلاق لا للموت من وقت التّفريق أو متاركة الزّوج وإن لم تعلم المرأة بالمتاركة في الأصحّ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۰۲-۲۰۵، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد) ==

حائضہ کے لیے تین حیض ہیں (۱) فقط

(۵) نسب ثابت ہوگا۔ كذا في الشّامي (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۲۴-۴۲۵)

جس پھوپھی کا دودھ پیا ہو اس کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں

سوال: (۶۳۹) ایک شخص کی شادی اس کی پھوپھی کی لڑکی کے ساتھ قرار پائی، مگر بعد کو معلوم ہوا کہ لڑکے نے اپنی پھوپھی کا دودھ پیا ہے، اس پر لوگوں نے اس کے ماں باپ کو سمجھایا، مگر انہوں نے نہ مانا، اور ناصح کو برا بھلا کہا اور نکاح پر آمادہ ہوگئے، اور طرفین سے رضامندی ہوگئی، یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (۱۶۹۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اگر درحقیقت اس نے اپنی پھوپھی کا دودھ پیا ہے تو اس کی دختر سے نکاح اس کا صحیح نہیں ہے (۳) لیکن بہ صورت انکار دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے رضاعت

== ويجب عليه أن يفارقها، ولو علم القاضي بذٰلك يفرّق بينهما فإن فارقها قبل الدّخول لا يثبت شيء من الأحكام، وإن فارقها بعد الدّخول فلها المهر ويجب الأقلّ من المسمّٰى ومن مهر المثل، وعليها العدّة، ويثبت النّسب إلخ. (الفتاوى الهندية: ۱/۲۷۷-۲۷۸، كتاب النّكاح، الباب الثّالث في بيان المحرّمات، القسم الرّابع: المحرّمات بالجمع)

ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقًا مہر مثل واجب نہیں ہوگا؛ بلکہ مہر مثل اور مہر مسمّٰی میں سے جو کم ہوگا وہ واجب ہوگا۔ محمد حبان بیگ

(۱) لما سيأتي في باب العدّة من أنّها تجب بثلاث حيض كوامل في الموطوءة بشبهة أو نكاح فاسد في الموت والفرقة أهـ، أي إن كانت تحيض وإلّا فثلاثة أشهر أو وضع الحمل فافهم. (ردّ المحتار: ۴/۲۰۴، كتاب النّكاح، مطلب في النّكاح الفاسد)

(۲) قوله: (في نكاح فاسد) وحكم الدّخول في النّكاح الموقوف كالدّخول في الفاسد، فيسقط الحدّ ويثبت النّسب إلخ. (ردّ المحتار: ۴/۲۰۲، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد)

رجل مسلم تزوّج بمحارمه فجئن بأولاد يثبت نسب الأولاد منه إلخ. (الفتاوى الهندية: ۱/۵۴۰، كتاب الطّلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النّسب)

(۳) ويثبت به ...... وإن قلّ إلخ، أمومية ...... المرضعة للرّضيع إلخ، فيحرم منه ...... ما يحرم من النّسب. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۹۵-۲۹۷، كتاب النّكاح، باب الرّضاع)

ثابت ہوتی ہے، اگر گواہ نہ ہوں تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۱۶/۷)

جس پھوپھی کا دودھ پیا ہے اُس کی اُس لڑکی سے بھی نکاح جائز نہیں جو دوسرے شوہر سے ہے

سوال: (۶۴۰) زید نے اپنی پھوپھی کا دودھ پی کر پرورش پائی، بعد کو اس کے پھوپھا کا انتقال ہوگیا، اور اس کی پھوپھی نے عقد ثانی کیا، اس سے لڑکی پیدا ہوئی تو زید کا نکاح اس دختر سے جو کہ شوہر ثانی سے ہے جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۴۳/۱۲۹۹ھ)

الجواب: اس صورت میں زید کا نکاح اس کی پھوپھی مرضعہ کی اس دختر سے بھی صحیح نہیں ہے جو کہ دوسرے شوہر سے پیدا ہوئی، کیوں کہ مرضعہ کی تمام اولاد رضیع کے بھائی بہن رضاعی ہو جاتے ہیں، اور اخت رضاعی کی حرمت قرآن شریف میں منصوص ہے: ﴿وَاَخَوٰتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۳) وفي الشّعر المعروف: ؎ ''از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند''۔ وهٰكذا في الدّرّ المختار[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۱۷/۷)

بڑی بہن نے چھوٹی بہن کو دودھ پلایا تو دونوں کی اولاد میں شادی جائز نہیں

سوال: (۶۴۱) بڑی بہن نے چھوٹی بہن کو جب کہ وہ ایک برس کی تھی کئی مرتبہ اپنا دودھ پلایا؛ جس کے تین گواہ چشم دید موجود ہیں، جنہوں نے بہ قسم قرآنی کہہ دیا ہے کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دودھ پلاتے دیکھا ہے، اب چھوٹی بہن کی اولاد اور بڑی بہن کی اولاد میں باہم نکاح درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۶۳ھ)

الجواب: جب کہ معتبر گواہوں سے یہ امر ثابت ہے کہ بڑی بہن نے چھوٹی بہن کو بہ حالت شیر خوارگی دودھ پلایا ہے تو چھوٹی بہن بڑی بہن کی رضاعی بیٹی ہوگئی اور بڑی بہن کی اولاد اس کے

---

(۱) ولاَ حلَّ بين الرّضيعة وولدِ مرضِعَتِها أي الّتي أرضَعَتْها وَوَلَدِ ولَدِهَا. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۳۰۱/۴-۳۰۲، كتاب النّكاح، باب الرّضاع) ظفیر

بھائی بہن ہو گئے، پس چھوٹی بہن کی اولاد سے بڑی بہن کی اولاد کا نکاح شرعاً صحیح نہ ہوگا۔ هٰکذا في کتب الفقه [۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۳۰)

بھائی نے بہن کا دودھ پیا تو ان دونوں کی اولاد میں نکاح جائز نہیں

سوال: (۶۴۲) زید ایک طفل پانچ سالہ ہے، اور ہندہ اس کی حقیقی ہمشیرہ بیس پچیس سالہ شادی شدہ ہے، زید نے ہمشیرہ مذکورہ کا دودھ پیا، زید کی کسی دختر کا نکاح ہندہ کے کسی لڑکے سے جائز ہے یا نہ؟ (۹۲۹/۱۳۳۸ھ)

الجواب: زید نے اگر اپنی ہمشیرہ کا دودھ بہ عمر شیر خوارگی یعنی دو برس کی عمر یا اڑھائی برس کی عمر میں یا اس سے کم عمر میں پیا ہے تو زید اپنی بہن کا پسر رضاعی ہو گیا، اور اس بہن کی جس قدر اولاد ہے وہ بہن بھائی رضاعی زید کے ہو گئے، پس زید کی کسی دختر کا نکاح ہندہ کے کسی پسر اور دختر سے جائز نہیں ہے [۲] اور اگر زید کی عمر بہ وقت شیر نوشیدگی اڑھائی برس سے زیادہ تھی تو پھر حرمتِ رضاعت ثابت نہ ہوگی، اور نکاح زید کی اولاد کا ہندہ کی اولاد سے حرام نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۳۳-۴۳۴)

لڑکی نے پہلی بیوی کا دودھ پیا تو دوسری بیوی سے جو لڑکا ہے اُس کا نکاح اُس سے اور اُس کی بیٹی سے درست نہیں

سوال: (۶۴۳) زید نے عمر کی ہمشیرہ اور عمر نے زید کی ہمشیرہ سے نکاح کیا، زید کا لڑکا عبدالحمید ہوا اور عمر کی دختر مسماۃ مریم ہوئی، عبدالحمید نے مریم کی والدہ اپنی عمہ (پھوپھی) کا دودھ پیا، اور مریم نے

(۱) حرم بسبب الرّضاع ماحرم بسبب النّسب قرابة وصهرية ولو كان الرّضاع قليلاً لحديث الصّحيحين المشهور: يحرم من الرّضاع ما يحرم من النّسب. (البحر الرّائق: ۳/۳۸۸، كتاب الرّضاع) ظفیر

(۲) ويثبت بـه إلـخ، أمومية المرضعة للرّضيع إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۹۵-۲۹۶، كتاب النّكاح، باب الرّضاع) ظفیر

عبدالحمید کی والدہ اپنی عمہ (پھوپھی) کا دودھ پیا، پھر زید نے مسماۃ خانم جان سے دوسرا نکاح کیا اس سے ایک لڑکا عبدالصمد ہوا، تو عبدالصمد کا نکاح مریم یا مریم کی دختر کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ (۵۷۴/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: صورتِ مسئولہ میں مریم زید کی دختر رضاعی ہوئی، کیوں کہ مریم نے جب کہ فاطمہ زوجۂ زید کا دودھ پیا تو مریم جیسے فاطمہ کی رضاعی دختر ہوئی اسی طرح زید کی بھی دختر رضاعی ہوئی، جیسا کہ شعر مشہور: ''از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند الخ'' میں مذکور ہے۔ وفي الدّرّ المختار: ويثبت به إلخ وإن قَلّ إلخ، أمُومِيَّةُ المُرضِعَةِ لـلرّضِيعِ ويثبتُ أبُوّةُ زوجِ مُرضِعةٍ إذا كان لَبنُها منه له إلــــخ[1] پس مریم زید کی دختر رضاعی ہوئی تو عبدالصمد پسر زید از بطن زوجۂ ثانیہ خانم جان، مریم کا بھائی ہوا، اور مریم کی دختر عبدالصمد کی بھانجی رضاعی ہوئی، پس عبدالصمد کا نکاح مریم اور مریم کی دختر سے صحیح نہیں ہے۔ قـال الـلّٰه تعالیٰ: ﴿وَاَخَـوٰتُـکُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۳) وقال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: یحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب[2] فقط واللہ اعلم (۳۹۳/۷)

سوتیلی ماں نے جس لڑکی کو دودھ پلایا وہ رضاعی علاّتی بہن ہوئی اُس سے نکاح درست نہیں

سوال: (۶۴۴) زینب ایک لڑکا منیر احمد چھوڑ کر مرگئی، بعد ازاں زید شوہر زینب و والد منیر احمد نے نکاح ثانی خاتون سے کیا جس سے ایک دختر حامدہ پیدا ہوئی، خاتون نے جس کا جھوٹا دودھ عائشہ کو پلا دیا، اگر اب منیر احمد ابن زینب زوجۂ اولیٰ زید کا عقد عائشہ سے کیا جائے تو جائز ہوگا یا نہیں؟ جب کہ منیر احمد نے نہ تو خاتون کا دودھ پیا ہے اور نہ عائشہ کی ماں و نانی کا دودھ پیا ہے، اور عائشہ نے بھی زینب کا دودھ ہرگز نہیں پیا ہے۔ (۷۷۳/۱۳۳۷ھ)

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۹۵-۲۹۶، کتاب النّکاح، باب الرّضاع.

(۲) عن ابن عبّاس قال: قال النّبيّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم في بنت حمزة: لا تحلّ لي یحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب هي بنت أخي من الرّضاعة. (صحیح البخاري: ۱/۳۶۰، کتاب الشّهادات، باب الشّهادة علی الأنساب والرّضاعة إلخ)

الجواب: منیر احمد کے باپ زید نے جب کہ منیر احمد کی ماں زینب کے مرنے کے بعد خاتون سے نکاح ثانی کیا، اور خاتون کے بطن سے زید کی دختر حامدہ پیدا ہوئی، اور عائشہ نے خاتون کا دودھ پیا تو عائشہ زید کی بھی دختر رضاعی ہوگئی، اور منیر احمد کی بہن رضاعی علاتی ہوگئی، لہٰذا منیر احمد کا نکاح عائشہ سے درست نہیں ہے۔ کما في الدّرّ المختار: ويثْبتُ أبُوّةُ زوجِ مُرضِعَةٍ إذا كان لبنُها منهُ له إلخ [1] اور شامی میں ہے: وقد يكونانِ لأبٍ كما إذا كان لرجُلٍ امرأتان وَوَلَدَتَا منه فأرْضَعَتْ كلُّ واحدةٍ صغيرًا فإنّ الصّغيرين أخَوانِ لأبٍ، حتّٰى لو كان أحَدُهما أنثٰى لا يحلّ النّكاحُ بينهما إلخ [2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۹۹/۷)

جس لڑکی کو ایک بیوی نے دودھ پلایا اُس سے اس لڑکے کی شادی جائز نہیں جو دوسری بیوی سے ہے

سوال: (۶۴۵) ایک شخص کی دو بیوی ہیں: نصیبن و مُرادن، نصیبن نے ایک غیر لڑکی کو دودھ پلایا ہے تو مرادن کے لڑکے کے ساتھ اس لڑکی رضیعہ کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۸/۷۳۰ھ)

الجواب: اس غیر لڑکی نے جب کہ اس مرد کی ایک زوجہ کا دودھ پیا تو وہ لڑکی جیسا کہ دودھ پلانے والے کی دختر رضاعی ہوئی، اسی طرح اس کے شوہر کی بھی دختر رضاعی ہوگئی، اور دوسری زوجہ سے جو اس مرد کا لڑکا ہے وہ بھائی رضاعی اس لڑکی کا ہوا، پس نکاح ان دونوں میں درست نہیں ہے [3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۳۳/۷)

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲۹۶/۴، كتاب النّكاح، باب الرّضاع.

(۲) ردّ المحتار: ۳۰۱/۴، كتاب النّكاح، باب الرّضاع.

(۳) ويثبت به إلخ ، أمومية المرضعة للرّضيع ويثبت أبوة زوج مرضعة إذا كان لبنها منه له وإلّا لا...... فيحرم منه ...... ما يحرم من النّسب. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲۹۵/۴، كتاب النّكاح، باب الرّضاع) ظفیر

رضاعی باپ کی دوسری بیوی سے جو لڑکی ہے اُس سے نکاح درست نہیں

سوال: (۶۴۶) امداد خان نے شیخ جہاں گیر کی زوجہ کا دودھ پیا، پھر شیخ جہاں گیر کی اس زوجہ کا انتقال ہوگیا، اور شیخ جہاں گیر نے مسماۃ نصیبن سے نکاح کیا، اس کے بطن سے مسماۃ حمید النساء دختر پیدا ہوئی، امداد خان کا نکاح حمید النساء سے جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو امداد خان کے والد کا چوں کہ شادی میں بہت خرچ ہوا تھا وہ خرچ کون دے گا، اور شیخ جہاں گیر بھی خرچ وصول کرنے کے درپے ہے؟ (۱۷۴۵/۱۳۳۵ھ)

الجواب: جب کہ امداد خان نے شیخ جہاں گیر کی زوجہ کا دودھ پیا تو امداد خان شیخ جہاں گیر کا بیٹا رضاعی ہوگیا، پس حمید النساء سے نکاح اس کا باطل ہے[1] اور خرچ کسی کا کوئی نہ دے گا جو کچھ جس نے خرچ کیا وہ دوسرے سے نہیں لے سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۰۵/۷)

رضاعی ماں کی سوتیلی بیٹی کی نواسی سے نکاح جائز نہیں

سوال: (۶۴۷) زید کی شادی نسبی پھوپھی زاد بہن کی لڑکی سے ایسی صورت میں کہ زید اپنی سوتیلی دادی کا دودھ بھی پی چکا ہے، یا یوں سمجھئے کہ زید اپنی رضاعی ماں کی سوتیلی بیٹی کی نواسی سے شادی کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ (۲۶۴۶/۱۳۴۰ھ)

الجواب: رضاعی (والد)[2] کی حقیقی اولاد اور اس کی اولاد کی اولاد رضیع پر حرام ہے، اور یہ بھی مسئلہ ہے کہ والدہ رضاعی کا شوہر جس سے اس کا دودھ ہو وہ باپ رضیع کا ہو جاتا ہے، پس اس کی اولاد کی اولاد بھی رضیع پر حرام ہوگی، لہٰذا نکاح مذکورہ صحیح نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے: ویثبت به...... وإن

---

(۱) ویثبت أبوّة زوج مرضعة إذا کان لبنها منه له وإلّا لا. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲۹۶/۴، کتاب النّکاح، باب الرّضاع) ظفیر

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں (والد) کی جگہ ''والدہ'' تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

قلّ إلخ أمومية المرضعة للرّضيع ويثبت أبوّة زوج مرضعة إذا كان لبنها منه إلخ[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۰۹-۴۱۰)

رضاعی باپ کی بیٹی کی پوتی سے نکاح حرام ہے

سوال: (۶۴۸) زید نے ہندہ کا دودھ پیا، اب ہندہ کے شوہر کی لڑکی جو زینب کے بطن سے ہے اس کی پوتی کے ساتھ زید کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (یعنی زید کے رضاعی باپ کی بیٹی کی پوتی سے زید کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟)[2] (۲۱۸/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: زید کا نکاح زید کے رضاعی باپ کی دختر کی پوتی سے ناجائز ہے۔ لقولہٖ عليه الصّلاة والسّلام: يحرم من الرّضاع ما يحرم من النّسب[3] وفي الدّرّ المختار: ويثبت أبوّة زوج مرضعة إذا كان لبنها منه له إلخ (الدّرّ المختار) قوله: (له) أي للرّضيع[4] (شامي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۰۶-۴۰۷)

رضاعی باپ کی موطوءہ سے نکاح کرنا حرام ہے

سوال: (۶۴۹) موطوءۂ اب رضاعی حلال است یا حرام؟ فتویٰ علماء احناف چہ طور است؟ (۱۰۳۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: قال في ردّ المحتار: قوله: (ما يحرم من النّسب) معناه أنّ الحرمة بسبب الرّضاع معتبرة بحرمة النّسب فشمل زوجة الابن والأب من الرّضاع، لأنّها حرام بسبب النّسب فكذا بسبب الرّضاع، وهو قول أكثر أهل العلم، كذا في المبسوط

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۹۵-۲۹۶، كتاب النّكاح، باب الرّضاع.

(۲) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۳) عن ابن عبّاس قال: قال النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم في بنت حمزة: لا تحلّ لي يحرم من الرّضاع ما يحرم من النّسب هي بنت أخي من الرّضاعة. (صحيح البخاري: ۱/۳۶۰، كتاب الشّهادات، باب الشّهادة على الأنساب والرّضاعة إلخ)

(۴) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۲۹۶، كتاب النّكاح، باب الرّضاع.

بحر إلخ [۱] وفي الهداية: وامرأة أبيه أو امرأة ابنه من الرّضاع لا يجوز أن يتزوّجها كما لا يجوز ذٰلك من النّسب لما روينا، و ذكر الأصلاب في النّصّ لإسقاط اعتبار التبنّي علٰى ما بيّنّاه إلخ [۲] وهٰكذا في أكثر الكتب.

پس معلوم شد کہ موطوءۂ اب رضاعی؛ نکاح بہ او حرام است، و کتب فقہیہ معتبرہ بر حرمتش شاہد اند، و ہر گاہ قول اکثر فقہاء ہمیں است، ومقتضائے نص قطعی: ﴿وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۲) (ہم ہمیں است، پس ظاہر است کہ ہمیں راجح است و فتویٰ ہم بر آں است) [۳]
فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۱۹-۴۲۰)

ترجمہ سوال: (۶۴۹) رضاعی باپ کی موطوءہ حلال ہے یا حرام؟ علمائے احناف کا فتویٰ کس طرح ہے؟

الجواب: ردّ المحتار میں ہے: قوله: (ما يحرم من النّسب) معناه أنّ الحرمة بسبب الرّضاع إلخ، اور ہدایہ میں ہے: و امرأة أبيه إلخ، پس معلوم ہوا کہ رضاعی باپ کی موطوءہ کا نکاح اس کے ساتھ حرام ہے، اور فقہ کی معتبر کتابیں اس کی حرمت پر شاہد ہیں، اور ہر جگہ اکثر فقہاء کا قول یہی ہے، اور نص قطعی ﴿وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۲) کا مقتضا بھی یہی ہے، پس ظاہر ہے کہ یہی راجح ہے، اور فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رضاعی ماں باپ کی سوتیلی ماں سے نکاح حرام ہے

اور شرح وقایہ کی ایک عبارت کا مطلب

سوال: (۶۵۰) رضاعی ماں یا باپ کی سوتیلی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟
(۸۹۱/ ۱۳۳۷ھ)

---

(۱) ردّ المحتار: ۴/ ۲۹۷، كتاب النّكاح، باب الرّضاع.
(۲) الهداية: ۲/ ۳۵۱، كتاب الرّضاع.
(۳) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔ ۱۲

الجواب: درمختار باب المحرّمات میں ہے: **وزوجة أصله وفرعه مطلقًا ولو بعيدًا إلخ**[1] اور باب الرّضاع میں ہے: **فيحرم منه .... ما يحرم من النّسب**[2] پس جیسا کہ نانا نسبی کی زوجہ اور دادا نسبی کی زوجہ سے نکاح حرام ہے، اسی طرح نانا رضاعی اور دادا رضاعی کی زوجہ سے بھی نکاح حرام ہے، اور رضاعی ماں اور رضاعی باپ کی سوتیلی ماں کا یہی مطلب ہے کہ وہ نانا رضاعی کی زوجہ ہے یا دادا رضاعی کی زوجہ ہے، اور یہ صورت ان صور میں سے بھی نہیں ہے جو کہ مستثنیٰ کی گئی ہیں قاعدہ: **فيحرم منه ...... ما يحرم من النّسب**[2] سے **كما لا يخفى**. فقط واللہ اعلم (۷/۴۱۶)

سوال: (۶۵۱) حضور کی طرف سے میرا سوال (سابق) جو دادا رضاعی اور نانا رضاعی کی زوجہ کو رضیع کے لیے نکاح جائز ہونے کے بارے میں تھا، اس کا جواب ملنے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جیسا نانا (نسبی) کی زوجہ اور دادا نسبی کی زوجہ سے نکاح حرام ہے، اسی طرح نانا و دادا رضاعی کی زوجہ سے بھی نکاح حرام ہے، مگر شرح وقایہ کتاب الرضاع میں مستثنیٰ کے آخر میں جو یہ عبارت: **وأمّ عمّه وعمّته وأمّ خاله وخالته**[3] میں ہے، اس میں تین صورتیں نکلنے پر شارح نے اشارہ فرمایا[4] جیسا کہ اوپر **وأمّ أخيه وأخته** کی تین تین صورتیں بنتی تھیں، اسی طرح یہاں بھی اگر نکلیں تو ان صورتوں میں سے ایک صورت ایسی نکلتی ہے جس سے رضاعی دادا یا نانا کی زوجہ یعنی رضاعی باپ یا ماں کی سوتیلی ماں کو نکاح کرنا جائز ثابت ہوتا ہے، پہلی صورت چچا یا ماموں نسبی کی رضاعی ماں، دوسری صورت چچا یا ماموں رضاعی کی ماں رضاعی، خیر ان دونوں کے جواز میں کچھ شبہ نہیں رہا، لیکن تیسری صورت میں شبہ ہے ماں یا باپ رضاعی کی سوتیلی ماں جائز ہونا چاہیے؛ یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۹۷۸/۱۳۳۷ھ)

---

(۱) ردّ المحتار: ۴/۸۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۹۷، كتاب النّكاح، باب الرّضاع .

(۳) شرح الوقاية: ۲/۶۶، كتاب الرّضاع.

(۴) ولا تنس الصّور الثّلاث في جميع ما ذكرنا (شرح الوقاية) وفي الهامش: قوله: في جميع ما ذكرنا، يعني: جميع الصّور المذكورة تجري فيه الصّور الثّلاث الّتي ذكرها في بحث أمّ الأخ والأخت، وهي أن يكون كلّ من المضاف إليه والمضاف رضاعًا، أو المضاف رضاعًا والمضاف إليه نسبًا، أو بالعكس. (شرح الوقاية مع حاشية عمدة الرّعاية: ۲/۶۶، كتاب الرّضاع ، رقم الهامش: ۱۰)

الجواب: حدیث شریف میں آیا ہے: یحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب[۱] اس سے (مطلقًا)[۲] حرمت ان عورتوں رضاعی کی ثابت ہوتی ہے جن کی حرمت نسب سے ثابت ہے، اور اس میں دادا رضاعی اور نانا رضاعی کی زوجہ بھی داخل ہے۔ کما في الدّرّ المختار: و زوجة أصله وفرعه مطلقًا ولو بعيدًا دخل بها أو لا، وأمّا بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال، وحرم الکلّ ممّا مرّ تحریمه نسبًا ومصاهرة رضاعًا إلخ[۳] اور ردالمحتار میں ہے: یعني یحرم من الرّضاع أصوله وفروعه وفروع أبویه وفروعهم وکذا فروع أجداده وجدّاته الصّلبیون، وفروع زوجته وأصولها وفروع زوجها وأصوله وحلائل أصوله وفروعه إلخ[۳]

اور مسویٰ شرح موطا میں شاہ ولی اللہ صاحب بہ اتفاق علماء تحریر فرماتے ہیں: کلّ من عقد النّکاح علی امرأة تحرم المنکوحة علیٰ آباء النّاکح وإن علوا، وعلیٰ أبناء ہ وأبناء أولاده من النّسب والرّضاع جمیعًا وإن سفلوا تحریمًا مؤبّدًا بمجرّد العقد[۴] اور عالمگیری میں محرمات صہریہ کے بیان میں لکھا ہے: والرّابعة نساء الآباء والأجداد من جهة الأب أو الأمّ وإن علوا، فهٰؤلاء محرمات علی التّأبید نکاحًا ووطئًا کذا في الحاوي القدسي[۵] اور پھر اسی میں محرمات رضاع کے بیان میں لکھا ہے: کلّ من تحرم بالقرابة والصّهریة تحرم بالرّضاع علیٰ ما عرف في کتاب الرّضاع[۶] اور کتاب الرضاع میں

(۱) عن ابن عبّاس قال: قال النّبيّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم في بنت حمزة: لا تحلّ لي یحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب هي بنت أخي من الرّضاعة. (صحیح البخاري:۱/۳۶۰، کتاب الشّهادات، باب الشّهادة علی الأنساب والرّضاعة إلخ)

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں (مطلقًا) کی جگہ "متعلق" تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

(۳) الدّرّ المختار و ردّ المحتار:۴/۸۴-۸۵، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات.

(۴) المسوّی شرح الموطّا:۲/۱۰۴، کتاب النّکاح، باب المحرّمات، المطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت.

(۵) الفتاوی الهندیة:۱/۲۷۴، کتاب النّکاح، الباب الثّالث في بیان المحرّمات، القسم الثّاني: المحرّمات بالصّهریّة.

(۶) الفتاوی الهندیة:۱/۲۷۷، کتاب النّکاح، الباب الثّالث في باب المحرّمات، القسم الثّالث: المحرّمات بالرّضاع.

اگرچہ لکھا ہے: وتحلّ أمّ أخيه وأمّ عمّه وعمّته وأمّ خاله وخالته من الرّضاع هٰكذا في شرح الوقاية (۱) لیکن تیسری صورت مسئولہ کا اس میں ذکر نہیں، پس مقتضی احتیاط اسی میں ہے کہ تمام صورتوں مسئولہ میں بہ مقابلہ ان عبارات معتبرہ کے اس کے خلاف پر عمل کرنا درست نہیں۔ فقط (۷/۳۹۹-۴۰۱)

اپنے بیٹے کی رضاعی بہن سے نکاح کب جائز اور کب ناجائز ہے؟

سوال: (۶۵۲) ہندہ زید کی رضاعی بہن ہے، زید کی والدہ فوت ہوگئی، اب زید کا باپ بکر ہندہ سے عقد شرعی کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۹۳/۷-۱۳۴۱ھ)

الجواب: ہندہ اور زید کے بہن بھائی ہونے کی اگر یہ صورت ہوئی ہے کہ ہندہ نے زید کی والدہ منکوحۂ بکر کا دودھ پیا ہے تو اس صورت میں ہندہ بکر کی بھی دختر رضاعی ہوگئی، پس نکاح بکر کا ہندہ سے اس صورت میں حرام ہے (۲) اور اگر یہ صورت ہوئی کہ زید نے ہندہ کی والدہ کا دودھ پیا ہے، یا دونوں نے کسی تیسری عورت کا دودھ پیا ہے، اس وجہ سے وہ دونوں بہن بھائی رضاعی ہیں تو اس صورت میں زید کے باپ بکر کا نکاح ہندہ سے جائز ہے۔ كما في الدّرّ المختار: وتحلّ أخت أخيه رضاعًا إلخ (۳) وقس عليه أخت ابنه (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۰۲)

سابقہ جواب کے سلسلے میں شامی اور موطا کی عبارتوں میں تطبیق

سوال: (۶۵۳) آپ نے ایک مسئلہ کا جواب وتحلّ أخت أخيه رضاعًا (۳) فرمایا تھا،

---

(۱) الفتاوى الهندية: ۱/۳۴۳، كتاب الرّضاع.

(۲) ويثبت به ...... وإن قلّ إلخ، أمومية المرضعة للرّضيع ويثبت أبوة زوج مرضعة إذا كان لبنها منه له وإلّا لا ...... فيحرم منه أي بسببه ما يحرم من النّسب. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۹۵-۲۹۷، كتاب النّكاح، باب الرّضاع) ظفیر

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۳۰۱، كتاب النّكاح، باب الرّضاع.

(۴) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۹۹، كتاب النّكاح، باب الرّضاع.

مگر موطا امام محمد: ص: ۲۷۹، باب الرّضاع کی یہ عبارت مخالف ہے، تطبیق کی کیا صورت ہے؟ فالأخ من الرّضاعة من الأب تحرم عليه أخته من الرّضاعة من الأب، وإن كانت الأمّان مختلفين[1] (۱۳۳۸/۲۰۵۲ھ)

الجواب: بندہ نے وتحلّ أخت أخيه رضاعًا[2] لکھا ہوگا اس کی صورتیں شامی نے لکھ دی ہیں، اس کو ملاحظہ کیا جاوے[3] موطا امام محمد کی صورت اس کے مخالف نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم (۴۳۴/۷-۴۳۵)

وضاحت: موطا امام محمد کی صورت شامی کے مخالف اس لیے نہیں ہے کہ موطا میں اصل مسئلہ رضیع کا ہے، یعنی رضیع کا جو رضاعی باپ ہے؛ چوں کہ اُس کی ہر طرح کی اولاد رضیع پر حرام ہوجاتی ہے اسی وجہ سے رضاعی باپ کی طرف سے جو بھی بہن بنے گی چاہے وہ اسی ماں سے ہو جس کا اُس نے دودھ پیا ہے یا دوسری ماں سے وہ اُس رضیع پر حرام ہوجائے گی، برخلاف شامی کی عبارت کے کہ اس میں اصل مسئلہ رضیع کا نہیں؛ بلکہ اُس کے بھائی کا ہے، اور رضاعت کا اصل تعلق رضیع سے ہوتا ہے، رضیع کے بھائی سے نہیں؛ اسی وجہ سے رضیع کی بہن رضیع کے بھائی کے لیے حلال ہوگی۔

محمد حبان بیگ قاسمی

گود لیے ہوئے بیٹے کو اگر بیوی نے دودھ پلایا ہو تو اس کی بیوی سے نکاح حلال نہیں

سوال: (۶۵۴) گود لیے ہوئے بیٹے نے ہماری بیوی کا دودھ پیا تو ہمارا نکاح اس گود لیے ہوئے بیٹے کی بیوی سے جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۴۳/۱۱۴۶ھ)

---

(۱) الموطّا للإمام محمّد: ص: ۲۷۹، كتاب الطّلاق، باب الرّضاع.

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۳۰۱/۴، كتاب النّكاح، باب الرّضاع.

(۳) اس عبارت کے بعد درمختار میں ہے: كأن يكون له أخ نسبي له أخت رضاعيّة ...... كأن يكون لأخيه رضاعًا أخت نسبًا وبهما وهو ظاهر (الدّرّ المختار) قوله: (وهو ظاهر) كأن يكون له أخ رضاعيّ رضع مع بنت من امرأة أخرى. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۳۰۱/۴، كتاب النّكاح، باب الرّضاع) ظفیر

الجواب: جس بچے نے تمہاری زوجہ کا دودھ پیا وہ تمہارا رضاعی بیٹا ہوگیا(۱) پس اس کی زوجہ سے تمہارا نکاح صحیح نہیں ہے۔ **کما في الشّامي : وقوله تعالیٰ : ﴿وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِکُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِکُمْ﴾ (النّساء: ۲۳) والحلیلة الزوجة إلخ، وذکر الأصلاب لإسقاط حلیلة الابن المتبنّی لا لإحلال حلیلة الابن رضاعًا فإنّها تحرم کالنّسب بحر وغیره**(۲) فقط واللہ اعلم

(۴۱۵/۷)

بانجھ بیوی نے متبنّٰی لڑکے کو دودھ پلایا تو اس کی بیوی سے نکاح حلال ہے یا حرام؟

سوال: (۶۵۵) زید نے بکر کو متبنّٰی بنایا اور زید کی زوجہ نے جو کہ عقیمہ تھی مدتِ رضاعت میں بکر کو دودھ پلایا تو بعد مرنے بکر کے؛ زید بکر کی زوجہ سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۱۴۷۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر زوجۂ زید کے کبھی زید سے بچہ پیدا نہیں ہوا، اور زوجۂ زید ہمیشہ سے عقیمہ رہی، اور یہ لبن بہ سبب ولادت از زید نہیں تو اس کا دودھ زید کی طرف منسوب نہ ہوگا، یعنی زوجۂ زید سے اگر مدتِ رضاعت میں کسی بچے نے دودھ پیا تو وہ زید کا پسر رضاعی نہ ہوگا(۳) اور جب وہ لڑکا پسر رضاعی زید کا نہیں ہے تو اس کی زوجہ سے نکاح زید کا درست ہے، کیوں کہ غایت یہ کہ وہ زوجہ کے پسر رضاعی کی زوجہ ہے تو یہ وجہ حرمت کی نہیں ہے کیوں کہ ربیب کی زوجہ حرام نہیں ہے۔ **(قوله: (طلّقَ ذاتَ لبنٍ) أي منه، بأن ولدَتْ منه ؛ لأنّه لو تزوّج امرأةً ولم تَلِدْ منه قطُّ ونزلَ لها لبنٌ وأرْضَعَتْ**

---

(۱) ویثبت أبوّة زوج مرضعة إذا کان لبنها منه له وإلّا لا. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲۹۶/۴ کتاب النّکاح، باب الرّضاع) ظفیر

(۲) ردّ المحتار: ۸۴/۴، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات.

(۳) ویثبت أبوّة زوج مرضعة إذا کان لبنها منه له وإلّا لا کما سیجيء (الدّرّ المختار) المراد به اللّبن الّذي نزل منها بسبب ولادتها من رجلٍ زوجٍ أو سیّد. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۲۹۶/۴، کتاب النّکاح، باب الرّضاع) ظفیر

ولدًا لایکونُ الزّوجُ أبًا للولد لأنّ نسبتهٗ إلیه بسببِ الوِلادةِ منه، وإذا انْتَفَتْ انْتَفَتْ النِّسبةُ فکان کَلبنِ البِکرِ [1]) [2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۲۲/۷)

جس لڑکی کو دوسری بیوی نے دودھ پلایا ہے وہ رضاعی نواسے کی خالہ رضاعی ہوئی، اس سے نکاح درست نہیں

سوال: (۶۵۶) زید کی دو زوجہ ہیں: ایک مسماۃ زینب، ایک مسماۃ خاتون، اور زینب کے بطن سے زید کی دختر مسماۃ خدیجہ ہے، خدیجہ نے بکر کو اپنا دودھ پلایا، بکر مذکور خدیجہ کے بطن سے نہیں ہے صرف دودھ پلایا ہے، اور زید کی دوسری زوجہ خاتون نے مسماۃ مریم کو دودھ پلایا ہے، مریم بھی خاتون کے بطن سے نہیں ہے، تو بکر کے نکاح میں مسماۃ مریم آسکتی ہے یا نہ؟ (۲۰۲/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ مسلم ہے اور درمختار وغیرہ میں مصرح ہے کہ جو عورت کسی بچے کو دودھ پلاتی ہے تو اس کا شوہر جس کا وہ دودھ ہے اس رضیع کا رضاعی باپ ہوجاتا ہے، پس مسماۃ خاتون نے جس لڑکی مسماۃ مریم کو دودھ پلایا تو وہ زید کی دختر رضاعی ہوگئی [3] اور خدیجہ کا پسر رضاعی مسمی بکر مسماۃ مریم کا بھانجہ رضاعی ہوا، لہٰذا بہ حکم: یحرم من الرّضاعة ما یحرم من الولادة [4] بکر مذکور کا نکاح مریم مذکورہ سے شرعًا صحیح نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۱۷/۷-۴۱۸)

جس عورت نے مرد کی نانی کا دودھ پیا ہے وہ اُس کی رضاعی خالہ ہوئی اُس سے نکاح درست نہیں

سوال: (۶۵۷) ایک عورت نے ایسے مرد سے نکاح کیا جس کی نانی کا دودھ اس عورت

---

(۱) ردّ المحتار: ۳۰۶/۴، کتاب النّکاح، باب الرّضاع.

(۲) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۳) ویثبت أبوّة زوج مرضعة إذا کان لبنها منه له وإلاّ لا. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲۹۶/۴، کتاب النّکاح، باب الرّضاع) ظفیر

(۴) عن عائشة قالت: قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم: یحرم من الرّضاعة ما یحرم من الولادة. (مشکاة المصابیح: ص: ۲۷۳، کتاب النّکاح، باب المحرّمات، الفصل الأوّل)

نے پیا ہے، اور نانی کا دودھ ولادت کے سبب سے نہ تھا، بلکہ بچے کو اپنی چھاتی سے لگانے سے؛ شروع اس کے دودھ کا چھ ماہ کی عمر میں ہے، یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بعض علماء اس نکاح کو ناجائز فرماتے ہیں۔ (۶۱۵/ ۱۳۳۷ھ) [۱]

الجواب: بے شک نکاح مذکور ناجائز ہے، کیوں کہ وہ (عورت) جس نے اس مرد کی نانی کا دودھ پیا خالہ رضاعی اس مرد کی ہے، اور خالہ جیسی نسبی حرام ہے رضاعی خالہ بھی حرام ہے۔ **لقوله عليه الصّلاة والسّلام: يحرم من الرّضاع ما يحرم من النّسب** [۲] اور مدت رضاعت میں دودھ پینے سے ہر طرح حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے، خواہ مرضعہ کے ولادت فی الحال نہ ہوئی ہو ویسے ہی بچہ کو چھاتی لگانے سے دودھ اتر آیا ہو [۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۳۹۸-۳۹۹)

زید کی بہن نے جس لڑکی کو دودھ پلایا اس (رضاعی بھانجی) سے زید کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۶۵۸) ہندہ کے ایک لڑکی زینب اور ایک لڑکا زید تھا، زینب نے صغریٰ کو ایامِ رضاعت میں ایک دن دو تین مرتبہ دودھ پلایا، اب زید اور صغریٰ کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر نکاح ہو گیا ہو تو کیا ہونا چاہیے؟ (۸۷۸/ ۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اگر دودھ پلانا زینب کا صغریٰ کو بہ طریق شرعی ثابت ہے، یعنی دو مرد عادل یا ایک مرد اور دو عورتیں عادلہ گواہ دودھ پلانے کی ہیں تو زید کا نکاح صغریٰ کے ساتھ جائز نہیں ہے، اور اگر نکاح ہو گیا ہے تو ان میں تفریق کرادی جاوے کیوں کہ صغریٰ زید کی بھانجی رضاعی ہے۔

---

(۱) یہ سوال رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۲) عن ابن عبّاس قال: قال النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم في بنت حمزة: لا تحلّ لي يحرم من الرّضاع ما يحرم من النّسب هي بنت أخي من الرّضاعة. (صحيح البخاري: ۱/۳۶۰، كتاب الشّهادات، باب الشّهادة على الأنساب والرّضاعة إلخ)

(۳) ويثبت به إلخ وإن قلّ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۹۵، كتاب النّكاح، باب الرّضاع) ظفیر

اور حدیث شریف میں ہے کہ جس طرح بھانجی نسبی سے نکاح حرام ہے اسی طرح بھانجی رضاعی سے بھی نکاح حرام ہے۔ یحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب (۱) وفي الدّرّ المختار: والرّضاع حجّته حجّة المال وهي شهادة عدلين أو عدل وعدلتين إلخ (۲) اور شامی میں ہے کہ تنہا مرضعہ کا قول اس بارے میں معتبر نہیں ہے۔ وما في شرح الوهبانية عن النّتف: من أنّه لا تقبل شهادة المرضعة عند أبي حنيفة وأصحابه إلخ (وفيه قبله) قال في البحر بعد ذٰلك: إن ظاهر المتون أنّه لا يعمل به مطلقًا ـــــ أي بخبر الواحد ـــــ فليكن هو المعتمد في المذهب (۲) (شامي: جلد ثاني، باب الرّضاع) فقط (۷/۴۱۴-۴۱۵)

رضاعی بھانجی سے نکاح جائز نہیں

سوال: (۶۵۹) زید نے ہندہ کا دودھ پیا، اور ہندہ کی بیٹی نسبی زینب نے سلیمہ کو دودھ پلایا؛ اس لیے یہ سلیمہ زید کی رضاعی بھانجی ہوئی، اب زید کا نکاح سلیمہ سے جائز ہے یا حرام؟
(۱۰۵۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ہندہ مرضعہ کی دختر نسبی زید کی بہن رضاعی ہوئی اور سلیمہ زید کی بھانجی رضاعی ہوئی، لہٰذا بہ حکم حدیث: یحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب (۱) و بہ حکم ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ﴾ ـــ إلٰى قوله تعالٰى: ـــ ﴿وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ الآية﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۳) زید کا نکاح سلیمہ سے ناجائز اور حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۰۱-۴۰۲)

لڑکے کی رضاعی بہن نے جس لڑکی کو دودھ پلایا وہ رضاعی بھانجی ہوئی اُس سے نکاح درست نہیں

سوال: (۶۶۰) ایک عورت اور اس کی لڑکی دونوں نے رضاعت اختیار کی، ماں نے لڑکے

(۱) عن ابن عبّاس قال: قال النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم في بنت حمزة: لا تحلّ لي يحرم من الرّضاع ما يحرم من النّسب هي بنت أخي من الرّضاعة. (صحيح البخاري: ۱/۳۶۰، كتاب الشّهادات، باب الشّهادة على الأنساب والرّضاعة إلخ)
(۲) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۳۰۹، كتاب النّكاح، باب الرّضاع.

عمر کو دودھ پلایا، اور لڑکی نے دختر میرن کو دودھ پلایا، پس لڑکے عمر کا نکاح لڑکی میرن کے ساتھ درست ہے یا نہ؟ (۲۲/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: جس لڑکے کو ماں نے دودھ پلایا وہ اس کی بیٹی کا رضاعی بھائی ہوا، اس بیٹی نے جب لڑکی کو دودھ پلایا وہ اس لڑکے کی بھانجی رضاعی ہوئی، اور یہ قاعدہ: **یحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب**[(۱)] ان میں باہم نکاح حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۰۵-۴۰۶)

سوتیلی ماں نے جس لڑکی کو دودھ پلایا اُس کی لڑکی رضاعی بھانجی ہوئی اُس سے نکاح درست نہیں

سوال: (۶۶۱) ایک شخص کی دو بیوی ہیں: محل اولیٰ و محل ثانی، محل اولی نے ایک غیر کی لڑکی نواباً کو دودھ پلایا ہے، کچھ عرصہ دراز کے بعد محل ثانی کو ایک لڑکا پیدا ہوا، اور نواباً کے لڑکی پیدا ہوئی؛ ان دونوں میں شرعاً عقد جائز ہے یا نہیں؟ (۲۵۹۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: مسماۃ نواباً کی دختر اس لڑکے محل ثانی کی بھانجی رضاعی ہوئی، لہٰذا نکاح اس لڑکے کا دختر مسماۃ نواباً سے صحیح نہیں ہے۔ **لقوله علیه السّلام: یحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب**[(۲)] فقط واللہ اعلم (۷/۴۳۰)

جس پوتے کو دادی نے دودھ پلایا اُس کی نواسی رضیع کی رضاعی بھانجی ہوئی اُس سے نکاح حرام ہے

سوال: (۶۶۲) شوکت علی لڑکا ۱۴، ۱۵ یوم کا تھا کہ اس کی والدہ بیمار ہوگئی، اس حالت میں دو تین مرتبہ اس کی دادی مسماۃ حسینی بیگم نے اس کو دودھ پلایا، اور دودھ پلانے کے عینی شاہد سوائے

---

(۱) ردّ المحتار: ۴/۲۹۷، کتاب النّکاح، باب الرّضاع.

(۲) عن ابن عبّاس قال: قال النّبيّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم في بنت حمزة: لا تحلّ لي یحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب هي بنت أخي من الرّضاعة. (صحیح البخاري: ۱/۳۶۰، کتاب الشّهادات، باب الشّهادة علی الأنساب والرّضاعة إلخ)

اس کی ماں اور دادی کے اور کوئی نہیں ہے، تو شوکت علی سے مسماۃ محمودہ بانو کی دختر کا نکاح یعنی مسماۃ حسینی بیگم کی نواسی کا نکاح شوکت علی سے جائز ہے یا کیا؟ اور شوکت علی؛ عباس علی کا لڑکا ہے یعنی حسینی بیگم کا پوتا؟ (۱۱۲۸/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اگر واقعی حسینی بیگم نے شوکت علی پسر عباس علی کو دودھ پلایا ہے تو شوکت علی مسماۃ حسینی بیگم کا پسرِ رضاعی ہوا، اور حسینی بیگم کی تمام اولاد شوکت علی کے بہن بھائی رضاعی ہوگئے، اور محمودہ بانو کی دختر شوکت علی کی بھانجی رضاعی ہوئی، لہٰذا بہ قاعدہ: **یحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب**[1] شوکت علی کا نکاح محمودہ بانو کی دختر سے حرام ہے۔ درمختار میں ہے: **ولا حلّ بین الرّضیعة و ولد مرضعتها إلخ و ولد ولدها إلخ**[2]

لیکن حرمت رضاعت بدون دو مرد عادل، یا ایک مرد اور دو عادل عورتوں کی شہادت کے ثابت نہیں ہوتی، لیکن گواہی کی ضرورت بہ صورتِ انکار ہے، اگر زوجین کو اس کا اقرار ہے تو پھر گواہی کی حاجت نہیں ہے، ان کے حق میں حرمت ثابت ہے۔ درمختار میں ہے: **و ...... حجّته حجّة المال وهي شهادة عدلين أو عدل وعدلتين (الدّرّ المختار) قوله: (حجّتُهُ) أي دليل إثباته وهذا عند الإنكار لأنّه يثبت بالإقرار مع الإصرار كما مرّ**[3] (الشّامي: ص: ۴۱۳) فقط (۷/۴۰۳)

جس نے نانی کا دودھ پیا تو خالہ کی لڑکی اُس کی بھانجی رضاعی ہوئی اُس سے نکاح جائز نہیں

سوال: (۳۶۶۳) ایک شخص نے مدتِ رضاعت میں اپنی نانی کا دودھ پیا، آیا خالہ کی لڑکی سے اس شخص کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (۱۷۰۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں خالہ کی لڑکی دودھ پینے والے کی رضاعی بھانجی ہوئی، اور جب کہ حقیقی بھانجی سے نکاح حرام ہے ایسا ہی رضاعی بھانجی سے بھی حرام ہے، حدیث شریف میں ہے:

---

(۱) ردّ المحتار: ۴/۲۹۷، کتاب النّکاح، باب الرّضاع.

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۳۰۱-۳۰۲، کتاب النّکاح، باب الرّضاع.

(۳) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۳۰۹، کتاب النّکاح، باب الرّضاع.

یحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب [1] پس نکاح اس شخص کا جس نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہے اس کی خالہ کی دختر سے درست نہیں ہے کیوں کہ وہ اس کی بھانجی رضاعی ہوتی ہے۔ فقط واللہ اعلم (۴۲۷/۷)

ہندہ کی نواسی اُس کے رضاعی لڑکے کی بھانجی رضاعی ہوئی اُس سے نکاح جائز نہیں

سوال: (۶۶۴) ہندہ کے چھ بچے پیدا ہوئے، تین لڑکیاں اور تین لڑکے، ہندہ نے سب سے چھوٹے لڑکے کی باری کا دودھ اپنی خالہ زاد بہن کے لڑکے کو پلایا ایک سال کی عمر میں؛ تو اس رضاعی لڑکے کا نکاح ہندہ کی نواسی سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۶۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ہندہ کی نواسی کے ساتھ ہندہ کے رضاعی پسر کا نکاح درست نہیں ہے کیوں کہ وہ نواسیٔ ہندہ اس لڑکے کی بھانجی رضاعی ہوئی [2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۹۷/۷)

دادی نے جس لڑکی کو دودھ پلایا وہ پوتے کی رضاعی پھوپھی ہوئی اُس سے نکاح جائز نہیں

سوال: (۶۶۵) زید کی بیوی زمانۂ پیری میں جب کہ اس کو قریب بیس سال سے کوئی اولاد نہ ہوئی تھی ایک غیر لڑکی کو محض پیار میں اپنی ثدیین مُنہ میں دے دیا کرتی تھی، بعد چند ایام کے اس کی ثدیین میں دودھ اتر آیا، اور اس لڑکی نے عرصہ تک اس دودھ سے پرورش پائی، کیا اس لڑکی کا عقد مرضعہ کے پوتے سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۶۲۴/۱۳۳۷ھ)

---

(۱) عن ابن عبّاس قال: قال النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم في بنت حمزة: لا تحلّ لي يحرم من الرّضاع ما يحرم من النّسب هي بنت أخي من الرّضاعة. (صحيح البخاري: ۳۶۰/۱، كتاب الشّهادات، باب الشّهادة على الأنساب والرّضاعة إلخ)

(۲) يحرم من الرّضاع ما يحرم من النّسب (الهداية: ۳۵۰/۲، كتاب الرّضاع) فحديث في الصّحيحين مشهور. (فتح القدير لابن الهمام: ۴۲۲/۳، كتاب الرّضاع) ظفير

الجواب: مرضعہ کے پوتے کا نکاح لڑکی رضیعہ یعنی دودھ پینے والی سے درست نہیں ہے کیوں کہ وہ رضیعہ مرضعہ کی پوتے کی پھوپھی یعنی باپ کی بہن رضاعی ہوئی اور مسئلہ یہ ہے کہ **یحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب**(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۲۶/۷)

نسبی بھائی کی رضاعی لڑکی رضاعی بھتیجی ہوئی اُس سے نکاح جائز نہیں ہے

سوال: (۶۶۶) زید کی شادی طلحہ کے ساتھ ہوئی، زید سے طلحہ کے ایک بچہ پیدا ہوا جو دو چار روز زندہ رہ کر فوت ہوگیا، جس زمانے میں طلحہ کے بچہ پیدا ہوا تھا اسی زمانے میں صابرہ حقیقی بہن بھی پیدا ہوئی تھی، جب طلحہ کا بچہ فوت ہوگیا تو کچھ عرصہ تک طلحہ نے صابرہ کو دودھ پلایا، طلحہ کچھ عرصہ کے بعد فوت ہوگئی، طلحہ کی ایک حقیقی بہن اور تھی جس کا نام ہاجرہ تھا، زید کی شادی ہاجرہ سے ہوگئی، ایسی حالت میں کیا صابرہ کی شادی بکر یعنی زید کے برادر حقیقی سے ہوسکتی ہے یا نہیں؟ کیوں کہ اس حالت میں صابرہ بکر کی رضاعی بھتیجی ہوتی ہے۔ (۲۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)(۲)

الجواب: بکر کی شادی صابرہ سے نہیں ہوسکتی، بے شک صابرہ بکر کی بھتیجی رضاعی ہے، اور بھتیجی رضاعی مثل بھتیجی نسبی کے حرام ہے۔ **فیحرم منه أي بسببه ما یحرم من النّسب إلخ**(۳) **(الدّرّ المختار: ۲/ ۵۵۷)** فقط واللہ اعلم (۴۱۹/۷)

رضاعی بھائی کی لڑکی (رضاعی بھتیجی) سے نکاح حرام ہے

سوال: (۶۶۷) زید نے عمر کی ہمشیرہ حقیقی کے ساتھ جو عمر سے صغیرہ ہے؛ عمر کی حقیقی والدہ کا دودھ پیا، اب خود عمر نے زید کی دختر حقیقی کے ساتھ نکاح کرلیا ہے، کیا یہ نکاح شرعًا جائز ہے یا ناجائز؟ (۱۳۵۵/۱۳۳۵ھ)

---

(۱) **ردّ المحتار: ۴/ ۲۹۷، کتاب النّکاح، باب الرّضاع.**

(۲) یہ سوال رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔۱۲

(۳) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۲۹۷، کتاب النّکاح، باب الرّضاع.**

الجواب: حدیث شریف میں ہے: **ویحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب**[1] بھانجی، بھتیجی جیسے نسبی حرام ہے رضاعی بھی حرام ہے، اور زید نے جب کہ عمر کی والدہ کا دودھ پیا تو بہ قاعدہ: ''از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند''، مرضعہ کی تمام اولاد عمرو غیرہ ـــــ خواہ اس نے زید کے ساتھ دودھ پیا ہو یا نہ پیا ہو۔ **کذا في الدّرّ المختار. وإن اختلف الزّمن والأب إلخ**[2] ـــــ زید کے بھائی بہن رضاعی ہوگئے، پس زید کی دختر عمر کی بھتیجی رضاعی ہے، نکاح عمر کا زید کی دختر سے حرام قطعی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۰۴)

نسبی بھائی کی رضاعی بھتیجی کی لڑکی سے نکاح حرام ہے

سوال: (۶۶۸) ایک مرد جاہل وعامی قاسم علی نامی نے حسب مذہب حنفیہ ایک مولوی عبدالرزاق سے اس مسئلے کے بارے میں فتویٰ طلب کیا کہ میرے عینی بھائی کی دخترِ دختر رضاعی کو میں نکاح میں لاسکوں گا یا نہیں؟ مولوی صاحب مذکور نے ساٹھ ستر روپے اس سے لے کر بداہۃً فتویٰ دے دیا کہ تم کو بلا وسواس حلال ہے، اس نے بلا تامل وتاخیر عورتِ مذکورہ کو نکاح میں لایا، مولوی محمد لقمان نے اس نکاح کے جواز کی تردید اور حرمت میں مدلل ومفصل فتویٰ لکھا؛ اس صورت میں شرعًا کیا حکم ہے؟ اور یہ نکاح جائز اور حلال ہے یا حرام؟ (۳۶۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: فتویٰ مولوی عبدالرزاق کا دربارۂ جوازِ نکاحِ دخترِ دختر رضاعی برادر عینی محض باطل اور لغو ہے، بنات الاخ و (بنات بنات الاخ)[3] جیسا کہ نسبی حرام ہیں رضاعی بھی حرام ہیں۔ **لقوله علیه الصّلاة والسّلام: یحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب**[1] اور اس کو حنفیہ اور شافعیہ

---

(۱) **عن ابن عبّاس قال: قال النّبيّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم في بنت حمزة: لا تحلّ لي یحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب هي بنت أخي من الرّضاعة. (صحیح البخاري: ۱/۳۶۰، کتاب الشّهادات، باب الشّهادة علی الأنساب والرّضاعة إلخ)**

(۲) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۳۰۱، کتاب النّکاح، باب الرّضاع.**

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں (بنات بنات الاخ) کی جگہ ''بنات الاخت'' تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

سب نے تسلیم کیا ہے، اور صاحبِ تفسیر خازن جو شافعی المذہب ہیں وہ بھتیجی رضاعی کی حرمت کو تسلیم فرماتے ہیں، اور جب کہ بھتیجی رضاعی حرام ہے تو بھتیجی کی دختر بھی حرام ہے؛ چنانچہ تفسیر خازن میں بعد نقل حدیث مذکور بنت حمزہ رضی اللہ عنہ کی حرمت کی حدیث نقل فرمائی ہے: **إنّها لا تحلّ لي يحرم من الرّضاع ما يحرم من النّسب وإنّها ابنة أخي من الرّضاعة فكلّ من حرمت بسبب النّسب حرم نظيرها بسبب الرّضاعة** (۱) اس سے معلوم ہوا کہ شافعیہ کے نزدیک بھی بھتیجی رضاعی اور بھتیجی رضاعی کی دختر سے جس کو دخترِ دختر رضاعی برادر عینی سے تعبیر کیا ہے نکاح حرام ہے، پس معلوم ہوا کہ فتویٰ مولوی عبدالرزاق کا محض باطل ہے، اور فتویٰ مولوی محمد لقمان صاحب کا صحیح اور موافق کتاب وسنت کے ہے، اور حنفیہ کو تقلید اور اتباع اپنے امام کا لازم ہے، اور صورتِ مذکورہ میں اگر کسی کا مذہب خلاف بھی ہو تو اس پر عمل کرنا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم (۷/ ۴۳۰-۴۳۱)

سالی کی لڑکی جو رضاعی بھتیجی بھی ہو اس سے نکاح حرام ہے

سوال: (۶۶۹) خالو سے بھانجی کا نکاح درست ہے یا نہیں جب کہ دختر سالی نے خالو کی بھاوج کا دودھ پیا ہے تو دودھ کے رشتے سے دختر مذکور خالو کی بھتیجی ہوتی ہے، ایسی حالت میں خالو دختر سالی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۱۵/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: بھتیجی رضاعی سے نکاح درست نہیں ہے۔ **لحديث الشّيخين: يحرم من الرّضاع ما يحرم من النّسب** (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۳۹۷)

جس پوتے کو دادی نے دودھ پلایا اس کا نکاح اس کی پوتی (رضیع کی رضاعی بھتیجی) سے حرام ہے

سوال: (۶۷۰) ہندہ جدہ حقیقیہ نے اپنے پوتے زید کو مدت شیرخوارگی میں اپنی پستان سے لگایا

---

(۱) **تفسير خازن المسمّى لباب التّأويل: ۱/ ۳۵۹، تفسير سورة النّساء، الآية: ۲۳.**

(۲) **يحرم من الرّضاع ما يحرم من النّسب. (الهداية: ۲/ ۳۵۰، كتاب الرّضاع) فحديث في الصّحيحين مشهور. (فتح القدير لابن الهمام: ۳/ ۴۲۲، كتاب الرّضاع) ظفير**

اور اس سے باوجود آئسہ ہونے کے دو چار قطرہ آب کے مانند آجاتے تھے، اور بچے کو آرام ہوجاتا تھا، اب اس لڑکے زید کا نکاح اس کی جدہ حقیقیہ ہندہ کے فرزند حقیقی کی دختر سے ہوسکتا ہے یا نہیں جو کہ اس کے بھائی رضاعی کی لڑکی ہے؟(۱۱۷۹/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں نکاح اس دودھ پینے والے لڑکے کا مرضعہ کی دوسری پوتی سے درست نہیں ہے، کیوں کہ یہ پوتا جس نے اپنی دادی کا دودھ پیا اگرچہ قلیل قطرات اس کے حلق میں جاتے ہوں بیٹا رضاعی ہوگیا، اور وہ دوسرے پسر کی دختر اس کی بھتیجی رضاعی ہوگئی تو بہ حکم: **یحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب**[1] نکاح ان میں درست نہیں ہے، بلکہ حرام ہے، اور درمختار میں ہے: **ویثبت بہٖ ...... وإن قلّ إن علم وصوله لجوفهٖ من فمهٖ أو أنفهٖ إلخ**[2] **وفیه أیضًا: ولا حلّ بین الرّضیعة و ولد مرضعتها إلخ و ولد ولدها لأنّه ولد الأخ إلخ**[3] فقط (۷/۴۲۳)

جس پوتے نے سوتیلی دادی کا دودھ پیا اس کے چچا کی لڑکی اس کی رضاعی بھتیجی ہوئی اُس سے نکاح جائز نہیں

سوال: (۶۷۱) زید کے پہلی بیوی سے دو لڑکے پیدا ہوئے، پھر وہ بہ حکم الٰہی فوت ہوگئی، زید نے اور نکاح کرلیا، پہلی بیوی کے بطن سے جو دو بچے تھے ایک کے لڑکا پیدا ہوا، اور اس لڑکے نے زید کی دوسری بیوی یعنی اپنی سوتیلی دادی کا دودھ پیا، اب زید نے اپنے اس پوتے کو اپنے چھوٹے لڑکے کے یہاں بیاہ دیا؛ یہ نکاح شرعًا جائز ہے یا نہیں؟(۱۷۹۹/ ۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جس پوتے نے زید کی زوجۂ ثانیہ کا دودھ پیا ہے وہ زید اور اس کی زوجہ کا رضاعی بیٹا ہوگیا، اور اس (کے لڑکے)[4] کی بیٹی اس پوتے کی رضاعی بھتیجی ہوگئی، لہٰذا نکاح پوتے مذکور کا

---

(۱) **ردّ المحتار: ۴/ ۲۹۷، کتاب النّکاح، باب الرّضاع.**

(۲) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۲۹۵-۲۹۶، کتاب النّکاح، باب الرّضاع.**

(۳) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۳۰۱-۳۰۲، کتاب النّکاح، باب الرّضاع.**

(۴) مطبوعہ فتاویٰ اور رجسٹر نقولِ فتاویٰ میں (کے لڑکے) نہیں ہے؛ مسئلہ کو درست کرنے کے لیے ہم نے بڑھایا ہے۔۱۲

زید کے چھوٹے لڑکے کی دختر سے جائز نہیں ہے، حدیث شریف میں ہے: **یحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب**[۱] یعنی جیسا کہ نسبی بھتیجی سے نکاح حرام ہے اسی طرح رضاعی بھتیجی سے بھی نکاح حرام ہے، لہٰذا نکاح مذکور جائز نہیں ہوا، ان میں علیحدگی کرادی جاوے۔ فقط۔ (مسعود احمد)[۲]
(۷/۴۱۸-۴۱۹)

جس لڑکے نے لڑکی کی دادی کا دودھ پیا تو وہ لڑکی رضاعی بھتیجی ہوگئی اُس سے نکاح درست نہیں

سوال: (۶۷۲) میرے بھانجے خلیل نے مجھ سے چھوٹی بہن کا جھوٹا دودھ میری والدہ کا پیا، اب میں خلیل کی شادی اپنی دختر سے کرنا چاہتا ہوں جائز ہے یا نہیں؟ (۲۳۲۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جب کہ مسمی خلیل نے تمہاری والدہ کا دودھ پیا تو تمہارا رضاعی بھائی ہوگیا، اور تمہاری لڑکی محمد خلیل کی بھتیجی رضاعی ہوگئی، لہٰذا نکاح خلیل مذکور کا تمہاری دختر سے جائز نہیں ہے، کیوں کہ حدیث شریف میں ہے: **یحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب. الحدیث**[۱] فقط (۷/۴۲۹)

جب نانی نے اپنے نواسے کو دودھ پلایا تو ماموں کی لڑکی رضاعی بھتیجی ہوئی اس سے نکاح نہیں ہوسکتا

سوال: (۶۷۳) زید کو اس کی نانی نے ایک مرتبہ غلطی سے دودھ پلادیا تھا، اب زید کا نکاح اس کے ماموں کی دختر سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۲۱۹/۳۵-۱۳۳۶ھ)

---

(۱) عن ابن عبّاس قال: قال النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم في بنت حمزة: لا تحلّ لي يحرم من الرّضاع ما يحرم من النّسب هي بنت أخي من الرّضاعة. (صحيح البخاري: ۱/۳۶۰، كتاب الشّهادات، باب الشّهادة على الأنساب والرّضاعة إلخ)

(۲) قوسین والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔

نوٹ: مسعود احمد سے مراد: حضرت مولانا قاضی مسعود احمد صاحب دیوبندی رحمہ اللہ، سابق نائب مفتی و مدرس عربی دارالعلوم دیوبند متوفی ۱۳۸۴ھ ہیں۔ (دارالعلوم دیوبند کی جامع ومختصر تاریخ، ص:۶۲۶) محمد حبان

الجواب: جب کہ نانی نے ایک مرتبہ اپنے نواسے زید کو دودھ پلایا بہ حالت شیر خوارگی اس کے؛ تو زید اپنی نانی کا پسر رضاعی ہوگیا، اور نانی کی اولاد زید کے بھائی بہن رضاعی ہوگئے، پس زید کے ماموں کی دختر زید کی بھتیجی رضاعی ہوئی، لہٰذا زید کا نکاح اس سے درست نہیں ہے۔ **لأنہ یحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب**(۱) **کذا في عامّة کتب الفقه.** فقط واللہ اعلم (۷/۴۰۷)

نانی نے اپنے نواسے کو دودھ پلایا ہوتو وہ اب اس سے اپنی پوتی (رضیع کی رضاعی بھتیجی) کا نکاح نہیں کرسکتی

سوال: (۶۷۴) ایک شیر خوار لڑکا جس کی عمر ایک سال اور چار ماہ کی ہو، اور اس کی ماں فوت ہو چکی ہو، اور اس کی نانی اپنے پستان اس کو چوساتی رہی، چار ماہ بعد اس کے دودھ اُتر آیا، اور وہ بچہ برابر شیر (دودھ) بھی چوستا رہا، اب وہ لڑکا جوان ہوا تو مرضعہ اپنی پوتی سے اس لڑکے رضیع مذکور کا نکاح کرنا چاہتی ہے کیا حرمتِ رضاعت ثابت ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۴۲۵ھ)

الجواب: مرضعہ کی پوتی اس رضیع کی بھتیجی رضاعی ہوئی، پس بہ قاعدہ: **یحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب**(۱) نکاح اس رضیع کا مرضعہ کی پوتی سے حرام اور ناجائز ہے، اور زیلعی کے قول کو جو انہوں نے خصاف سے نقل کیا ہے درمختار اور شامی میں رد کردیا ہے۔ درمختار میں ہے: **ویثبت التّحریم في المدّة فقط، ولو بعد الفطام والاستغناء بالطّعام علی ظاهر المذهب وعلیه الفتوی فتح وغیره، قال المصنّف کالبحر: فما في الزّیلعي خلاف المعتمد، لأنّ الفتوی متی اختلفت رجّح ظاهر الرّوایة إلخ (الدّرّ المختار) قوله: (لأن الفتوی إلخ) ولأنّ الأکثرین علی الأوّل أي — علی الحرمة — کما في النّهر**(۲) فقط (۷/۴۳۱-۴۳۲)

رضاعت کے ثبوت کے لیے کتنے گواہ چاہئیں؟

سوال: (۶۷۵) دو بہن حقیقی ایک مکان میں سورہی تھیں، ایک بہن کسی ضرورت سے گئی اور

---

(۱) ردّ المحتار: ۴/۲۹۷، کتاب النّکاح، باب الرّضاع.

(۲) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۲۹۴، کتاب النّکاح، باب الرّضاع.

اپنے لڑکے کو اپنی بہن کے پاس لٹا گئی؛ وہ سو رہی تھی، یہ لڑکا خود یا اس نے اپنا لڑکا سمجھ کر اپنا دودھ اس کے مُنہ میں دے دیا، یہ بھی تحقیق نہیں ہوا کہ کتنا دودھ اس کے مُنہ میں پہنچا، اس کی ماں نے آ کر اپنی بہن کے پاس سے اس کو اٹھا لیا، جس نے لڑکے کے مُنہ میں دودھ دیا تھا اس کی لڑکی سے اس لڑکے کا نکاح ہو گیا ہے تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور کوئی گواہ دودھ پلانے کا نہیں ہے تو نکاح ان کا قائم ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا ہونا چاہیے؟ (۲۷۶۴/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس صورت میں رضاعت ثابت نہیں ہے کیوں کہ اس کے ثبوت کے لیے دو مرد عادل یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت شرط ہے، صرف ایک عورت کے کہنے سے رضاعت ثابت نہ ہوگی کنز میں ہے: **ویثبت ـــ الرّضاع ـــ بما یثبت به المال**(۱) اور اس پر بحر الرائق میں لکھا ہے: **وهو شهادة رجلین عدلین أو رجل وامرأتین**(۱) **فلا یثبت بشهادة امرأة واحدة**(۲) لہٰذا نکاح زوجین کا بہ دستور قائم اور صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۱۰/۷)

ثبوتِ رضاعت کے لیے شہادتِ تامہ ضروری ہے یا نہیں؟

سوال: (۶۷۶) ایک عورت بیان کرتی ہے کہ ایک دفعہ میرے بھائی کی لڑکی بے خبری میں میری گود میں آ کر میرا دودھ پینے لگی، جب مجھ کو معلوم ہوا کہ یہ میرے بھائی کی لڑکی ہے اور میرا لڑکا نہیں ہے تو میں نے اس کو اپنی گود سے نکال دیا، کیا اس لڑکی کا نکاح میرے لڑکے سے ہو سکتا ہے شرعًا یا نہیں؟ (۷۷۰/۱۳۴۳ھ)

الجواب: جب کہ اس عورت کے بھائی کی دختر نے بہ حالت شیر خوارگی اس کا دودھ پیا ہے تو وہ لڑکی اس عورت کی دختر رضاعی ہو گئی، اور اس کے پسر کی بہن رضاعی ہو گئی اور نکاح ان دونوں کا باہم حرام ہے، کیوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو رشتے نسب سے حرام ہیں وہ رضاع سے بھی حرام ہیں کما ورد: **یحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب**(۳) **قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَاَخَوٰتُكُمْ مِنَ**

(۱) كنز الدّقائق و البحر الرّائق: ۴۰۴/۳-۴۰۵، كتاب الرّضاع.
(۲) البحر الرّائق: ۱۷۱/۴، كتاب الطّلاق، باب ثبوت النّسب.
(۳) عن ابن عبّاس قال: قال النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم في بنت حمزة: لا تحلّ لي يحرم من الرّضاع ما يحرم من النّسب هي بنت أخي من الرّضاعة. (صحيح البخاري: ۳۶۰/۱، كتاب الشّهادات، باب الشّهادة على الأنساب والرّضاعة إلخ)

الرَّضَاعَةِ ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۳) البتہ یہ ضرور ہے کہ ثبوت رضاعت کا بہ صورت انکار فریق ثانی صرف عورت کے بیان سے نہ ہوگا، بلکہ اس کے ثبوت کے لیے شہادت دو رجل عادل یا ایک رجل اور دو عورتوں کی ضروری ہے۔ کما في الدرّ المختار : و...... حجّته حجة المال وهي شهادة عدلين أو عدل وعدلتين إلخ [1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۲۰/۷)

سابقہ سوال و جواب کی مزید وضاحت

سوال: (۷۷۶) (مکرر متعلق سلسلہ ۷۷۰ مندرجہ رجسٹر ہذا) [2] (متعلق سابقہ سوال و جواب) عبارت ذیل سے کیا مراد ہے؟ ''ثبوتِ رضاعت کا بہ صورتِ انکارِ فریقِ ثانی عورت کے بیان سے نہ ہوگا، بلکہ اس کے ثبوت کے لیے شہادت دو رجل عادل یا ایک رجل اور دو عورتوں کی ضروری ہے'' فریق ثانی سے کیا مراد ہے؟ اور انکار کس طرح ہوگا؟ آیا شہادت عینی مراد ہے یا سماعی؟ کیا شہادت سماعی بھی معتبر ہے؟ (۱۳۴۳/۸۴۳ھ)

الجواب: فریق ثانی سے مراد اُس صورت میں جو آپ نے لکھی تھی وہ ہوسکتا ہے جو اس دودھ پلانے کا اقرار نہ کرے؛ مثلاً اس عورت کا بھائی جس کی دختر کو دودھ پلانے کا وہ دعویٰ کرتی ہے اگر یہ کہے کہ میں اس کو تسلیم نہیں کرتا تو بدون دو مرد عادل یا ایک مرد اور دو عورتوں کی عینی شہادت کے حرمتِ رضاعت ثابت نہ ہوگی، اسی طرح سے بعض جگہ فریق ثانی شوہر ہوسکتا ہے؛ مثلاً زید کا نکاح ہندہ سے ہوا ہے، اور وہ دونوں زن وشوہر ہیں، اتفاق سے ایک عورت نے آ کر کہا کہ میں نے تم دونوں کو لڑکپن میں دودھ پلایا تھا تو تم دونوں بہن بھائی رضاعی ہو، لہٰذا تمہارا نکاح صحیح نہیں ہوا؛ تو اس صورت میں اگر زید اس کو تسلیم نہ کرے یا زید و ہندہ دونوں تسلیم نہ کریں تو محض ایک عورت کے کہہ دینے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہ ہوگی، اور تفریق ان میں لازم نہ ہوگی اور بلکہ اصل تو یہ ہے کہ اگر کوئی بھی فریق ثانی نہ ہو تب بھی مسئلہ یہی ہے کہ مجرد ایک عورت کے قول سے حرمتِ رضاعت ثابت نہ ہوگی، اور سماعی شہادت بھی معتبر نہیں ہے جب کہ گواہ یہ تصریح کریں کہ ہم نے سنا ہے کہ

---

(۱) الدرّ المختار مع ردّ المحتار: ۳۰۹/۴، کتاب النّكاح، باب الرّضاع.

(۲) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔ ۱۲

فلاں عورت نے فلاں بچے کو دودھ پلایا ہے، البتہ اگر وہ سماع کی تصریح نہ کریں اور نہ یہ کہیں کہ ہم نے دیکھا ہے بلکہ محض یہ گواہی دیں کہ فلاں عورت نے فلاں بچے کو دودھ پلایا ہے، اور حاکم وغیرہ سننے والا شہادت کا کچھ جرح نہ کرے تو ان کی گواہی معتبر ہوسکتی ہے، اور اگر حاکم تحقیق کرے اور پوچھے کہ کیا تم نے دیکھا ہے اور وہ گواہ کہیں کہ نہیں ہم نے دیکھا نہیں ہے بلکہ سنا ہے تو پھر گواہی ان کی معتبر نہ ہوگی، فتاویٰ قاضی خان اور عالمگیر یہ معتبر کتابیں فقہ کی ہیں، لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی مسئلہ ان کتابوں میں ایسا مختلف فیہا ہو کہ اس میں ان کی روایت کے خلاف دوسری روایت راجح ہو، چنانچہ اسی مسئلۂ رضاعت میں فتاویٰ قاضی خان وغیرہ کی بعض عبارات جن سے ایک عورت کی شہادت کا؛ بعض صور میں دربارۂ حرمتِ رضاعت معتبر ہونا ثابت ہوتا ہے[1] صاحبِ البحر الرائق نے اس کو رد کردیا ہے اور صحیح مذہب حنفیہ کا اس کے خلاف نقل کیا، اور اسی کو راجح فرمایا، چنانچہ شامی میں قاضی خان کی عبارت مذکورہ نقل کرکے لکھا ہے: **لكن قال في البحر بعد ذلك: إنّ ظاهر المتون أنّه لا يعمل به مطلقًا فليكن هو المعتمد في المذهب، قلت: وهو أيضًا ظاهر كلام كافي الحاكم الّذي هو جمع كتب ظاهر الرّواية**[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۲۱-۴۲۲)

اگر ایک مرد اور دو عورتیں رضاعت کی گواہی دیں تو حرمت ثابت ہوجائے گی

سوال: (۶۷۸) ایک عورت کی شادی ہونے سے چھ سات ماہ کے بعد ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیتے ہیں کہ منکوحہ نے اپنے شوہر کی ماں کا دودھ ایامِ رضاعت میں پیا تھا؛ اس صورت میں حرمتِ رضاعت ثابت ہوئی یا نہیں؟ (۹۱۷/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اگر ایک مرد اور دو عورتیں نمازی ومعتبر؛ گواہی دودھ پینے کی دیتے ہیں تو حرمتِ رضاعت

---

(۱) لٰكن في محرّمات الخانيّة: إن كان قبله والمخبر عدل ثقة لا يجوز النّكاح، وإن بعده وهما كبيران فالأحوط التّنزّه، وبه جزم البزّازيّ إلخ. (ردّ المحتار: ۴/۳۰۹، كتاب النّكاح، باب الرّضاع)

(۲) ردّ المحتار: ۴/۳۰۹، كتاب النّكاح، باب الرّضاع.

ثابت ہوگی۔ کما في الدّرّ المختار باب الرّضاع: و...... **حجّته حجّة المال وهي شهادة عدلين أو عدل وعدلتين إلخ**(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۳۶)

شک وشبہ سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی

سوال: (۶۷۹) ایک مرد ایک بیوہ عورت سے عقد کرنا چاہتا ہے، چنانچہ مرد نے اپنی ہمشیرہ کے ذریعہ سے اس عورت سے عقد کی بابت کہلوایا، اس نے جواب دیا کہ میں نے ان کی والدہ کا ایک مرتبہ دودھ پیا ہے، اور شاید خود ان کی والدہ ہی نے مجھ سے کہا تھا کہ تیری ماں سورہی تھی اور تو روتی تھی تو میں نے تیرے مُنہ میں دودھ دے دیا تھا، اور کسی سے مجھ کو یہ بات معلوم نہیں ہوئی، اور بیوہ مذکورہ نے دریافت کرنے پر یہ بھی کہا کہ شاید میری غلطی ہو کسی اور کی بابت کہا ہو، اور مجھ کو یہ یاد رہا، پچیس تیس برس کی بات ہے، مرد نے چند روز کے بعد بیان کیا کہ بہت غور کے بعد کچھ خیال مجھ کو بھی ہوتا ہے کہ اس بیوہ عورت نے مجھ سے بھی شاید یہ بات کہی تھی، مگر شبہ کے ساتھ یہ خیال ہوتا ہے پورے طور پر یاد نہیں ہے؟ (۱۶۸۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: چوں کہ اس صورت میں پوری شہادت شرعیہ موجود نہیں ہے؛ یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ دودھ پلانے کی نہیں ہیں تو شرعاً حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوئی، اور وہ عورت بیوہ اس مرد کی بہن رضاعی نہیں ہوئی، اور شبہ سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی، لہٰذا از راہِ فتویٰ وحکم شریعت اس مرد کو اس عورت بیوہ سے نکاح کرنا درست ہے، البتہ اگر وہ مرد اس عورت کی اس بارے میں تصدیق کرے تو احوط ہے کہ اس سے نکاح نہ کرے، اور اگر مرد اس کی تصدیق نہیں کرتا اور اس بیوہ کو بھی یقینی طور سے مرد کی والدہ کا قول یاد نہیں، اور یاد بھی ہو تو وہ صرف ایک عورت کا قول ہے تو اس حالت میں حرمتِ رضاعت ثابت نہیں، اور نکاح صحیح وجائز ہے۔ قال في الدّرّ المختار: و...... **حجّته حجّة المال وهي شهادة عدلين أو عدل وعدلتين إلخ**(۱) فقط (۷/۴۲۶-۴۲۷)

سوال: (۶۸۰) ہندہ کے والدین قسم کھاتے ہیں کہ ہماری ہندہ نے ماما عظمت کا دودھ نہیں پیا ہے، علاوہ ہندہ کے چار لڑکیوں نے ماما عظمت کا دودھ پیا ہے، زید نے بھی ماما عظمت کا دودھ

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۳۰۹، کتاب النّکاح، باب الرّضاع.

پیا ہے، ماما عظمت کہتی ہے کہ مجھ کو اچھی طور سے یاد نہیں ہے کہ ہندہ کو بھی میں نے دودھ پلایا ہے، کبھی خیال پڑتا ہے پلایا ہے، کبھی خیال پڑتا ہے کہ نہیں پلایا، ایسی صورت میں حرمتِ رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟ اور زید کا نکاح ہندہ سے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۲۹/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: شک سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی، اور صرف ایک عورت کے بیان سے بھی ثابت نہیں ہوتی، اور صورتِ مذکورہ میں اس ایک عورت دودھ پلانے والی کو بھی شبہ ہے، لہٰذا حرمتِ رضاعت مابین زید و ہندہ ثابت نہ ہوگی، اور نکاح زید کا ہندہ کے ساتھ درست ہے۔ کذا في الدّرّ المختار (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۳۹۵)

محض ایک شخص کے افواہ پھیلانے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی

سوال: (۶۸۱) یہ خبر بلا کسی شہادت چشم دید کے؛ صرف ایک شخص افواہاً بیان کرتا ہے کہ بہ حالت خواب مسماۃ ہندہ کے؛ مسماۃ سلمہ کی دختر نے ہندہ کا دودھ پی لیا، اس حالت میں سلمہ کی دختر کا عقد ہندہ کے لڑکے سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ مگر اس ایک شخص کی شہادت کو کوئی دوسرا مرد یا عورت تصدیق نہیں کرتا اور سلمہ و ہندہ دونوں وفات پا چکی ہیں۔ (۱۱۱۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: رضاعت کے ثبوت کے لیے پوری شہادت شرعیہ کی ضرورت ہے، یعنی دو مرد عادل یا ایک مرد اور دو عورتیں معتبر کی شہادت سے رضاعت ثابت ہوتی ہے۔ کذا في الدّرّ المختار (۲)

---

(۱) فَلَو التَقَمَ الحَلَمَةَ ولم يُدرَ أ دخلَ اللَّبَنُ فِي حَلْقِهِ أمْ لَا لم يحرُم لأنّ في المانِع شكًّا (الدّرّ المختار) لو أدْخَلَتْ الحَلَمَةَ في فِيّ الصّبيّ وَشَكّتْ في الارتضاعِ لا تثبتُ الحُرمةُ بِالشّكّ (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۲۹۶، كتاب النّكاح، باب الرّضاع)

والرَّضاعُ حُجّتُه حُجّةُ المال وهي شهادة عدلين أو عدل وعدلتين. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۳۰۹، كتاب النّكاح، باب الرّضاع) ظفیر

(۲) والرّضاع حُجّتُهُ حُجّةُ المال وهي شهادة عدلين أو عدل وعدلتين، لكن لا تقع الفرقة إلّا بتفريق القاضي (الدّرّ المختار) وأفاد أنّه لا يثبت بخبر الواحد امرأة كان أو رجلًا قبل العقد أو بعده، وبه صرّح في الكافي والنّهاية. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۳۰۹، كتاب النّكاح، باب الرّضاع) ظفیر

پس صرف ایک شخص کے بیان سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی، لہٰذا سلمہ کی دختر کا عقد نکاح ہندہ کے پسر سے صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۲۲-۴۲۳)

محض ایک عورت یا چند عورتوں کی گواہی سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی

سوال: (۶۸۲) **إذا شهدت امرأة واحدة أو نسوة منفردات في إثبات الرّضاع، وعلم صدقها، فما حكم الإفتاء والقضاء؟** (۱۳۳۹/۲۶۷۳ھ)

الجواب: **حكم الإفتاء والقضاء في هٰذه الصّورة أنّه لا يحكم ولا يفتى بشهادة النّساء في حرمة الرّضاع فإنّ حجّته حجّة المال كما في الدّرّ المختار** [1] **فقط** (۷/۴۳۶)

ترجمہ سوال: (۶۸۲) جب ایک عورت یا تنہا چند عورتیں ثبوتِ رضاعت کے سلسلے میں گواہی دیں اور اُن کا سچا ہونا معلوم ہو تو فتویٰ دینے کا اور قضاء کا کیا حکم ہے؟

الجواب: اس صورت میں فتویٰ دینے اور قضاء کا حکم یہ ہے کہ حرمتِ رضاعت کے بارے میں عورتوں کی گواہی پر نہ فیصلہ کیا جائے گا اور نہ فتویٰ دیا جائے گا؛ اس لیے کہ رضاعت کی حجت کا ثبوت وہ ہے جو حجت ہے ثبوت مال کی (اور وہ حجت دو عادل مرد کی یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں کی گواہی ہے) فقط

ایک عورت کی گواہی حرمتِ رضاعت کے لیے کافی نہیں

سوال: (۶۸۳) زینب کا حلفیہ بیان ہے کہ میں نے خالد کو دودھ پلایا ہے، اور کوئی گواہ نہیں تو زینب کی یہ شہادت مقبول ہوگی یا نہیں؟ اور اگر کوئی مفتی یا قاضی صورتِ صدر میں تفریق بین الزوجین کا حکم کردے تو نافذ ہوگا یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۵۲۷ھ)

الجواب: درمختار باب الرضاع میں ہے: **و ...... حُجّتُه حجّةُ المال وهي شهادةُ عدلَين أو عدل وعدلتين إلخ** [1] اور شامی میں ہے: **وأفاد أنّه لا يثبت بخبر الواحد امرأةً كان**

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۳۰۹، كتاب النّكاح، باب الرّضاع.

أو رجلاً قبل العقد أو بعده، وبه صرّح في الكافي والنّهاية تبعًا لما في رضاع الخانية إلخ (۱)
پس اس صورت میں اس ایک عورت کا قول معتبر نہیں ہے اور حرمت ثابت نہ ہوگی، اور اگر کسی نے حکم تفریق کر دیا تو وہ حکم صحیح نہیں ہے بلکہ وہ توڑ دیا جاوے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۱۲/۷)

بدون شہادت؛ محض مرضعہ کے کہنے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی

سوال: (۶۸۴) رضاعت صرف مرضعہ کے کہنے سے بلا کسی شاہد کے صرف عورت کے کہنے سے کہ میں نے اپنا بچہ خیال کر کے غلطی سے زید کی لڑکی کے مُنہ میں دودھ دے دیا؛ رضاعت ثابت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور کوئی اس واقعہ کا گواہ نہیں ہے، اور اس واقعہ میں قضاءً اور دیانۃً حکم میں کچھ فرق ہوگا یا نہ؟ (۲۰۲۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: عورت کے صرف اس کہنے سے کہ میں نے فلاں بچہ کو دودھ پلایا ہے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوگی، اور بدون شہادت تامہ حرمتِ رضاعت ثابت نہ ہوگی، جیسا کہ مفاد عبارت درمختار وشامی کا ہے: قال في الدّرّ المختار: والرّضاع حجّته حجّة المال وهي شهادة عدلين أو عدل وعدلتين إلخ، وقال في الشّامي: وأفاد أنّه لايثبت بخبر الواحد امرأة كان أو رجلاً قبل العقد أو بعده وبه صرّح في الكافي والنّهاية تبعًا لما في رضاع الخانية إلخ – إلى أن قال: – لٰكن قال في البحر بعد ذٰلك: إنّ ظاهر المتون أنّه لا يعمل به مطلقًا فليكن هو المعتمد في المذهب إلخ (۱) پس معلوم ہوا کہ صحیح ومفتی بہ یہ ہے کہ حرمتِ رضاعت بدون شہادت تامّہ کے ثابت نہیں ہوتی، اور صحیح قول کے موافق دیانۃً وقضاءً کسی طرح ایک عورت کے قول سے حرمتِ رضاعت ثابت نہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۲۷/۷-۴۲۸)

محض بیوی کے یہ کہنے سے کہ فلاں لڑکی کو میں نے دودھ پلایا ہے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوگی

سوال: (۶۸۵) ایک خاتون نے پہلے ہی اپنے مرض الموت میں اپنے خاوند سے تخلیہ میں کہا

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۳۰۹/۴، كتاب النّكاح، باب الرّضاع.

کہ اب میں قریب المرگ ہوگئی ہوں، لیکن یہ بات یادرکھنا کہ میں نے فلانی لڑکی کو دودھ پلایا تھا، ایسا نہ ہو کہ میری فوتیدگی (وفات) کے بعد تم اس سے نکاح کر بیٹھو، عورت کے فوت ہونے پر مسئلہ کسی عالم کے سامنے پیش ہوا، سائل نے کل ماجرا سنا کر فتویٰ مانگا، قاضی عالم مذکور نے محض اس بناء پر کہ کوئی گواہ موجود نہیں سائل کو لڑکی مذکورہ کے ساتھ بہ منشاءِ شریعت اسلام نکاح کی اجازت دی، چنانچہ نکاح بھی ہوگیا، اب سوال یہ ہے کہ از روئے شریعتِ غراء مفتی کو اس معاملے میں صرف سائل کے بیان پر اعتبار کرنا جائز تھا یا نہیں؟ اور یہ نکاح شرعًا جائز ہوا یا نہیں؟ (۱۳۹۹/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: شخص مذکور نے اگر اپنی زوجہ مرحومہ کے بیان کی تصدیق نہیں کی، اور اس کو یقین دودھ پلانے کا نہیں ہے تو چوں کہ شہادت شرعیہ دودھ پلانے کی موجود نہیں ہے، لہٰذا نکاح مذکور صحیح ہے اور فتویٰ عالم کا صحیح ہے۔ **قال في الدّرّ المختار: حجّته حجّة المال وهي شهادة عدلين أو عدل وعدلتين، وفي الشّامي: قوله: (وهي شهادة عدلين إلخ) أي من الرّجال، وأفاد أنّه لا يثبت بخبر الواحد امرأة كان أو رجلاً قبل العقد أو بعده وبه صرح في الكافي والنّهاية[1] إلٰى آخر ما حقّق وفصل.** فقط (۷/۳۹۵-۳۹۶)

وضاحت: لیکن اگر شخص مذکور بیوی کی تصدیق کرتا ہے اور سوال سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے؛ کیوں کہ کہیں شخص مذکور کا انکار مذکور نہیں ہے، تو پھر نکاح درست نہ ہوگا۔ ظفیر

محض نانی کے اقرار سے کہ نواسے کو دودھ پلایا ہے نواسی حرام نہ ہوگی

سوال: (٦٨٦) خلاصہ یہ ہے کہ مسماۃ شریفاً اقرار کرتی ہے کہ میں نے اپنے نواسہ احمد علی کو دودھ پلایا ہے، اس کے سوا اور کوئی شہادت نہیں ہے؛ تو احمد علی کا نکاح شریفًا کی نواسی حشمت بی بی سے جائز ہے یا نہیں؟ (۸۵۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے کہ رضاعت بدون دو مرد عادل یا ایک مرد اور دو عورتوں عادل کی

(۱) حوالۂ سابقہ۔۱۲

شہادت کے ثابت نہ ہوگی، اور شامی میں ہے کہ خبر واحد سے رضاعت ثابت نہ ہوگی۔ **والرّضاع حجّته حجّة المال وهي شهادة عدلين أو عدل و عدلتين إلخ (الدّرّ المختار) وفي الشّامي: وأفاد أنّه لا يثبت بخبر الواحد امرأةً كان أو رجلًا ـــ إلٰى أن قال ـــ لكن قال في البحر بعد ذٰلك: إنّ ظاهر المتون أنه لا يعمل به مطلقًا فليكن هو المعتمد في المذهب إلخ**[1] **(شامي: جلد ثاني باب الرّضاع)** پس صورتِ مسئولہ میں نکاح احمد علی کا ساتھ حشمت بی بی کے صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۱۴)

محض ایک عورت کے بیان سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی

سوال: (۶۸۷) ایک لڑکے اور لڑکی کا جو بالغ تھے باہم عقد نکاح ہوا، اور اس عقد سے تیرہ ماہ بعد لڑکی کی نومسلم سوتیلی ماں بیان کرتی ہے کہ میں نے ان دونوں کو اپنا دودھ پلا دیا تھا، اور اس واقعہ کی خبر وقت نکاح لڑکے و لڑکی کے دادا سے چھوٹی پھوپھی کے روبرو کر دی تھی، اور اس پھوپھی سے قبل نکاح بھی خبر کر دی تھی، اب لڑکی کا باپ اس کی سوتیلی ماں کے بیان کو ٹھیک جان کر نکاح کو کالعدم قرار دیتا ہے، اور لڑکے کا باپ اس عورت کے بیان کو قطعًا لغو جان کر نکاح کو جائز رکھتا ہے، اور وہ عورت اپنے بیان کی تائید میں کوئی گواہ پیش نہیں کر سکتی ہے تو صورت ہٰذا میں نکاح قائم ہے یا نہ؟ اور وہ دونوں بھی دودھ پینے کا اقرار نہیں کرتے ہیں؟ (۵۳۵/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: صورتِ مسئولہ میں ثبوتِ رضاعت پر شرعی ثبوت نہیں اور رضیعین بھی اقراری نہیں تو پھر صرف ایک عورت کے کہنے سے حرمت رضاعت کا تحقق نہیں ہوسکتا، دونوں کا نکاح بہ دستور قائم ہے، کتب فقہ میں تصریح ہے کہ ثبوت رضاعت بغیر دو عادل مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے نہیں ہوتا۔ **كما في الدّرّ المختار: والرّضاع حجّته حجّة المال وهي شهادة عدلين أو عدل وعدلتين**[1] فقط۔ کتبہ عتیق الرحمن عثمانی

جواب صحیح ہے، اس صورت میں محض ایک عورت کے بیان سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی اور نکاح زوجین کا باہم قائم ہے۔ فقط۔ کتبہ عزیز الرحمٰن مفتی دارالعلوم دیوبند۔ (۷/۴۱۲-۴۱۳)

(۱) حوالۂ سابقہ۔۱۲

صرف ایک عورت کے کہنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی مگر زوجین تصدیق کر دیں تو رضاعت ثابت ہو جائے گی

سوال: (۶۸۸) زید و ہندہ حقیقی بہن بھائی ہیں، ہندہ نے مدتِ رضاعت میں ایک غیر دین کی لڑکی کو دودھ پلایا، بعد چند مدت کے زید نے اس لڑکی کو مسلمان کر کے نکاح کیا، اور دودھ پینے کا حال بہ خوبی معلوم نہ تھا، اب جب کہ اس کے پانچ چھ بچے پیدا ہوئے، درمیان گفتگو کے معلوم ہوا زبانی ہندہ کے کہ اس لڑکی کو میں نے بھی دودھ پلایا ہے ہندہ کی یہ گواہی مقبول ہے یا نہیں؟ اور یہ نکاح ناجائز ہے تو علیحدہ گی کیوں کر ہوگی؟ اور بچوں کا نفقہ کس پر ہے اور ولی کون ہے؟ اور تفریق کے لیے قاضی کا ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ اور اگر زوجین اس کو نہ مانیں تو کیا کیا جائے؟ (۴۷۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: والرّضاع حجّته حجة المال وهي شهادة عدلين أو عدل وعدلتين إلخ [1] اس عبارت سے واضح ہے کہ بہ صورت انکار زوجین صرف ایک عورت مرضعہ کے قول سے حرمتِ رضاع ثابت نہ ہوگی اور نکاح صحیح رہے گا اور اولاد ثابت النسب ہوگی، اور وراثت ان میں جاری ہوگی، اور نفقہ اولاد و زوجہ کا اسی شخص ناکح یعنی زید کے ذمہ ہوگا، البتہ اگر زوجین اس بارے میں ہندہ کی تصدیق کریں تو حرمت ثابت ہو جاوے گی اور ان میں تفریق کی جاوے گی، یعنی جب کہ وہ مقر ہیں تو خود علیحدہ علیحدہ ہو جاویں گے، قاضی کی تفریق کی ضرورت اس میں نہیں ہے۔ شامی میں ہندیہ سے منقول ہے: تزوّج امرأة فقالت: امرأة أرضعتكما إلخ ، إن صدّقاها فسد النّكاح ولا مهر إن لم يدخل إلخ [1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۳۲/۷-۴۳۳)

عورت منکر ہو، اور گواہ گواہی دیں تو حرمتِ رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟

سوال: (۶۸۹) ہندہ کی نسبت عام طور پر مشہور ہے کہ اس نے مسماۃ زینب ایک نوزاد لڑکی کو اپنا دودھ پلایا ہے، اور اس پر چار عورتوں اور ایک مرد نے یہ شہادت دی ہے کہ ہم نے ہندہ کو اپنی آنکھوں سے زینب کو دودھ پلاتے دیکھا ہے، ہندہ حلفًا بیان کرتی ہے کہ میں نے زینب کو ہرگز

(۱) حوالۂ سابقہ ۱۲

دودھ نہیں پلایا، بلکہ اصل واقعہ یوں ہے کہ جب زینب کی ماں زینب کو ایام نفاس میں چھوڑ کر مرگئی تو تین روز کے اندر کبھی کبھی زینب کو بہلانے کے لیے لیتی تھی، دودھ مطلق نہیں پلایا، بلکہ میرے پستان میں اس وقت دودھ نہ تھا، ہندہ دودھ پلانے سے انکار کرتی ہے، اب جب کہ زینب کا نکاح ہندہ کے دیور سے ہوگیا تو چوں کہ بعض لوگ اس رشتے پر معترض تھے حرمتِ رضاعت کا مسئلہ زیر بحث آ گیا، جس پر چند علماء نے مذکورہ بالا شہادتیں لے کر یہ فتویٰ دیا کہ حرمت ثابت ہے، اور ہندہ کا بیان نہیں لیا، مگر جب لڑکی کے لواحق نے بیرونی علماء سے فتویٰ دریافت کیا تو انہوں نے ہندہ کا بیان مسموع رکھ کر جوازِ نکاح کا فتویٰ دیا اور عبارت مندرجہ ذیل دلیل میں پیش کی:

وفي القنية: امرأة كانت تعطي ثديها صبيّةً واشتهر ذٰلك بينهم، ثمّ تقول: لم يكن في ثديي لبن حين ألقمتُها ثديي، ولم يعلم ذٰلك إلّا من جهتها جاز لابنها أن يتزوّج بهذه الصّبية انتهى [1] اس صورت میں مجوزین نکاح حق پر ہیں یا مانعین، اور جملہ **واشتهر ذٰلك إلخ** اور جملہ **ولم يعلم ذٰلك إلخ** قابل غور ہیں؟ **بينوا توجروا** (۲۷۷/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: قنیہ کی روایت: **امرأة كانت تعطي ثديها إلخ** [1] کا منشاء یہی ہے کہ صورتِ مسئولہ میں جب کہ ہندہ اپنے پستان میں دودھ ہونے کی منکر ہے، حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی؛ کیوں کہ گواہان سے غایت یہی ثابت ہوسکتا ہے کہ انہوں نے ہندہ کے پستان کو زینب کے مُنہ میں دیتے ہوئے دیکھا ہو، مگر محض اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، جیسا کہ عبارت درمختار: **فلو التقم الحلمة ولم يُدر أدخل اللّبنُ في حلقه أم لا لم يحرم لأنّ في المانع شكًّا** [1] اور عبارت قنیہ مذکورہ سے ثابت ہے، پس معلوم ہوا کہ اس بارے میں مجوزین نکاح حق پر ہیں، اور پستان میں دودھ ہونے یا نہ ہونے کا حال عورت سے ہی معلوم ہوسکتا ہے، اس بارے میں شہود کو کچھ علم نہیں ہوسکتا، شہود سے فقط اثباتِ ادخال حلمۃ فی فم الصّبی ہوسکتا ہے، سو وہ حرمت کے لیے کافی نہیں ہے، اور جملہ **واشتهر ذٰلك بينهم** [1] نے اس کو صاف کردیا کہ گواہوں کے بیان: **كانت تعطي ثديها** کے مقابلے میں عورت کا بیان: **لم يكن في ثديي لبن حين ألقمتها ثديي** [1] مسموع ہوگا۔ فقط

(۴۰۷/۷-۴۰۹)

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۲۹۶/۴، كتاب النّكاح، باب الرّضاع.

مدتِ رضاعت کے بعد شہادتِ تامہ سے
دودھ پینا ثابت ہوا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۶۹۰) زید نے عائشہ سے نکاح کیا، بعد از نکاح عائشہ نے دعویٰ دائر کیا کہ یہ زید میرا رضاعی (بیٹا)[1] ہے، اور چار گواہوں نے بہ چشم خود دودھ پیتے دیکھنے کی گواہی دی، اور دو نے بیان کیا کہ زید نے ہمارے روبہ رو اقرار بہ رضاعت کیا ہے، اور زید نے جوابِ دعویٰ میں کہا کہ میں اس وقت مدتِ رضاعت سے خارج تھا، اور اس پر چار گواہ گزارے، اس صورت میں حرمتِ رضاعت ثابت ہوئی یا نہیں؟ (۲۵۴۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ردالمحتار میں بعد نقل اقوال وعبارت کے فرمایا: **قلت ووجه ذٰلك أنّ الرّضاع لما كان مـمّا يخفى لأنّه لا يعلمه إلّا بالسّماع من غيره لم يمنع التّناقض فيه لاحتمال أنّه لمّا أقرّ بـه بـنـاءً عـلٰى ما أخبره به غيره تبيّن له كذبه فرجع عن إقراره إلخ**[2] (شامی: ۲/۴۱۲ **كتاب الرّضاع**) پس اقرار بہ رضاعت میں اوّل تو یہ نہیں تھا کہ مدت رضاعت میں دودھ پیا ہے، اسی طرح دودھ پیتے دیکھنے کی شہادت میں بھی مدت رضاعت میں دودھ پینا بیان نہیں ہوا، لہٰذا شہادت مرد کی اس امر پر کہ دودھ پینا بعد مدت رضاعت کے ہوا منافی اور معارض شہادت سابقہ و اقرار سابق کے نہیں ہے، لہٰذا شہادت زوج معتبر ہوگی اور نکاح باطل نہ ہوگا۔ فقط (۷/۴۲۹-۴۳۰)

سوئی ہوئی عورت کی پستان بچے نے مُنہ میں لے لی
اور دودھ پینا معلوم نہیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۶۹۱) ہندہ سوئی ہوئی تھی اس کے برابر ہندہ کے دیور کا بیٹا جس کی عمر دو سال سے کم تھی سو رہا تھا، جب یہ لڑکا بیدار ہوا تو اس نے ہندہ کی پستان مُنہ میں لے لی، مگر یہ معلوم نہیں کہ پستان کتنی

---

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (بیٹا) کی جگہ ''بھائی'' تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

(۲) **ردّ المحتار: ۴/۳۰۸، كتاب النّكاح، باب الرّضاع.**

دیر مُنہ میں رہی، جب ہندہ بیدار ہوئی تو پستان بچے کے مُنہ سے نکال لی، یہ بھی معلوم نہیں کہ بچے نے دودھ پیا یا نہیں؟ اس صورت میں رضاعت ثابت ہوئی یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ یہ صورت شک کی ہے اور حالتِ شک میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی، مگر بہ طریق تنزہ اور احتیاط کے حرمتِ رضاعت ثابت ہے، اب دونوں قولوں میں سے کس قول میں احتیاط اور تنزہ ہے؟ (۷/۹۴-۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس صورت میں زید کا قول صحیح ہے شک سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ درمختار میں ہے: **فلو التقم الحلمة ولم يدر أ دخل اللّبن في حلقه أم لا؛ لم يحرم، لأنّ في المانع شكًا ولو الجية** [1] **(الدّرّ المختار) وفيه أيضًا: حجّته حجّة المال وهي شهادة عدلين أو عدل وعدلتين إلخ** [2] اور احتیاط اور تنزہ بے شک یہ ہے کہ اس بچے کا نکاح اس عورت کی اولاد سے نہ کیا جاوے، اگر کیا جائے گا تو فتویٰ جواز کا ہوگا۔ فقط واللہ اعلم (۷/۴۳۵-۴۳۶)

بھانجی نے صرف خالہ کی چھاتی مُنہ میں لے لی تو کیا اس سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوگی؟

سوال: (۶۹۲) ہندہ لیٹی ہوئی تھی، احمدی دخترِ ہندہ اپنی ماں ہندہ کا دودھ پی رہی تھی، احمدی نے تو چھاتی کو چھوڑا اور ہندہ کسی عورت سے مُنہ موڑ کر بات کرنے لگی کہ اچانک بے خبری میں حمیدہ نے جو ہندہ کی ہمشیرہ کی بیٹی ہے ہندہ کی چھاتی مُنہ میں لے لی، ہندہ نے اسی وقت فوراً اپنی چھاتی حمیدہ کے مُنہ سے نکال لی، اور حمیدہ کا مُنہ کھولا تو کچھ دودھ نظر نہیں آیا، اور احتیاطاً حمیدہ کے ہونٹوں کو کپڑے سے پونچھ دیا، کیا اتنی سی بات پر رشتۂ رضاعت ثابت ہوگیا؟ اور کیا نکاح زید پسرِ ہندہ کا حمیدہ سے حرام و ناجائز ہے؟ مع حوالہ تحریر فرمایئے۔ (۶۷۵/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اگر گمان غالب ہندہ کا یہ ہے کہ حمیدہ کے مُنہ میں کچھ دودھ نہیں گیا تو حرمتِ رضاعت

---

(۱) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۹۶، كتاب النّكاح، باب الرّضاع.**

وفي الفتح: لو أدخلت الحلمة في فيّ الصّبيّ وشكّت في الارتضاع لا تثبت الحرمة بالشّكّ. (ردّ المحتار: ۴/۲۹۶، كتاب النّكاح، باب الرّضاع) ظفیر

(۲) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۳۰۹، كتاب النّكاح، باب الرّضاع.**

اس صورت میں ثابت نہیں، اور نکاح زید پسرِ ہندہ کا حمیدہ سے درست ہے، اور اگر بہ ظن غالب حمیدہ کے حلق میں کوئی قطرہ دودھ کا گیا ہے تو حرمتِ رضاعت ثابت ہوگئی اور زید پسر ہندہ کا نکاح حمیدہ سے درست نہیں ہے، اصل یہ ہے کہ محض شک سے تو حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی اور گمان غالب اگر دودھ پینے کا ہو تو حرمتِ رضاعت ثابت ہوجاتی ہے، اور حرمتِ رضاعت ایک قطرہ دودھ کا رضیع کے حلق میں جانے سے بھی ثابت ہوجاتی ہے۔ درمختار میں ہے: **ویثبت بـه إلخ، وإن قلّ إن علـم وصـوله لجوفهٖ من فمهٖ أو أنفه لا غير فلو التقم الحلمة ولم يدر أ دخل اللّبن في حـلقـه أم لا لـم يـحرم لأنّ في المانع شكّاً، ولو الجية إلخ** [(۱)] اس عبارت سے ظاہر ہوا کہ اگر رضیع کے حلق میں دودھ جانے میں شک ہو، اور دودھ حلق میں جانا معلوم نہ ہو تو حرمت ثابت نہیں ہوتی، اور اگر قرائن سے یہ معلوم ہو اور گمان غالب ہو کہ کوئی قطرہ پیٹ میں حمیدہ کے گیا ہے تو حمیدہ دختر رضاعی ہندہ کی ہوگئی، اور نکاح زید کا اس سے درست نہیں ہے، اور قرائن میں سے یہ بھی ہے کہ جب ہندہ کی دختر ہندہ کا دودھ پی رہی تھی اور اسی وقت اس کے علیحدہ ہوتے ہی حمیدہ نے ہندہ کی چھاتی مُنہ میں لی تو ظاہر حال اس پر دال ہے کہ حمیدہ کے حلق میں دودھ گیا ہے، اور ایسے قرائن کا فقہاء نے اعتبار کیا ہے۔ **كما نقله الشّامي عن الطّحاوي** [(۲)] فقط (۷/۳۹۴-۳۹۵)

بیوہ عورت کی چھاتی جس میں پانی آتا ہو بچے نے مُنہ میں لے لی اور دودھ حلق میں جانا معلوم نہیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۶۹۳) ہندہ کی والدہ کا انتقال ہوگیا تو مدتِ رضاع میں ہندہ کے لیے ایک غیر عورت دودھ پلانے والی مقرر کی گئی، مگر ہندہ کو اس کی دادی لے کر سوتی ہے جو دس سال سے بیوہ ہے رات کو جب ہندہ روتی ہے تو دادی اس کے مُنہ میں چھاتی دے دیتی ہے، ہفتہ کے بعد دادی کی چھاتی کو دبا کر

---

(۱) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۹۵-۲۹۶، كتاب النّكاح، باب الرّضاع.**

(۲) **قوله: (إن لَمْ تَظْهَرْ علامة) لَـمْ أرَ مَـنْ فَسَّرَهَا، ويُمكِنُ أنْ تُمثّلَ بتردُّد المرأةِ ذاتِ اللّبن علـى الـمحـلّ الّذي فيه الصّبيّةُ أو كونُها ساكنةً فيه فإنّه أمارةٌ قويّةٌ على الإرضاع، ط. (ردّ المحتار: ۴/۲۹۶، كتاب النّكاح، باب الرّضاع)** ظفیر

دیکھا تو اس میں سے سفید پانی نکلا تو کیا حرمتِ رضاعت ثابت ہوجاوے گی، اور ہندہ کا نکاح اس کی پھوپھی کے بیٹے سے جائز ہوگا یا نہیں؟ (۴۶/۴۵۷-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں جب کہ دودھ کے اترنے اور ہندہ کے حلق میں دودھ کے جانے میں شبہ ہے، لہٰذا حرمتِ رضاع ثابت نہ ہوگی، اور ہندہ کا نکاح اس کی پھوپھی کے پسر سے جائز اور صحیح ہے ردالمحتار معروف بہ شامی میں ہے؛ قنیہ سے: **امرأة كانت تعطي ثديها صبيةً و اشتهر ذٰلك بينهم ثـمّ تقول: لم يكن في ثديي لبن حين القمتها ثديي و لم يعلم ذٰلك إلاّ من جهتها جاز لابنها أن يتزوّج بهذه الصّبية أهـ ط، وفي الفتح: لو أدخلت الحلمة في فيّ الصّبي و شكّت في الارتضاع لا تثبت الحرمة بالشّك إلخ**[1] (شامي: ۲/ ۴۰۵) فقط (۷/۴۱۳-۴۱۴)

ساٹھ سالہ ضعیفہ نے بچہ کو چھاتی میں لگا لیا اور چند قطرے پانی نکل کر بچے کے پیٹ میں چلے گئے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۶۹۴) ایک عورت نے دوسال اپنے بچے کو دودھ پلا کر چھوڑ ادیا، وہ خودتو کاروبار میں مصروف ہوجاتی اور بچے کی دادی ضعیفہ ساٹھ سالہ جس کے پندرہ سولہ سال سے بچہ نہیں ہوا اس بچے کو روتے وقت بہلانے کی خاطر خالی پستان جن میں سولہ سال سے دودھ خشک تھا لڑکے کے مُنہ میں دے دیا کرتی، اسی طرح دو تین ماہ کرتی رہی، تین چار ماہ کے بعد ایک دن اس کو معلوم ہوا کہ میرے پستان سے کوئی چیز خارج ہوتی ہے، دوہ کر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ لیس دار پانی نکلتا ہے، اس لیے اس نے بچے کو پلانا بند کردیا، کیا ایک دو قطرے لڑکے کے پیٹ میں جانے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ (۱۶۶۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: عالمگیریہ میں ہے: **دخل في فم الصّبيّ من الثّدي مائع لونه أصفر تثبت حرمة الرّضاع لأنّه لبن تغيّر إلخ**[2] اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر لبن متغیر بھی ہوجاوے

---

(۱) ردّ المحتار: ۴/۲۹۶، كتاب النّكاح، باب الرّضاع.

(۲) الفتاوى الهندية: ۱/۳۴۴، كتاب الرّضاع.

تو حرمتِ رضاعت اس سے ثابت ہوجاتی ہے، اور ایک دو قطرے بھی بچے کے پیٹ میں جانے سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوجاتی ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے: ویثبت بہ ...... وإن قلّ إن علم وصوله لجوفه من فمه أو أنفه إلخ[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۰۴-۴۰۵)

استدراک: صورتِ مسئولہ میں حرمت ثابت ہونے میں خاکسار کو تردد ہے، اس وجہ سے کہ ساٹھ سالہ عورت جس کو پندرہ سولہ سال سے بچہ ہونا بند ہوگیا ہے، اس کے پستان میں دودھ متغیر کہاں سے آئے گا، یہ تو دراصل پانی ہے جس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی؛ جیسا کہ باکرہ کے سلسلے میں فقہاء صراحت کرتے ہیں: بكر لم تتزوّج لو نزل لها لبن فأرضعت صبيًا صارت أمًا للصّبيّ وتثبت جميع أحكام الرّضاع إلخ، آگے مذکور ہے: وكذا لو نزلَ للبكرِ ماءٌ أصفر لا يثبت من إرضاعه تحريم، هٰكذا في فتح القدير. (الفتاوى الهندية: ۱/۳۴۴، كتاب الرّضاع) ظفیر

وضاحت: آئسہ اور بوڑھی عورت کے پستان سے اگر کچھ رطوبت خارج ہو تو اُس سے رضاعت کے ثبوت اور عدم ثبوت کے سلسلہ میں ہمارے اکابرؒ کے فتاویٰ میں تعارض نظر آتا ہے، امداد الفتاویٰ (۲/ ۳۷۷-۳۷۸، مسائل منثورہ متعلقہ نکاح) میں تو دونوں طرح کی بات لکھی ہے، اور فتاویٰ حقانیہ (۴/۴۰۰، باب الرضاعۃ) اور احسن الفتاویٰ (۵/ ۱۲۸، باب الرضاعۃ) میں ہے کہ اُس رطوبت سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوگی، جب کہ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ نے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند قدیم (۷/۴۰۴-۴۰۵، وہ عورتیں جن سے دودھ کی وجہ سے رشتہ حرام ہوتا ہے) اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے کفایت المفتی (۵/ ۱۶۵-۱۶۶، رضاعت اور حرمتِ رضاعت) میں اس سے رضاعت کو ثابت ماننے کا فتویٰ تحریر فرمایا ہے، نیز یہی حکم خیر الفتاویٰ (۴/ ۴۹۹، رضاعت کے مسائل) اور فتاویٰ مفتی محمود (۵/ ۴۲۶-۴۲۷، بابِ رضاعت) میں بھی مذکور ہے، غور کرنے سے محسوس ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ وغیرہم کی رائے قرین قیاس اور عبارات وقواعد فقہیہ سے قریب تر ہے، جس کی تفصیل ذیل میں آرہی ہے:

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۹۵-۲۹۶، كتاب النّكاح، باب الرّضاع.

آئسہ کے مسئلہ میں غور کرنے سے پہلے اس سلسلہ میں کچھ تفصیل بہ طور تمہید مدنظر رکھنا ضروری ہے:

چھاتی میں دودھ آنے کی اوّلاً دو ممکنہ صورتیں ہیں: {۱} مرد کو آئے۔ {۲} عورت کو آئے۔ پھر عورت کو دودھ آئے اس کی بھی دو صورتیں ہیں: {۱} وہ صغیرہ ہو، یعنی ۹ سال سے کم کی ہو۔ {۲} وہ کبیرہ ہو، یعنی ۹ سال سے زیادہ کی ہو۔ پھر کبیرہ کی بھی دو صورتیں ہیں: {۱} وہ باکرہ یعنی غیر شادی شدہ ہو۔ {۲} وہ شادی شدہ ہو۔

پھر دودھ آنے کی بھی دو صورتیں ہیں: {۱} دودھ ہی آئے۔ {۲} دودھ نما کوئی رطوبت آئے، خواہ زردی مائل ہو یا سفیدی مائل۔

ان صورتوں کو باہم ضرب دینے سے کل درج ذیل صورتیں نکلتی ہیں:

(الف) مرد کو دودھ آئے یا دودھ نما رطوبت آئے۔ (ب) صغیرہ یعنی ۹ سال سے کم کی بچی کو دودھ آئے یا دودھ نما رطوبت۔

(ج) کبیرہ باکرہ کو یہ دونوں صورتیں پیش آئیں۔ (د) کبیرہ شادی شدہ کو یہ دونوں صورتیں پیش آئیں۔

اس تمہید کے بعد تفصیل یہ ہے:

[۱] اگر مرد کو یا صغیرہ یعنی ۹ سال سے کم کی بچی کو چھاتی میں دودھ اتر آئے یا دودھ نما رطوبت؛ بہ ہر دو صورت اس سے رضاعت ثابت نہیں ہوگی، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دودھ کے سلسلہ میں یہ ضابطہ متفق علیہ ہے کہ دودھ اُسی سے متصور ہے، جس سے ولادت ممکن ہو، اور ظاہر ہے کہ مرد اور اسی طرح نابالغہ بچی سے ولادت کا کوئی تصور نہیں؛ لہٰذا اُن سے دودھ کا بھی کوئی امکان نہیں اور جو کچھ چھاتی میں ہے اُسے دودھ نہیں مانا جاسکتا، اور نہ اُس سے رضاعت ثابت ہوگی۔

قوله: وإذا نزل للرّجل لبن فأرضع به صبيّةً لم يتعلّق به تحريم؛ لأنّه ليس بلبن على التّحقيق فلا يتعلّق به النّشوء والنّموّ، وهٰذا لأنّ اللّبن إنّما يتصوّر ممّن يتصوّر منه الولادة ………… وعلٰى هٰذا يلزم أنّه لو نزل لبكر لم تبلغ سنّ البلوغ لبن لا يتعلّق به التّحريم ويحكم بأنّه ليس لبنًا. (فتح القدير: ۴۳۶/۳، كتاب الرّضاع)

[۲] باکرہ، یعنی غیر شادی شدہ کو اگر دودھ آئے تو اُس سے رضاعت ثابت ہوجائے گی؛ کیوں

کہ جب یہ بالغہ ہوگئی تو اُس سے ولادت ممکن ہے، اور جب ولادت ممکن ہے تو دودھ بھی ممکن ہے؛ لہٰذا اگر باکرہ کو دودھ اتر آئے تو وہ مثبت رضاعت ہوگا۔

بكر لم تتزوّج لو نزل لها لبن فأرضعت صبيًّا صارت أمًّا للصّبيّ وتثبت جميع أحكام الرّضاع بينهما. (الفتاوى الهندية: ۱/۳۴۴، كتاب الرّضاع)

لیکن اگر باکرہ کو دودھ کی جگہ پانی یا زردی مائل رطوبت خارج ہو تو اُس سے رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔

وكذا لو نزلَ للبِكرِ ماءٌ أصفر لا يثبت من إرضاعه تحريم، هٰكذا في فتح القدير. (الفتاوى الهندية: ۱/۳۴۴، كتاب الرّضاع)

[۳] شادی شدہ کو اگر دودھ آجائے تو لامحالہ اس سے رضاعت ثابت ہوگی۔

نیز اگر شادی شدہ کو زردی مائل رطوبت وغیرہ آئے تو اُس کو بھی فقہاء نے موجب حرمتِ رضاعت مانا ہے، اور فقہاء کے نزدیک یہ لبنِ متغیر ہے۔

دخل في فم الصّبي من الثّدي مائع لونه أصفر تثبت حرمة الرّضاع؛ لأنّه لبن تغيّر لونه، كذا في خزانة المفتين. (الفتاوى الهندية: ۱/۳۴۴، كتاب الرّضاع)

نجم الفتاویٰ میں ہے: ''یہ بات کہ زرد رنگ کے پانی سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ اس میں تفصیل ہے: اگر زرد رنگ کا پانی غیر شادی شدہ لڑکی کی چھاتی سے نکلے تو اُس سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی، اور اگر یہ پانی شادی شدہ عورت کی چھاتی سے نکلے تو اُس سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوجاتی ہے''۔ (نجم الفتاویٰ: ۵/ ۵۷۹، کتاب الرضاع، رضاعت کے ثبوت میں دودھ کی رنگت کے اعتبار کا حکم، ط: شعبۂ نشر و اشاعت دارالعلوم یاسین القرآن، کراچی)

فائدہ: دودھ کی جگہ اگر رطوبت خارج ہو تو اس سلسلہ میں باکرہ اور شادی شدہ میں فرق کی علت واضح طور پر کتابوں میں نہیں مل سکی؛ البتہ صاحبِ فتح القدیر کی درج ذیل عبارت سے اس سلسلہ میں مدد ملتی ہے:

والوجه الفرق بعدم التّصوّر مطلقًا، فإذا تحقّق لبنًا تثبت الحرمة، بخلاف الرّجل؛ لأن الحكم لازم دائمًا بأنّه ليس بلبن (فتح القدير: ۳/۴۳۶، كتاب الرّضاع، ط: مكتبة زكريا ديوبند)

اس عبارت کو سامنے رکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ باکرہ کے سلسلہ میں اصل دودھ کا عدم تصور ہے، یا یوں کہیے کہ باکرہ میں دودھ کا نہ ہونا یقینی ہے، پس جب تک خالص دودھ نہ آئے یہ یقینی امر زائل نہ ہوگا، اور پانی یا رطوبت وغیرہ کو دودھ نہ مانا جائے گا، برخلاف شادی شدہ کے، کہ اس کے سلسلہ میں دودھ کا ہونا متصور ہے، یعنی دودھ اترنا اُس کے حق میں اغلب ہے؛ لہٰذا رطوبت مشکوکہ کو بھی دودھ ہی مانا جائے گا، اور یہ کہا جائے گا کہ یہ رطوبت دراصل دودھ ہی ہے، جو متغیر ہوگیا ہے، جیسا کہ ہندیہ کی عبارت گزر چکی ہے۔

اب رہی آئسہ عورت تو ظاہر ہے کہ اگر اس کو دودھ آئے تو بلا تردد وہ مثبت رضاعت ہوگا۔

لیکن اگر اس کو دودھ نما رطوبت آئے تو اس سلسلہ میں اکابر کے فتاویٰ متعارض ہیں، جن حضرات نے اس سے حرمت کو ثابت نہیں مانا ہے انہوں نے اسی عبارت سے استدلال کیا ہے جس میں باکرہ کے سلسلہ میں واضح حکم ہے کہ اگر باکرہ کو ماءِ اصفر آئے تو اُس سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔ (جیسا کہ حضرت مفتی ظفیر صاحبؒ نے بھی مذکورہ بالا استدراک میں تحریر فرمایا ہے) مگر یہ قیاس؛ قیاس مع الفارق محسوس ہوتا ہے، اور وجہ اُس کی یہ ہے کہ باکرہ کو چوں کہ دودھ نہ آنا یقینی ہے؛ لہٰذا اُس کی رطوبت مشکوکہ کو دودھ مان لینا یقین کو شک سے زائل کرنا ہے جو کہ حسب قاعدۂ فقہیہ: **اليقين لايزول بالشك. (الأشباه والنّظائر مع شرح الحموي: ۱/۱۸۳، الفنّ الاوّل: القواعد الكلّية، القاعدة الثّالثة، ط: مكتبة زكريا ديوبند)** درست نہیں ہے، اسی وجہ سے باکرہ کی رطوبت کو دودھ نہیں مانا گیا ہے، رہی آئسہ تو شادی کے بعد اور خاص کر ولادت کے بعد اصل اس میں دودھ کا ہونا ہے، گویا دودھ کا اترنا اُس کے سلسلہ میں یقینی چیز ہے؛ لہٰذا اب اگر اُس کو رطوبت آئے تو اس رطوبت مشکوکہ سے لبن متیقن کو کالعدم کر دینا اور یہ کہنا کہ یہ دودھ نہیں ہے از روئے قاعدۂ سابقہ غلط ہے، یعنی آئسہ کو باکرہ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا؛ بلکہ اس کا حکم تو شادی شدہ عورت والا ہوگا، جس کے سلسلہ میں عبارت گزر چکی ہے کہ اُس کی رطوبت کو فقہاء نے لبن متغیر مانا ہے۔

لہٰذا تأمّل کے بعد اس مسئلہ میں حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ وغیرہم کی رائے راجح اور احوط معلوم ہوتی ہے، نیز درمختار کی یہ عبارت بھی انہیں حضرات کی رائے کی مؤید ہے:

هو ...... مصّ من ثدي آدمية ولو بكرًا أو ميتةً أو آيسةً. (الدّرّ المختار: ۲۹۱/۴، کتاب النّکاح، باب الرّضاع) محمد حبان بیگ قاسمی

ایک قطرہ دودھ پینے سے بھی حرمتِ رضاعت ثابت ہوجاتی ہے

سوال: (۶۹۵) دو چچازاد بہنیں ہیں، ایک کے محض شیر خوار لڑکا ہے، اور دوسری کے دو لڑکیاں: ایک بڑی، دوسری شیر خوارہ، اتفاقاً شیر خوارہ لڑکی فوت ہوگئی، شیر خوار لڑکے کا رشتہ دوسری بہن کی بڑی لڑکی سے قرار پا گیا، وہ شیر خوار لڑکا بہ حالت شیر خوارگی گاہے گاہے اپنی خالہ اور آئندہ ساس کے پاس بہ طریق محبت جاتا رہا، کیوں کہ لڑکے کی والدہ نے بہ وقت رشتہ یہ کہہ دیا تھا کہ یہ لڑکا تم کو دے دیا، شیر خوارہ دختر کے فوت ہونے کے چار ماہ بعد وہ لڑکا اپنی آئندہ ساس کا فرزند موسوم ہوا کہ اکثر اوقات آئندہ ساس کے پاس رہنے لگا، آئندہ ساس اس شیر خوار لڑکے کو راضی رکھنے کے لیے اپنی پستان دے دیتی تھی تو کچھ دودھ بہ مثل آب نکل کر لڑکے کی تسلی کر دیتا تھا، گو پیٹ بھرائی تو وہ اپنی اصلی والدہ کا دودھ پیتا تھا، مگر قدرے قلیل پانی سا دودھ آئندہ ساس کے پستان سے بھی پیتا رہا، اب وہ دونوں قابل شادی ہوگئے ہیں، آیا اس لڑکے کا نکاح اس دختر سے جائز ہے کہ نہیں؟ (۲۰۵۲/۳۵-۱۳۳۶ھ)[1]

الجواب: اس صورت میں وہ لڑکا اپنی خالہ کا رضاعی پسر ہوگیا، کیوں کہ ایک قطرہ دودھ سے بھی جو بہ حالت شیر خوارگی کسی بچہ کو پلایا جاوے حرمتِ رضاعت ثابت ہوجاتی ہے، پس وہ لڑکی خالہ کی اور یہ لڑکا جس نے کوئی قطرہ دودھ کا پیا بہن بھائی رضاعی ہوگئے، ان دونوں کا باہم نکاح درست نہیں ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۹۶/۷-۳۹۷)

---

(۱) یہ سوال رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔۱۲

(۲) قليل الرّضاع وكثيره سواء إذا حصل في مدّة الرّضاع يتعلّق به التّحريم. (الهداية: ۳۵۰/۲، كتاب الرّضاع) أمّا لو شكّ فيه بأن أدخلت الحلمة في فم الصّغير وشكّت في الإرتضاع لا تثبت الحرمة بالشّكّ إلخ والواجب على النّساء أن لا يرضعن كلّ صبيّ من غير ضرورة. (فتح القدير لابن الهمام: ۴۱۸/۳، كتاب الرّضاع) ظفير

بیوی کی چھاتی مُنہ میں لینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی اگرچہ دودھ حلق میں چلا جائے

سوال: (٦٩٦) اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ کی چھاتی مُنہ میں لیتا رہا ہو، اور بعد میں وہ حاملہ ہوجاوے اور پھر مُنہ میں لے اور اچانک دودھ مُنہ میں آجائے اور ذائقہ معلوم ہوجائے، مگر پیٹ میں نہ گیا ہو بلکہ تھوک دیا ہو، اس صورت میں شرعًا کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۲/۵۱۱ھ)

الجواب: اس صورت میں اس کی زوجہ اس پر حرام نہیں ہوئی (۱) اور اگر دودھ حلق میں بھی چلا جاتا تو اس کی زوجہ اس پر حرام نہ ہوتی، مگر ایسا فعل حرام ہے، یعنی اپنی زوجہ کا دودھ پینا حرام ہے، آئندہ ایسا نہ کرے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۴۱۱-۴۱۲)

مزنیہ کی پستان مُنہ میں لینے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی

سوال: (٦٩٧) عمر ہندہ سے زنا کرتا تھا اور ایک دفعہ اس کی پستان مُنہ میں لی تو عمر کا نکاح ہندہ سے ہوسکتا ہے یا نہ؟ (۱۳۴۱/۱۳۷۱ھ)

الجواب: عمر کا نکاح (ہندہ سے) (۳) اس صورت میں صحیح ہے، کیوں کہ حرمتِ رضاعت اس صورت میں ثابت نہیں ہوئی۔ کذا في عامّة کتب الفقه (۴) فقط (دو ڈھائی سال کی عمر کے بعد دودھ سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ ظفیر) (۷/ ۴۳۵)

---

(۱) مصّ رجل ثدي زوجته لم تحرم. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۳۱۰، کتاب النّکاح، باب الرّضاع، قبیل کتاب الطّلاق) ظفیر

(۲) و لم یُبحْ الإرضاع بعدَ مدّته لأنّه جزءُ آدميّ، والإنتفاع به لغیر ضرورةٍ حرامٌ علی الصّحیح. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۲۹۴، کتاب النّکاح، باب الرّضاع) ظفیر

(۳) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۴) وقیّد بالثّلاثین ــ شهرًا ــ لأنّ الرّضاع بعدها لا یوجب التّحریم. (البحر الرّائق: ۳/ ۳۸۸، کتاب الرّضاع) ظفیر

حرمتِ نکاح بہ سببِ جمع

دو بہنوں سے نکاح اور اُن کی اولاد کا حکم

سوال: (۶۹۸) دو بہن سے ایک عقد میں نہ؛ بلکہ دو عقد میں ایک شخص نے نکاح کرلیا اور دونوں سے لڑکے بالے بھی (پیدا)[1] ہوگئے تو اب اولاد کا نسب اس شخص سے ثابت ہوگا یا نہ؟ اور پچھلی عورت کے انتقال کے بعد پہلی عورت کا نکاح سابق باقی رہے گا یا نکاح جدید کرنا ہوگا، اور اس پر کیا کفارہ ہے؟ (۱۳۳۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر نکاح دو بہن سے آگے پیچھے ہوا ہے تو پہلی کا نکاح صحیح ہوگیا؛ اس سے جو اولاد ہوئی وہ صحیح النسب ہے، اور دوسری پچھلی کا نکاح باطل ہوا اس سے جو اولاد ہوئی اس کا نسب ثابت نہ ہوگا، اور پچھلی کے مرنے کے بعد پہلی عورت سے نکاح جدید کی ضرورت نہیں ہے، وہ نکاح قائم وباقی ہے[2] اور کفارہ اس گناہ کا یہ ہے کہ وہ شخص اپنے فعل بد سے تائب ہو اور استغفار کرے اور کچھ کفارہ نہیں ہے، اور قاضی فاسق وگنہ گار ہے، توبہ کرے، اور اس قاضی کی امامت مکروہ ہے۔

(۷/۴۵۳-۴۵۴)

استدراک: مذکورہ صورت میں دوسری کی اولاد بھی ثابت النسب ہوگی، جیسا کہ حضرت مفتی

---

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (پیدا) کی جگہ ''شروع'' تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

(۲) وَحرم الجمع بين المحارم نكاحًا .... وعدّةً إلخ وإن تزوّجهما معًا أي الأختين إلخ ونسيَ النّكاح الأوّل، فرّق القاضي بينه وبينهما (الدّرّ المختار) قوله: (ونسيَ الأوّل) فلو علم فهو الصّحيح، والثّاني باطل إلخ، و فرّق بينه و بين الأخرى. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۹۳-۹۶، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات)

ظفیر الدین صاحبؒ کے درج ذیل حوالوں سے معلوم ہوتا ہے۔ محمد امین پالن پوری

رجل مسلم تزوّج بمحارمه فجئن بأولاد يثبت نسب الأولاد منه عند أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ خلافًا لهما بناءً علىٰ أنّ النّكاح فاسد عند أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ باطل عندهما كذا في الظّهيرية. (الفتاوى الهندية: ۱/۵۴۰، كتاب الطّلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النّسب)

وإن تزوّجهما في عقدتين فنكاح الأخيرة فاسد، ويجب عليه أن يفارقها ولو علم القاضي بذٰلك يفرّق بينهما فإن فارقها قبل الدّخول لا يثبت شيء من الأحكام، وإن فارقها بعد الدّخول فلها المهر إلخ، وعليها العدّة ويثبت النّسب ويعتزل عن امرأته حتّى تنقضي عدّة أختها. (الفتاوى الهندية: ۱/۲۷۷-۲۷۸، كتاب النّكاح، الباب الثّالث في بيان المحرّمات، القسم الرّابع: المحرّمات بالجمع)

وتقدّم في باب المهر أنّ الدّخول في النّكاح الفاسد موجب للعدّة وثبوت النّسب ومثل له في البحر هناك بالتّزوّج بلا شهود وتزوّج الأختين معًا. (ردّ المحتار: ۵/۱۵۷، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب في النّكاح الفاسد والباطل)

نیز دیکھئے: (البحر الرّائق: ۳/۲۹۴-۲۹۵، كتاب النّكاح، باب المهر)

اس تفصیلی حوالے کا منشا یہ ہے کہ دوسری کی اولاد بھی ثابت النسب ہوگی۔ واللہ اعلم۔ ظفیر

بیوی کی حقیقی بہن سے نکاح کا کیا حکم ہے؟ اور اولاد ثابت النسب اور وارث ہوگی یا نہیں؟

سوال: (۶۹۹) زید نے اوّل مسماۃ ہندہ سے نکاح کیا اور مہر بھی مقرر ہوا، اب چند سال بعد زید نے ہندہ کی بہن حقیقی سے نکاح کیا، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ نکاح اوّل و ثانی دونوں باطل ہیں یا صرف ثانی؟ و درصورتِ جوازِ نکاحِ اوّل جو اولاد زید سے پیدا ہوئی وہ دعویٰ جائداد منقولہ وغیر منقولہ میں کرسکتی ہے یا نہیں؟ دوسرے درصورتِ عدمِ جوازِ نکاحِ ثانی جو اولاد زید سے زوجۂ ثانیہ

کے بطن سے پیدا ہوئی وہ حرامی ہوئی یا کیا؟ اور یہ اولاد جائدادِ منقولہ وغیرہ پر دعویٰ کرسکتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۲۳۷ھ)

الجواب: نکاح اوّل صحیح ہوا اور دوسرا نکاح جو زوجہ اولیٰ کی بہن سے ہوا وہ باطل ہے، اور زوجۂ اولیٰ سے جو اولاد ہوئی وہ صحیح النسب ہے اور زید کی وارث ہوگی، اور دوسری بہن سے اگر کچھ اولاد ہوئی تو اس کا نسب زید سے ثابت نہیں اور وہ وارث زید کی نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم (۷/۴۳۷)

استدراک: مذکورہ صورت میں راجح اور احوط یہ ہے کہ دونوں بہنوں کی اولاد کا نسب ثابت ہوگا، اور جب نسب ثابت ہے تو وہ زید کی وارث ہوں گی، دارالعلوم دیوبند کے موجودہ مفتیانِ کرام کا فتویٰ ذیل میں درج ہے۔ محمد امین پالن پوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گرامی قدر حضرات مفتیان کرام دارالافتاء دارالعلوم دیوبند! دامت برکاتہم العالیہ

السّلامُ عَلیکمُ و رَحمةُ اللّٰہِ وَ بَرکاتُہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

زید نے دو حقیقی بہنوں سے اگر نکاح کرلیا ہو تو اس مسئلے میں چند شرعی امور دریافت طلب ہیں:

(۱) کیا یہ دونوں نکاح صحیح ہیں؟ یا صرف نکاح اوّل صحیح ہے اور نکاح ثانی نہیں؟

(۲) ان دونوں بہنوں کے بطن سے جو اولاد پیدا ہوگی اُن کا نسب زید سے ثابت ہوگا یا نہیں؟ اور وہ اولاد اُس کی وارث ہوں گی یا نہیں؟ نیز اس مسئلہ میں فقہاء کا کوئی اختلاف تو نہیں؟

(۳) ان دونوں بہنوں کے بطن سے زید کی جو اولاد ہوگی اُن کا نکاح آپس میں کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

نوٹ: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۳۲، سوال نمبر (۳۴۸) میں ہے: ''دوسری عورت (بہن) سے جو اولاد ہوئی اُن کا نسب ثابت نہیں الخ'' مگر فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۳۲، کے حاشیہ نمبر (۲) میں ہے: ''دونوں (بہنوں) کی اولاد کا نسب ثابت ہوگا الخ''۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس مسئلے میں صحیح حکم شرعی واضح فرما کر تعارض کا ازالہ فرمائیں۔

المستفتي: مصطفیٰ امین قاسمی

شعبہ ترتیب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

۲۵/شعبان المعظم سنہ ۱۴۴۴ھ

جواب نمبر: ۹۵۱/م ۱۴۴۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون ملہم الصواب: دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا شرعًا حرام و ناجائز ہے، خواہ جمع کرنا ایک عقد میں ہو یا الگ الگ عقد میں، صورتِ مسئولہ میں حکم شرعی یہ ہے کہ زید نے اگر دونوں بہنوں سے ایک عقد میں نکاح کیا ہے تو کسی سے نکاح صحیح نہیں ہوا، اور اگر دو عقد میں نکاح کیا ہے تو صرف نکاحِ اوّل صحیح ہے، اور نکاحِ ثانی فاسد ہے، اور بہ ہر صورت جو اولاد نکاحِ صحیح کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہے اُن کا نسب یقیناً زید سے ثابت ہے، اور جو اولاد نکاحِ غیر صحیح کے نتیجے میں پیدا ہوئی ہے، اُن کا نسب بھی احتیاطاً زید سے ثابت ہے، اور جب نسب ثابت ہے تو وہ زید کی وارث ہوں گی، اور اُن کا نکاح آپس میں درست نہ ہوگا۔ **فإن تزوّج الأختين في عقدة واحدة يفرّق بينهما وبينه ...... وإن تزوّجهما في عقدتين فنكاح الأخيرة فاسد، ويجب عليه أن يفارقها، ولو علم القاضي بذٰلك يفرّق بينهما، فإن فارقها قبل الدّخول لا يثبت شيء من الأحكام، وإن فارقها بعد الدّخول فلها المهر ويجب الأقلّ من المسمّى ومن مهر المثل وعليها العدّة ويثبت النّسب إلخ. (الفتاوى الهندية: ۱/۳۴۳، ط: اتّحاد، ديوبند)** امداد الاحکام (۳/۲۵۹-۲۶۰، ط: زکریا بک ڈپو، دیوبند) فقط واللہ اعلم

وقار علی غفرلہٗ دارالافتاء دارالعلوم دیوبند ۲/ رمضان ۱۴۴۴ھ = ۲۵/ مارچ ۲۰۲۳ء

الجواب صحیح: زین الاسلام قاسمی ۲/ ۹/ ۱۴۴۴ھ

الجواب صحیح: محمد نعمان سیتاپوری غفرلہٗ ۴/ ۹/ ۱۴۴۴ھ

دو حقیقی بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے

سوال: (۷۰۰) زید نے اپنی شادی ایک لڑکی کے ساتھ کی، اور زید کے حقیقی چھوٹے بھائی نے بھی اپنی شادی اپنی بھاوج کی حقیقی چھوٹی بہن کے ساتھ کی، کچھ دنوں میں زید کا انتقال ہوگیا، اب عمر اپنی بھاوج کا عقد ثانی اپنے ساتھ کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۳۶۳/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: جب تک عمر کے نکاح میں اس کی زوجہ موجود ہے اس وقت تک اپنی زوجہ کی بہن

سے نکاح نہیں کرسکتا کیوں کہ دو بہنوں کا جمع ہونا کسی کے نکاح میں حرام ہے۔ لقولہٖ تعالیٰ: ﴿وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۴۰)

اپنی بیوی کے نکاح میں رہتے ہوئے اس کی بہن سے خواہ عینی ہو یا علاتی یا اخیافی نکاح کرنا حرام ہے

سوال: (۷۰۱) اگر زید نے اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے اس کی بہن سے نکاح کرلیا تو صحیح ہوگا یا نہیں؟ اگر صحیح نہ ہوا تو زید کو طلاق دینا ہوگی یا نہیں؟ اور مہر واجب الاداء ہوگا یا نہیں؟ اور عدت لازم ہوگی یا نہ؟ اگر ہندہ زوجۂ زید مرجائے تو اس کی بہن سے زید نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۲۳۷۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اپنی زوجہ کے نکاح میں رہتے ہوئے اس کی بہن سے خواہ عینی ہو یا علاتی یا اخیافی نکاح کرنا حرام ہے۔ لقولہٖ تعالیٰ: ﴿وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ الآية﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۳) اور وہ نکاح ثانی زوجہ کی بہن سے باطل ہے، حاجت طلاق دینے کی نہیں ہے، وہ نکاح صحیح ہی نہیں ہوا اور اگر صحبت کرلی تو مہر مثل اس کا اور عدت اس پر لازم ہے[1] اور زوجۂ اولیٰ فوت ہوجائے تو اس کی بہن سے دوبارہ نکاح کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۴۶-۴۴۷)

بیوی کے رہتے ہوئے اس کی اس بہن سے جس سے زنا کیا ہے نکاح کرنا حرام ہے

سوال: (۷۰۲) زبیدہ چار سال سے بیوہ ہے اور اس کو چار ماہ کا حمل اس کے دیور مسمّٰی اکبریا

---

(۱) وإن تزوّجهما …… أي الأختين …… أو بعقدين ونسي النّكاح الأوّل فرّق القاضي بينه وبينهما إلخ، وإن كانت الفرقة بعد الدّخول وجب لكلّ واحدةٍ مهر كامل (الدّرّ المختار) قوله: (ونسي الأوّل) فلو علم فهو الصّحيح، والثّاني باطل ولهٗ وطء الأولٰى إلّا أن يطأ الثّانية فتحرم الأولٰى إلٰى انقضاء عدّة الثّانية. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۹۶-۹۸، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

سے ہے، اب حرام کے حمل میں مسماۃ مذکورہ کا نکاح اس کے دیور اکبریا سے جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ مسماۃ زبیدہ کی حقیقی بہن اکبریا کے گھر میں موجود ہے دو بہنوں کا نکاح میں جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۶۴۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: جو عورت حاملہ زنا سے ہوئی ہے اس کے ساتھ نکاح کرنا درست ہے۔ **وإن تزوّج حبلٰی من زنا جاز النّكاح**[1] (هداية. ص:۲۹۲) مگر جب اکبریا کے نکاح میں مزنیہ کی بہن ہے تو اس صورت میں مزنیہ کے ساتھ اکبریا کا نکاح درست نہیں۔ **ولا يجمع بين الأختين نكاحًا**[2] (هداية: ص: ۲۸۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۴۹)

عینی بہنوں کی طرح دو علاتی بہنوں کو بھی نکاح میں جمع کرنا حرام ہے

سوال: (۷۰۳) زید کے دو بیویاں ہیں: ایک امینہ؛ جس کے بطن سے زینب، اور دوسری؛ سکینہ جس کے بطن سے کلثوم، زید نے عمر سے زینب کا نکاح کر دیا، چند روز بعد زینب کی زندگی ہی میں کلثوم سے بھی نکاح کر دیا، فی الحال دونوں بہنیں جن کا باپ ایک ہے زید کے گھر میں ہیں تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۰۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: **قال اللّٰه تعالیٰ:** ﴿وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۳) ”اور حرام ہے تم پر دو بہنوں کا جمع کرنا“ یعنی نکاح میں، پس جو نکاح عمر کا بعد میں کلثوم سے ہوا وہ باطل اور ناجائز ہے و حرام ہے، اس کو علیحدہ کر دینا چاہیے۔ فقط واللہ اعلم (۷/۴۳۷-۴۳۸)

سوال: (۷۰۴) ہمارے خسر صاحب کے دو بیوی سے ایک ایک لڑکی ہے، بڑی لڑکی (یعنی) ہماری بیوی حینِ حیات ہے، اس سے کوئی اولاد نہیں، آیا دوسری لڑکی کا نکاح ہمارے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۱۸ھ)

الجواب: دو بہنوں علاتی کا بھی نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، مثل دو حقیقی بہنوں کے **لعموم**

---

(۱) الهداية: ۳۱۲/۲، كتاب النّكاح، فصل في بيان المحرّمات.

(۲) الهداية: ۳۰۸/۲، كتاب النّكاح، فصل في بيان المحرّمات.

قولہ تعالیٰ: ﴿وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۴۵)

بیوی کے ہوتے ہوئے اس کی ناجائز علاّتی بہن سے بھی نکاح حرام ہے

سوال: (۷۰۵) زید کی ایک زوجہ حمیدہ ہے، اور دوسری عورت غیر منکوحہ مسماۃ ہندہ جو زید کی زرخرید موجود ہے، زوجہ منکوحہ کے بطن سے ایک لڑکی سعیدہ ہے، اور غیر منکوحہ عورت سے ایک لڑکی کریمہ، زید نے سعیدہ کا عقد اپنے بھانجے خالد کے ساتھ کردیا جو بہ قیدِ حیات موجود ہے؛ لیکن خالد اب یہ چاہتا ہے کہ کریمہ کے ساتھ بھی نکاح کرے تو کیا سعیدہ کی موجودگی میں کریمہ سے خالد کا عقد صحیح ہوسکتا ہے؟ (۱۴۱/۱۳۳۹ھ)

الجواب: في الشّامي: قال ح: قوله: ”ولو من زنا“ تعميم بالنّظر إلى كلّ ما قبله، أي لا فرق في أصله أو فرعه أو أخته أن يكون من الزّنا أو لا إلخ[1] (شامي) پس معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں جمع کرنا درمیان سعیدہ اور کریمہ کے جو بہنیں علاتی ہیں خالد کو درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۴۲-۴۴۳)

عینی بہنوں کی طرح دو اخیافی بہنوں کو بھی نکاح میں جمع کرنا حرام ہے

سوال: (۷۰۶) ایک عورت نے نکاح کیا، اس خاوند سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، خاوند کا انتقال ہوگیا، عورت مذکورہ نے نکاح ثانی کرلیا، اس سے بھی ایک لڑکی پیدا ہوئی، اس عورت نے ہر دو لڑکیوں کا نکاح بالغہ ہونے پر کردیا دو مردوں کے ساتھ، ایک لڑکی کے خاوند کا انتقال ہوگیا، کیا وہ لڑکی اپنی ہمشیرہ کے خاوند سے نکاح کرسکتی ہے، ایک مرد کے نکاح میں دو بہنیں ماں شریک جمع ہوسکتی ہیں؟ (۸۵۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: ماں میں شریک بہنیں بھی ایک مرد کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں، لہٰذا اس بیوہ لڑکی کا نکاح اس کی بہن کے شوہر سے بہ حالت موجودگی بہن کے صحیح نہیں ہے، بلکہ قطعًا حرام اور باطل ہے

---

(۱) ردّ المحتار: ۴/۸۲، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

لقولہٖ تعالیٰ: ﴿وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ الآیۃ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۳) پس یہ آیت تینوں قسم کی بہنوں کو شامل ہے، یعنی عینی بہنیں ہوں یا علاتی یا اخیافی [1] علاتی: وہ جن کا باپ ایک اور ماں دو اور اخیافی: وہ جن کی ماں ایک اور باپ دو ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۴۳/۷)

دو اخیافی بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کرنے والا فاسق وفاجر اور جائز سمجھنے والا کافر ہے

سوال: (۷۰۷) اگر کوئی شخص دو بہن اخیافی کو ایک ساتھ نکاح میں رکھے اور اس فعل کو جائز سمجھے اس کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۲/۴۶۱ھ)

الجواب: دو بہنوں کا جمع کرنا نکاح میں حرام ہے خواہ وہ دونوں بہن عینی ہوں یا علاتی یا اخیافی کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۳) وهٰكذا في عامّة التّفاسير و كتب الفقه [2] اور جمع کرنے والا دو بہنوں کا ایک ساتھ نکاح میں فاسق اور منکر اس کی حرمت کا کافر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۴۵/۷-۴۴۶)

دو رضاعی بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے

سوال: (۷۰۸) ایک لڑکی ہے جس کا باپ عرصہ تک لا پتا رہا، اور ماں کا انتقال ہوگیا، حالتِ لاوارثی میں اس لڑکی کے ایک عزیز نے اپنے یہاں لے جا کر اپنے لڑکے کے ساتھ عقد کر دیا جس کو

---

(۱) والأخوات والعمّات والخالات وبنات الأخ وبنات الأخت كلّ هؤلاء أعمّ من أن تكون لأبٍ وأمٍّ جميعًا، أو لأبٍ فقط، أو لأمٍّ فقط. (التّفسيرات الأحمديّة في بيان الآيات الشّرعيّة: ص:۱۷۰، تفسير سورة النّساء، الآية:۲۳)

(۲) والأخوات والعمّات والخالات وبنات الأخ وبنات الأخت كلّ هؤلاء أعمّ من أن تكون لأبٍ وأمٍّ جميعًا، أو لأبٍ فقط، أو لأمٍّ فقط. (التّفسيرات الأحمديّة في بيان الآيات الشّرعيّة: ص:۱۷۰، تفسير سورة النّساء، الآية:۲۳)

دخل فيه الأخوات المتفرّقات وبناتهنّ إلخ والعمّات والخالات المتفرّقات. (البحر الرّائق: ۱۶۴/۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات)

زمانہ بیس سال کا ہوتا ہے، لیکن اس وقت لڑکا ولڑکی دونوں نابالغ تھے، حالت بلوغیت پر لڑکی نے اس عقد کو منظور نہیں کیا، اور عرصہ سولہ سال کا ہوتا ہے کہ وہ لڑکی اپنے شوہر کے یہاں سے اپنے مکان چلی آئی اس وقت اس کا والد بھی جولا پتا تھا آ گیا، اور شروع عقد سے آج تک اس لڑکے اور لڑکی میں کسی قسم کا واسطہ نہیں رہا ہے، اب اس لڑکے نے اپنی بیوی کی خالہ زاد بہن سے عقد کرلیا ہے، مگر ان دونوں لڑکیوں نے ایک ہی ماں کا دودھ پیا ہے؛ آیا اس پہلی لڑکی کا عقد ناجائز ہوکر دوسرا عقد ہوسکتا ہے یانہیں؟ اور یہ دوسری لڑکی اس لڑکے کے نکاح میں آسکتی ہے یانہیں؟ (۲۲۵۳/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: جب کہ اس پہلی زوجہ اور اس زوجہ کی خالہ زاد بہن رضاعی بہنیں ہیں تو وہ دونوں ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں، اور اگر اس پہلی زوجہ کی خالہ زاد بہن سے جو کہ اس کی رضاعی بہن ہے نکاح کرنا منظور ہے تو پہلی زوجہ کو طلاق دیوے جب اس کی عدت تین حیض گزر جاویں اس وقت اس کی رضاعی بہن سے نکاح درست ہوسکتا ہے، اور محض عورت کے انکار سے بعد بلوغ کے بلا قضائے قاضی نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ كذا في الدّرّ المختار [1] فقط (۷/۴۴۹-۴۵۰)

مدخولہ بیوی کو طلاق دے کر اس کی عدت گزرنے سے پہلے اس کی بہن سے نکاح کرنا باطل ہے

سوال: (۷۰۹) ایک شخص کا نکاح ایک عورت سے ہوا اس کے اولاد نہیں ہوتی، اسی وجہ سے اس کو چھوڑ کر اس کی دوسری بہن سے نکاح کیا، اسی روز ایک بہن کو طلاق دی اور دوسری بہن سے نکاح کرلیا، یہ نکاح جائز ہوا یانہیں؟ اسی طرح ایک شخص نے زوجہ کو طلاق دے کر فوراً ہی اس کی سگی بھتیجی سے نکاح کرلیا جائز ہے یانہ؟ (۱۳۴۸/۱۳۳۹ھ)

الجواب: دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، لہٰذا ایک بہن کو طلاق دے کر جس وقت

---

(۱) بشرط القضاء للفسخ (الدّرّ المختار) حاصله أنّه إذا كان المزوّج للصّغير والصّغيرة غير الأب والجدّ، فلهما الخيار بالبلوغ أو العلم به، فإن اختار الفسخ لا يثبت الفسخ إلاّ بشرط القضاء. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۱۳۱، كتاب النّكاح، باب الولي، مطلب مهمّ: هل للعصبة ترويج الصّغير امرأة غير كفء له) ظفیر

اس کی عدت گزر جاوے اس وقت دوسری بہن سے نکاح کرسکتا ہے اسی طرح پھوپھی کو طلاق دے کر جس وقت اس کی عدت گزر جاوے اس وقت اس کی بھتیجی سے نکاح جائز ہے قبل عدت گزرنے کے دوسری سے نکاح جائز نہیں ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۳۹/۷)

مجلس واحد میں بیوی کو طلاق دے کر اُس کی بہن سے نکاح کرنا باطل ہے

سوال: (۷۱۰) ایک شخص نے اپنی عورت کو طلاق دے کر اس مطلقہ کی ہمشیرۂ حقیقی سے اسی مجلس میں نکاح کرلیا، بعد نکاح کے عورت نے میکہ جاکر دوسرے شخص سے نکاح کرلیا تو کونسا نکاح جائز ہوا؟ (۵۷۶/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جو نکاح عورت مذکورہ کا اس کی بہن کی عدت کے اندر ہوا تھا وہ باطل ہے[2] لہٰذا جو نکاح عورت مذکورہ نے اپنے والدین کے گھر جاکر دوسرے شخص سے کیا وہ صحیح ہوگیا۔ فقط (۴۴۰/۷-۴۴۱)

دو چسپیدہ جڑواں بہنوں کے نکاح کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۱۱) دو لڑکیاں توأم (جڑواں) ہیں، ایک کا داہنا کولہا دوسری کے بائیں کولہے سے خلقۃً جڑا ہوا ہے اس طرح کہ نہ ایک تنہا بیٹھ سکتی ہے، نہ اٹھ سکتی ہے، نہ لیٹ سکتی ہے، نہ چل سکتی ہے، نہ پاخانہ پیشاب کو جاسکتی ہے؛ اتنا تو میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے، اور اتنا دوسروں سے سنا ہے کہ ساتھ کھاتی ہیں، ساتھ سوتی ہیں، ساتھ بیمار ہوتی ہیں، ساتھ اچھی ہوتی ہیں، مرض بھی دونوں کو ایک ہی

---

(۱) وحرم الجمع بين المحارم نكاحًا أي عقدًا صحيحًا وعدّة ولو من طلاق بائن. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۹۳/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۲) وحرم الجمع بين المحارم نكاحًا ...... وعدّة ولو من طلاق بائن (الدّرّ المختار) وأشار إلى من طلّق الأربع لا يجوز له أن يتزوّج امرأة قبل انقضاء عدّتهنّ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۹۳/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

ہوتا ہے، اور طمث (حیض) بھی ساتھ ہوتا ہے اور طہر بھی ساتھ، تیرہ چودہ برس کی عمر ہے، مجریٰ طمث اور مبرز دونوں کا الگ الگ ہے، مگر مجریٰ بول صرف ایک کے ہے دوسری کے نہیں، ایک جب پیشاب کرتی ہے تو دوسری بھی فارغ ہوجاتی ہے، بہر حال لکھ کر یہ پوچھنا مقصود ہے کہ اگر وہ دونوں مسلمان ہوتیں یا اب مسلمان ہوجاویں تو ان کے نکاح کی شرعی صورت کیا ہوگی؟ (۱۵۸۸/۱۳۴۳ھ)

الجواب: مکرمی جناب مولانا حکیم محمد جمیل الدین صاحب مدفیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والا نامہ پہنچا، واقعہ عجیبہ معلوم ہوا، کتب فقہ میں کوئی جزئیہ اور اس کے حکم کے متعلق کوئی تصریح نہیں ملی، البتہ قواعد سے عدمِ جوازِ نکاح بہ صورت مذکورہ معلوم ہوتا ہے، درمختار میں نکاح کی تعریف یہ کی ہے: **هو …… عقد يفيد ملك المتعة أي حلّ استمتاع الرّجل من امرأة لم يمنع من نكاحها مانع شرعي إلخ** [1] اور شامی میں بدائع سے منقول ہے: **إنّ مِن أحكامه ملك المتعة وهو اختصاص الزّوج بمنافع بضعها وسائر أعضائها استمتاعًا أو ملك الذّات والنّفس في حقّ التّمتّع علىٰ اختلاف مشائخنا في ذٰلك إلخ** [1] (الشّامي) ان عبارات سے بالاجمال اس قدر واضح ہوتا ہے کہ صورتِ مسئول عنہا میں مانع شرعی استمتاع سے موجود ہے، اور اگر اس کا لحاظ رکھا جاوے کہ ایک سے استمتاع میں دوسری سے بھی استمتاع ہے تو پھر بہ نصِ حرمتِ جمع بین الاختین سے بھی اس کی حرمت واضح ہوتی ہے [2] بہر حال جوازِ نکاح کی کوئی صورت بہ حالتِ موجودہ معلوم نہیں ہوتی، البتہ اگر ان کو بہ ذریعہ آپریشن جدا کر دیا جاوے تو پھر کچھ اشکال نہیں ہے۔ فقط

(اگر استمتاع ایک سے دوسری کے لیے بھی کافی ہوجاتا ہے تو اس صورت میں دونوں کو ایک کے حکم میں مان کر کسی ایک شخص سے شادی کر دینے میں جمع بین الاختین لازم نہیں آنا چاہیے، بلکہ ایک کے حکم میں قرار دے دینا چاہیے، بہر حال یہ مسئلہ قابل غور ہے۔ ظفیر) (۷/۵۱۳-۵۱۴)

سوال: (۷۱۲) دو لڑکیاں توأم (جڑواں) پیدا ہوئیں، اور ایک دوسرے سے چسپیدہ ہیں، ایک پیشاب پاخانہ کے لیے جاوے تو دوسری کو بھی اس کے ساتھ جانا لازمی ہے، اب وہ لڑکیاں

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۵۱-۵۳، کتاب النّکاح.

(۲) ﴿وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۳)

بڑی عمر کی ہیں، اور شادی کرنا چاہتی ہیں، اور ایک شخص ان سے شادی کرنے پر راضی ہوا ہے، لہٰذا اگر ایک شخص کے ساتھ ان کی شادی کردی جاوے تو آیت کریمہ: ﴿وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۳) کے خلاف ہوگا یا نہیں؟ (۱۸۵۳/۱۳۴۵ھ)

الجواب: جب کہ وہ دونوں لڑکیاں باہم چسپیدہ ہیں کہ ایک دوسرے سے منفک نہیں ہوسکتیں تو جب تک ان کو آپریشن وغیرہ کے ذریعہ سے علیحدہ نہ کیا جاوے اس وقت تک ان کا نکاح کسی مرد سے جائز نہیں ہے، کیوں کہ اگر دونوں لڑکیوں سے ایک مرد کا نکاح ہو تو اس میں جمع بین الاختین لازم آتا ہے جو کہ آیت: ﴿وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۳) سے حرام ہے، اور اگر ایک سے کیا جاوے تو وہ علیحدہ نہیں ہوسکتی، اور شوہر کو اس سے استمتاع حلال نہیں ہے اور استمتاع (متصور نہیں)[1] درمختار کتاب النکاح میں ہے: **هو ...... عقد يفيد ملك المتعة أي حلّ استمتاع الرّجل من امرأة لم يمنع من نكاحها مانع شرعي إلخ**[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۵۰۱/۷)

بیوی کے رہتے ہوئے اس کی بھانجی سے نکاح درست نہیں

سوال: (۱۳۷) زید کی بیوی فاطمہ حیات ہے، اور یہ زید کی خالہ زاد بہن ہے، اور فاطمہ کی ہمشیرہ مریم بھی حیات ہے، اور اس کی ایک دختر ہے، (زید)[3] کا نکاح مریم کی دختر؛ فاطمہ کی بھانجی سے درست ہے یا نہیں؟ (۱۸۵۶/۱۳۳۸ھ)

الجواب: بہ موجودگی فاطمہ کے نکاحِ زید میں؛ زید کا نکاح ہمشیرہ زادیٔ فاطمہ سے درست نہیں ہے۔ **لقوله عليه السّلام: لا تنكح المرأة علٰى عمّتها، ولا علٰى خالتها، ولا علٰى ابنة أخيها، ولا علٰى ابنة أختها، رواه مسلم**[4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۴۱/۷)

---

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (متصور نہیں) کی جگہ ''مقصود ہے'' تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

(۲) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۵۱-۵۳، كتاب النّكاح.**

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں (زید) کی جگہ ''اس'' تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

(۴) **مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: ۶/۲۹۳، كتاب النّكاح، باب المحرّمات، الفصل الأوّل، رقم الحديث: ۳۱۶۰.**

بیوی کے رہتے ہوئے سالی کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں

سوال: (۷۱۴) عبدالسلام کی ایک سالی ہے اس کی دختر زبیدہ ہے، عبدالسلام کا نکاح زبیدہ سے جائز ہے یا نہ؟ (۵۳/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: بہ موجودگی اپنی زوجہ کے سالی سے یا سالی کی دختر سے نکاح نہیں کرسکتا کہ سالی کی دختر اس کی زوجہ کی بھانجی ہے اور خالہ و بھانجی کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے [۱] البتہ اگر وہ زوجہ اس کی نکاح میں نہ رہے مرجاوے یا اس کو طلاق دے دے تو عدت طلاق کے بعد اس کی بھانجی سے نکاح درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۴۲)

خالہ اور بھانجی کو نکاح میں جمع کیا تو نکاح اور جماع کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۷۱۵) زید نے پہلے ہندہ سے، بعدہ صالحہ سے نکاح کیا، اور ہندہ و صالحہ آپس میں ماسی (خالہ) بھانجی ہیں، جس کا حکم شرعًا **وإن تزوّجهما على التّعاقب صحّ الأوّل وبطل الثّاني** [۲] ناطق ہے، اور صالحہ جس کا نکاح آخری ہے، زید اس کو متارکت نہیں کرتا جس کے لیے تفریق ضروری ہے؛ آیا قبل متارکت یا تفریق غیر مدخولہ سے نکاح درست ہے یا نہ؟ (۱۵۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ ظاہر ہے اور عبارت منقولہ سے ثابت ہے کہ اس صورت میں نکاح ثانی باطل ہوا، پس جب تک زوجۂ اولیٰ کو طلاق نہ دے گا دوسری عورت سے نکاح صحیح نہ ہوگا، اور اس صورت میں طلاق ہی تفریق کے لیے متعین ہے؛ تفریقِ قاضی یہاں نہیں ہوسکتی، کیوں کہ دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا وہ تو خود باطل ہے اور پہلا نکاح صحیح ہے، پس منکوحۂ اولیٰ جس کا نکاح صحیح ہے اس سے تفریق کی ضرورت نہیں، اور ثانیہ کا نکاح نہیں ہوا؛ اگر اس سے جماع کرے گا تو زنا ہوگا۔ درمختار میں ہے:
وإن تزوّجهما معًا .... أوبعقدين ونسي النّكاح الأوّل فرّق القاضي بينه وبينهما إلخ،

---

(۱) حوالہ؛ سابقہ جواب میں مذکور ہے۔۱۲

(۲) **إذا تزوّجهما على التّعاقب وكان نكاح الأولٰى صحيحًا، فإنّ نكاح الثّانية والحالة هذه باطل قطعًا.** (ردّ المحتار: ۴/۹۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

وفي الشّامي: قوله: (ونسي الأوّل) فلو علم فهو الصّحيح والثّاني باطل [(۱)] اس عبارت اور عبارت شامی سے واضح ہوتا ہے کہ تفریق قاضی یا متارکت کی ضرورت وہاں ہے جب کہ نکاح صحیح ونکاح باطل متعین نہ ہو، اور صورتِ مسئولہ میں یہ امر متعین ہے کہ نکاح اوّل صحیح ہے اور ثانی باطل ہے تو لامحالا ثانیہ سے اگر مقاربت کرے گا زنا ہوگا، عام مسلمانان اگر قدرت رکھیں اس عورت ثانیہ کو اس مرد سے علیحدہ کر سکتے ہیں، اور اگر ان کو قدرت نہ ہو تو ہر ایک حاکم اس کو حکم کر سکتا ہے کہ اس عورت کو علیحدہ کر دے، یا اگر وہ مرد اس عورت ثانیہ سے نکاح کرنا چاہے تو پہلی کو طلاق دے دے، پھر اگر وہ غیر مدخولہ ہے تو دوسری سے فوراً نکاح کر سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم (۷/ ۴۳۸-۴۳۹)

خالہ کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی بھانجی سے نکاح کرنے اور کرانے والے کا کیا حکم اور کفارہ ہے؟

سوال: (۷۱۶) ایک شخص نے اپنی پہلی زوجہ کی موجودگی میں بغیر اس کو طلاق دیے اس کی حقیقی بھانجی سے یعنی اپنی سالی کی دختر سے نکاح کیا؛ آیا وہ نکاح شرعًا درست ہے یا نہیں؟ اور پہلی زوجہ اس پر حلال ہے یا حرام؟ مسلمانوں کو اس کے بیاہ شادی میں شریک ہونا کیسا ہے؟ اور جن لوگوں نے اس نکاح میں مدد کی ان کے لیے کیا حکم ہے؟ اگر ان میں سے کوئی مرگیا ہو اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ وہی خطیب جس نے خلافِ شرع نکاح پڑھایا تھا فوت ہوگیا؛ اس کی تجہیز وتکفین میں کوئی مسلمان شریک نہیں ہوا، دو آدمیوں نے گاڑی میں ڈال کر بغیر نماز پڑھے دفن کر دیا؛ آیا اس کے جنازہ کی نماز مسلمانوں کو پڑھنی چاہیے تھی یا نہیں؟ اور تارک الصلاۃ کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ (۲۳۵۰/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: خالہ اور بھانجی کو نکاح میں جمع کرنا یعنی دونوں سے نکاح کرنا حرام ہے۔ کما في حديث مسلم: لا تنكح المرأة علىٰ عمّتها، ولا علىٰ خالتها، ولا علىٰ ابنة أخيها، ولا علىٰ ابنة أختها [(۲)] اور ان دونوں میں جو پچھلا نکاح ہوا وہ باطل ہے۔ کما في الشّامي: فلو علم

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۹۶، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

(۲) مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: ۶/۲۹۳، كتاب النّكاح، باب المحرّمات، الفصل الأوّل، رقم الحديث: ۳۱۶۰.

فهو الصّحيح، والثّاني باطل، وله وطء الأولٰى إلّا أن يطأ الثّانية فتحرم الأولٰى إلٰى انقضاء عدّة الثّانية إلخ[۱] پس جس شخص نے نکاح مذکور کیا ہے اس کو چاہیے کہ اس فعل شنیع سے توبہ کرے، اور دوسری زوجہ کو علیحدہ کردے اور اس کے پاس نہ جاوے، اور اگر اس سے وطی کرلی ہے تو جب تک اس کی عدت نہ گزر جاوے اس وقت تک پہلی زوجہ سے وطی نہ کرے، اور جن لوگوں نے باوجود علم کے اس نکاح ثانی کی مدد کی اور شرکت کی وہ سب عاصی و فاسق ہوئے، توبہ واستغفار کریں اور اللہ سے معافی چاہیں، اور جب تک وہ توبہ نہ کریں مسلمانان ان سے ملنا رلنا چھوڑ دیں اور ان کو تنبیہ کریں، بعد توبہ کے ان سے ملنا اور شریک شادی وغمی ہونا درست ہے، اور جو اُن میں سے فوت ہوگیا اس کے جنازہ کی نماز پڑھیں کیوں کہ فاسق کے جنازہ کی نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ لقوله عليه الصّلاة والسّلام: صلّوا علٰى كلّ برٍّ وفاجر الحديث[۲] پس اس خطیب کے جنازہ کی نماز بھی پڑھنی چاہیے تھی، یہ کام مسلمانوں نے برا کیا، اس سے توبہ کریں، اور تارک الصلاۃ کے جنازہ کی نماز بھی پڑھنی چاہیے، بہ وجہ حدیث مذکور کے کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ ہر ایک نیک اور فاجر کے جنازہ کی نماز پڑھو۔ فقط واللہ اعلم (۴۴۴/۷-۴۴۵)

بیوی کے نکاح میں رہتے ہوئے اُس کے علّاتی بھانجے کی لڑکی سے نکاح حرام ہے

سوال: (۱۷۷) زید کے نکاح میں ہندہ عرصے تک رہی ہے، اب وہ زبیدہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے، ہندہ وزبیدہ کا رشتۂ ذیل ہے:

---

(۱) ردّ المحتار: ۹۶/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: صلّوا خلف كلّ برّ وفاجر وصلّوا علٰى كلّ برّ وفاجر، وجاهدوا مع كل برّ وفاجر. (سنن الدّار قطني: ۱۸۵/۱ كتاب الصّلاة، باب صفة من تجوز الصّلاة معه والصّلاة عليه، المطبوعة: المطبع الأنصاري الواقع في الدّهلي)

زبیدہ کے باپ کے نانا کی دو عورتیں تھیں ان کے ایک لڑکی پیدا ہوئی، زبیدہ کے (باپ کے نانا)[۱] کی پہلی بیوی سے ہندہ پیدا ہوئی، اور دوسری سے وہ لڑکی جو زبیدہ کے باپ کی ماں (زبیدہ کی دادی) ہے، اب ان دونوں میں دادی پوتی کا رشتہ ہے یا نہیں؟ اور ان دونوں کو جمع کرنا نکاح میں درست ہے یا نہیں؟ اگر زید ہندہ کو طلاق دے دے اور اس کی عدت میں زبیدہ سے نکاح کرے تو جائز ہے یا نہ؟ اگر نکاح ہوگیا ہو تو اب کیا کرنا چاہیے؟ نکاح اوّل جو عدت میں پڑھا گیا باطل ہوگیا تو تجدیدِ نکاح کیوں کر ہو؟ کیوں کہ اب زبیدہ حاملہ بھی ہے، اور نکاح خواں وحاضرین کے لیے شرعًا کیا حکم ہے؟ (۱۴۱۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: زبیدہ اور ہندہ میں ایسا رشتہ اور قرابت ہے کہ ان دونوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے کیوں کہ ان میں سے جس کو مرد فرض کرو دوسری اس کے لیے حرام ہوگئی؛ اس لیے کہ زبیدہ کی دادی؛ ہندہ کی ہمشیرہ علاتی ہے[۲] اور اگر ہندہ کو طلاق دے دی جاوے تو اس کی عدت میں بھی زبیدہ سے نکاح حرام ہے، اگر ایسا ہوگیا تو اس نکاح کو باطل سمجھا جاوے بعد عدت کے پھر نکاح کیا جاوے[۳] زبیدہ اگرچہ حاملہ ہو ہندہ کی عدت گزرنے کے بعد زبیدہ سے اسی حالتِ حمل میں تجدیدِ نکاح ہوسکتی ہے کیوں کہ وہ حمل ثابت النسب نہیں ہے، اور حاملہ عن الزنا سے قبل از وضع حمل نکاح صحیح ہے[۴] اور نکاح خواں اور حاضرین توبہ کریں اور کوئی تعزیر اُن کے لیے نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم (۴۵۱/۷-۴۵۲)

پھوپھی اور بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے

سوال: (۱۸۷) پھوپھی بھتیجی ایک شخص کے نکاح میں جمع ہوسکتی ہیں یا نہیں؟ (۱۱۰۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (باپ کے نانا) کی جگہ ''نانا کے باپ'' تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

(۲) وحرم الجمع وطأ بملك يمين بين امرأتين أيّتهما فرضت ذكرًا لم تحلّ للأخرى أبدًا. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۹۳/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفير

(۳) وإذا طلّق امرأته طلاقًا بائنًا أو رجعيًّا لم يجز له أن يتزوّج بأختها حتّى تنقضي عدّتها. (الهداية: ۳۰۹/۲-۳۱۰، كتاب النّكاح، فصل في بيان المحرّمات) ظفير

(۴) وإن تزوّج حبلى من زنا جاز النّكاح ولا يطأها حتّى تضع حملها. (الهداية: ۳۱۲/۲، كتاب النّكاح، فصل في بيان المحرّمات) ظفير

الجواب: پھوپھی اور بھتیجی ایک شخص کے نکاح میں ایک وقت میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ درمختار اور حدیث مسلم شریف میں ہے: **لا تنكح المرأة علىٰ عمّتها، ولا علىٰ خالتها، ولا علىٰ ابنة أخيها، ولا علىٰ ابنة أختها الحديث** [1] پس ایسا ارادہ ہرگز نہ کیا جاوے یہ حرام قطعی ہے، البتہ اگر منکوحہ سابقہ کو طلاق دے دی جاوے اور اس کی عدت گزر جاوے یا وہ فوت ہوجاوے تو پھر اس کی بھتیجی سے نکاح صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۴۰/۷)

سوال: (۷۱۹) زید کی منکوحہ مسماۃ طاہرہ بی بہ حیثیت زوجۂ زید کے؛ گھر میں آباد ہے، اور زید سوائے شوہر ہونے مسماۃ طاہرہ بی کے اور کچھ رشتہ طاہرہ بی کے کنبہ سے نہیں رکھتا ہے، بدیں صورت اگر زید مسماۃ طاہرہ بی کی حقیقی برادر زادی کو نکاح کرلے تو شرعًا نکاح جائز ہے؟ (۱۷۳۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)[2]

الجواب: طاہرہ کے نکاح میں ہوتے ہوئے طاہرہ کی حقیقی برادر زادی سے زید کا نکاح حرام ہے؛ کیوں کہ پھوپھی اور بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنا احادیث میں ممنوع اور حرام آیا ہے۔ **لا يجمع بين المرأة وعمّتها الحديث** [3] **(مشكاة المصابيح: ص:۲۷۲، باب المحرمات)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۵۲/۷)

سوال: (۷۲۰) سالے کی لڑکی بہنوئی کے نکاح میں رہ سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۵۳۶/۱۳۴۰ھ)

الجواب: پہلی زوجہ کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی بھانجی یا بھتیجی سے نکاح حرام ہے، غرض یہ کہ جمع کرنا درمیان خالہ بھانجی اور پھوپھی بھتیجی کے درست نہیں ہے [4] البتہ جب زوجۂ اولیٰ نکاح میں نہ رہے تو پھر اس کی بھانجی یا بھتیجی سے نکاح درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۳۸/۷)

---

(۱) البحر الرّائق: ۱۷۲/۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

هٰكذا في الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۹۴/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

(۲) سوال و جواب رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیے گئے ہیں۔۱۲

(۳) مشكاة المصابيح: ص:۲۷۳، كتاب النّكاح، باب المحرّمات، الفصل الأوّل، عن أبي هريرة مرفوعًا.

(۴) ولا يجمع الرّجل بين أختين من الرّضاعة ولا بين امرأة وابنة أختها أو ابنة أخيها. (البحر الرّائق: ۱۶۸/۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفير

بیوی کے ہوتے ہوئے پھوپھا نے بیوی کی بھتیجی سے نکاح کیا پھر باپ نے اس کا دوسرا نکاح کردیا تو کونسا نکاح درست ہے؟

سوال: (۷۲۱) ایک شخص اپنی لڑکی کو اس کے پھوپھا کے پاس چھوڑ آیا، عرصے کے بعد جب وہ اپنی لڑکی کو لینے گیا تو لڑکی کا پھوپھا کہنے لگا کہ میں نے تیری لڑکی سے نکاح کرلیا ہے؛ میں نہیں بھیجتا دنگا فساد ہوکر بہ مشکل تمام لڑکی کو وہاں سے لے آیا، جب یہ شہرت ہوئی تو لوگوں نے لعنت ملامت کی، کہنے لگا کہ میں نے تو اپنی زوجہ کو طلاق دے کر اس سے نکاح کیا ہے، حالاں کہ وہ عورت اس وقت تک اس کے گھر میں ہے، کیا ایسی صورت میں نکاح جائز ہوسکتا ہے؟ لڑکی کے والد نے لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کردیا ہے؛ صحیح ہے یا نہ؟ (۷۹۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: پھوپھی کے نکاح میں رہتے ہوئے اس کی بھتیجی سے نکاح حرام ہے، جمع کرنا پھوپھی اور بھتیجی کو نکاح میں حرام قطعی ہے[1] پس اگر پھوپھا نے اپنی پہلی زوجہ کو طلاق نہیں دی تو کسی طرح اس لڑکی سے نکاح درست نہیں ہے، اور اگر طلاق دی لیکن عدت طلاق کی جو تین حیض ہیں نہیں گزرے تب بھی نکاح لڑکی سے حرام ہے، اور اگر طلاق بھی دے دی اور عدت بھی گزر گئی لیکن لڑکی نابالغہ ہے تب بھی بدون اجازت باپ کے نکاح ناجائز ہے، البتہ اگر پہلی زوجہ کو طلاق دے دی ہو اور اس کی عدت بھی پوری ہوگئی ہو اور لڑکی بالغہ ہو اور لڑکی کی رضا واجازت سے نکاح ہوا ہو تب نکاح صحیح ہے، اور جن صورتوں میں پھوپھا کا نکاح ناجائز ہوا، ان صورتوں میں اگر لڑکی کے باپ نے کسی دوسری جگہ نکاح لڑکی کا کردیا تو وہ نکاح صحیح ہے۔ فقط (۷/۴۵۰-۴۵۱)

پھوپھی اور بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنے کا حکم اور کفارہ

سوال: (۷۲۲) ہندہ کی پھوپھی زندہ ہے، اس نے اپنے پھوپھا کے ساتھ نکاح کرلیا، یہ نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟ بہ صورتِ عدمِ جواز ان دونوں کے لیے کیا سزا و کفارہ ہے؟ (۳۳۰/۱۳۳۹ھ)

---

(۱) وَلا يجمع بين المرأة وعمّتها إلخ. (الهداية: ۲/۳۰۸، كتاب النّكاح، فصل في بيان المحرّمات) ظفیر

الجواب: پھوپا کے ساتھ بہ موجودگی پھوپھی کے اور بہ حالت منکوحہ ہونے پھوپھی کے ہندہ کا نکاح جائز نہیں ہے، غرض یہ ہے کہ پھوپھی اور بھتیجی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ کما في الحديث: لا تنكح المرأة على عمّتها وخالتها الحديث (۱) أو كما قال صلّى الله عليه وسلّم اور کفارہ اس کا یہ ہے کہ نکاح کرنے والا ہندہ کو علیحدہ کردیوے اور اپنے گناہ سے توبہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۴۲/۷)

بھتیجی کے نکاح میں رہتے ہوئے پھوپھی سے نکاح حرام ہے اور اُس سے پردہ بھی ضروری ہے

سوال: (۷۲۳) ہندہ نے اپنی حقیقی بھتیجی کا نکاح الف سے کردیا تو ہندہ کا نکاح الف سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور ہندہ کو الف سے پردہ کرنے کا کیا حکم ہے؟ اگر ہندہ الف کے سامنے آئی تو گنہ گار ہوئی یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۱۹۹۰ھ)

الجواب: جس حالت میں کہ الف کے نکاح میں ہندہ کی بھتیجی ہے اس وقت تک الف کا نکاح ہندہ سے نہیں ہوسکتا، کیوں کہ پھوپھی بھتیجی کو جمع کرنا نکاح میں حرام ہے (۲) لیکن یہ ضرور ہے کہ ہندہ الف کے محرمات ابدیہ میں سے نہیں ہے، لہٰذا پردہ کے بارے میں وہ بہ حکم اجنبیہ ہے، باقی فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر خوف فتنہ نہ ہو تو چہرہ کے دیکھنے میں گناہ نہیں ہے، پس اس بناء پر ہندہ اگر الف کے سامنے آئی اور مُنہ نہ چھپایا تو گنہ گار نہ ہوگی، البتہ اگر خوف فتنہ ہو تو احتیاط کرنی چاہیے۔ درمختار میں ہے: ومن محرمه هي من لا يحلّ له نكاحها أبدًا إلخ، وينظر من الأجنبيّة إلخ، إلى وجهها وكفّيها فقط للضّرورة إلخ ، فإن خاف الشّهوة أو شكّ امتنع نظره إلى وجهها، فحِلّ النّظر مقيّد بعدم الشّهوة وإلاّ فحرام إلخ (۳) (درمختار) فقط واللہ اعلم (۴۴۱/۷-۴۴۲)

---

(۱) الصّحيح لمسلم: ۴۵۳/۱، كتاب النّكاح، باب تحريم الجمع بين المرأة وعمّتها أو خالتها في النّكاح، عن أبي هريرة مرفوعًا.

(۲) ولا يجمع الرّجل بين أختين من الرّضاعة ولا بين امرأة وابنة أختها أو ابنة أخيها. (البحر الرّائق: ۱۶۸/۳، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴۴۷/۹-۴۵۱، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النّظر والمسّ.

حقیقی وعلاّتی پھوپھی اور بھتیجی حرمت میں برابر ہیں

سوال: (۷۲۴) ایک شخص نے ایک ایسی عورت سے نکاح کیا جواس کی بیوی کی علاتی بھتیجی تھی اور نیز نکاح کرنے والا قبل از نکاح اپنی بیوی کو طلاق بھی دے چکا تھا، اس قسم کا نکاح جائز ہے یا نہ؟
(۸۱۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اکھٹا کرنا پھوپھی اور بھتیجی کا نکاح میں حرام ہے۔ **لقوله علیه الصّلاة والسّلام: لا تنكح المرأة على عمّتها ولا على خالتها ولا على ابنة أخيها ولا على ابنة أختها** (۱) **رواه مسلم** لیکن اگر اپنی زوجہ کو طلاق دے دی تھی اور اس کی عدت بھی گزر گئی تھی، یعنی تین حیض پورے ہو گئے تھے تو اس کے بعد بیوی کی بھتیجی سے نکاح درست ہے اور حقیقی اور علاتی پھوپھی اور بھتیجی حرمت میں برابر ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۵۲/۷)

رضاعی پھوپھی اور رضاعی بھتیجی کو بھی نکاح میں جمع کرنا حرام ہے

سوال: (۷۲۵) ہندہ نے زید وعمر کو ایامِ رضاعت میں دودھ پلایا، ہندہ نے اپنی لڑکی صالحہ کا عقد عمر کے بھائی خالد سے کیا، بعد چند سال کے زید نے اپنی لڑکی حمیدہ کا عقد خالد سے کرنا چاہا بہ موجودگی صالحہ کے، اس وقت بکر نے زید کو لکھا کہ حمیدہ کا نکاح بہ موجودگی صالحہ خالد سے نہیں ہوسکتا، کیوں کہ پھوپھی بھتیجی رضاعی کا اجتماع حرام ہے (زید نے بکر کو جواباً لکھا کہ میں نے ہرگز ایسا قصد نہیں کیا مجھ کو بھی خدا نے علم دیا ہے، خالد کو پھوپھا رضاعی اور عمر کو چچا رضاعی حمیدہ کا خیال کرتا ہوں، غرض بعد اس تحریر کے سکوت ہو گیا اور) (۲) حمیدہ کا نکاح خالد سے نہیں ہوا، بعد گزرنے چند سال کے جب کہ شاہدوں میں سے سوائے مرضعہ ودیگر چند عورتوں کے کوئی شاہد رضاعت کا نہ رہا، تب عمر نے یہ خواہش کی کہ میں اپنا نکاح زید کی لڑکی حمیدہ سے کروں گا، اب اس وقت سوائے دو چار عورتوں کے

---

(۱) **مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: ۲۹۳/۶، كتاب النّكاح، باب المحرّمات، الفصل الأوّل، رقم الحديث: ۳۱۶۰**

(۲) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے، اور سوال کو رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔ ۱۲

کوئی شاہد رضاعت کا نہ رہا مردوں میں سے، البتہ زید رضیع جو نہایت ثقہ و عالم باعمل تھا اس کی تحریر موجود ہے جس کو خالد بہ منزلہ ایک شاہد عادل کے تصور کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ تحریر زید و دیگر مستورات کی شہادت کا مجموعہ ثبوتِ رضاعت کے لیے کافی شہادت شرعیہ ہے، پس نکاح حمیدہ کا عمر سے جائز نہیں، عمر کہتا ہے کہ صرف مستورات کی شہادت سے رضاعت ثابت نہیں ہوسکتی، کیوں کہ زید کی تحریر کا دیانۃً وقضاءً کچھ اعتبار نہیں، لہٰذا نکاح حمیدہ کا عمر سے جائز ہے، ایسی حالت میں نکاح عمر کا حمیدہ سے دیانۃً وقضاءً جائز ہے یا نہیں؟ (۲۰۳۴/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: جیسا کہ پھوپھی بھتیجی نسبی کا جمع کرنا نکاح میں حرام ہے، پھوپھی، بھتیجی رضاعی کا جمع کرنا بھی حرام ہے۔ لقوله علیه السّلام : یحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب رواه الشّیخان [۱] وفي الشّامي: وأراد بالمحارم ما یشمل النّسب والرّضاع إلخ [۲] ولیکن رضاع از شہادتِ نساء ثابت نمی شود (یعنی حرمتِ رضاعت صرف عورتوں کی گواہی سے ثابت نہیں ہوتی ہے) کما في الدّرّ المختار: حجّته حجّة المال وهي شهادة عدلین أو عدل وعدلتین إلخ [۳] وتحریر زید بہ حکم شہادت زید نخواہد شد (اور زید کی تحریر شہادت کے حکم میں نہ ہوگی۔ ظفیر) لأنّ الشّهادة بیان عن العیان والله المستعان. فقط (لیکن جب رضاعت پہلے سے ثابت شدہ ہے اور خود عمر بھی جانتا ہے؛ اس لیے دیانۃً اس کا نکاح زید کی لڑکی حمیدہ سے درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم ظفیر)

(۷/۴۴۷-۴۴۸)

پھوپھی کے نکاح میں رہتے ہوئے اُس کی بھتیجی کی لڑکی سے نکاح درست نہیں

سوال: (۷۲۶) زید کے سالے کی لڑکی کی لڑکی سے؛ زید نکاح کرنا چاہتا ہے اور زید کی

---

(۱) عن ابن عبّاس قال: قال النّبيّ صلّى الله علیه وسلّم في بنت حمزة: لا تحلّ لي یحرم من الرّضاع ما یحرم من النّسب هي بنت أخي من الرّضاعة. (صحیح البخاري: ۱/۳۶۰، کتاب الشّهادات، باب الشّهادة على الأنساب والرّضاعة إلخ)

(۲) ردّ المحتار: ۴/۹۳، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات.

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۳۰۹، کتاب النّکاح، باب الرّضاع.

زوجۂ سابقہ بھی موجود ہے تو زید اس سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۵۵/۱۳۴۱ھ)

الجواب: زید کے سالے کی نواسی زید کی زوجہ کی بھتیجی کی دختر ہوئی، پس جب کہ زید کی زوجہ سابقہ موجود ہے تو جمع کرنا ان دونوں میں حرام ہے، یعنی زید اپنی زوجہ کی بھتیجی کی دختر سے نکاح نہیں کرسکتا۔ **کذا في کتب الفقه**[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۴۶/۷)

بیوی کے رہتے ہوئے اس کی بھتیجی کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں

سوال: (۲۷۷) ایک شخص نکاح ثانی کرنا چاہتا ہے، اس کی زوجہ حیات ہے جس عورت سے عقد کرنا چاہتا ہے وہ زوجہ کی حقیقی بھتیجی کی لڑکی اور حقیقی بھانجی کی لڑکی ہے، یعنی بھائی حقیقی کی نواسی ہے اور حقیقی بہن کی پوتی ہے، علمائے (رام پور)[1] اس نکاح کو حرام ثابت کرتے ہیں؛ آیا فتویٰ ان کا صحیح ہے یا نہیں؟ (۲۱۶۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: علمائے (رام پور)[2] کا فتویٰ صورت مذکورہ میں صحیح ہے؛ بہ موجودگی زوجہ کے اس کے بھائی کی نواسی اور بہن کی پوتی سے نکاح درست نہیں ہے؛ قطعًا حرام ہے۔ **ھٰکذا في کتب الحدیث و الفقه**[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۵۰/۷)

---

(۱) ولا یجمع الرّجل ...... بین أختین من الرّضاعة ولا بین امرأةٍ وابنةِ أختها أو ابنة أخیها، وکذٰلك کلّ امرأة ذات محرمٍ منها من الرّضاعة للأصل الّذي بیّنّا أنّ کلّ امرأتین لو کانت إحداهما ذکرًا والأخری أنثی لم یجُز للذّکر أن یتزوّج الأنثٰی فإنّه یحرُم الجمع بینهُما بالقیاس علٰی حُرمة الجمع بین الأختین. (البحر الرّائق: ۱۶۸/۳، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں (رام پور) کی جگہ ''کرام'' تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

(۳) ولایجمع الرّجل إلخ بین امرأةٍ وابنةِ أختها أو ابنة أخیها، وکذٰلك کلّ امرأة ذات محرمٍ منها من الرّضاعة للأصل الّذي بیّنّا أنّ کلّ امرأتین لو کانت إحداهما ذکرًا والأخری أنثی لم یجُز للذّکر أن یتزوّج الأنثٰی فإنّه یحرُم الجمع بینهُما بالقیاس علٰی حُرمة الجمع بین الأختین. (البحر الرّائق: ۱۶۸/۳، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

حرمتِ نکاح بہ سبب اختلاف مذہب

شرکیہ اعمال یا کفریہ کلمات کہنے والے سے مسلمان لڑکی کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۲۸) ہندہ کا نکاح نابالغی میں زید سے ہوا، زید اور زید کے گھر والے نکاح ہونے کے قبل سے شرک کا اعتقاد رکھتے ہیں (امورِ شرک کے مرتکب ہوتے ہیں حتی کہ ہندہ نے اپنی آنکھوں سے پرستش کرتے)[1] اور رام رام کہتے دیکھا ہے اور چڑھاوا چڑھاتے ہیں، آیا زید سے ہندہ مسلمہ کا نکاح صحیح اور منعقد ہوا یا نہیں؟ (۶۹۲/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: اگر زید سے خاص کوئی فعلِ شرک کا ارتکاب دیکھا گیا جس میں کچھ تاویل نہ ہوسکتی ہو یا کلمۂ کفر کہتے ہوئے سنا گیا، غرض یہ کہ زید کے ارتداد اور کفر میں کچھ شبہ نہ رہے تو اس وقت بطلان نکاح کا حکم ہوگا ورنہ نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۴۵۷-۴۵۸)

نومسلمہ کا نومسلم شوہر کفریہ کلمات وغیرہ کہتا ہے ان کے نکاح کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۷۲۹) ایک عورت مسلمان ہوئی جب اس کے شوہر پر اسلام پیش کیا تو اس نے انکار کیا

---

(۱) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۲) وَارتداد أحدهما أي الزّوجين فسخ......عاجل بلا قضاء. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۷۲-۲۷۳، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاق بل للوقوع) ظفیر

لہٰذا تفریق ہوگئی مگر بعد کو مرد بھی مسلمان ہوگیا، اور مبلغ ۱۲۵ سکہ کل دار (شاہی سکّہ) پر نکاح ہوگیا، اس شرط پر کہ فلاں مقام میں رہوں گی؛ جہاں دین اسلام اور مسلمان ہیں رہوں گی، انچولی میں نہیں جاؤں گی، بعد کو مرد نے عورت کو انچولی لے جانا چاہا مگر عورت نہیں گئی تو مردِ نومسلم نے لوگوں سے یہ کہا کہ میں عورت کے واسطے دین سے بے دین ہوا، جب بھی مولوی صاحب میری عورت میرے سپرد نہیں کرتے، گواہ آٹھ آدمیوں نے اس بات کی گواہی دی، اس پر اس نومسلم نے یہ کہا کہ ''یہ سب گواہ میری ناڑ یعنی گردن کاٹتے ہیں، ایک روز میں بھی ان کی ناڑ سیتلا (ماتا) پر چڑھادوں گا'' بعد کو اس مردِ نومسلم نے توبہ کرلی، اس صورت میں وہ مردِ نومسلم کافر ومرتد ہوا یا نہیں؟ اور عورت اس کی سپردگی میں بلا تجدیدِ نکاح دے دی جاوے گی یا کیا؟ اور عورت کی رضامندی تجدیدِ نکاح کے وقت ضروری ہوگی یا نہیں؟ اور مہر جدید مقرر ہوگا یا نہیں؟ (۱۴۲۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس صورت میں حکمِ کفر وارتداد اس نومسلم کا نہ کیا جاوے گا، اور جب کہ حکم کفر نہ ہوا تو نکاح بھی باطل نہیں ہوا، لیکن بہتر ہے کہ تجدیدِ نکاح کرادی جاوے، جدید نکاح میں مہر جدید ہوگا، لیکن عورت کو گنجائش انکار کی نہیں ہے، کیوں کہ نکاح اوّل درحقیقت فسخ نہیں ہوا کہ وہ متفرع ہے کفر و ارتداد پر؛ اور وہ ثابت نہیں، اور تکفیرِ مسلم کا حکم حتی الوسع نہ کرنا چاہیے جب کہ گنجائش تاویل کی موجود ہو[1] اور پہلے جملہ سے خود انکار اس شخص کا ثابت ہے، کیوں کہ اس کا یہ کہنا کہ ''یہ گواہ میری ناڑ یعنی گردن کاٹتے ہیں'' انکار ہے الفاظ مذکورہ کے کہنے سے یا انکارِ محتمل ہے، تب بھی اسی احتمال کو ترجیح دی جاوے گی، اور دوسرا جملہ موجبِ کفر وارتداد نہیں ہے گو معصیت ہے۔ فقط (۷/۴۶۵-۴۶۶)

---

(۱) وفي جامع الفصولين: رَوَى الطّحاويُّ عن أصحابنا لا يُخْرِجِ الرَّجلَ من الإيمان إلاّ جحود ما أدخلهُ فيه، ثمّ ما تيقّن أنّه ردّة يُحكم بها، وما يَشُكُّ أنّهُ ردّة لا يحكم بها، إذ الإسلامُ الثّابت لايزول بالشّكّ مع أنّ الإسلامَ يَعلو، وينبغي للعالم إذا رُفِع إليه هذا أن لا يُبادِر بتكفير أهل الإسلام إلخ...... وفي الفتاوى الصّغرى: الكفر شيءٌ عظيم فلا أجعل المؤمنَ كافرًا متى وجدتُ روايةً أنّه لا يكفُرُ أهـ. وفي الخلاصة وغيرها: إذا كان في المسألة وجوهٌ توجب التّكفيرَ و وجهٌ واحدٌ يمنعه، فعلى المفتي أن يميل إلى الوجه الّذي يمنع التّكفير إلخ. (ردّالمحتار: ۲۷۱/۶، كتاب الجهاد، باب المرتدّ، مطلب: ما يُشَكُّ أنّه ردّة لايحكم بها)

غلام احمد قادیانی کو جو پیغمبر مانے وہ مرتد ہے، اس سے نکاح درست نہیں

سوال: (۷۳۰) زوجین میں اس قسم کی گفتگو ہوئی جس سے مرد پر قادیانی ہونے کا شبہ ہوتا ہے مثلاً یہ کہ مرد نے کہا کہ ''نبوت ختم ہوچکی ہے یا نہیں؟'' عورت نے کہا: ''نبوت ختم ہوچکی'' مرد نے کہا: ''نہیں؛ ان کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی بھی پیغمبر ہوا ہے الخ۔'' (۱۶۳۰/۱۳۴۲ھ)

الجواب: الفاظ وکلماتِ مذکورہ کی وجہ سے معلوم ہوا کہ وہ مرد قادیانی ہے اور قادیانی مرتد و کافر ہے، لہٰذا ان میں نکاح قائم نہیں رہا، عورت کو چاہیے کہ اس سے علیحدہ ہوجاوے اور اگر وہ اپنے عقائد باطلہ کفریہ سے توبہ کرے اور تجدیدِ ایمان کرے تو اگر عورت راضی ہو تو ازسرِنو ان میں نکاح ہونا ضروری ہے[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۵۴-۴۵۵)

سنّی لڑکی کا نکاح قادیانی سے درست نہیں، اور شوہر اگر بعد نکاح قادیانی ہوگیا تو نکاح باطل ہوگیا

سوال: (۷۳۱) زید حنفی نے اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح عمر سے کیا، اگر عمر بہ وقت نکاح قادیانی تھا تو نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ اور اگر عمر بہ وقت نکاح حنفی تھا بعد کو قادیانی ہوگیا تو نکاح قائم رہا یا نہیں؟ اور ہندہ حنفیہ کسی دوسرے حنفی سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ (۶۶۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: شوہر کے قادیانی ہونے کی صورت میں ہندہ سنیہ حنفیہ کا نکاح اس کے ساتھ صحیح نہیں ہوا[۱] اور اگر شوہر بعد نکاح کے قادیانی ہوگیا تو نکاح باطل ہوگیا۔ لأنّ ارتداد أحد الزّوجین موجب لفسخ النّکاح[۲] پس اس صورت میں بعد عدت کے ہندہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۵۵)

---

(۱) وَحرُم نکاح الوثنیةِ بالإجماع (الدّرّ المختار) وفي الفتح : ویدخل في عبدة الأوثان عبدة الشّمس إلخ، وکلّ مذهب یکفر به معتقده. (الدّرّ المختار وردّ المحتار: ۴/۱۰۱، کتاب النّکاح، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللاّتي یؤخذن غنیمةً في زماننا) ظفیر

(۲) و ارتداد أحدهما أي الزّوجین فسخ إلخ، عاجل بلا قضاء. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۷۲-۲۷۳، کتاب النّکاح، باب نکاح الکافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون لیسا بأهل لإیقاع طلاق بل للوقوع) ظفیر

مرزائی کی لڑکی سے نکاح اور اُس سے تعلقات رکھنے کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۷۳۲) ایک شخص نے مرزائیوں کے یہاں اپنے لڑکے کی شادی کرلی ہے، اور جو شخص مرزائی کی لڑکی کو بیاہ کرلایا ہے اس سے مسلمانوں کو تعلقات رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۸۳/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: اگر اس مرزائی لڑکی کا عقیدہ بھی مرزائی ہے، تو اس سے مسلمان سنی کا نکاح صحیح نہیں ہوا، اس شخص مسلمان سے کہہ دیا جاوے کہ مرزائی عورت کو علیحدہ کردے یا اس کو اسلام کی تلقین کرکے اور مسلمان کرکے تجدیدِ نکاح کرے۔ فقط واللہ اعلم (قادیانی کے کفر پر علماء امت متفق ہیں۔ ظفیر) (۷/ ۴۵۶)

مرزائی سے سنیہ لڑکی کا نکاح درست نہیں

سوال: (۷۳۳) کچھ عرصہ ہوا کہ ایک عقد نکاح مابین مرزائی و اہلِ سنت والجماعت کے ہوگیا تھا، اور زوجین بہ وقت نکاح نابالغ تھے اور اب بھی نابالغ ہیں، مگر اس وقت لڑکی کے والد سنی نے لڑکے کے والد کو جو سخت بدعقیدہ مرزائی ہے دیکھ کر یہ چاہا کہ یہ نکاح فسخ ہوجاوے، اور اسی وجہ سے وہ لڑکی کو رخصت نہیں کرتا، اس صورت میں شرعًا کیا حکم ہے؟ (۲۹/ ۷/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس صورت میں نکاح مذکور منعقد نہیں ہوا، سنی کو چاہیے کہ اپنی دختر کو وہاں رخصت نہ کرے اور اہل سنت والجماعت میں نکاح کردیوے، کیوں کہ اس جماعت مرزائیہ کی تکفیر کا فتویٰ جمہور علماء کا ہے، اور مابین کافر و مسلم نکاح منعقد نہیں ہوتا اور اولاد نابالغ تابع والدین کے ہوتے ہیں **ولا یصحّ أن ینکح مرتدٌّ أو مرتدّة أحدًا من النّاس** [۱] (الدّرّ المختار) **وفي الشّامي: لأنّه قبل البلوغ تبع لأبویه إلخ** [۲] (شامي: ۲/ ۳۹۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۴۵۷)

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۲۸۰، کتاب النّکاح، باب نکاح الکافر، مطلب: الولد یتبع خیر الأبوین.

(۲) ردّ المحتار: ۴/ ۲۷۷، کتاب النّکاح، باب نکاح الکافر، مطلب: الولد یتبع خیر الأبوین.

مرزائی سے نکاح پڑھانے والے اور اس میں شرکت کرنے والے کا حکم

سوال: (۷۳۴) ایک ملاّ نے ایک دختر سنیہ کا نکاح ایک مرزائی بدعقیدہ سے کردیا؛ یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ اور ملاّ اور حاضرین کا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں؟ اور اس ملاّ کی بیعت اور امامت کا کیا حکم ہے؟ (۱۴۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: دختر سنیہ کا نکاح مرزائی عقیدہ کے شخص سے جائز نہیں ہے (۱) پس جس فلاں نے باوجود علم فساد عقیدہ اس مرزائی کے یہ نکاح پڑھا؛ وہ گنہ گار فاسق ہے، بیعت اس کی درست نہیں اور امامت اس کی مکروہ تحریمی ہے، مگر اس کا نکاح باقی ہے اور حاضرین کا نکاح بھی باقی ہے، ان سب کو توبہ کرنا چاہیے اور ظاہر کردینا چاہیے کہ یہ نکاح جو مرزائی سے ہوا صحیح نہیں ہوا۔ فقط (۷/۴۵۸) (۲)

شیعہ، قادیانی یا اہلِ قرآن وغیرہ سے نکاح درست نہیں

سوال: (۷۳۵) اگر لڑکا اہل سنت اور لڑکی شیعہ یا مرزائی یا چکڑالوی (اہلِ قرآن) (۳) وغیرہ ہو تو وہ باہمی نکاح کرسکتے ہیں یا نہ؟ اگر لڑکی اہلِ سنت اور لڑکا شیعہ وغیرہ ہو تو باہم نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۲۲۸۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: نہیں ہوسکتا کیوں کہ مرزائی، چکڑالوی و روافض غالی کی تکفیر کی گئی ہے، اور باہم مسلمان و کافر میں مناکحت جائز نہیں ہے (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۵۵)

---

(۱) ولا یصحّ أن ینکح مرتدٌّ أو مرتدّةٌ أحدًا من النّاس مطلقًا. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۸۰، کتاب النّکاح، باب نکاح الکافر، مطلب: الولد یتبع خیر الأبوین)

(۲) جواب کو رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔۱۲

(۳) ان کے بارے میں کیا حکم ہے؛ دیکھیں: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۸/۴۵۴، سوال: (۶۴۷) ۱۲

(۴) وَحرُم نکاح الوثنیۃِ إلخ (الدّرّ المختار) وکلّ مذھب یکفر بہٖ معتقدہ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۱۰۱، کتاب النّکاح، مطلب مھمّ في وطء السّراري اللّاتي یؤخذن غنیمۃً في زماننا) ظفیر

شیعہ تبرائی عورت کا نکاح مسلمان سنی سے نہیں ہوسکتا

سوال: (۷۳۶) میرا مذہب سنی ہے اور میں نے ایک شیعہ کی دختر سے نکاح کیا ہے؛ یہ نکاح صحیح اور جائز ہے یا کیا؟ (۳۷۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: روافض میں وہ لوگ جو غالی ہیں؛ مثلاً حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے افک کے قائل ہیں وہ بہ اتفاق کافر ہیں (۱)

اور جو روافض سبِّ شیخین کرتے ہیں ان کے کفر میں اختلاف ہے (۲) بہرحال احتیاط اس میں ہے کہ اس عورت کو سنیہ کر کے پھر نکاح کیا جاوے؛ کیوں کہ کافرہ عورت کا نکاح مسلمان سنی سے نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۶۰/۷)

شیعہ عورت سے نکاح اور اُس سے ہونے والی اولاد کا حکم

سوال: (۷۳۷) کسی سنی مرد کا شیعہ عورت سے یا سنی عورت کا شیعہ مرد سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں اگر ہوگیا تو اولاد ولد الزنا ہوگی یا کیا؟ (۱۰۱۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: شیعہ تبرائی پر بہت سے علماء کا فتویٰ کفر کا ہے؛ لیکن محققین حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ ان کو مبتدع فاسق کہا جاوے اور کافر نہ کہا جاوے کہ کافر نص قطعی کا منکر ہوتا ہے، لہٰذا جو روافض حضرت صدیقہؓ کے افک والوہیتِ حضرت علیؓ وغیرہا، عقائد کفریہ کے قائل ہیں، وہ بہ اتفاق کافر ہیں۔

---

(۱) وبهٰذا ظهرَ أنّ الرّافضيّ إن كان ممّن يعتقد الألوهيّة في عليٍّ، أو أنّ جبريل غلط في الوحي، أو كان يُنكر صحبة الصّدّيق، أو يقذفُ السّيّدة الصّدّيقةَ فهو كافرٌ لمخالفتهِ القواطعَ المعلومةَ من الدِّين بالضّرورةِ. (ردّ المحتار: ۱۰۲/۴، كتاب النّكاح، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللاّتي يؤخذن غنيمةً في زماننا) ظفیر

(۲) بخلاف ما إذا كان يفضل عليًّا أو يسبّ الصّحابة فإنّه مبتدع لا كافر. (حوالۂ سابقہ)

في البحر عن الجوهرة معزيًا للشّهيد: من سبّ الشّيخين أو طعن فيهما كفر، ولا تقبل توبته، وبهٖ أخذ الدّبوسي وأبو اللّيث وهو المختار للفتوىٰ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲۸۶/۶، كتاب الجهاد، باب المرتدّ، مطلب مهمّ في حكم سابّ الأنبياء) ظفیر

اور جو ایسے نہیں ہیں محض تبرائی ہیں وہ کافر نہیں ہیں[(۱)] لیکن نکاح سے احتیاط کی جاوے کہ عورت سنیہ کا نکاح ان سے نہ کیا جاوے اور اگر ہوگیا ہے تو اولاد کو ولد الزنا نہ کہیں گے، نسب اولاد کا والدین سے ثابت ہوگا[(۲)] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۶۱-۴۶۲)

شیعہ جو قرآن کو محرف کہتا ہے اس سے نکاح درست نہیں

سوال: (۷۳۸) ہندہ سنیہ کا عقد زید شیعہ سے ہوگیا ہے، اب ہندہ کو لوگوں نے یہ شک دلا دیا ہے کہ شیعہ عموماً کافر ہوتے ہیں تیرا نکاح زید کے ساتھ صحیح نہیں، ایک شخص کے دریافت کرنے سے زید نے بہ حلف اپنے عقیدے کا اظہار کیا، اور کہا کہ میں جو کچھ کہتا ہوں تقیۃً نہیں کہتا، اور نہ یہ موقع تقیہ کا ہے بلکہ اپنے دلی خیالات کو صحیح صحیح ظاہر کرتا ہوں: ''صحبتِ ابوبکر کا قائل ہوں، قذفِ عائشہ حرام جانتا ہوں، الوہیتِ حضرت علی کا قائل نہیں ہوں، حضرت جبرئیل سے ہرگز غلطی نہیں ہوئی قرآن موجودہ کو اپنا قرآن جانتا ہوں''، اسی وقت سائل نے یہ کہا کہ تمہاری کتاب اصول کافی میں حضرت امام جعفر سے ایک حدیث مروی ہے جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے: واللّٰہ! ما فیہ من قرآنکم حرف واحد[(۳)] اس حدیث کا کیا جواب ہے؟ زید نے کہا کہ میں اپنے مجتہد سے دریافت کرکے اس کا جواب دوں گا، سائل نے پھر زید سے پوچھا کہ موجودہ قرآن محرف ہے یا نہیں؟ زید نے اس کے جواب کو بھی مجتہد کے پوچھنے پر اٹھا رکھا، پندرہ یوم ہوئے جواب نہیں دیا؛ آیا نکاح ہندہ کا زید سے صحیح ہے؟ اور حدیث مذکور کا کیا جواب ہے؟ (۷/۹۹ ۱۳۳۵ھ)

---

(۱) وبهٰذا ظهرَ أنّ الرّافضيّ إن كان ممّن يعتقد الألوهيّة في عليٍّ ، أو أنّ جبريل غلط في الوحي، أو كان يُنكر صحبة الصّدّيق أو يقذف السّيّدة الصّدّيقة فهو كافرٌ لمخالفته القواطع المعلومة من الدِّين بالضّرورة، بخلاف ما إذا كان يفضل عليًّا ، أو يسبّ الصّحابة فإنّه مبتدع لا كافر. (ردّ المحتار: ۴/۱۰۲، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللاّتي يؤخذن غنيمةً في زماننا) ظفیر

(۲) وتقدّم في باب المهر أنّ الدّخول في النّكاح الفاسد موجب للعدّة وثبوت النّسب. (ردّ المحتار: ۵/۱۵۷، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب في النّكاح الفاسد والباطل) ظفیر

(۳) أصول الكافي: ۱/۱۷۲، كتاب الحجّة ، باب فيه ذكر الصّحيفة والجفر والجامعة ومصحف فاطمة، المطبوعة: دار المرتضٰى، بيروت.

الجواب: یہ تو ظاہر ہے کہ یہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افتراء ہے، اور وہ رافضی جس سے گفتگو ہوئی، اگر قرآن شریف موجود کے محرف ہونے کا قائل ہے تو وہ بھی کافر ہے، اس سے نکاح سنیہ کا نہیں ہوسکتا؟

علیٰ ہٰذا القیاس اگر کوئی دوسرا امر موجبِ کفر اس میں موجود ہے، تب بھی نکاح سنیہ کا اس سے صحیح نہ ہوگا، اور اگر وہ جملہ عقائدِ کفریہ سے براءت ظاہر کرے تو نکاح صحیح ہوگا؛ لیکن رافضیوں کا کسی حال اعتبار نہیں ہے کہ تقیہ کی آڑ غضب ہے؛ اس لیے سنیہ کو اس سے علیحدہ ہی کرنا چاہیے [۱] فقط (۷/۴۵۶-۴۵۷)

سنیہ عورت کا نکاح تبرائی شیعہ سے درست نہیں

سوال: (۷۳۹) زید شیعہ تبرائی جو حضرت صدیقہ عائشہؓ کو تہمت لگائے اور شیخین کو برا کہے اور خلافت کا منکر ہو، اس کے ساتھ نکاح ہندہ حنفیہ سنیہ کا جائز ہے یا نہیں؟ اور ہندہ مہر پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۳۷۳ھ)

الجواب: شیعہ مذکور سے نکاح سنیہ کا صحیح نہیں ہے، اور اگر دخول ہو چکا ہے تو مہر کامل ہے۔

قال في الشّامي: نعم لا شكّ في تكفير من قذف السّيّدة عائشة رضي اللّٰه تعالىٰ عنها، أو أنكر صحبة الصّدّيق، أو اعتقد الألوهيّة في علي، أو أنّ جبريل غلط في الوحي، أو نحو ذٰلك من الكفر الصّريح إلخ [۲] (باب المرتدّ) و في الدّرّ المختار : فللموطوءة ولو حكمًا كلّ مهرها لتأكّده به إلخ [۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۶۱)

---

(۱) وبهٰذا ظهرَ أنّ الرّافضيّ إن كان ممّن يعتقد الألوهيّة في عليٍّ، أو أنّ جبريل غلط في الوحي، أو كان يُنكر صحبة الصّدّيق، أو يقذفُ السّيّدة الصّدّيقةَ فهو كافرٌ لمخالفتهٖ القواطعَ المعلومةَ من الدِّين بالضّرورةِ. (ردّ المحتار: ۴/۱۰۲، كتاب النّكاح، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللّاتي يؤخذن غنيمةً في زماننا) ظفیر

(۲) ردّالمحتار: ۶/ ۲۸۸، كتاب الجهاد، باب المرتدّ، مطلب مهمّ في حكم سابّ الشّيخين.

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۷۳، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاق بل للوقوع.

باپ نے اپنی لڑکی کا شیعہ سے نکاح کردیا پھر دوسرے سے کردیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۷۴۰) ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک مرد شیعی کے ساتھ جس کے عقائد باطل ہیں یعنی افکِ حضرت عائشہؓ کا قائل ہے اور سبِّ شیخین کرتا ہے، إلٰی غیر ذٰلك، اس لڑکی کے باپ نے یہ خیال کرکے کہ یہ مرد شیعی مسلمان نہیں ہے اسی وجہ سے نکاح صحیح نہیں ہوا، اپنی لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سنی سے کردیا ہے؛ نکاح ثانی صحیح ہے یا نکاح اوّل باقی ہے؟ (۶۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: روافض جو سبِّ شیخین کرتے ہیں ان کے کفر میں اختلاف ہے، بعض فقہاء نے ان کی تکفیر کی ہے، اور محققین علماء عدم تکفیر کے قائل ہیں، لیکن جو روافض افک حضرت صدیقہؓ کے قائل ہیں وہ بہ اتفاق کافر ہیں، اسی طرح بعض دیگر عقائد روافض غالیہ کے مثلاً یہ کہ حضرت جبرئیلؑ نے وحی کے پہنچانے میں غلطی کی، یا حضرت علیؓ خدا تھے وغیرہ وغیرہ؛ یہ عقائد بہ اتفاق اہلِ سنت کفر ہیں، درمختار میں ہے: **في البحر عن الجوهرة معزيًا للشّهيد: من سبّ الشّيخين أو طعن فيهما كفر، ولا تقبل توبته، وبه أخذ الدّبوسي وأبو اللّيث وهو المختار للفتوىٰ انتهىٰ، وجزم به في الأشباه وأقرّه المصنّف إلخ، وفي الشّامي: وإذا كان كذٰلك فلا وجه للقول بعدم قبول توبة من سبّ الشّيخين – إلىٰ أن قال: – علىٰ أنّ الحكم عليه بالكفر مشكل – ثمّ قال: – نعم لا شكّ في تكفير من قذف السّيّدة عائشة رضي اللّٰه تعالىٰ عنها أو أنكر صحبة الصّدّيق، أو اعتقد الألوهية في عليّ، أو أنّ جبريل غلط في الوحي أو نحو ذٰلك من الكفر الصّريح المخالف للقرآن** (۱) پس صورتِ مسئولہ میں نکاح اوّل جو شیعہ غالی سے ہوا صحیح نہیں ہوا بلکہ باطل ہوا اور دوسرا نکاح صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۶۳/۷-۴۶۴)

سوال: (۷۴۱) ایک عورت سنی مذہب ایک مرد شیعہ مذہب سے بیاہی گئی ہے عورت اس کے جبر واکراہ وتبدیل مذہب واطوار وغیرہ سے نہایت تنگ ہے، علیحدگی کی خواست گار ہے؛ طلاق نہیں دیتا

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۲۸۶/۶-۲۸۸، کتاب الجهاد، باب المرتدّ، مطلب مهمّ في حكم سابّ الشّخين.

ایسی صورت میں عورت مذکورہ کا نکاح دوسرے مرد سنی سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۲۳۹/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: اقول وباللہ التوفیق: فرقۂ شیعہ کی تکفیر اور عدم تکفیر میں اختلاف ہے، والأصحّ عدم التّکفیر[1] اور بعض فقہاء حکم ان کا اہل کتاب کا سا فرماتے ہیں، پس بناءً علیہ صورتِ مسئولہ میں نکاح اس عورت مسلمہ سنیہ کا مرد شیعہ سے نہیں ہوا، عورت مذکورہ بدون طلاق شوہر عقد ثانی اپنا کرسکتی ہے، اور سنی کو بیٹی اپنی شیعہ کو دینا درست نہیں ہے۔

(قال الشّامي في کتاب النّکاح: ولزمهم المحذورُ علٰی أنّهم لیسوا بأدنٰی حالاً من أهل الکتاب بل هم مقرّون بأشرف الکتب، ولعل القائلَ بعدم حِلِّ مناکحتهم یحکم بردّتهم بما اعتقدوه، وهو بعید؛ لأنّ ذلك أصل اعتقادهم، فإن سُلّم أنّه کفرٌ لایکون ردةً. قال في البحر: وینبغي أنّ من اعتقد مذهبًا یکفّر به إن کان قبل تقدُّم الاعتقاد الصّحیح فهو مشرك، وإن طرأ علیه فهو مرتدٌ أهـ. وبهٰذا ظهرَ أنّ الرّافضيّ إن کان ممّن یعتقد الأولوهیّةَ في عليّ، أو أنّ جبریل غَلط في الوحي، أو کان یُنکر صحبةَ الصّدّیق، أو یقذف السّیّدةَ الصّدّیقةَ، فهو کافر لمخالفتهِ القواطع المعلومة من الدّین بالضّرورة[2] (ردّ المحتار))[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۶۴/۷-۴۶۵)

وضاحت: یہ حکم؛ عدمِ انعقادِ نکاح کا غالبًا اُن روافض اور اہلِ تشیّع کے متعلق ہے، جن کا انکار ضروریاتِ دین سے ثابت ہوجاوے، جیسا کہ شامی کی عبارت آئندہ (مذکورہ بالا) سے بھی مستفاد ہے اور خود حضرت مفتی صاحب کے دوسرے فتاویٰ میں اس کی تفصیل موجود ہے، ورنہ جو شیعہ صرف تفضیلِ علیؓ کے قائل ہوں، اور ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کے منکر نہ ہوں، ان پر نہ کفر کا

---

(۱) حوالۂ سابقہ ۱۲

(۲) ردّ المحتار: ۱۰۲/۴، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللاّتي یؤخذن غنیمةً في زماننا.

(۳) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔

نوٹ: مفتی ظفیر الدین صاحب نے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی ''وضاحت'' کو حاشیہ میں رکھا تھا، ہم نے اس کو شامل متن کیا ہے۔ ۱۲

فتویٰ دیا جا سکتا ہے اور نہ عدمِ انعقادِ نکاح کا، جیسا کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے دوسرے فتاویٰ اس پر شاہد ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔ بندہ محمد شفیع غفرلہٗ، ۶/محرم/۱۳۵۴ھ

شیعہ تبرائی سے شادی کا کیا حکم ہے؟ اور جو لوگ اس میں حصہ لیں اُن کے لیے کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۴۷)......(الف) عورت اہل سنت والجماعت کا نکاح کہ جس کے والدین بھی اہلِ سنت والجماعت ہوں، شیعہ مرد کے ساتھ جس کے باپ دادا بھی شیعہ ہوں جائز ہے یا نہیں؟

(ب) یہ کہ نکاح عورت مرد مذکورہ بالا کے بارے میں مولوی نکاح خواں (اور وکیل و گواہانِ نکاح)[۱] اور حاضرانِ مجلس پر تعزیر شرعی کا کچھ خوف ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا حکم ہے؟

(۱۲۲۰/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: (الف-ب) قال في ردّ المحتار: وبهٰذا ظهرَ أنّ الرّافضيّ إن كان ممّن يعتقد الألوهية في عليّ، أو أنّ جبريل غلط في الوحي، أو كان يُنكر صحبة الصّدّيق، أو يقذف السّيّدة الصّدّيقة؛ فهو كافر لمخالفتهِ القواطع المعلومة من الدّين بالضّرورة بخلاف ما إذا كان يفضّل عليًّا أو يسبّ الصّحابة فإنّه مبتدع لا كافر إلخ[۲] (ص: ۴۹۰)

اس عبارت سے واضح ہے کہ رافضی اگر منکرِ قطعیات ہے، جیسے قائل ہونا افک اور قذف حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تو قطعًا کافر ہے، نکاح اس کا سنیہ مسلمہ سے درست نہیں ہے بالکل باطل ہے۔ لأنّ اختلاف الملّة مانع عن صحّة النّكاح كذا في كتب الفقه[۳]

---

(۱) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۲) ردّ المحتار: ۱۰۲/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللّاتي يؤخذن غنيمةً في زماننا.

(۳) وحرم نكاح الوثنية إلخ (الدّرّ المختار) وكلّ مذهب يكفّر به معتقده. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱۰۱/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللّاتي يؤخذن غنيمةً في زماننا) ظفير

اور واضح ہو کہ سبِّ شیخین کو بھی اگر چہ بعض فقہاء نے کفر کہا ہے؛ لیکن عند المحققین وہ فسق و بدعت ہے کفر نہیں ہے (۱) لیکن اگر سبِّ شیخین کے ساتھ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت کا انکار ہو جو کہ نص قطعی سے ثابت ہے یا حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے افک کا قائل ہو تو پھر بہ اتفاق کافر ہے، اور تبرا گو غالباً حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قذف و افک کے بھی قائل ہوتے ہیں، اور اس سے خوش ہوتے ہیں، لہٰذا ایسے رافضی کے کفر میں کچھ خفا نہیں ہے، اور نکاح اس کا سنیہ مسلمہ سے درست نہیں ہے، اور جن لوگوں نے باوجود علم کے نکاح پڑھا اور گواہ ہوئے اور وکیل ہوئے وہ فاسق ہوئے توبہ کریں اور ما بین الزوجین یعنی ما بین شوہر رافضی اور زوجہ سنیہ مسلمہ تفریق کراویں؛ یہی ان کے لیے کفارہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۶۲-۴۶۳)

---

(۱) بخلاف ما إذا کان یفضل علیًّا أو یسبّ الصّحابة فإنّه مبتدع لا کافر. (ردّ المحتار: ۴/۱۰۲، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللاّتي یؤخذن غنیمةً في زماننا) ظفیر

حرمتِ نکاح بہ سبب حق غیر

شادی شدہ عورت کا نکاح ثانی پڑھانے والا کیسا ہے؟

سوال: (۷۴۳) شادی شدہ منکوحہ کا نکاح پڑھانے والا کیسا ہے؟ (رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: فاسق ہے، کافر نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۵۱۵)

سوال: (۷۴۴) بہ صورتِ جواز وثبوتِ نکاح اگر کوئی شخص باوصف علمِ ایجاب وقبول بالا فاطمہ مذکورہ کا نکاح کسی دوسرے آدمی کے ساتھ پڑھا دیوے تو نکاح پڑھانے والے کے لیے شریعت غراء کا کیا حکم ہے؟ خود اس کا نکاح بھی قائم رہا یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

(۶۰۳/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: باوجود انعقادِ نکاحِ اوّل؛ نکاح ثانی باطل وناجائز ہے، جو شخص باوجود علمِ نکاح؛ نکاحِ ثانی اس کا کرے گا فاسق ہے، کافر نہیں جو اُس کا نکاح فسخ سمجھا جاوے، نماز اُس کے پیچھے بلا توبہ مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمٰن (اضافہ از رجسٹر نقول فتاویٰ)

غیر کی منکوحہ سے نکاح کو جو درست بتائے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

سوال: (۷۴۵) ایک عورت منکوحہ بیکانیر سے اجمیر شریف اپنی خالہ کے یہاں آئی تھی، موضع تاراپور کا قاضی اس عورت کو اجمیر شریف سے فرار کرکے اجمیر شریف سے تاراپور لے آیا، اور اس کے ساتھ نکاح کرلیا؛ حالاں کہ شوہر اوّل نے طلاق نہیں دی اور اس نکاح کو حلال کہتا ہے، کتب عقائد میں مشرح موجود ہے کہ جس چیز کا حرام ہونا قرآن سے یا حدیث متواتر سے ثابت ہو جو اس کو

حلال کہے گا کافر ہوجاوے گا (۱) لہٰذا اس صورت میں اس نکاح اور ناکحِ منکوحۃ الغیر کی نسبت شرعًا کیا حکم ہے؟ آیا ناکح کافر ہوگیا یا نہیں؟ اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ (۹۱۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: قال في ردّ المحتار: أمّا نكاح منكوحة الغير ومعتدّته فالدّخول فيه لا يوجب العدّة إن علم أنّها للغير، لأنّه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً– إلى أن قال:– ولهٰذا يجب الحدّ مع العلم بالحرمة لأنّه زنا إلخ (۲) (ص:۳۵۰) ومثله في عامّة كتب الفقه الحاصل منکوحۃ الغیر سے بدون طلاق و انقضاءِ عدت کے نکاح درست نہیں ہے، اور وہ نکاح منعقد نہیں ہوتا اور حرمت منکوحۃ الغیر قطعیہ ہے جیسا کہ آیت: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) سے ثابت ہے، لہٰذا ناکح مذکور فاسق مرتکب کبیرہ کا ہے، البتہ چوں کہ تکفیر مسلم میں فقہاء نے بہت احتیاط فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ اگر ننانوے وجوہ کسی شخص میں کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو اور وہ بھی ضعیف؛ تو مفتی کو میلان عدمِ تکفیر کی طرف لازم ہے (۳) اور چوں کہ صورتِ مذکورہ میں تاویل ممکن ہے؛ اس لیے تکفیر سے بچنا چاہیے، اور اس شخص کو کافر نہ کہا جاوے اور معاملہ مسلمانوں کا اس کے ساتھ کیا جاوے، اس کو فاسق و عاصی کہا جاوے اور توبہ کرائی جاوے۔ فقط (۴۶۸/۷-۴۶۹)

منکوحۂ غیر کے ساتھ نکاح کرنے والے کے ساتھ برادری کو کیا کرنا چاہیے؟

سوال: (۷۴۶) زید کی برادری میں پنچایت ہوتی ہے، جس سے خلافِ قاعدہ کام ہوتا ہے

---

(۱) لٰكن في شرح العقائد النّسفيّة: استحلال المعصية كفر إذا ثبت كونها معصية بدليل قطعيّ، وعلى هٰذا تفرع ما ذكر في الفتاوى من أنّه إذا اعتقد الحرام حلالاً فإن كانت حرمته لعينه وقد ثبت بدليل قطعيّ يكفر. (ردّ المحتار: ۲۰۳/۳، كتاب الزّكاة، باب زكاة الغنم، مطلب: استحلال المعصية القطعيّة كفر)

(۲) ردّ المحتار: ۲۰۳/۴، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد.

(۳) وقد ذكروا أنّ المسئلة المتعلّقة بالكفر إذا كان لها تسع وتسعون احتمالاً لكفر واحتمال واحد في نفيه فالأولى للمفتي والقاضي أن يعمل بالاحتمال النّافي لأنّ الخطأ في إبقاء ألف كافر أهون من الخطأ في إفناء مسلم واحد إلخ. (شرح الفقه الأكبر: ص:۱۹۹، المطبوعة: المطبع المجتبائي دهلي)

اس کو کورذات کردیتے ہیں، زید ہندہ کو عرصہ بیس پچیس برس سے نکاح پڑھا کر رکھے ہوئے ہے؛ حالاں کہ ہندہ کے شوہر نے اس کو طلاق نہیں دی تھی، برادری والے اب تک زید کے ساتھ کھاتے پیتے چلے آئے، کیا وہ بہ وجہ سکوت کے گنہ گار ہوئے یا نہیں؟ اگر زید توبہ کرے اور دوبارہ نکاح پڑھاوے تو پاک ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۲۶۶۶/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: برادری والوں نے اگر باوجود علم اور قدرت کے زید کو اس ناجائز نکاح سے نہیں روکا تھا تو وہ بھی گنہ گار ہوئے توبہ کریں، اور زید اگر اب نکاح کرنا چاہے تو پہلے ہندہ کا شوہر اوّل طلاق دے دیوے، بعد عدت گزرنے کے زید اس سے نکاح کرسکتا ہے، اور زید سے جو گناہ اس عرصہ تک ہوا اس سے توبہ کرے؛ اس طریق سے زید پاک ہوسکتا ہے، اور پھر اس کو شامل برادری کرلینا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۵۱۱-۵۱۲)

منکوحۂ غیر سے بدون طلاق نکاح حرام ہے

سوال: (۷۴۷) مسماۃ ہندہ کو اس کے شوہر نے طلاق نہیں دی، چند روز آوارہ رہ کر ایک دوسرے شخص نے بلا طلاق اس سے عقد کرلیا، اس کے ساتھ کھانا پینا نشست و برخاست شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ چند لوگوں نے دانستہ جا کر کھانا کھایا؛ ان کی کیا سزا ہے؟ اور ایک شخص نے تہمت عیب لگا کر جرمانہ لیا تو مستحق سزا ہوئے یا نہ؟ اور جملہ برادران کی دولت تین آدمیوں نے چُرایا ان کی سزا کیا ہے؟ (۱۲۷۶/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: منکوحۂ غیر سے بدون طلاق کے نکاح کرنا حرام اور باطل ہے (۱) وہ فاسق ہوا توبہ کرے، اور اس عورت سے علیحدگی کرے یہی کفارہ اس کا ہے، اور جو لوگ کھانے میں شریک ہوگئے وہ بھی توبہ کریں، بعد توبہ کے ان کا گناہ معاف ہوجاوے گا اور جرمانۂ مالی لینا شریعت میں ناروا ہے (۲)

---

(۱) أمّا نکاح منکوحة الغیر إلخ، لأنّه لم یقل أحد بجوازہ فلم ینعقد أصلاً ...... ولهٰذا یجب الحدّ مع العلم بالحرمة لأنّه زنا. (ردّ المحتار: ۴/۲۰۳، کتاب النّکاح، باب المهر، مطلب في النّکاح الفاسد) ظفیر

(۲) لا بأخذ مالٍ في المذهب. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۶/۷۶، کتاب الحدود، باب التّعزیر، مطلب في التّعزیر بأخذ المال) ظفیر

اور تہمت لگانا گناہ کبیرہ ہے اس سے توبہ کرے، اور جرمانہ واپس کرے اور معاف کراوے، اور چوروں کی سزا یہ ہے کہ توبہ کریں اور مال واپس کریں اور حدود اس ملک میں جاری نہیں ہیں (۱) فقط
(۷/۴۶۶-۴۶۷)

سوال: (۷۴۸) محمد خاں معمار نے چھجو کو بیٹا بنا کر رکھا اور کام معماری سکھایا، جب محمد خاں کی زوجہ مرگئی تو اس نے چھجو کی بیوی کو اپنے یہاں رکھ لیا، اور چھجو کے نہیں جانے دیتا، چھجو نے منصفی میں اپنی زوجہ کے لینے کا دعوی کیا ہے، اور چھجو نے اپنی زوجہ کو طلاق نہیں دی، محمد خاں نے ایک قاضی کو سوا روپیہ دے کر نکاح پڑھالیا ہے؛ تو اس صورت میں وہ عورت چھجو کو ملنی چاہیے یا محمد خاں کی ہے؟
(۸۷۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: جب کہ چھجو نے اپنی زوجہ کو طلاق نہیں دی اور کوئی دوسری وجہ فسخِ نکاح کی بھی نہیں پائی گئی تو وہ عورت چھجو کی زوجہ ہے، محمد خاں سے نکاح اس کا باطل ہے وہ عورت چھجو کو ملنی چاہیے (۲)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۶۶)

شوہر کے رہتے ہوئے بلا طلاق دوسرا نکاح باطل ہے، البتہ شوہر کے مرنے کے بعد جس سے چاہے شادی کرسکتی ہے

سوال: (۷۴۹) ایک عورت نے اپنے زندہ خاوند کو چھوڑ کر دوسرے آدمی سے نکاح کرلیا، اور پہلے خاوند نے طلاق بھی نہیں دی تھی، اب وہ پہلا خاوند مرگیا ہے، اب اس عورت کا نکاح اس دوسرے خاوند سے صحیح ہوا کہ نہیں؟ اور زیادہ مستحق اس کے نکاح کا کون ہے؟ اور وہ عورت تیسرے سے بھی نکاح کرسکتی ہے یا دوسرا خاوند ہی مستحقِ نکاح ہے؟ فقط (۱/۷۱۳۳۵ھ) (۳)

---

(۱) لأنّه لا حدّ بالزّنا في دار الحرب. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۶/۸، کتاب الحدود، مطلب: الزّنا شرعًا لا یختصّ بما یوجب الحدّ بل أعمّ) ظفیر

(۲) أمّا نکاح منکوحة الغیر إلخ، لأنّه لم یقل أحد بجوازہٖ فلم ینعقد أصلاً. (ردّ المحتار: ۴/۲۰۳، کتاب النّکاح، باب المهر، مطلب في النّکاح الفاسد) ظفیر

(۳) سوال وجواب رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیے گئے ہیں ۱۲

الجواب: دوسرے مرد سے نکاح اس کا ناجائز اور باطل ہے، پہلا نکاح قائم رہا، بعد مرنے شوہر اوّل کے عدتِ وفات دس دن چار مہینے پورے کرکے جس سے چاہے وہ عورت نکاح کرسکتی ہے، اس شخص ثانی کا جس نے بلا نکاح اپنے گھر میں رکھی کچھ حق نہیں ہے، بلکہ وہ اس فعل سے فاسق وعاصی ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۷۶/۷-۴۷۷)

بلا طلاق منکوحہ نے جتنے نکاح کیے سب باطل ہیں

سوال: (۷۵۰) ایک عورت نے اپنے خاوند کو چھوڑ کر نمبر ۲ سے آشنائی کی، بعد دو سال کے ایک لڑکا پیدا ہوا، ۲ کو چھوڑ کر ۳ کے ہمراہ نکاح کیا، اس نے بھی طلاق دے دی، پھر ۴ کے ہمراہ نکاح کیا، ۴ کو بھی چھوڑ کر ۵ کے ہمراہ نکاح کرنے کا قصد کیا، ایک جاہل قاضی نے نکاح پڑھایا، چوں کہ قاضی جاہل تھا تو جس قدر اشخاص وہاں پر موجود تھے انہوں نے یہ کہا کہ نکاح نہیں ہوا، اور عورت نے دریافت کرنے سے یہ کہا کہ میرے خاوند نے طلاق دے دی، اور عدت ختم ہوگئی تو جو اشخاص نکاح ۵ میں شریک تھے وہ گنہ گار ہوئے یا نہیں؟ اور نکاح ان کا ٹوٹا یا نہ؟ (۶۳۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: جب کہ پہلے شوہر نے طلاق نہیں دی تھی تو اس کے بعد کوئی نکاح اس عورت کا جائز نہیں ہوا، پس ۵ سے جو نکاح کیا گیا وہ بھی باطل اور ناجائز ہے، شوہر اخیر کو چاہیے کہ اس سے علیحدگی کرے، اور جب تک شوہر اوّل کا طلاق دینا ثابت نہ ہوجاوے اس وقت تک نکاح نہ کرے (۱) باقی جن لوگوں کو کچھ حقیقت حال کی خبر نہیں ہے ان پر کچھ گناہ نہیں ہے اور نہ ان کا نکاح ٹوٹا۔ فقط واللہ اعلم (۴۶۷/۷-۴۶۸)

بلا طلاق منکوحہ نے جو دوسرا تیسرا نکاح کیا وہ صحیح نہیں ہوا

سوال: (۷۵۱) امرأة بالغة زوجت نفسها بأمر أبيها فصحب بها الزوّج مدّة ودخل بها مرارًا ثمّ فرّ منها إلى ديار آخر، فزوّجها الثّاني ولم يطلّقها الأوّل فولدت بنتا ومات الزّوج الثّاني، ثمّ زوّجها الثالث فولدت بنتين و زوجها الأوّل حي طالب وهي راغبة،

(۱) أمّا نكاح منكوحة الغير ومعتدّته إلخ، لأنّه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (ردّ المحتار: ۲۰۳/۴، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد) ظفیر

فهل النّكاح الأوّل باقٍ أم لا وهل صحّ الثّاني والثّالث وكيف حال البنات؟ وكيف المصلحة فيه؟(بيّنوا بالدّليل) (۱) (۱۳۴۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: النّكاح الأوّل باقٍ ولم يصحّ النّكاح الثّاني والثّالث، والبنات للثّاني والثّالث، وتردّ الزّوجة إلى الأوّل. قال في الدّرّ المختار: غاب عن امرأته فتزوّجت بآخر و ولدت أولادًا، ثمّ جاء الزّوج الأوّل فالأولاد للثّاني على المذهب الّذي رجع إليه الإمام وعليه الفتوى كما في الخانية والجوهرة والكافي (۲)(وغيره والتّفصيل في الشّامي (۳)) (۱) فقط (۴۷۴/۷)

ترجمہ سوال: (۱۷۵۱) ایک بالغہ عورت نے اپنے والد کے حکم سے اپنا نکاح کیا، اور ایک عرصہ تک شوہر اس کے ساتھ رہا، اور کئی بار اس کے ساتھ ہم بستر ہوا، پھر اس کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلا گیا، تو اس سے دوسرے شخص نے نکاح کر لیا، جب کہ پہلے شوہر نے اس کو طلاق نہیں دی، اور اُس کے ایک لڑکی پیدا ہوئی، اور شوہر ثانی مر گیا، پھر اس سے تیسرے شخص نے نکاح کیا، اور اس کے دو بیٹیاں پیدا ہوئیں، اور اُس کا پہلا خاوند زندہ ہے (اور نکاح کا) خواہاں ہے، اور وہ عورت بھی خواہش مند ہے، کیا پہلا نکاح باقی ہے یا نہیں؟ اور کیا دوسرا، تیسرا نکاح درست ہوا؟ اور بچیوں کا کیا ہوگا؟ اور اس میں مصلحت کس طرح ہے؟ دلیل کے ساتھ بیان فرمائیں۔

الجواب: نکاح اوّل باقی ہے، اور دوسرا، تیسرا نکاح صحیح نہیں ہوا، اور بچیاں دوسرے اور تیسرے شوہر کی ہیں، اور عورت پہلے شوہر کو لوٹا دی جائے گی، درمختار میں ہے: غاب عن امرأته فتزوّجت بآخر و ولدت أولادًا إلخ. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) سوال وجواب میں قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۹۹/۵، كتاب الطّلاق، باب العدّة، فصل في ثبوت النّسب، مطلب في ثبوت كرامات الأولياء والاستخدامات.

(۳) لو عادَ حيًّا بعد الحُكم بموت أقرانِهِ قال ط: الظّاهر أنّه كالميّت إذا أُحيِيَ، والمُرتدّ إذا أسلم إلخ، ونقل أنّ زوجته له والأولاد للثّاني. (ردّ المحتار: ۳۶۰/۶، كتاب المفقود، مطلب في الإفتاء بمذهب مالك في زوجة المفقود) ظفیر

منکوحۂ غیر کے ساتھ نکاح کرنے کی صورت میں وہ منکوحہ کس کی بیوی ہے؟ اور جو بچہ پیدا ہوا وہ حلال ہے یا حرام؟

سوال: (۷۵۲) ہندہ نے اپنا عقد ثانی بعد گزرنے ایام عدت کے زید سے کرلیا، تین ماہ بعد زید لڑائی پر چلا گیا، بعدہ ہندہ نے تین یا چار ماہ بعد عمر سے اپنا عقد کرلیا، حالاں کہ عمرو نیز سب لوگوں کو اطلاع تھی کہ اس کا شوہر لڑائی پر ہے، اب زید لڑائی سے واپس آ گیا؛ یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ اور عمر اور اس کے معین لوگوں کے متعلق شرعًا کیا حکم ہے؟ (۱۰۳۸/۱۳۳۷ھ)[1]

الجواب: ہندہ کا نکاح عمر سے صحیح نہیں ہوا بلکہ باطل و ناجائز ہوا۔ کذا في کتب الفقه[2] اور اگر وطی ہوئی تو وہ زنا ہوا، پس زید کے آنے پر وہ عورت اسی کی ہے اور اسی کو ملے گی ہندہ و عمر اور اس کے معین سب فاسق و آثم ہوئے توبہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۶۷/۷)

سوال: (۷۵۳) زید نے ہندہ سے نکاح کیا، ایک ماہ بعد بکر نے بغیر طلاقِ زید کے ہندہ سے نکاح کرلیا، اور بکر نے وہ کل صرفہ جو زید کو نکاح میں کرنا پڑا تھا زید کو دے دیا، اور زید کو راضی کر کے بکر نے زید سے طلاق لے لی، مگر طلاق کے بعد بکر نے ہندہ کے ساتھ دوبارہ نکاح نہیں پڑھایا اب طلاق سے چار سال بعد ایک لڑکا خالد پیدا ہوا؛ یہ لڑکا ولد الزنا ہے یا نہیں؟ اور اس لڑکے خالد کے ساتھ کسی صحیح النسب لڑکی کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۶۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: زید کی منکوحہ ہندہ سے بدون طلاق دینے زید کے جو نکاح بکر کا ہوا وہ ناجائز اور باطل ہوا، پس جب کہ بکر نے دوبارہ نکاح ہندہ سے بعد طلاقِ زید کے اور بعد عدت گزرنے کے نہیں کیا تو خالد جو بطنِ ہندہ سے پیدا ہوا، اس کا نسب بکر سے ثابت نہیں ہے، اور وہ کفو صحیح النسب

---

(۱) ان دونوں سوال و جواب کو حضرت مفتی ظفیر الدین صاحبؒ نے تغییر یسیر کے ساتھ ایک ہی سوال و جواب کے تحت یکجا نقل فرمایا تھا، ہم نے ان کو الگ الگ کر کے رجسٹر نقول فتاویٰ کے مطابق نقل کیا ہے۔۱۲

(۲) أمّا نكاح منكوحة الغير ومعتدّته إلخ، لأنّه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (ردّ المحتار: ۲۰۳/۴، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد) ظفیر

لڑکی کا نہیں ہے [1] باقی جن صورتوں میں غیر کفو سے نکاح ہوسکتا ہے خالد کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے، مگر آں کہ غیر کفو کے ساتھ نکاح اس طرح صحیح ہوسکتا ہے کہ لڑکی اگر بالغہ ہے تو وہ بھی راضی ہو، اور اس کے اولیاء بھی راضی ہوں تو غیر کفو سے بھی نکاح ہوجاتا ہے۔ فقط واللہ اعلم (۴۶۷/۷)

منکوحہ سے بلا طلاق یا بدون فسخ نکاح شادی کرنا درست نہیں اور اولاد ولد الحرام ہوگی

سوال: (۷۵۴) بہ موجودگیٔ شوہرِ اوّل و بلا طلاقِ او زوجہ اش نکاح ثانی می تواں کرد یا نہ؟ زوجۂ مذکورہ نکاح ثانی بہ موجودگیٔ شوہر اوّل کردہ است، از شوہر ثانی اولاد ذکور و اناث کہ پیدا شدہ موجود است، در ترکۂ او استحقاق ملکیت می دارد؟ ایں اولاد کہ از شوہر دیگر است شرعاً حکم حلالش می دارد؟ اکنوا اگر شوہر اوّل زنِ خود را خواہد در حق او شرعاً چہ حکم است؟ (۲۱۵/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: بہ موجودگیٔ شوہرِ اوّل وعدمِ طلاق او ونبودن امرے کہ موجبِ فسخِ نکاح مابینہما باشد زنش را نکاحِ ثانی جائز نیست، وباوجود علم بہ آں کہ شوہرش موجود است، وطلاق ندادہ است، وہیچ وجہ از وجوہ فرقت درمیان واقع نشدہ است، نکاحِ شوہرِ ثانی بہ آں زن باطل وکالعدم است، واولادش صحیح النسب نیست، ووارثِ ترکۂ شوہرِ ثانی ہم نیست۔ **قال في البحر: لو تزوّج بامرأة الغير عالمًا بذٰلك ودخل بها، لا تجب العدّة عليها حتّى لا يحرم على الزّوج وطؤها، وبه يفتى، لأنّه زنا، والمزني بها لا تحرم على زوجها إلخ** [2] (شامي: ۲۹۳/۲) **وفيه أيضًا: أمّا نكاح منكوحة الغير ومعتدّته فالدّخول فيه لا يوجب العدّة إن علم أنّها للغير، لأنّه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً إلخ** [3] (ص: ۳۵۰) پس واضح گشت کہ بہ صورت موجودہ نکاح ثانی باطل است، واولادش ولد الحرام است، ووارثِ ترکۂ شوہرِ ثانی نیست، ونکاحِ شوہرِ اوّل باقی است،

---

(۱) سئل شيخ الإسلام عن مجهول النّسب هل هو كفءٌ لامرأة معروفة النّسب؟ قال: لا، كذا في المحيط. (الفتاوى الهندية: ۲۹۳/۱، كتاب النّكاح، الباب الخامس في الأكفاء)

(۲) ردّالمحتار: ۱۰۹/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب فيما لو زوّج المولى أمته

(۳) ردّ المحتار: ۲۰۳/۴، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد.

واُوراوطی جائز است، وزوجہ اش بہ اوسپرد خواہد شد۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۷۸/۷)

ترجمہ سوال: (۷۵۴) شوہر اوّل کی موجودگی میں اور اس کے طلاق دیے بغیر اس کی بیوی دوسرا نکاح کرسکتی ہے یا نہ؟ زوجۂ مذکورہ نے دوسرا نکاح؛ شوہر اوّل کی موجودگی میں کرلیا ہے، شوہر ثانی سے جو پیدا شدہ لڑکے ولڑکیاں موجود ہیں وہ اس کے ترکہ میں ملکیت کا استحقاق رکھتے ہیں؟ یہ اولاد جو کہ دوسرے شوہر سے ہے شرعًا اس کی حلال اولاد کا حکم رکھتی ہے؟ اب اگر شوہر اوّل اپنی بیوی کو (رکھنا) چاہے؛ اس کے حق میں شرعًا کیا حکم ہے؟

الجواب: شوہر اوّل کی موجودگی میں اور اس کے طلاق دیے بغیر اور کسی ایسے امر کے پائے بغیر جو اُن کے باہمی نکاح کے فسخ کا موجب ہو، اس کی بیوی کو دوسرا نکاح کرنا جائز نہیں ہے، اور باوجود اس علم کے کہ اس کا شوہر موجود ہے، اور نہ اُس نے طلاق دی ہے، اور نہ کوئی وجہ اُن کے درمیان فرقت کی موجود ہے، تو دوسرے شوہر کا اس عورت کے ساتھ نکاح کرنا باطل اور کالعدم ہے، اور اُس کی اولاد صحیح النسب نہیں ہے، اور نہ شوہر ثانی کے ترکہ کی وارث۔ شامی میں ہے: قال في البحر: لو تزوّج بامرأة الغیر إلخ، پس واضح ہوا کہ صورتِ موجودہ میں نکاح ثانی باطل ہے، اور اُس کی اولاد ولد الحرام ہے، اور نہ شوہر ثانی کے ترکہ کی وارث ہے، اور پہلے شوہر کا نکاح قائم ہے، اور اُس کے لیے وطی کرنا جائز ہے، اور اُس کی زوجہ اسی کو ملے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک عورت کا نکاح ہو چکا مگر انگوٹھا نہیں لگایا تو اب دوسرا نکاح نہیں کرسکتی ہے

سوال: (۷۵۵) ایک عورت کا نکاح ہو چکا ہے مگر بہ وقت نکاح سرکاری رجسٹر پر انگوٹھے نہیں لگائے، اب عورت مذکورہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے؟ (۱۴۱۰/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جب کہ اس عورت کا نکاح ہو چکا ہے تو دوسرے شخص سے نکاح اس کا باطل اور حرام ہے کیوں کہ منکوحۃ الغیر کا نکاح حرام ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۷۲/۷)

بالغہ کا نکاح اجازت سے ہوا ہو تو دوسرا نکاح درست نہیں

سوال: (۷۵۶) ایک شخص نے منصوری پر اپنی لڑکی بالغہ کا نکاح کر دیا، لڑکی شیر کوٹ اپنے مکان پر تھی، مگر اس شخص نے کہا کہ میں اپنی لڑکی سے دریافت کر کے آیا ہوں اس نے بہ خوشی اجازت نکاح کی دے دی ہے، اور اس نکاح میں بہت آدمی موجود تھے، اب برادری رخصت کرنے سے مانع ہے حالاں کہ سب کے روبہ رو اس نے اقرار کرلیا کہ میں نکاح کرآیا ہوں، بہت سے آدمیوں نے روپیہ کی طمع دی، ان کے بہکانے سے وہ رخصت نہیں کرتا، بلکہ دوسری جگہ نکاح کرنے پر آمادہ ہے، اور قبل از نکاح منصوری پر لڑکی کے باپ نے بابت مہر مبلغ پانچ سو روپے اور بابت نان ونفقہ تحریر کرالیا ہے، برادری کہتی ہے کہ لڑکی کی غیر حاضری میں نکاح نہیں ہوا، اور دباؤ ناجائز دیتی ہے؛ شرعًا اس کا نکاح ہوگیا یا نہیں؟ باپ اس کا ہر طرح راضی ہے اور تحریر کر دیا ہے، اب بہکانے سے پھر گیا ہے، بہت گواہ موجود ہیں۔ (۱۲۲۷/۱۳۴۲ھ)

الجواب: باپ نے جو نکاح دختر بالغہ کا بہ اجازت دختر کے کیا وہ نکاح صحیح ہوگیا اور منعقد ہوگیا، اب دوسرے شخص سے نکاح اس لڑکی کا درست نہیں ہے، اور برادری کا دباؤ ناجائز ہے، اور اس ناجائز دباؤ سے پہلا نکاح نہیں ٹوٹ سکتا، اور باپ کا انکار کرنا بھی معتبر نہیں ہے جب کہ اس کی تحریر سے اور گواہوں سے نکاح ثابت ہے، اور نص قرآنی سے منکوحہ کا نکاح باطل اور حرام ہے۔ **کما قال اللّٰہ تعالیٰ:** ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) فقط (۴۸۴/۷-۴۸۵)

ولی کی اجازت سے نابالغہ کا نکاح ہوجاتا ہے اور وہ بلا طلاق دوسری شادی نہیں کرسکتی

سوال: (۷۵۷) آٹھ سالہ لڑکی کی شادی کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور جس میں عرصہ چھ سال کے اندر کل ایک یوم کے واسطے گئی ہو، اگر خاوند کی رضامندی نہ ہو طلاق لینے کی کوئی صورت نکل سکتی ہے یا نہیں؟ (۳۷۵/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: آٹھ سال کی عمر میں اگرلڑکی کی شادی اس کے والداور ولی نے کی نکاح صحیح ہوگیا[1] اب جب تک شوہر بعد بالغ ہونے کے طلاق نہ دیوے اس وقت تک وہ لڑکی اس کے نکاح سے باہر نہیں ہوئی، اسی کی زوجہ ہے، بدون طلاق دینے شوہر کے دوسری جگہ اس کا نکاح جائز نہیں ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۷۴-۴۷۵)

لڑکی بالغ ہوجائے اورلڑکا نابالغ ہوتو کیالڑکی کے نکاحِ ثانی کی کوئی صورت ہوسکتی ہے؟

سوال: (۷۵۸) زید نے اپنی دختر کا نکاح عمر کےلڑکے سے نابالغی میں کردیا تھا، اب دختر بالغ ہوگئی اورلڑکا دوتین برس میں بالغ ہوگا، اس صورت میں شرعًا کیاحکم ہے؟ (۱۳۳۸/۳۱۴ھ)

الجواب: یہ نکاح لڑکی فسخ نہیں کرسکتی، اورکوئی صورت تفریق کی بہ حالت عدمِ بلوغِ شوہر کے نہیں ہے، اورجس وقت شوہر بالغ ہوجاوے اگر وہ طلاق دے دے تو طلاق واقع ہوسکتی ہے، بدون اس کے کوئی صورت علیحدگی کی اور جوازِ نکاحِ ثانی کی عورت کے لیے نہیں ہے۔فقط (لڑکے کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائے اورلڑکی اتنے صبر وضبط سے کام لے، روزے رکھے۔ظفیر)

(۷/۵۱۸)

دادانے نابالغہ کا نکاح کردیا،مگرشوہراس کی خبرنہیں لیتا ہے توبدون طلاق لڑکی کا دوسرا نکاح ہوسکتا ہے یانہیں؟

سوال: (۷۵۹) لڑکی نابالغہ یتیمہ ۳ سالہ کا نکاح اس کے دادانے اپنی قوم میں کردیا، جس کو چودہ سال ہوئے ہیں، آج تک لڑکے والوں کا کوئی شخص واپس نہیں آیا، نہ لڑکی کے روٹی کپڑے کی

(۱) وللولي ...... إنكاح الصّغير والصّغيرة جبرًا ولو ثيّبًا إلخ، ولزم النّكاح ولو بغبن فاحش. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۲۷، كتاب النّكاح، باب الولي)ظفیر

(۲) أمّا نكاح منكوحة الغير ومعتدّته إلخ ، لأنّه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (ردّ المحتار: ۴/۲۰۳، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد)ظفیر

فکر کی، مگر معلوم ہوا ہے کہ وہ لڑکا اور اس کی ماں زندہ ہیں، ایسی حالت میں لڑکی کا نکاح دوسری جگہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۴۸۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ایسی حالت میں لڑکی کا دوسرا نکاح عندالحنفیہ درست نہیں ہے، اگر شوہر طلاق دے دیوے تو عدت گزار کر دوسرا نکاح ہوسکتا ہے بدون طلاق کے نہیں ہوسکتا۔ **کذا في الدّرّ المختار** [1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۷۵/۷-۴۷۶)

وضاحت: ایسی حالت میں کہ شوہر نہ حقوق ادا کرے اور نہ طلاق دے، تو جہاں محکمۂ قضاء امیرِ شریعت کے تحت قائم ہے، وہاں قاضی کے ذریعہ، ورنہ مسلمان پنچایت کے ذریعہ، نکاح فسخ کرادے، پھر نکاح کی بات سوچے، تفصیل کے لیے دیکھئے: ''**الحیلة النّاجزة**'' از: تھانویؒ، اور'' **کتاب الفسخ والتّفریق**'' از: مولانا رحمانیؒ۔ ظفیر

جب شوہر بارہ سال تک خبر نہ لے تو عورت دوسرا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۶۰) مسماۃ رحمت بیوہ نے اپنی دختر مسماۃ چراغی نابالغہ کا نکاح مسمّٰی (مندو) [2] کے ساتھ کردیا تھا جس کو عرصہ بارہ {۱۲} سال کا ہوچکا ہے، مندو مذکور نے کوئی خبر گیری اپنی بیوی کی نہیں کی بلکہ پاس تک بھی نہیں آیا، اور نہ طلاق دیتا ہے نہ خبر گیری کرتا ہے، لڑکی جوان ہے، خاوند کے گھر جانا نہیں چاہتی، اور اس کی والدہ بھی دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے، اس صورت میں جو حکم شرعی ہو اس سے مطلع فرمائیں؟ (۱۱۷۸/۱۳۳۵ھ)

الجواب: مسئلہ شرعی اس صورت میں یہ ہے کہ مسماۃ رحمت جب کہ ولی جائز چراغی نابالغہ کی تھی، اور اسی حالت میں اس نے چراغی کا نکاح مسمی مندو کے ساتھ کیا؛ تو وہ نکاح صحیح ہوگیا، اب جب تک مندو طلاق نہ دے یا فوت نہ ہوجاوے چراغی کو دوسرا نکاح درست نہیں ہے،

---

(۱) **أمّا نكاح منكوحة الغير ومعتدّته إلخ ، لأنّه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (ردّ المحتار: ۲۰۳/۴، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد)** ظفیر

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں ہر جگہ (مندو) کے بجائے ''بندو'' ہے، اس کی تصحیح رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

جس طرح ہو جبراً قہراً مندو سے طلاق لی جاوے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۷۳-۴۷۴)

جس عورت کو شوہر نے سترہ سال سے چھوڑ رکھا ہو وہ کیا کرے؟

سوال: (۷۶۱) ایک عورت عرصہ ۱۷ سال سے نکاح کرا چکی ہے مگر وہ اتنے ہی عرصہ سے اپنے والدین کے گھر بیٹھی ہوئی ہے، شوہر اس کا نہ خرچ دیتا ہے، نہ خیال کرتا ہے، نہ طلاق دیتا ہے؛ آیا اگر بلا طلاق دوسری جگہ نکاح کیا جاوے تو جائز ہے؟ (۹۲۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **ولا يفرق بينهما بعجزه عنها بأنواعها الثّلاثة ولا بعدم إيفائه لو غائبًا حقّها إلخ** (۲) پس معلوم ہوا کہ عورت مذکورہ کا بدون طلاق دینے شوہر کے اور بدون گزرنے عدت کے دوسرا نکاح درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۸۹)

پندرہ سال تک شوہر خبر نہ لے تو بھی نکاح باقی رہتا ہے

سوال: (۷۶۲) ہندہ کے نکاح کو ۲۰ سال ہوئے، اور پندرہ سال سے شوہر بہ وجہ نااتفاقی کے بالکل خبر گیران نان ونفقہ کا نہیں ہے، اور نہ صحبت صحیحہ زن وشوہر میں ہے، آیا نکاح ہندہ کا قائم ہے؟ (۱۷۷۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ہندہ کا نکاح اس صورت میں باقی ہے؛ کیوں کہ عندالحنفیہ نفقہ نہ دینے سے زوجین میں تفریق نہیں کرا سکتے، پس بدون طلاق دینے شوہر کے یا خلع کرانے کی کوئی صورت علیحدگی کی

---

(۱) بہار واڑیسہ میں قاضی شریعت کے یہاں درخواست دے کر فسخ نکاح کرا سکتی ہے، اور دوسرے صوبوں میں مسلمان پنچایت کے ذریعہ، جس میں عالم کا ہونا بھی ضروری ہے، دیکھیے: ''**الحيلة النّاجزة**'' از: تھانویؒ، یا ''**كتاب الفسخ والتّفريق**'' از: مولانا رحمانی۔ ظفیر

(۲) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲۴۳/۵، كتاب الطّلاق، باب النّفقة، مطلب في فسخ النّكاح بالعجز عن النّفقة وبالغيبة.**

ایسا شوہر متعنت کہا جاتا ہے، ایسے شوہر سے چھٹکارے کی صورت مسلمان پنچایت یا قاضی کے ذریعہ بہ آسانی ہو سکتی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: ''**كتاب الفسخ والتّفريق**'' از: مولانا عبدالصمد رحمانی، اور ''**الحيلة النّاجزة**'' از: مولانا اشرف علی تھانوی۔ ظفیر

نہیں ہے، نفقہ جس طرح ہو شوہر سے وصول کیا جاوے۔ قال في الدرّ المختار: ولا یفرّق بینهما بعجزه عنها إلخ، ولا بعدم إیفائه لو غائبًا حقّها إلخ [1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۵۰۲/۷)

عورت؛ شوہر کے طلاق دیے بغیر پندرہ سال سے دوسرے کے گھر میں ہے، کیا اس سے نکاح ہوسکتا ہے؟

سوال: (۷۶۳) ایک عورت تقریبًا پندرہ سال سے شوہر کے گھر سے نکل کر دوسرے شخص کے گھر میں آباد ہوگئی ہے، اور شوہر نے ابھی تک اس کو طلاق نہیں دی، کیا اس عورت کا نکاح اس شخص کے ساتھ ہوسکتا ہے جس کے گھر میں اب رہتی ہے؟ (۱۳۳۹/۱۱۲۶ھ)

الجواب: جب تک شوہر اوّل طلاق نہ دیوے یا فوت نہ ہوجاوے اور عدت نہ گزر جاوے اس وقت تک دوسرے شخص سے نکاح اس کا درست نہیں ہے [2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۷۷/۷)

بیس برس سے جو عورت شوہر سے علیحدہ ہو وہ نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۶۴) خلاصۂ سوال یہ ہے کہ ایک عورت بیس برس سے اپنے شوہر سے علیحدہ ہے تو وہ دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ (۱۰۵۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جب تک اس عورت کے شوہر سے طلاق نہ لی جاوے اس وقت تک دوسرا نکاح اس کا صحیح نہ ہوگا، اوّل اس سے طلاق لی جاوے بعد طلاق کے جس وقت عدت گزر جاوے اس وقت دوسرے شخص سے اس کا نکاح صحیح ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۸۰/۷-۴۸۱)

---

(۱) الدرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲۴۳/۵، کتاب الطّلاق، باب النّفقة، مطلب في فسخ النّکاح بالعجز عن النّفقة وبالغیبة.

(۲) أمّا نکاح منکوحة الغیر إلخ، لم یقل أحد بجوازه فلم ینعقد أصلاً (ردّ المحتار: ۲۰۳/۴، کتاب النّکاح، باب المهر، مطلب في النّکاح الفاسد) ظفیر

اٹھارہ سال غائب رہنے کے بعد جو عورت آئے اس کا نکاح باقی ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۶۵) جو عورت عرصہ اٹھارہ سال سے مفرور ہو کر بعد مدت مذکورہ میں آوے؛ اس کا نکاح یا زوجیت کا تعلق ہنوز باقی رہ سکتا ہے یا نہیں؟ اور عورت مفقود الخبر کی حد شارع نے کس قدر مدت تک رکھی ہے؟ (۱۵۶/۱۳۳۵ھ) (۱)

الجواب: نکاح اس کا باقی ہے، عورت کے فرار ہو جانے اور مفقود الخبر ہو جانے سے کسی مدت میں بھی نکاح نہیں ٹوٹتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۵۲۱/۷)

فرار شدہ شوہر نے جب طلاق نہیں دی تو دوسرا نکاح درست نہیں ہوا

سوال: (۷۶۶) رحمت بی قادر بہشتی کے نکاح میں تھی، قادر بہشتی ایک مقدمہ کے خوف سے رحمت بی کو تنہا چھوڑ کر فرار ہو گیا، اسی درمیان میں حافظ عبدالغفور نے مسماۃ کو اپنے گھر میں ڈال لیا، اور کہتے ہیں کہ میں نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا ہے، اس کے بعد رحمت بی اور عبدالغفور میں جھگڑا ہوا اور تقریباً چھ ماہ سے رحمت بی عبدالغفور سے علیحدہ ہے، اب رحمت بی کا نکاح دوسرے شخص سے جائز ہے یا نہ؟ اور اگر رحمت بی کا نکاح عبدالغفور سے ہوا بھی ہو اب طلاق ہو چکی یا نہیں؟ (۲۳۲/۱۳۳۸ھ)

الجواب: ابھی تک مسماۃ رحمت قادر بہشتی کے نکاح میں ہے کیوں کہ قادر بہشتی کے فرار ہو جانے سے اس کی زوجہ اس کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی، لہٰذا اگر بالفرض عبدالغفور نے اسی عورت سے نکاح بھی کیا ہو تو وہ نکاح باطل ہے (۲) اور طلاق کی ضرورت نہیں ہے اور نہ طلاق واقع ہو سکتی ہے،

---

(۱) یہ سوال رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۲) أمّا نكاح منكوحة الغير ومعتدّته إلخ، لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً (ردّ المحتار: ۲۰۳/۴، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد) ظفیر

اور مسماۃ رحمت کا نکاح اب کسی اور شخص سے بھی جائز نہیں ہے، البتہ اگر قادر بخش شوہر اوّل فوت ہوگیا ہو یا مفقود الخبر ہوتو پھر اس کے موافق دوسرا حکم ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم (۷/۴۸۷-۴۸۸)

شوہر گم ہوجائے تو بیوی دوسری شادی کرسکتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۶۷) زید نے ہندہ سے نکاح کیا تین سال ہوئے، اور زید ایک سال سے گم ہے، ہندہ کے والدین نے روپیہ لے کر ہندہ کا نکاح عمر کے ساتھ کردیا ہے؛ یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور ناکح وشرکاء پر کیا جرم ہے؟ (۱۵۴۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اس صورت میں ہندہ کا دوسرا نکاح عمر کے ساتھ صحیح نہیں ہے[1] نکاح کرنے والے اور معاونین گنہ گار ہیں توبہ کریں۔ فقط (۷/۴۸۸)

دائم الحبس کی بیوی دوسرا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۶۸) ایک شخص کو حکام وقت نے دائم الحبس کیا، اور آب شور سے گزران کردیا باقی عورت منکوحہ بالغہ غیر مدخولہ اس کے گھر موجود ہے، بہ سبب خوفِ فتنۂ زنا اور عدمِ نفقہ بعد فرقت وفسخ نکاح اوّل اس عورت کو کسی دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۷۵۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اس صورت میں عورت اپنے نکاح کو (فسخ)[2] نہیں کرسکتی اور دوسرا نکاح نہیں کرسکتی، مفقود کا مسئلہ یہاں جاری نہیں ہوسکتا جب تک شوہر طلاق نہ دے یا موت کی خبر نہ آجاوے اور عدت نہ گزر جاوے اس وقت تک دوسرا نکاح درست نہیں ہوسکتا۔ (۷/۴۸۲-۴۸۳)

کسی کو عمر قید کی سزا ہوجائے تب بھی اس کی منکوحہ کے لیے دوسرا نکاح حرام ہے

سوال: (۷۶۹) ایک شخص کو بہ حکم سرکار کالا پانی ہوگیا، اب اس کے آنے کی امید نہیں ہے،

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔ ۱۲

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں (فسخ) کی جگہ ''فسق'' تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

تو اس کی بیوی کو دوسرا نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۷/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: جب تک وہ شخص زندہ ہے اور یا طلاق نہ دیوے اس وقت تک اس کی زوجہ دوسرا نکاح نہیں کرسکتی وہ نکاح شرعاً باطل ہوگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۴۷۰-۴۷۱)

شوہر چوری کی وجہ سے جیل چلا جائے تو بیوی دوسری شادی کرسکتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۶۷۷) میری لڑکی کی شادی بھرت پور میں ایک شخص سے ہوگئی تھی، وہ شخص جواری اور چور بھی ہے، اسی وجہ سے اس کو ڈھائی برس کی سزا ہوگئی ہے، میری لڑکی کا ایسی حالت میں دوسرا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۲۵۷/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: شوہر سے طلاق دلوائی جائے، بدون طلاق دینے شوہر کے دوسرا نکاح صحیح نہ ہوگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۴۷۵)

شوہر جیل میں ہے اس کی بابت موت کی خبر پھیلا کر اس کی منکوحہ سے نکاح کرنے کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۶۷۱) وزیر خان کا نکاح مسماۃ نصیبہ کے ساتھ بہ عمر ۱۸ سال ہوا، رخصتی نہیں ہوئی، وزیر خان بعد نکاح بہ جرمِ اعانتِ قتلِ عمد سزایاب حبس بہ عبور دریائے شور بہ میعاد بیس سال ہوا، پہلے خطوط آتے تھے، بعدہ دو تین سال تک بند رہے، وزیر کے چھوٹے بھائی جمن نے یہ بات مشہور کردی کہ وزیر مرگیا، اور اپنا نکاح نصیبہ سے کرلیا، وزیر خان کے خطوط بعد میں پھر آنے لگے، جمن سے نصیبہ کے دو لڑکے ہوئے، پھر جمن مرگیا، دو سال بعد جمن کے چھوٹے بھائی ناظر خان نے مسماۃ مذکورہ سے اپنا نکاح کیا، ناظر خان سے بھی چار لڑکے ہوئے، وزیر خان واپس آگیا اور اپنا دوسرا نکاح کیا، وزیر خان ناظر خان سے کہتا رہا کہ میں نے ابھی طلاق نہیں دی، مجھ سے طلاق لے لے جس میں میرا

---

(۱) أمّا نكاح منكوحة الغير إلخ، لأنّه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (ردّ المحتار: ۵/ ۱۵۷، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب في النّكاح الفاسد والباطل) ظفیر

نکاح ٹوٹ جاوے؛ لیکن پھر طلاق نہیں ہوتی، تین چار سال بعد ناظر خان نے مسماۃ نصیبہ کو گھر سے نکال دیا، وزیر خان نے اس کو بلا نکاح کے رکھ لیا؟

(الف) جب کہ وزیر خان یہ کہتا تھا کہ میں نے ابھی طلاق نہیں دی اور نکاح ثانی جمن کی اس کو اطلاع بھی نہیں ہوئی، کیا وزیر خان کا نکاح ٹوٹ گیا؟

(ب) جب کہ وزیر خان اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہا کہ اس کی عورت دوسرے کے پاس رہتی ہے تو کیا اس کا صرف یہ کہنا کہ مجھ سے طلاق لے لو ورنہ میرا نکاح قائم ہے کافی ہے؟

(ج) اگر نکاح وزیر خان کا نہیں ٹوٹا تو اولاد جمن و ناظر کیا شرعاً ثابت النسب ہیں؟

(د) اب وزیر خان کا مسماۃ نصیبہ کو رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

(ہ) کیا ناظر خان سے طلاق کی ضرورت نہیں ہے؟ (۳۱۳/۱۳۴۰ھ)

الجواب: (الف) نکاح وزیر خان کا اس صورت میں نہیں ٹوٹا[1]

(ب) نکاح وزیر خان کا اس صورت میں قائم ہے اور اس پر طلاق دینا اس صورت میں واجب نہ تھا[2] گنہ گار وہ شخص ہے جس نے باوجود اس علم کے کہ عورت مذکورہ کو طلاق نہیں ہوئی اور اس کا شوہر موجود ہے اس سے نکاح کیا اور اس کو اپنے گھر میں رکھا[3]

(ج) وہ اولاد جمن اور ناظر سے صحیح النسب نہیں ہے۔ **كما ورد في الحديث: الولد للفراش وللعاهر الحجر**[4]

(د) جائز ہے۔

(ہ) طلاق کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۵۱۷-۵۱۹)

---

(۱) جب طلاق نہیں دی تو نکاح نہیں ٹوٹا۔ ظفیر

(۲) **لا يجب على الزّوج تطليق الفاجرة (الدّرّ المختار) والفجورُ يعُمّ الزّنا وغيرَه، وقد قال صلّى اللّٰه عليه وسلّم: لمن زوجتُه لا تَرُدُّ يدَ لامسٍ وقد قال: إنّي أحِبُّها استمتِعْ بِها. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۹/۵۲۴، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع)** ظفیر

(۳) **أمّا نكاح منكوحة الغير ومعتدّته فالدّخول فيه لا يوجب العدّة إنْ علمَ أنّها للغير لأنّه لم يقلْ أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً إلخ، ولهٰذا يجب الحدّ مع العلم بالحرمة لأنّه زنا. (ردّ المحتار: ۴/۲۰۳، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد)** ظفیر

(۴) **مشكاة المصابيح: ص: ۲۸۷، كتاب النّكاح، باب اللّعان، الفصل الأوّل، عن عائشة مرفوعًا**

بدکار عورت کو بھی عقد ثانی کے واسطے طلاق لینا ضروری ہے

سوال: (۲۷۷) عورت نے اپنے خاوند کی لاپرواہی سے دامِ مصیبت میں پھنس کر حکومت سے سند حاصل کر کے بازار میں ناجائز کام شروع کر دیا، اب وہ نکاح ثانی کرنا چاہتی ہے، تو اس کو (شوہر سے)[1] طلاق لینے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ (۹۲/۷-۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: طلاق لینے کی ضرورت ہے بدون طلاق کے دوسرا نکاح کرنا اس کو جائز نہیں ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۷۲/۷)

خاوند فروخت کرنا چاہ رہا ہو تب بھی منکوحہ کا نکاح بلا طلاق درست نہیں

سوال: (۲۷۳) زید نے اپنی زوجہ کو فروخت کرنا چاہا، مگر عورت نے منظور نہیں کیا، اور زید سے بدون طلاق علیحدہ ہوگئی، دس بارہ سال سے بکر کے گھر آباد ہے اور بکر کے ساتھ نکاح ثانی کرنا چاہتی ہے؛ لیکن زید نہ اس کو طلاق دیتا ہے اور نہ خود رکھتا ہے، اس صورت میں نکاح ثانی بکر سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۸۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)[3]

الجواب: جب تک زید نہ طلاق دے اور عدت نہ گزر جاوے اس وقت تک زید کی زوجہ کا نکاح بکر سے درست نہیں ہے[4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۸۷/۷)

---

(۱) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۲) جب تک شوہر نے طلاق نہیں دی ہے، شوہر کی بیوی ہے، چاہے حرام کاری کا پیشہ اختیار کرے۔أمّا نکاح منکوحة الغیر إلخ، لأنّه لم یقل أحد بجوازہٖ فلم ینعقد أصلاً. (ردّ المحتار: ۱۵۷/۵، کتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب في النّکاح الفاسد والباطل) ظفیر

(۳) سوال وجواب رجسٹر نقول فتاویٰ کے مطابق کیے گئے ہیں۔۱۲

(۴) أمّا نکاح منکوحة الغیر إلخ، لم یقل أحد بجوازہٖ فلم ینعقد أصلاً (ردّ المحتار: ۲۰۳/۴، کتاب النّکاح، باب المهر، مطلب في النّکاح الفاسد) ظفیر

شریر شوہر بھی جب تک طلاق نہ دے دوسرا نکاح درست نہیں

سوال: (۷۷۴) عرصہ زائد از چھ سال منقضی ہوا کہ میرے شوہر نے شرارت سے مجھے چھوڑ رکھا ہے، نان ونفقہ سے سخت مجبور ہوں، سنا گیا ہے کہ کسی رنڈی کے یہاں مجھے فروخت کرنے پر آمادہ تھا، اس صورت میں دوسرا نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۹۹۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ایسے شوہر سے جس طرح ہو طلاق لی جاوے، بعد طلاق کے اور بعد گزرنے عدت کے دوسرا نکاح صحیح ہوگا، طلاق سے پہلے دوسرا نکاح کرنا عورت کو درست نہیں ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۷۷۴)

شوہر گھر سے نکال دے تب بھی بدون طلاق عورت کے واسطے دوسرا نکاح کرنا حلال نہیں

سوال: (۷۷۵) ایک لڑکی بالغہ کو اس کے شوہر نے نکال دیا ہے، اس کا نکاح دوسری جگہ جائز ہے یا نہ؟ (۲۰۶/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: دوسری جگہ نکاح شوہر اوّل سے طلاق لینے کے بعد ہوسکتا ہے، یعنی جس وقت شوہر اوّل طلاق دے دے اور عدت طلاق کی تین حیض گزر جاویں اس وقت دوسرے مرد سے وہ عورت نکاح کرسکتی ہے، محض نکال دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، البتہ اگر شوہر یہ لفظ کہے اپنی زوجہ کو کہ ''نکل جا اور چلی جا'' اور نیت ان الفاظ سے طلاق کی ہو تو طلاق بائنہ واقع ہوجاتی ہے، اور بعد عدت کے دوسرا نکاح کرسکتی ہے، غرض یہ ہے کہ ''نکل جا'' وغیرہ الفاظ کنایہ ہیں، ان میں اگر نیت طلاق کی ہو تو طلاق واقع ہوتی ہے ورنہ نہیں، اور نیت کا حال شوہر کے کہنے سے معلوم ہوسکتا ہے، یا قرائن ایسے ہوں جن سے معلوم ہوجاوے کہ نیت شوہر کی طلاق کی ہے، اور یہ تفصیل کتب فقہ میں ہے کہ بعض کنایات میں مذاکرۂ طلاق اور بعض میں حالت غیظ وغضب؛ قرینہ طلاق کے مراد ہونے کا

---

(۱) ایسے شوہر کے خلاف محکمۂ قضاء میں درخواست دے کر مسلمان قاضی یا مسلمان پنچایت سے نکاح فسخ کراسکتی ہے۔ دیکھیے: ''الحیلة النّاجزة'' از: تھانویؒ، اور'' کتاب الفسخ و التّفریق'' از: مولانا رحمانیؒ

ہوتا ہے، اور ''نکل جا'' وغیرہ ان الفاظ میں سے ہیں کہ ان میں ہر حال نیت کی ضرورت ہوتی ہے **كذا في الدّرّ المختار** [1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۸۰/۷)

بد دین جاہل شوہر کی بیوی بھی بغیر طلاق کے دوسرا نکاح نہیں کرسکتی

سوال: (۷۷٦) ایک لڑکی خواندہ کی شادی ایک جاہل شخص سے کہ جس کو نماز روزہ وارکانِ اسلام کی بھی خبر نہیں؛ غلطی سے ہوگئی، اب لڑکی اس کی بد دینی کی وجہ سے اس کی صورت سے متنفر ہے، اور کہتی ہے کہ جب تک یہ دین دار نمازی نہ بنے گا اس وقت تک میں اس کے گھر کبھی نہ جاؤں گی، از روئے شریعت کیا کرنا چاہیے؟ (۱٦۴/۱۳۳۵ھ) [2]

الجواب: اس صورت میں جب تک شوہر طلاق نہ دے گا، اس قت تک کوئی صورت علیحدگی کی نہیں ہوسکتی اور نہ دوسرا نکاح ہوسکتا ہے [3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۷۷/۷-۴۷۸)

منکوحہ خاتون کا خاوند مجنون ہو تب بھی اس کے لیے دوسرا نکاح حرام ہے

سوال: (۷۷۷) زید چھ برس سے مجنون ہوگیا ہے اور زوجہ کے نان نفقہ وغیرہ کی خبر نہیں لیتا، ایسی حالت میں اس کی زوجہ ہندہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ (۱۲۳/۳۳-۱۳۳۴ھ) [2]

---

(۱) **كنـايتـه عند الفقهاء ما لم يوضع له أي الطّلاق واحتمله وغيره، فالكنايات لا تطلق بها قـضـاء إلّا بنيّة أو دلالة الحال إلخ. (الـدّرّ الـمـختار مع ردّ المحتار: ۳۹۳/۴-۳۹۵، كتاب الطّلاق، باب الكنايات)**

(۲) یہ سوال رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔۱۲

(۳) **أمّا نكاح منكوحة الغير إلخ، لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً (ردّ المحتار: ۲۰۳/۴، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد)** ظفیر

الجواب: مجنون کی زوجہ دوسرا نکاح نہیں کرسکتی (۱) لیکن اگر مجنون کے پاس کچھ مال جائداد ہے تو اس میں سے زوجہ کو خرچ دیا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۴۶۹-۴۷۰)

شوہر پاگل ہو جائے تو عورت دوسری شادی کرسکتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۸۷۷) زید کی منکوحہ تقریبًا دس سال تک زید کے پاس رہی، لیکن اتفاقًا زید پاگل ہو گیا عورت نے چند ماہ مزدوری کر کے اپنا گزارہ کیا، آخر کار مرد کی طمع دامن گیر ہوئی؛ وہ دوسرے شہر میں چلی گئی اور مثلاً عمر کے پاس سکونت اختیار کی، سات سال تک عمر کے پاس رہی (عمر کے رشتہ داروں نے بہ وجہ حرام فعل کے تنبیہ کی حتی کہ عورت کو کہہ دیا کہ تاوقتیکہ عمر سے نکاح نہ ہو جاوے یہاں نہ رہ، عورت نے عذر کیا کہ کیا کروں زید اس قابل نہیں کہ اس سے طلاق لوں) (۲)

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ وہ عورت عمر سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ اگر نکاح کے جواز کی کوئی صورت ہو تو اطلاع بخشی جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۷۳۶/ ۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: بدون طلاق دینے شوہر اوّل زید کے دوسرا نکاح عمر سے درست نہیں ہے، اور زید چوں کہ مجنون ہو گیا ہے اس کی طلاق بھی واقع نہیں ہوسکتی، جب تک زید کو افاقہ نہ ہو اس وقت تک اس کی طلاق واقع نہیں ہوسکتی (۳) بعد افاقہ اگر وہ طلاق دے اور عدت گزر جاوے اس وقت دوسرے شخص سے نکاح ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۴۸۸-۴۸۹)

---

(۱) ولا يتخيّر أحد الزّوجين بعيب الآخر ولو فاحشًا كجنون و جذام و برص و رتق وقرن إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵/ ۱۴۰، كتاب الطّلاق، باب العنّين وغيره، قبيل باب العدّة)

مجنون کی بیوی کس طرح چھٹکارا حاصل کرے؛ اس کے لیے دیکھیے: ''الحيلة النّاجزة اور كتاب الفسخ والتّفريق''۔ ظفیر

(۲) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔ ۱۲

(۳) ولايقع طلاق الصّبيّ والمجنون. (الهداية: ۲/ ۳۵۸، كتاب الطّلاق، باب طلاق السّنّة) اس سے چھٹکارے کے لیے دیکھیے: ''الحيلة النّاجزة''۔ ظفیر

نامرد کی منکوحہ بلا طلاق دوسرا نکاح نہیں کرسکتی

سوال: (۷۷۹) نامرد شخص کا ایک عورت سے نکاح کردیا گیا جائز ہے یا نہیں؟ (اور عورت بلا طلاق اس سے علیحدہ ہوسکتی ہے یا نہیں؟)[1] (۱۱۷۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: نکاح صحیح ہے[2] (اور بلا طلاق شوہر کے دوسرا نکاح نہیں کرسکتی ہے۔ **کذا في الدّرّ المختار**[3])[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۹۴/۷)

نامرد کی بیوی کا دوسرا نکاح کب ہوسکتا ہے؟

سوال: (۷۸۰) ایک شخص عرصہ دوسال سے نامرد ہے، اور اپنی زوجہ کو علیحدہ کرنا چاہتا ہے تو اس کی زوجہ کا نکاح دوسری جگہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۸۸۴/۱۳۴۵ھ)

الجواب: جب کہ وہ شخص جو کہ نامرد ہے اپنی زوجہ کو چھوڑنے اور علیحدہ کرنے پر راضی ہے تو اس کو کہا جاوے کہ فوراً اپنی زوجہ کو طلاق دے دے[4] بعد طلاق کے عورت عدت تین حیض گزار کر دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۸۲/۷-۲۸۳)

عدت کے اندر نکاح ثانی کرنا باطل اور ناجائز ہے

سوال: (۷۸۱) بعض اشخاص عدت طلاق کے اندر نکاح ثانی عورتوں کا کرتے اور کراتے ہیں

---

(۱) سوال وجواب میں قوسین والی عبارت مفتی ظفیر الدین صاحبؒ کی اضافہ کی ہوئی ہے۔۱۲

(۲) **العنّين وغيره: هو ...... من لا يقدر علیٰ جماع فرج زوجته إلخ، إذا وجدت المرأة زوجها مجبوبًا أو مقطوع الذّكر فقط، أوصغيره جدًّا إلخ، فليس لها الفرقة إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۳۲/۵، كتاب الطّلاق، باب العنّين وغيره)** ظفیر

(۳) **أمّا نكاح منكوحة الغير ومعتدّته إلخ لأنّه لم يقل أحد بجوازه. (ردّ المحتار: ۲۰۳/۴، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد)** ظفیر

(۴) **جاء ت المرأةُ إلی القاضي بعد مُضِيِّ الأجَلِ وادّعتْ أنّه لم يَصِلْ إليها...... أو أقرّ الزّوجُ أنّه لم يَصِلْ إليها خيّرَهَا القاضي في الفُرقةِ ...... إن اخْتَارَت الفُرْقةَ، أمَر القاضي أن يُطلّقهَا طلقةً بائنةً فإنْ أبیٰ فرّق بينهُما. (الفتاوی الهندية: ۵۲۴/۱، كتاب الطّلاق، الباب الثّاني عشر في العنّين)** ظفیر

تو ان کی بابت کیا حکم ہے؟ اور نکاح ثانی عدت کے اندر جائز ہے یا نہیں؟ اور ان لوگوں کے لیے کوئی کفارہ یا جزیہ ہے یا نہیں؟ (۱۸۸/۳۲-۱۳۳۳ھ) [۱]

الجواب: عدت کے اندر نکاح ثانی کرنا باطل اور ناجائز ہے، عدت کے اندر نکاح منعقد نہیں ہوتا، عدت کے اندر ہرگز نکاح نہ کرنا چاہیے، عدت طلاق کی تین حیض ہیں، بعد گزرنے تین حیض کے نکاح ثانی کرنا صحیح اور جائز ہے، اور جو اشخاص ایسا کرتے ہیں اور کراتے ہیں وہ مرتکب ہیں فعل حرام کے اور گنہ گار ہیں [۲] ان کے لیے یہی کفارہ ہے کہ توبہ کریں اور آئندہ کو ہرگز ایسا نہ کریں، سوائے توبہ کے اور کوئی جزیہ یا سزا ان کے لیے اس وقت میں نہیں ہوسکتی، البتہ یہ سزا ہوسکتی ہے کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان سے متارکت کردی جاوے، اور کوئی تعلق کسی قسم کا ان سے نہ رکھا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۸۳/۷)

جو نکاح عدت پوری ہونے سے گھنٹہ دو گھنٹہ پہلے ہوا وہ صحیح نہیں

سوال: (۷۸۲) زید کا نکاح عدت گزرنے سے پہلے گھنٹہ دو گھنٹہ ہندہ کے ساتھ غلطی سے ہوگیا تو وہ نکاح نافذ ہوا یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۵۵۰ھ)

الجواب: وہ نکاح نافذ وصحیح نہیں ہوا۔ کما في عامّة المعتبرات [۳] فقط (۴۶۸/۷)

عدت کے اندر دوسرا نکاح درست نہیں؛ البتہ ایک دو طلاق کی صورت میں شوہر سے عدت میں بھی نکاح درست ہے

سوال: (۷۸۳) ایک شخص نے اپنی عورت کو طلاق دے دی ہے، اس کا نکاح عدت میں

---

(۱) سوال وجواب رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیے گئے ہیں ۱۲

(۲) أمّا نكاح منكوحة الغير ومعتدّته إلخ، لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (ردّ المحتار: ۱۵۷/۵، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب في النّكاح الفاسد والباطل) ظفیر

(۳) أمّا نكاح منكوحة الغير و معتدّته إلخ ، لأنّه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (ردّ المحتار: ۲۰۳/۴، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد) ظفیر

دوسرے شخص سے کرایا گیا، اب زوج ثانی نے بھی طلاق دے دی، عورت چاہتی ہے کہ میرا نکاح عدت کے اندر زوج اوّل سے کرا دیا جاوے، آیا اس صورت میں زوج اوّل سے نکاح اس عورت کا ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۴۸۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: دوسرا نکاح جو عدت کے اندر ہوا باطل ہوا، اس کی طلاق بھی واقع نہ ہوئی (۱) اور شوہر اوّل نے اگر تین طلاق نہ دی تھی بلکہ ایک یا دو طلاق دی تھی تو اگر صریح الفاظ میں طلاق دی تھی تو عدت کے اندر وہ بلا نکاح رجوع کرسکتا ہے، اور اگر صریح الفاظ سے طلاق نہ دی تھی بلکہ کنایہ کے الفاظ سے طلاق دی تھی اور طلاق بائنہ تھی تو بلا نکاح رجعت نہیں ہوسکتی؛ لیکن شوہر اوّل سے نکاح عدت میں اور بعد عدت کے ہوسکتا ہے، اور اگر تین طلاق دی تھی تو پھر بلا حلالہ شوہر اوّل سے نکاح صحیح نہ ہوگا (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۸۵-۴۸۶)

عدت میں کیا ہوا نکاح باطل ہے توبہ کرے اور بعد عدت پھر نکاح کرے تو کچھ حرج نہیں

سوال: (۴۸۷) زید نے عورت بیوہ سے ایامِ عدت میں نکاح کرلیا، اس خیال سے کہ تا ایامِ حمل واختتامِ عدت زید کے والدین عورت کو عدت گزارنے کے لیے اپنے مکان میں نہ رہنے دیں گے، اور زید کا یہ ارادہ تھا کہ عدت کے اندر صحبت نہ کروں گا، اس نکاح کی وجہ سے برادری نے زید کو برادری سے علیحدہ کردیا اور شرکاء کو بھی، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۱۴۲۴/۳۳-۱۳۳۴ھ) (۳)

(۱) حوالۂ سابقہ۔۱۲

(۲) إذا طلّق الرّجل امرأته تطليقة رجعيّة أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدّتها رضيت بذٰلك أو لم ترض. (الهداية: ۲/۳۹۴، كتاب الطّلاق، باب الرّجعة)

وإذا كان الطّلاق بائنًا دون الثّلاث فله أن يتزوّجها في العدّة وبعد انقضائها إلخ، وإن كان الطّلاق ثلاثًا إلخ، لم تحل له حتّى تنكح زوجًا غيره......ويدخل بها ثمّ يطلّقها أو يموت عنها. (الهداية: ۲/۳۹۹، كتاب الطّلاق، باب الرّجعة، فصل فيما تحلّ به المطلّقة)

(۳) سوال وجواب رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیے گئے ہیں۔۱۲

الجواب: عدت حاملہ کی وضع حمل ہے، پس قبل از انقضائے عدت جو نکاح کیا گیا وہ باطل اور حرام ہوا(۱) اس کو معدوم سمجھ کر بعد عدت کے پھر نکاح بہ رضائے زوجین ہونا ضروری ہے، اور زید نے اگرچہ کسی خیال سے عدت میں نکاح کیا ہو وہ عاصی اور فاسق ہوا، توبہ کرے اور نکاح پھر بعد عدت کے کرے، اور زید اگر توبہ کرے اور عدت کے ختم ہونے تک اس منکوحہ کو علیحدہ کردے تو برادری کو چاہیے کہ اس کا قصور معاف سمجھیں اور اس سے میل جول قائم کریں، اس وقت جو کچھ برادری نے زید وغیرہ مجرموں کی تنبیہ کے لیے کیا اچھا کیا، بعد توبہ کرنے کے اور اپنے گناہ سے نادم ہونے کے پھر اس سے میل جول قائم کرلیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۸۷)

شوہر نے تین طلاق دے کر عدت میں جماع کیا اور حمل ہوگیا تو دورانِ حمل وہ دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۸۵) ہندہ کے رشتہ داروں نے زید کو دھمکا کر ہندہ زوجۂ زید کو طلاق دلوا دی تین مرتبہ، بعد میں کسی ذریعہ سے زید اور ہندہ دونوں ایک جگہ رہے، اور ہندہ زید سے حاملہ ہوگئی اور اب تک حاملہ ہے، پھر ہندہ نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا؛ یہ نکاح جائز ہے یا نہ؟ اور حمل ہندہ کا حلال ہے یا حرام؟ (۳۸۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)(۲)

الجواب: اس صورت میں (ہندہ پر)(۳) تین طلاق واقع ہوگئی، اور دوسرا نکاح جو ہندہ نے قبل انقضاءِ عدت کیا وہ صحیح نہیں ہوا، اور عدت اس کی وضع حمل ہے اور زید اگر جانتا تھا کہ ہندہ مجھ پر حرام ہوگئی ہے، اور پھر اس نے اس سے جماع کیا تو یہ زنا ہے اور وہ حمل حرام کا ہے۔ شامی میں ہے:
ومفاده أنّه لو وطئها بعد الثّلاث في العدّة بلا نكاح عالمًا بحرمتها لا تجب عدّة أخرى لأنّه زنا، وفي البزّازية: طلّقها ثلاثًا ووطئها في العدّة مع العلم بالحرمة لا تستأنف العدّة

---

(۱) أمّا نكاح منكوحة الغير ومعتدّته إلخ، لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (ردّ المحتار: ۲۰۳/۴، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد) ظفیر

(۲) یہ سوال رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔۱۲

(۳) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

بثلاث حيض ويُرجمان إذا علما بالحرمة إلخ[1] (شامي: ۲/۶۹۰) وفي الدّرّ المختار: وفي حقّ الحامل مطلقًا إلخ أو من زنا إلخ وضع جميع حملها إلخ[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم
(۷/۴۹۷-۴۹۸)

جس عورت کا شوہر مرجائے وہ کب نکاح کرسکتی ہے؟

سوال: (۷۸۶)......(الف) بیوہ عورت کا نکاح کم از کم کس قدر مدت میں ہونا چاہیے؟ آیا تین مہینے سترہ دن میں بھی ہوسکتا ہے یا چار مہینے دس روز ہی مشروط ہیں؟

(ب) شوہراوّل کی فوت گاہ قبل از عدت بلاضرورت چھوڑنے سے عقد ثانی میں کچھ سقم تو نہیں؟

(ج) اگر قبل از مدت چار ماہ دس روز نکاح ہوا تو وہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو طلاق دے کر مکرر اسی شخص سے تو نکاح کرنا ضروری نہیں یا اسی کو مجبوراً ختم عدت پر کرنا ہوگا؟

(د) نکاح ثانی قبل از عدت ہوا تو شب حیض کی تھی اس وجہ سے مجامعت متروک ہوئی تو اس کے واسطے طلاق کی کیا شکل ہے؟

(ہ) کسی شخص کا نکاح بالا اُسی طریقہ پر کیا گیا ہو کہ عورت جھوٹی توصیف کی گئی ہو اور اس کے برخلاف پاکر ناکح متنفر ہوگیا ہو تو اس کو کیا کرنا چاہیے اور طاقت آدمی مہر کی بھی نہ رکھتا ہو؟
(۲۰۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: (الف - ہ) عدت بیوہ یعنی متوفی عنہا زوجہا کی چار ماہ دس یوم ہے[3] اس مدت سے پہلے نکاح نہیں ہوسکتا، اور جو نکاح عدت میں ہوا وہ باطل ہے منعقد نہیں ہوا، اس میں طلاق کی ضرورت نہیں ہے، اور نہ وہ عورت اسی مرد سے نکاح کرنے پر مجبور ہے، بعد گزرنے عدت کے

---

(۱) ردّ المحتار: ۵/۱۵۹، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب في وطء المعتدّة بشبهة.

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵/۱۵۱-۱۵۲، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب في عدّة الموت.

(۳) والعدّة للموت أربعة أشهر بالأهلّة لو في الغرّة .... وعشرة من الأيّام بشرط بقاء النّكاح صحيحًا إلى الموت مطلقًا. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵/۱۵۰، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب في عدّة الموت) ظفیر

جس سے چاہے نکاح کرے، اور ایسے ناجائز نکاح میں بلا دخول وصحبت کے مہر لازم نہیں ہوتا، اگر صحبت ہوگئی ہے تو مہرِ مثل لازم ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۸۳-۴۸۴)

جس کا شوہر مر گیا اُس کا نکاح عدت کے اندر درست نہیں

سوال: (۷۸۷) ایک عورت کا خاوند ۳ ماہِ رمضان کو فوت ہوا، پورے چار ماہ گزرنے پر اس کے رشتہ داروں نے اس کا نکاح جبراً ایسے شخص سے کر دیا جس سے وہ متنفر تھی، یہ نکاح ۴ ماہِ محرم کو ہوا، کیا یہ نکاح جو عدت کے اندر ہوا جائز ہے؟ (۶۲۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: عدت وفات کی دس دن چار ماہ ہیں، عدت کے ختم ہونے سے پہلے اگر چہ ایک دو دن بھی پہلے ہو نکاح ثانی حرام ہے اور باطل ہے، وہ نکاح شرعاً صحیح نہیں ہوا۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۳۵) ترجمہ: ''اور نکاح کا ارادہ نہ کرو یہاں تک کہ عدت پوری ہوجاوے''۔ وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا الآية ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۳۴) ترجمہ: ''اور جو لوگ تم میں سے فوت ہوجاویں اور زوجات کو چھوڑیں تو وہ بیوہ عورتیں چار ماہ اور دس دن تک اپنے آپ کو نکاح وغیرہ سے روکیں اور عدت کے پوری ہونے کا انتظار کریں''۔ فقط (۷/۴۸۵)

صرف وہم وگمان سے شوہر کو مردہ سمجھ کر نکاحِ ثانی کرنا درست نہیں

سوال: (۷۸۸) امام الدین کا کچھ روپیہ اس کے بھائی کے پاس تھا، اس نے خط لکھا کہ میرا روپیہ بھیج دو، جب روپیہ کے پہنچنے میں دیر ہوئی تو بیماری کی حالت میں وہ خود آیا، اس وقت مرض وبائی تھا اس کے بھائی نے کہا کہ میں نے تمہارا روپیہ بہ ذریعہ منی آرڈر روانہ کر دیا ہے، تم خود جاؤ اور روپیہ وصول کرلو، وہ واپس اپنے وطن کو چلا گیا مگر اس وقت زیادہ بیمار ہوگیا تھا، بھائی اور بھانجے نے ریل میں سوار کرادیا، جب امام الدین وطن نہ پہنچا اس کی بیوی نے اس کے بھائی کو خط لکھا کہ میرے خاوند کو

---

(۱) بأنّ النّكاح الفاسد إنّما يجب فيه مهر المثل والعدّة بالوطء لا بمجرّد العقد ولا بالخلوة (ردّ المحتار: ۵/۱۵۷، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب في النّكاح الفاسد والباطل) ظفیر

جلد بھیج دو؛ تاکہ روپیہ منی آرڈر کا وصول کریں، یہاں سے جواب لکھا گیا کہ اس کو فلاں تاریخ کو ریل میں سوار کرادیا تھا اور وہ بیمار بھی تھا، تب اس کی بیوی بچوں کو فکر ہوا، اور تلاش سے بھی پتا نہ چلا، اس کی بیوی نے یہ سمجھ کر کہ وہ مرگیا عدت وفات گزار کر نکاح کرلیا، آیا یہ نکاح اس صورت میں صحیح ہوا یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۱۴۷۱ھ)

الجواب: مسئلہ یہ ہے کہ اگر عورت کو یہ خبر پہنچی کہ تیرا شوہر مرگیا ہے، اور اس خبر پر اس نے عدت وفات دس دن چار ماہ پورے کرکے دوسرا نکاح کیا تو دوسرا نکاح صحیح ہے، اور اگر بلا کسی کی خبر دینے کے محض یہ خیال کرکے کہ میرا شوہر فوت ہوگیا ہوگا ورنہ ضرور آتا، عدت گزار کر نکاح ثانی کیا تو نکاح ثانی اس صورت میں صحیح نہیں ہوا۔ درمختار میں ہے: غاب عن امرأته فتزوّجت بآخر إلخ (الدّرّ المختار) قوله: (غاب عن امرأته إلخ) شامل لما إذا بلغها موته أو طلاقه فاعتدّت وتزوّجت إلخ [1] (شامي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۴۷۸-۴۷۹)

متوفی کی منکوحہ جو اس کی حیات میں حاملہ عن الزنا ہو وضع حمل سے قبل زانی سے نکاح نہیں کرسکتی ہے

سوال: (۷۸۹) زید کا ہندہ سے نکاح ہوا، ہندہ چند ماہ اپنے شوہر کے پاس رہ کر اپنے عزیزوں میں آگئی، اور چند سال رہی، کچھ دن بعد ہندہ اور خالد میں تعلقات ہوگئے اور خالد سے ہندہ کو حمل رہ گیا، حمل سے تین ماہ بعد ہندہ کے عزیزوں نے خالد کو زید کے انتقال کی خبر دی، اور اس قدر مدت کے بعد خبر دی جو ایامِ عدت کے برابر ہے، اس صورت میں دونوں کا نکاح صحیح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۱۱۸۶ھ)

الجواب: ہندہ کا نکاح خالد سے بعد وضع حمل کے ہوسکتا ہے، اس سے پہلے درست نہیں، کیوں کہ مسئلہ یہ ہے کہ شوہر کی موت سے اگر دو برس کے اندر بچہ پیدا ہوجائے تو نسب اس کا شوہر متوفی سے ثابت ہوتا ہے۔ کما في الدّرّ المختار: ويثبت نسب ولد معتدّة الموت لأقلّ

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۵/ ۱۹۹، کتاب الطّلاق، باب العدّة، فصل في ثبوت النّسب، مطلب في ثبوت كرامات الأولياء والاستخدامات.

منهما من وقته أي الموت إذا كانت كبيرة ولو غير مدخول بها إلخ[1] (باب ثبوت النّسب) وفيه أيضًا من العدّة: وفي حقّ الحامل مطلقًا ولو أمة أو كتابيّة أو من زنا بأن تزوّج حبلٰى من زنا ودخل بها ثمّ مات إلخ، وضع جميع حملها إلخ[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۷۶)

عدت میں نکاح کرنے سے جو اولاد پیدا ہو اس کے نسب کا حکم

سوال: (۷۹۰) ایک شخص نے عدت میں ایک عورت سے نکاح کیا، اور اس سے اولاد پیدا ہوئی اور اس کو معلوم ہو؛ یہ نکاح شرع میں جائز ہے؟ اور نسب ثابت ہوتا ہے؟ اور اولاد اس کی وارث بنتی ہے یا نہیں؟ (۱۵۴۷/۲۹-۱۳۳۰ھ)[3]

الجواب: عدت میں نکاح باطل ہے؛ لیکن نسب ثابت ہے، اور اولاد وارث ہوگی[4] فقط واللہ اعلم (کتبہ: عزیز الرحمٰن مفتی مدرسہ ہٰذا)[5] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۶۸)

سرکاری فیصلہ سے اصل نکاح میں کوئی فرق نہیں آیا دوسرا نکاح درست نہیں

سوال: (۷۹۱) ایک شخص کا نکاح ایک عورت کے ہمراہ ہوا، عرصہ تک زوجین رضامند رہے، بعد مدت ایک غیر شخص نے اس عورت کو بہکا کر شوہر کے گھر سے نکال لی، اور اپنے ہمراہ لے گیا،

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵/۱۸۸-۱۸۹، كتاب الطّلاق، باب العدّة، فصل في ثبوت النّسب، مطلب في ثبوت النّسب من الصّغيرة.

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵/۱۵۱-۱۵۲، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب في عدّة الموت.

(۳) یہ سوال رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔۱۲

(۴) وتقدّم في باب المهر أنّ الدّخول في النّكاح الفاسد موجب للعدّة وثبوت النّسب. (ردّ المحتار: ۵/۱۵۷، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب في النّكاح الفاسد والباطل) ظفیر

(۵) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

شوہر نے دعویٰ کر دیا؛ لیکن حاکم نے اس عورت کو اختیار دے دیا کہ جس کے پاس چاہے رہے، اور قانوناً اس کے نکاح کا ثبوت نہیں کیا، دریافت طلب یہ ہے کہ اس شخص کا نکاح سرکاری قانون سے نہ ہونے سے شرعی نکاح ثابت شدہ کو صدمہ پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور وہ شخص بہکانے والا کہ جس کے پاس اب وہ عورت ہے اور نکاح کر لیا ہے؛ شرعاً مجرم ہے یا نہیں؟ (۱/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس سے نکاح ثابت شدہ شرعی میں کچھ خلل نہیں آتا، اور اغواء کنندہ کا نکاح اس عورت سے نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ منکوحۃ الغیر سے نکاح صحیح نہیں ہوسکتا۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۵۰۰)

عورت؛ سرکاری عدالت سے طلاق کی ڈگری لے کر دوسرے شخص سے نکاح نہیں کرسکتی

سوال: (۷۹۲) زید نے پیر سالگی میں ہندہ نوجوان سے نکاح کیا، بعد چند روز کے ہندہ نے زید سے طلاق مانگی کہ میں مہر معاف کر دوں تم طلاق دے دو، زید نے طلاق سے انکار کیا، ہندہ کے دعوی کرنے پر حاکم عدالت نے ہندہ کو طلاق کی ڈگری دے دی، اب ہندہ دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ (۷/۶۹۷-۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس صورت میں ہندہ دوسرے شخص سے نکاح نہیں کرسکتی۔ فقط (کیوں کہ یہ ڈگری شرعاً طلاق کے حکم میں نہیں ہے۔ ظفیر) (۷/۵۱۶)

اگر کوئی سرکاری عدالت سے شوہر کے خلاف فیصلہ حاصل کر کے اس کی بیوی سے نکاحِ ثانی کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۷۹۳) زید نے ہندہ اپنی زوجہ کو میکے نہ جانے دیا، ایک اجنبی آدمی جبراً وقہراً زید کی بیوی کو لے گیا اور چار ماہ اپنے گھر رکھا، زید نے عدالت میں دعویٰ کیا، فیصلہ زید کے خلاف ہوا تو ایسی صورت میں اجنبی شخص ہندہ سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۵۸۶/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: فیصلہ خلاف ہونے پر زید کی زوجہ زید کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی، اور وہ شخص اجنبی اس عورت سے نکاح نہیں کرسکتا، کیوں کہ منکوحۃ الغیر سے نکاح حرام ہے، قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) یعنی حرام ہے نکاح خاوند والی عورتوں سے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۷۵)

عدالت شوہر کا دعویٰ خارج کردے تو اس سے عورت کو دوسری شادی کا حق نہیں ہوتا

سوال: (۷۹۴) ایک عورت بیوہ نے ایک مرد کے ساتھ نکاح کیا، اور چار ماہ تک اس کے گھر میں رہی، پھر گھر سے نکل گئی، بہ وجہ تکرار شدید کے کہ شخص ناکح کی منکوحہ قدیم بھی ہے، اور عمر ناکح کی ساٹھ پینسٹھ سال ہے، اب وہ عورت اس کے گھر میں رہنے سے قطعاً انکار کرتی ہے، شخص مذکور لینے کو آیا اس کے ساتھ نہیں گئی، اور مرد پر بہت کچھ تشدد کیا لاٹھی بھی ماری؛ اور دوسری جگہ نکاح کرلیا، ایک ماہ یا دو ماہ بعد وہاں سے بھی کہیں اور چلی گئی، اب اس شخص نے جس کے یہاں چار ماہ تک رہی تھی عدالت مجاز میں دعوی کیا، عورت گرفتار ہوئی، عورت کا بیان لے کر عدالت نے دعویٰ اس شخص کا خارج کردیا، اور عورت کو خود مختار کردیا، اب یہ عورت ایک اور شخص سے نکاح کرنا چاہتی ہے کرسکتی ہے یا نہیں؟

(۶۹۸/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: جب تک وہ شخص جس نے اس بیوہ سے نکاح کیا تھا اور عدالت مجاز سے اس کا دعویٰ خارج ہوگیا، طلاق نہ دے اور عدت نہ گزر جاوے دوسرے شخص سے وہ عورت نکاح نہیں کرسکتی، اگر کرے گی نکاح باطل متصور ہوگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۷۹-۴۸۰)

غیر مطلّقہ سے نکاح عدالت کے فیصلہ کے باوجود جائز نہیں

سوال: (۷۹۵) اصغری واکبری دو بہنیں ہیں، اصغری کا نکاح زید کے ساتھ ہوا؛ لیکن کچھ عرصے بعد (اکبری نے عمر سے)[2] اصغری کے ساتھ اپنے نکاح کا دعوی عدالت میں دائر کرا کر بلکہ

---

(۱) ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴)

(۲) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

ثابت کر کے اصغری کو اپنے قبضے میں کر کے نکاح کر لیا بغیر طلاق دینے زید کے، اور اکبری نے زید سے اپنا نکاح کر لیا، بعدہ عمر پاگل ہو کر پاگل خانہ پہنچ گیا، جس کو آٹھ دس سال ہوئے اور لاعلاج ہے، اصغری بکر کے پاس رہنے لگی جس سے بغیر نکاح کے ایک لڑکا تولد ہوا؛ جو اب سات آٹھ سال کا ہو چکا ہے، لیکن اب بکر اصغری کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے، زید وعمر سے طلاق نامہ حاصل کرنا ناممکن ہے، شرعاً جائز ہے؟ (۶۸۲/۱۳۳۹ھ)

الجواب: جب تک زید اصغری کو طلاق نہ دیوے اور عدت نہ گزر جاوے اس وقت تک بکر کے ساتھ اس کا نکاح صحیح نہ ہوگا، اور عمر کے ساتھ بھی اصغری کا نکاح جائز نہ ہوا تھا[۱] اور نہ زید کا اکبری کے ساتھ نکاح ہوا؛ کیوں کہ اکبری کی بہن اصغری زید کے نکاح میں ہنوز موجود ہے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۸۱/۷)

سرکاری عدالت نے فاسق گواہوں سے جو ثابت کیا وہ صحیح نہیں مرد کی بات معتبر ہے

سوال: (۷۹۶) زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق واحد دی، بعد پندرہ یوم کے رجعت کر لی، بعد سولہ سال کے دونوں میں نااتفاقی ہوئی، ایک شخص شریکِ زید کے بہکانے سے زید کے مکان سے فرار ہوگئی، بعد چند روز کے آ کر تین طلاق کی مقر ہوئی، پنچایت میں گواہوں نے بیان کیا کہ مجھے یاد نہیں ہے کہ زید نے طلاق واحد دی تھی یا ثلاثہ، زید سے قسم لی گئی، زید نے طلاق واحد کی قسم کھائی، پھر ہندہ نے عدالت دیوانی میں دعوی کر کے فاسق گواہوں کو پیش کر کے عدالت سے طلاق کی ڈگری حاصل کی، صورتِ مسئولہ میں ہندہ کے گواہ معتبر ہوں گے، یا زید کی قسم؟ (۶۹۸/۱۳۴۰ھ)

---

(۱) أمّا نكاح منكوحة الغير إلخ، لأنّه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (ردّ المحتار: ۲۰۳/۴، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في النّكاح الفاسد) اور حکومت کا فیصلہ غلط ہے۔ ظفیر

(۲) وحرم الجمع بين المحارم نكاحًا ...... وعدّةً. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۹۳/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

الجواب: گواہان مذکورین کی گواہی شرعًا معتبر نہیں ہے[۱] بلکہ زید کا قول اور حلف معتبر ہے، اور اس شریک فاسق سے متارکت درست ہے اور ہندہ بہ دستور زید کی زوجہ ہے، اور اس شریک کو ہندہ سے نکاح کرنا درست نہیں ہے۔ هٰکذا في کتب الفقه[۲] فقط واللہ اعلم (۷/۵۱۹-۵۲۰)

عورت کے انکار یا عدالت کے فیصلہ سے نکاح ختم نہیں ہوتا

بدون طلاقِ شوہرِ اوّل دوسرا نکاح درست نہیں

سوال: (۷۹۷) ہندہ کا ایک شخص سے نکاح ہوا تھا؛ لیکن دو تین سال بعد منکر نکاح ہوکر شوہر کے مکان میں نہیں جاتی ہے، شوہر نے مجبور ہوکر دعویٰ عدالت میں دائر کیا، حاکم نے گواہ لے کر یہ فیصلہ کیا کہ نکاح ہونے کا مجھے اعتبار نہیں ہے، اب ہندہ دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ (۱۰۳۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اگر نکاح درحقیقت ہوگیا تھا تو عورت کے انکار کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹا، اس عورت کو دوسرے مرد سے نکاح درست نہیں ہے، جب کہ اس کو معلوم ہے کہ میرا نکاح اوّل شخص سے ہوگیا ہے، باقی ثبوتِ نکاح عندالحاکم دو گواہان عادل سے ہوسکتا ہے[۳] پس شوہر دعوی نکاح کا کرے اور عورت انکار کرے تو مرد اگر دو گواہ عادل نکاح کے پیش کرے تو نکاح ثابت ہوگا ورنہ ثابت نہ ہوگا، لیکن عورت کو جب کہ معلوم ہے کہ میرا نکاح اس سے ہوچکا ہے تو حاکم وقت کے نزدیک ثابت نہ ہونے سے اس کو یہ درست نہیں ہے کہ بدون طلاق دینے شوہر اوّل کے دوسرے شخص سے نکاح کرے۔ قال في الشّامي: أمّا نکاح منکوحة الغیر ومعتدّته فالدّخول فیه

(۱) والفاسق أنّما تُردّ شهادتُه بتهمة الکذِب. (ردّ المحتار: ۸/۱۶۷، کتاب الشّهادات، باب القبول وعدمه) ظفیر

(۲) غیر مسلم عدالت کا فیصلہ نکاح وطلاق میں شرعًا نافذ نہیں ہے۔ دیکھیے: ''الحیلة النّاجزة''۔ ظفیر

(۳) ونصابها — أي الشّهادة — لغیرها من الحقوق سواء کان الحقّ مالاً أو غیره کنکاح وطلاق و وکالة إلخ رجلان ...... أو رجل وامرأتان. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۸/۱۵۸، کتاب الشّهادات) ظفیر

لایوجب العدّۃ إن علم أنّھا للغیر لأنّہ لم یقل أحد بجوازہ فلم ینعقد أصلاً إلخ (۱) (شامي: ۲/۳۵۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۷۳)

شوہراوّل کی طلاق کے بعد عدت گزار کر دوسرا نکاح کرلیا اب پہلا شوہر عدالت کے ذریعہ عورت کو واپس لے لے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۷۹۸) خلاصہ سوال یہ ہے کہ میاں دین نے اپنی زوجہ بتولن کو خط میں طلاق بائن لکھ کر بھیج دی، عورت نے دوسرا نکاح کرلیا، اس کے بعد جب میاں دین گھر آیا تو اس نے نالش کی کہ میری عورت کو فلاں فلاں شخص نے بھگا دیا، بہ خوف قید عقد ثانی والے (شوہر) نے انکار کردیا کہ میرے یہاں عورت نہیں ہے، عدالت نے مسماۃ بتولن میاں دین کو واپس کرادی تو وہ عورت میاں دین کے لیے حلال ہے یا نہیں؟ (۴۶/۶۰۴-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں موافق اس طلاق نامہ کے اگر یہ طلاق نامہ میاں دین کا لکھا ہوا ہے یا اس نے دوسرے شخص سے لکھوا کر اس کی تصدیق کی اور خوشی سے دستخط کردیئے تو اس کی زوجہ پر طلاق بائنہ واقع ہوگی (۲) اور عدت کے بعد جو دوسرے شخص سے اس نے نکاح کیا وہ صحیح ہوگیا، اب وہ عورت میاں دین کے لیے حلال نہیں ہے، البتہ اگر (وہ) (۳) طلاق نامہ لکھنے سے یا اس کے تسلیم کرنے سے انکار کرے اور دو گواہ عادل نہ ہوں تو پھر وہ عورت میاں دین کے لیے حلال ہے۔ فقط (۷/۴۷۱-۴۷۲)

---

(۱) ردّ المحتار: ۵/۱۵۷، کتاب الطّلاق، باب العدّۃ، مطلب في النّکاح الفاسد والباطل.

(۲) کَتَبَ الطّلاق، وإنْ مُستبینًا علی نحو لوحٍ وقعَ إنْ نوی، وقیل: مطلقًا، ولو علی نحوِ الماءِ فلا مطلقًا. ولو کتبَ علی وجہ الرّسالۃ والخطابِ، کأنْ یکتب: یا فُلانۃُ! إذا أتاك کتابي ھٰذا فأنتِ طالقٌ طُلِّقَتْ بوصول الکتاب (الدّرّ المختار) إمّا أنْ أرسلَ الطّلاقَ بأن کتبَ: أمّا بعدُ فأنتِ طالقٌ، فکما کتبَ ھٰذا یقع الطّلاق وتلزَمُھا العدّۃُ مِنْ وقت الکتابۃ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۳۳٦، کتاب الطّلاق، مطلب في الطّلاق بالکتابۃ، قبیل باب الصّریح) ظفیر

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں (وہ) کی جگہ ''لوگوں کو'' تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

جب تک شوہرِ ثانی طلاق نہ دے عورت کا نکاح شوہر اوّل سے نہیں ہوسکتا اگرچہ عدالت دوسرے شوہر سے تفریق بھی کرادے

سوال: (۷۹۹) زید ہندہ را شادی کردہ باوے سہ سال روزگار گذرانید، بعدازاں جہت عدم موافقت با زید بہ خانۂ پدر رفتہ دوسال بسر برد، و زید گاہ گاہ برائے آوردن اومی رفتے اما اُو برآمدن راضی نشدے، و بعد دوسال ہندہ نوٹسے اعلان نمود کہ اندریں مدت مرا خور و پوش دادہ بہ خانہ تو بروی، وگرنہ من حسبِ تفویضِ طلاق کابین نامہ نفس خود را طلاق خواہم داد، زید نوٹس را نہ گرفت و خاموش ماند، بعدازاں ہندہ پیش قاضی رجسٹر رفتہ بہ حضور قاضی نفس خود را سہ طلاق داد، قاضی انگشت زدہ گرفتہ طلاق نامہ رجسٹری نمود، پس از یک سال عمرو از ہندہ نکاح کرد، و ہندہ نزد عمرو بست روز ماندہ باز نزد زید آمد، پس عمرو بہ نام زید مذکور و خالد و دیگر بایں طور فوض دائے نمود کہ زید و خالد زنم را از خانۂ من بردند، و طلاق نامہ ہندہ پیش حاکم نمود، زید و خالد و ہندہ بہ روز مقررہ پیش حاکم زمان حاضر شدند، ہندہ جواب داد کہ زید شوہر من است بہ خانۂ او ماندم، و عمرو شوہرم نے، پرسیدہ شد کہ شادی از عمرو کردۂ؟ جواب داد کہ نہ، باز پرسیدہ شد کہ ایں طلاق نامہ رجسٹری کردہ دادۂ؟ جواب داد کہ من ندانم لیکن از انگشت من زدہ گرفت، بعدازاں حاکم ہر دو زوج و ہندہ را معائنہ نمودہ حکم داد کہ ایں برائے زید است نہ عمرو پس بہ حسب دادن حاکم کافر بر زید را بعد عدت شبہ حلال گردد یا نہ؟ (۲۸۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ہرگاہ ہندہ موافقِ تفویضِ زید نفسِ خود را سہ طلاق داد، و ہندہ بعد عدت بہ عمرو نکاح کرد، دریں صورت حکم حاکم بہ آنکہ ہندہ زوجۂ زید است، ہندہ را برائے زید حلال نمی کند کہ از شرائط نفوذ قضاء باطناً ایں است کہ آں زن منکوحہ غیر نہ باشد۔ في الشّامي: **قوله: (وكما لو كانت المرأة محرمة إلخ) هٰذا محترز قوله: "حيث كان المحلّ قابلاً" أهـ ح. فإذا ادّعى أنّها زوّجته وأثبت ذٰلك بشهادة الزّور، و هو يعلم أنّها محرمة عليه بكونها منكوحة الغير أو معتدّته أو بكونها مرتدّة فإنّه لا ينفذ باطنًا اتّفاقًا إلخ**[1] (ردّ المحتار: ۴/۳۳۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۹۵-۴۹۶)

---

(۱) ردّ المحتار: ۸/۸۷-۸۸، كتاب القضاء، فصل في الحبس، مطلب في القضاء بشهادة الزّور

ترجمہ سوال: (۷۹۹) زید نے ہندہ سے شادی کر کے اس کے ساتھ تین سال وقت گزارا، اس کے بعد زید کے ساتھ موافقت نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنے باپ کے گھر جا کر دو سال رہی، اور زید بار بار اس کو لانے کے لیے جاتا رہا، مگر وہ آنے پر راضی نہ ہوئی، اور دو سال بعد ہندہ نے ایک نوٹس جاری کیا کہ تم اس مدت کے اندر مجھے نان ونفقہ دے کر اپنے گھر لے جاؤ، ورنہ نکاح کے دستاویز کے؛ طلاق تفویض کرنے کے لحاظ سے میں خود کو طلاق دے دوں گی، زید نے نوٹس نہیں لیا اور خاموش رہا، اس کے بعد ہندہ نے قاضی کے سامنے رجسٹر لے جا کر قاضی کی موجودگی میں خود کو تین طلاق دے دی، قاضی نے انگوٹھے کا نشان لے کر طلاق نامہ کی رجسٹری کر دی، ایک سال بعد عمرو نے ہندہ سے نکاح کیا اور ہندہ عمرو کے پاس بیس روز رہ کر زید کے پاس واپس آ گئی، پھر عمرو نے زید مذکور، خالد اور دیگر لوگوں کے نام سے اس طرح رپورٹ لکھوائی کہ زید وخالد میری بیوی کو میرے گھر سے لے گئے، اور اس نے ہندہ کا طلاق نامہ حاکم کے سامنے پیش کیا، زید، خالد اور ہندہ مقررہ دن حاکمِ وقت کے سامنے پیش ہوئے، ہندہ نے جواب دیا کہ زید میرا خاوند ہے، اُسی کے گھر رہوں گی اور عمرو میرا خاوند نہیں ہے۔

دریافت کیا گیا کہ تم نے عمرو سے شادی کی ہے؟ جواب دیا کہ نہیں، پھر دریافت کیا گیا کہ رجسٹری کیا ہوا یہ طلاق نامہ تم نے دیا ہے؟ جواب دیا کہ میں نے نہیں دیا؛ لیکن میرے انگوٹھے کا نشان لیا گیا ہے، اس کے بعد حاکم نے دونوں شوہر اور ہندہ کو معائنہ کرا کر فیصلہ دیا کہ یہ (ہندہ) زید کی ہے نہ کہ عمرو کی، پس کافر حاکم کے (فیصلہ) دینے کے اعتبار سے وہ زید پر عدت شبہ کے بعد حلال ہو جائے گی یا نہ؟

الجواب: جب کہ ہندہ نے تفویضِ زید کے موافق خود کو تین طلاق دے دی، اور ہندہ نے عدت کے بعد عمرو کے ساتھ نکاح کر لیا، تو اس صورت میں حاکم کا یہ فیصلہ کہ ہندہ زید کی بیوی ہے؛ ہندہ کو زید کے واسطے حلال نہیں کرے گا؛ اس لیے کہ قضاء کے باطنًا نافذ ہونے کی شرائط میں سے یہ ہے کہ وہ عورت منکوحۂ غیر نہ ہو۔ شامی میں ہے: **قوله: (وكما لو كانت المرأة محرمة إلخ) هذا محترز إلخ.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو منکوحہ عورت جبراً نکاح سابق سے انکار کردے تو اس کے نکاح ثانی کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۸۰۰) ہندہ بیوہ نے اپنا نکاح اپنی رضا سے کیا اور گواہ بھی موجود ہیں، اب اس عورت کو کسی نے مار پیٹ کر نکاح سے منکر کرادیا، اور نکاح خواں سے بھی انکارِ نکاح کرادیا، اب وہ نکاح خواں اس عورت کا نکاح دوسرے شخص سے کرتا ہے، حالاں کہ پہلے نکاح کا بھی مقر ہے مگر جبراً منکر ہے، کوئی عالم صاحب کہتے ہیں کہ جب عورت منکر ہے تو نکاح فسخ ہوسکتا ہے تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟ اور عورت سے خلوت بھی ہوچکی ہے پہلے شوہر سے؟ (۸۱/۷-۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: بیوہ بالغہ کا نکاح خود اس کی رضا و اجازت سے کفو میں صحیح ہوجاتا ہے، اور جب کہ دو گواہ عادل نکاح کے موجود ہوں تو عورت کا انکار شرعاً معتبر نہیں ہے[1] اور اس صورت میں دوسرے شخص سے نکاح اس کا جائز نہیں ہے، اور نکاح کرنے والا وغیرہ شرکاء سب عاصی و فاسق ہیں اور اگر دو گواہ معتبر نکاح سابق کے موجود نہیں ہیں اور عورت منکر ہے تو پھر وہ نکاح ثابت نہیں ہے، ایسی حالت میں کسی عالم کا فسخ یا عدمِ جواز کا حکم کرنا صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۷۰/۷)

نکاح کے بعد لڑکی اور اُس کے باپ کے انکار کی وجہ سے نکاح ثانی درست نہیں

سوال: (۸۰۱) ایک شخص نے اپنی دختر کا نکاح ایک جگہ کردیا، بعد میں کسی وجہ سے دختر اور اس کا باپ دونوں منکر ہوگئے اس صورت میں وہ نکاح صحیح رہا یا نہیں؟ (۲۵۸۵/۱۳۴۵ھ)

الجواب: جس سے پہلے نکاح ہوا وہ صحیح ہوگیا دوسری جگہ اس کا نکاح صحیح نہیں ہے، اور بعد نکاح کردینے کے ولی یا خود دختر کے انکار کردینے سے نکاح مذکور فسخ نہیں ہوسکتا، شوہر دعویٰ کرکے اپنی زوجہ کو رخصت کراسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۷۱/۷)

---

(۱) فنفذ نكاح حرّة مكلّفة بلا رضا ولي إلخ، وله...... الاعتراض في غير الكفء. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۱۵-۱۱۶، كتاب النّكاح، باب الولي) ظفیر

تجدیدِ نکاح کے وقت بیوی کا تجدید سے انکار کرکے نکاح ثانی کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۸۰۲) زید نے کہا کہ اگر میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے باپ کا نام نہ بتا سکوں تو میری بیوی پر طلاق ہے، اور باپ کا نام نہ بتا سکا تو کیا حکم ہے؟ اس پر مجیب نے احتیاطاً تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح کا حکم دیا، زید جب تجدیدِ نکاح کے لیے اپنی زوجہ کے پاس گیا تو زوجہ نے انکار کیا اور شوہر ثانی کا ارادہ ظاہر کیا، آیا زوجۂ زید زوج ثانی کی زوجیت میں جاسکتی ہے یا نہیں؟ (۷۷/۴۷۷-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اقول وباللہ التوفیق: چوں کہ حکمِ تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح اس صورت میں احتیاطاً تھا؛ نہ اس وجہ سے کہ یقیناً وہ کافر ہوگیا، **لأنّه متیٰ یمکن التّأویل وإن کان ضعیفًا لا یحکم بکفر المسلم**[1] (ردّ المحتار وغیرہ) لہٰذا عورت مذکورہ کو یہ جائز نہیں ہے کہ بدون طلاقِ زید وانقضاءِ عدت دوسرے شخص سے نکاح کرسکے۔ درمختار میں ہے: **وما فیه خلاف یؤمر بالاستغفار والتّوبة وتجدید النّکاح إلخ (الدّرّ المختار) قوله: (وتجدید النّکاح) أي احتیاطًا إلخ وقوله: (احتیاطًا) أي یأمره المفتي بالتّجدید لیکون وطؤه حلالاً باتّفاق، وظاهره أنّه لا یحکم القاضي بالفرقة بینهما، وتقدّم أنّ المراد بالاختلاف ولو روایةً ضعیفةً**[2] (ردّ المحتار شامي: ۳/۲۹۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۸۶-۴۸۷)

---

(۱) تفصیل کے لیے دیکھیں: الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۶/۲۷۸-۲۷۹، کتاب الجهاد، باب المرتدّ، مطلب في حکم من شتم دین مسلم.

(۲) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۶/۲۹۸، کتاب الجهاد، باب المرتدّ، مطلب جملة من لا یقتل إذا ارتدّ.

حرمتِ نکاح بہ سبب طلاق

غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاق دی تو حلالہ کے بغیر اس سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۸۰۳) زید نے اپنی منکوحہ غیر مدخولہ کو تین طلاق دی، آیا ایک سال کے بعد بلا حلالہ کے زید کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟ (۲۵۶۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: کتب فقہ میں ہے کہ اگر غیر مدخولہ کو تین طلاق متفرق طریق سے دی جاویں تو وہ ایک طلاق سے بائنہ ہوجاتی ہے؛ دوسری اور تیسری طلاق اس پر واقع نہیں ہوتی، اور اگر اکٹھی تین طلاق ایک کلمہ سے دی جاویں؛ مثلاً یہ کہے کہ أنتِ طالقٌ ثلاثًا یعنی ''تجھ کو تین طلاق ہے'' تو تینوں واقع ہوجاتی ہیں (۱) اس صورت میں بدون حلالہ کے اس سے نکاح درست نہیں اور پہلی صورت میں بلا حلالہ کے نکاح صحیح ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۹۰)

---

(۱) قال لزوجته غير المدخول بها أنتِ طالقٌ ...... ثلاثًا ...... وقعن إلخ، وإن فرّق ...... بانت بالأولٰى لا إلٰى عدّة و ...... لم تقع الثّانية. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۳۸۰-۳۸۲، كتاب الطّلاق، باب طلاق غير المدخول بها) ظفیر

(۲) وَإن كان الطّلاق ثلاثًا في الحرّة إلخ، لم تحلّ له حتّى تنكح زوجا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها ثمّ يطلّقها أو يموت عنها. (الهداية: ۲/۳۹۹، كتاب الطّلاق، باب الرّجعة، فصل فيما تحلّ به المطلّقة)

أو إذا كان الطّلاق بائنًا ...... فله أن يتزوّج في العدّة وبعد انقضائها. (حوالۂ بالا) ظفیر

مدخولہ سے تین طلاق کے بعد بلا حلالہ نکاح درست نہیں

سوال: (۸۰۴) ایک شخص نے اپنی عورت کو تین طلاق دے دی تھی، چار پانچ یوم بعد ایک قاضی نے اسی عورت کا نکاح شوہر اوّل سے کر دیا؛ آیا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ (۱۴۵۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: تین طلاق کے بعد بدون حلالہ کے شوہر اوّل سے نکاح نہیں ہوسکتا، ایسی حالت میں جو نکاح پڑھا گیا، وہ باطل اور حرام ہے، نکاح نہیں ہوا، ان میں علیحدگی کرادینی چاہیے(۱) فقط (۴۹۴/۷)

اپنی مطلّقہ ثلاثہ بیوی سے بدون حلالہ نکاح درست نہیں

سوال: (۸۰۵) کوئی شخص اپنی بیوی کو روبہ رو دو گواہ کے طلاق دیوے اور طلاق نامہ اسٹامپ کے کاغذ پر لکھوا دیوے، مابعد وہ عورت کسی اور شخص کی منکوحہ نہ بنے، کیا عرصہ پانچ ماہ کے بعد مطلقہ اسی شخص کے نکاح میں آسکتی ہے؟ (۹۳۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)(۲)

الجواب: اگر اس عورت کو شوہر نے تین طلاق دی تھی تو بلا حلالہ کے شوہر اوّل سے اس کا نکاح صحیح نہیں ہے، اور اگر ایک یا دو طلاق دی تھی؛ تو بعد عدت کے یا پہلے عدت کے شوہر اوّل سے نکاح درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۹۰/۷)

برادری نے اگر دباؤ سے تین طلاق دلوادی
تب بھی بدون حلالہ دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا

سوال: (۸۰۶) اہل برادری نے ایک شخص پر دباؤ دے کر اس کی زوجہ کو اس سے تین طلاق دلوادی، اب وہ مرد اس عورت کو پھر اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہ؟ (۱۸۷/۳۵-۱۳۳۶ھ)

---

(۱) وَإن کان الطّلاق ثلاثًا في الحرّة إلخ، لم تحلّ له حتّی تنکح زوجا غیره نکاحًا صحیحًا ویدخل بها ثمّ یطلّقها أو یموت عنها. (الهدایة: ۳۹۹/۲، کتاب الطّلاق، باب الرّجعة، فصل فیما تحلّ به المطلّقة) ظفیر

(۲) یہ سوال رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔ ۱۲

الجواب: اس صورت میں تین طلاق اس کی زوجہ پر واقع ہوگئی[۱] اور حرام مغلظہ ہوگئی، اب بلا حلالہ کے شوہر اوّل اس عورت سے نکاح نہیں کرسکتا[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۹۵)

مطلّقہ ثلاثہ مع شوہر شیعہ ہوگئی تو اب توبہ کے بعد پہلے شوہر کے لیے بلا حلالہ درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۸۰۷) ایک شخص سنی نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دی، بعد اس کے ایسی صورت کا متلاشی ہوا کہ اپنے نکاح میں وہ بلا حلالہ آسکے، مفتیوں نے اس کو انکاری جواب دیا، شیعوں نے اس کو بہکایا کہ ہمارے مذہب میں بلا حلالہ نکاح میں آسکتی ہے شیعہ ہو جاؤ؛ چنانچہ دونوں شیعہ ہوگئے اور اس عورت مطلقہ کو اپنے نکاح میں لے آیا، اس شخص کی والدہ نے اس سے گفتگو اور ملنا جلنا چھوڑ دیا، اب وہ شخص اس امر کا خواست گار ہے کہ میں سنی ہو جاؤں گا، بہ شرطیکہ یہ عورت نکاح میں باقی رہے، اب یہ امر دریافت طلب ہے کہ جب کہ اکثر علماء کے نزدیک شیعہ کافر ہیں تو اب سنی ہو جانے کی صورت میں وہ عورت بلا حلالہ نکاح میں آسکتی ہے؟ اور الإسلام یهدم ما كان قبله[۳] کا اثر ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۸۴۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: قال في الشّامي: أي لو طلّقها ثنتين وهي أمة ثمّ ملكها أو ثلاثًا وهي حرّة فارتدّت ولحقت بدار الحرب، ثمّ سبيت وملكها لا يحلّ له وطؤها بملك اليمين حتّٰی يزوّجها فيدخل بها الزّوج ثمّ يطلقها إلخ[۴] پس اگر تسلیم کرلیا جاوے کہ رافضی ہونا ارتداد ہے،

---

(۱) ويقع طلاق كلّ زوج بالغ عاقل إلخ، ولو عبدًا أو مكرهًا فإنّ طلاقه صحيح (الدّرّ المختار) أي طلاق المكره. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۳۲۳-۳۲۴، كتاب الطّلاق، مطلب: طلاق الدّور) ظفیر

(۲) وإن كان الطّلاق ثلاثًا إلخ، لم تحلّ له حتّی تنكح زوجًا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها ثمّ يطلّقها أو يموت عنها. (الهداية: ۲/۳۹۹، كتاب الطّلاق، باب الرّجعة، فصل فيما تحلّ به المطلّقة) ظفیر

(۳) مشكاة المصابيح: ص:۱۴، كتاب الإيمان، الفصل الأوّل، عن عمرو بن العاص مرفوعًا.

(۴) ردّ المحتار: ۵/۴۷، كتاب الطّلاق، باب الرّجعة، مطلب: حيلة إسقاط عدّة المحلّل.

تب بھی بعد سنی ہونے کے حلالہ کی ضرورت ہے، بدون حلالہ کے مطلقہ ثلثہ اپنے شوہر اوّل کے لیے حلال نہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۹۸)

مطلقہ مغلظہ کی شادی اور حلالہ کا صحیح طریقہ

سوال: (۸۰۸) ایک شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی، تین ماہ پندرہ یوم کے بعد اس کا نکاح دوسرے سے کر دیا، بعد پندرہ یوم کے اس نے طلاق دے دی، جس کو تین ماہ پندرہ یوم ہوگئے، اب اس کا نکاح پہلے شوہر سے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۴۲۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: مطلقہ کی عدت تین حیض ہیں یعنی اگر اس کو حیض آتا ہو؛ جس وقت تین حیض پورے ہوجاویں اس وقت دوسرا نکاح صحیح ہوتا ہے، اور تین طلاق میں بدون حلالہ کے شوہر اوّل سے اس مطلقہ کا نکاح صحیح نہیں ہوسکتا، اور طریقہ حلالہ کا یہ ہے کہ عدتِ طلاق یعنی (تین)[1] حیض کے بعد وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح کرے، اور (یہ)[1] بعد وطی اور صحبت کے طلاق دے، پھر اس کی عدت بھی گزر جاوے، یعنی تین حیض پورے ہوجاویں اس وقت شوہر اوّل سے نکاح صحیح ہوسکتا ہے[2] قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۲۸) یعنی مطلقہ عورتیں تین حیض تک اپنے نفس کو روکیں یعنی عدت ان کی تین حیض ہیں۔ فقط (۷/۴۹۴)

حلالہ کا غیر صحیح طریقہ

سوال: (۸۰۹) زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاقِ ثلاثہ مغلظہ دی، بعد اس کے ایک نابالغ لڑکے

---

(۱) قوسین والا لفظ مفتی ظفیر الدین صاحبؒ نے اضافہ کیا ہے، رجسٹر نقولِ فتاویٰ میں نہیں ہے۔۱۲

(۲) وهي – أي العدّة – في حقّ حرّة ...... تحيض لطلاق إلخ بعد الدّخول حقيقةً أو حكمًا إلخ ثلاث حيض كوامل. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵/۱۴۴-۱۴۵، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب: عشرون موضعًا يعتدّ فيها الرّجل)

لا ينكح مطلّقة من نكاح صحيح نافذ ...... بها أي بالثّلاث إلخ حتّى يطأها غيره إلخ بنكاح نافذ إلخ وتمضي عدّته. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵/۳۴-۳۷، كتاب الطّلاق، باب الرّجعة، مطلب في العقد على المبانة)

مسمّی عمر کے ساتھ ہندہ کا نکاح کیا، عمر نے فوراً اسی مجلس میں تین طلاق دی بدون عدت گزارنے کے زید نے نکاح کرلیا، پھر علماء کے قول پر چوں کہ نابالغ سے وطی نہیں ہوئی نابالغ لڑکے سے ہندہ کا نکاح بکر کے پاس کیا، مگر عدت کے اندر نکاح ہوا، پھر بعد خلوت صحیحہ کے طلاق دی، اب عدت کے بعد زید نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۱۱۲/۳۵-۱۳۳۶ھ)[۱]

الجواب: قال في ردّ المحتار: أمّا نكاح منكوحة الغير ومعتدّته فالدّخول فيه لايوجب العدّة إن علم أنها للغير لأنّه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً إلخ[۲] پس اگر اس نابالغ نے عدت میں نکاح کیا تھا تو وہ صحیح نہیں ہوا، اور نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ کما صرّح به الفقهاء[۳] اور چوں کہ نکاح عدت میں منعقد نہیں ہوا تو طلاق کی ضرورت بھی نہیں تھی، البتہ اگر نابالغ سے بعد عدت کے اس مطلقہ ثلاثہ کا نکاح ہوا تو نکاح منعقد ہوگیا، اور پھر طلاق نابالغ کی واقع نہیں ہوئی، پھر جو بکر سے نکاح ہوا وہ ناجائز ہوا، اور زید نے جو نکاح کیا وہ بھی غیر صحیح ہوا، واضح ہو کہ مطلقہ ثلاثہ سے شوہر اوّل کے نکاح صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ بعد عدت کے دوسرے مرد سے نکاح ہو اور وہ بعد وطی کے طلاق دیوے، پھر عدت اس طلاق کی بھی گزر جاوے اس وقت شوہر اوّل سے نکاح درست ہوسکتا ہے[۴] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۹۶/۷-۴۹۷)

مطلقہ ثلاثہ اگر مراہق سے نکاح کرلے تو حلالہ ہوجائے گا یا نہیں؟

سوال: (۸۱۰) زید نے زوجہ کو تین طلاق دے دی اور حلالہ ایسے شخص سے ہوا جس کے بلوغ میں بہ ظاہر کمی معلوم ہوتی ہے اور عمر تخمیناً پندرہ سال کی ہے، اس صورت میں نکاح زید کا دوبارہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟ (۵۷۴/۱۳۴۰ھ)

(۱) یہ سوال رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔۱۲

(۲) ردّ المحتار: ۱۵۷/۵، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب في النّكاح الفاسد والباطل.

(۳) ولا يقع طلاق الصّبيّ والمجنون إلخ. (الهداية: ۳۵۸/۲، كتاب الطّلاق، باب طلاق السّنّة)

(۴) وَإن كان الطّلاق ثلاثًا في الحرّة إلخ، لم تحلّ له حتّى تنكح زوجا غيره نكاحًا صحيحًا ويدخل بها ثمّ يطلّقها أو يموت عنها إلخ. (الهداية: ۳۹۹/۲، كتاب الطّلاق، باب الرّجعة، فصل فيما تحلّ به المطلّقة) ظفیر

الجواب: حلالہ کے بعد زید اس مطلقہ ثلاثہ سے نکاح کرسکتا ہے اور وہ نکاح شرعاً صحیح ہے، اور حلالہ میں اگر شوہر ثانی جس سے دوسرا نکاح ہوا تھا؛ مراہق یعنی قریب البلوغ بھی تھا اور اس نے بعد دخول و مجامعت کے طلاق دی تو عدت گزرنے کے بعد شوہر اوّل اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے۔ **كذا في كتب الفقه.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۹۱)

وضاحت: مراہق بعد بلوغ طلاق دے گا تو واقع ہوگی، ورنہ نہیں۔

ولو الغير مراهقًا يجامع مثله (الدّرّ المختار) هو الدّاني من البلوغ نهر، ولا بدّ أن يطلّقها بعد البلوغ لأنّ طلاقه غير واقع، درّ منتقى عن التّتارخانية إلخ، والأولى أن يكون حرًّا بالغًا فإنّ الإنزال شرط عند مالك ...... فالأولى الجمع بين المذهبين. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۵/۳۶، كتاب الطّلاق، باب الرّجعة، مطلب في العقد على المبانة) معلوم ہوا کہ اگر مراہق بالغ نہیں ہے تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ ظفیر

چھوٹے بھائی سے حلالہ کرایا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۸۱۱) کسی شخص نے اپنی حاملہ عورت کو تین طلاق دی، بعد وضعِ حمل مرد اور عورت بہ سبب جدائی کے ناراض تھے، اتفاقاً دونوں یکجا ہوکر دوبارہ نکاح کی تجویز کرکے مطلق مذکور نے اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ صرف پانچ روپے مہر پر نکاح کرادیا، بعد ایک ماہ کے چھوٹے بھائی نے بھی طلاق دے دی، اب شوہر اوّل سے اس عورت کا نکاح کردیں تو درست ہوگا یا نہیں؟
(۲۰۱۴/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: بعد وضع حمل اس مطلقہ ثلاثہ کی عدت گزر گئی، لہٰذا مطلق کے چھوٹے بھائی سے نکاح صحیح ہوا، اور پھر اگر اس نے مجامعت اور دخول کے بعد طلاق دی ہے تو اس طلاق کی عدت گزرنے کے بعد شوہر اوّل سے نکاح صحیح ہوسکتا ہے[1] اور عدت طلاق کی جب کہ وہ حاملہ نہ ہو تین حیض ہیں

(۱) **لا ينكح مطلّقة من نكاح صحيح نافذ .... بها أي بالثّلاث لو حرّة إلخ حتّى يطأها غيره إلخ، بنكاح نافذ (الدّرّ المختار) ولابدّ من كون الوطء بالنّكاح بعد مضيّ عدّة الأوّل لو مدخولاً بها. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۵/۳۴-۳۶، كتاب الطّلاق، باب الرّجعة، مطلب في العقد على المبانة)** ظفير

اور اگر حیض نہ آتا ہو تو تین ماہ ہیں، الغرض عدت گزرنے سے پہلے شوہر اوّل نکاح نہیں کرسکتا، اور اگر کیا جاوے تو وہ نکاح صحیح نہ ہوگا بلکہ باطل وحرام ہوگا۔ **کما قال اللّٰه تعالیٰ:** ﴿**فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ م بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ الآية**﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۲۳۰) **وطلاق الزّوج الثّاني و وطيه وانقضاء عدّته ثبت من نصوص أخر**[1] (دیکھو: **الهداية**:۲/۳۷۸، **باب الرّجعة**) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۹۳)

حلالہ میں زوج ثانی کی وطی شرط ہے، اس کے بغیر شوہرِ اوّل کے لیے حلال نہ ہوگی

سوال: (۸۱۲) ایک شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی، اس عورت نے تین ماہ دس دن بعد ایک شخص سے نکاح کرلیا، اس نے ہم بستر ہونے سے پہلے اس کو طلاق دے دی، اب وہ عورت پہلے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے یا نہ؟ (۲۶۹۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر اس شخص شوہر اوّل نے تین طلاق دی تھی تو بلا حلالہ کے شوہر اوّل اس مطلقہ سے نکاح نہیں کرسکتا، اور حلالہ میں دوسرے شوہر کا وطی کرنا ضروری ہے، پس شوہر ثانی نے جب کہ بلا وطی کے اس کو طلاق دے دی ہے تو وہ عورت شوہر اوّل کے لیے حلال نہیں ہوئی[2] جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ﴿**فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ م بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ**﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۲۳۰) اور شوہر جب کہ طلاق کا مقر ہو تو کسی گواہ کی ضرورت نہیں ہے، البتہ اگر شوہر طلاق دینے سے انکار کرے اور عورت دعوی طلاق کا کرے تو دو گواہوں کی ضرورت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۹۲-۴۹۳)

---

(۱) **الهداية**:۲/۳۹۹-۴۰۰، **كتاب الطّلاق، باب الرّجعة، فصل فيما تحلّ به المطلّقة.**

(۲) **الشّرط التّيقّن بوقوع الوطء في المحلّ المتيقّن (الدّرّ المختار) فلذا اشترطوا فيه الوطء الموجب للغسل بإيلاج الحشفة بلا حائل في المحلّ المتيقّن احترازًا عن المفضاة والصّغيرة من بالغ أو مراهق قادر عليه بعقد صحيح لا فاسد ولا موقوف. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار**:۵/۳۷-۳۹، **كتاب الطّلاق، باب الرّجعة، مطلب: حيلة إسقاط عدّة المحلّل)**

مطلقہ ثلاثہ کو شوہر ثانی نے اگر قبل خلوت طلاق دے دی تو وہ شوہرِ اوّل کے لیے حلال نہ ہوگی

سوال: (۸۱۳) مطلقہ نے نکاح ثانی کرلیا، لیکن شوہر ثانی نے بھی کسی وجہ سے اسی وقت طلاق ثلاثہ دے دی اور وطی نہ کی، اس صورت میں خاوند اول سے نکاح ثانی کرسکتی ہے یا نہیں؟

(۱۳۶۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اگر شوہر ثانی نے قبل وطی وقبل خلوت طلاق دے دی ہے تو اس کی عدت نہیں ہے لقوله تعالیٰ: ﴿ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا﴾ (سورۂ احزاب، آیت:۴۹) لیکن شوہر اوّل نے اگر تین طلاق دی تھی تو بدون وطی شوہر ثانی وہ عورت شوہر اوّل کے لیے حلال نہیں ہوسکتی؛ کیوں کہ حلالہ میں وطی شوہر ثانی کی شرط ہے۔ کما في عامّة کتب الفقه[(۱)] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۹۰-۴۹۱)

حلالہ میں اختلاف ہوا، شوہر ثانی کہتا ہے صحبت نہیں ہوئی عورت کہتی ہے ہوئی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۸۱۴) ایک شخص نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دیا پھر عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا، ڈیڑھ ماہ کے بعد اس نے بھی طلاق دے دی، پھر شوہر اوّل نے نکاح کرلیا، اس کے بعد شوہر اوّل وثانی میں جھگڑا ہوا، اور زوج ثانی کہتا ہے کہ میں نے عورت سے صحبت نہیں کی لیکن حلفیہ نہیں کہتا، اور عورت حلفیہ بیان کرتی ہے کہ صحبت ہوئی ہے، اس صورت میں کس کا قول معتبر ہوگا؟

(۹۱۷/۱۳۳۹ھ)

---

(۱) لا ینکح مطلّقة ...... بها أي بالثّلاث إلخ، حتّٰی یطأها غیره إلخ بنکاح نافذ إلخ والشّرط التیقّن بوقوع الوطء في المحلّ المتیقّن به. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵/۳۴-۳۷، کتاب الطّلاق، باب الرّجعة، مطلب في العقد علی المبانة) ظفیر

الجواب: اس صورت میں قول عورت کا معتبر ہے اور حلالہ صحیح ہوگیا، اور نکاح شوہر اوّل کا اگر بعد گزرنے عدت طلاق شوہر ثانی کے ہوا تو صحیح ہوگیا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۹۵)

حلالہ کے بعد نکاح درست ہے اور حلالہ کی شرط کے ساتھ شادی کرنا مکروہ تحریمی ہے

سوال: (۸۱۵) زید نے مثلاً اپنی زوجہ کو طلاق دی اور پھر وہ نکاح اسی عورت سے کرنا چاہتا ہے تو کسی شخص سے کہتا ہے کہ تم فلاں عورت سے ایک رات کے لیے نکاح کرلو اور وطی کر کے طلاق دے دو تا کہ میں دوبارہ اس عورت سے نکاح کرسکوں تو اس شرط سے نکاح درست ہے یا نہ؟ اور ملاّ جی نکاح خواں کہتا ہے کہ میں نے کتاب سے اس مسئلہ کا استخراج کیا ہے، مجھ کو کچھ روپے دینا پڑے گا تو اس کو یہ لینا جائز ہے یا نہ؟ اور وہ ملاّ جی غنی ہے وہ صدقۃ الفطر و چرم قربانی بھی لیتا ہے تو یہ بھی جائز ہے یا نہ؟ (۲۳۱/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: وکرہ التّزوّج للثّاني تحریمًا لحدیث: "لعن الله المحلّل والمحلّل له" بشرط التّحلیل إلخ ، وإن حلّت للأوّل إلخ ، أمّا إذا أضمرا ذٰلك لا یکرہ وکان الرّجل ماجورًا إلخ[2] اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بہ شرط تحلیل نکاح کرنا مکروہ ہے، لیکن وہ عورت اس طرح نکاح ثانی کرنے اور بعد وطی کے طلاق ہونے سے شوہر اوّل کے لیے حلال ہوجاوے گی، اور ملاّ جی کو اس صورت میں روپے لینا جائز نہیں ہے، اور غنی کو صدقۂ فطر اور قیمت چرم قربانی اور زکاۃ لینا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۹۱-۴۹۲)

---

(۱) قال الزّوج الثّاني: کان النّکاح فاسدًا أولم أدخل بها وکذبته فالقول لها (الدّرّ المختار) وعبارۃ البزّازیة: ادّعت أنّ الثّاني جامعها وأنکر الجماع حلّت للأوّل وعلی القلب لا إلخ . (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۵/۴۴، کتاب الطّلاق، باب الرّجعة، قبیل مطلب: مسألةُ الهَدم) ظفیر

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵/۴۰-۴۱، کتاب الطّلاق، باب الرّجعة، قبیل مطلب في حکم لعن العصاۃ.

حلالہ کی شرط کے ساتھ مطلقہ سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۸۱۶) نکاح بہ شرط حلالہ مسلمان حنفی مذہب کو جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ عورت شوہر اوّل کے لیے حلال ہوجائے گی یا نہیں؟ (۳۷۵/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: نکاح بہ شرط تحلیل عند الحنفیہ بھی مکروہ ہے، مگر شوہر اوّل کو حلال ہوجاتی ہے۔ هٰکذا في کتب الفقه[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۹۵/۷-۲۹۶)

سوال: (۸۱۷) حلالہ کے واسطے اگر زید بکر کی مطلقہ سے اس نیت سے نکاح کرے کہ بعد مباشرت طلاق دے دوں گا، ایسی حالت میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (۲۸۹۷/۱۳۳۹ھ)

الجواب: نکاح جائز ہے[1] فقط واللہ اعلم (مگر اس نیت سے نکاح کرنے کو حدیث میں برا کہا گیا ہے[2] ظفیر) (۲۴۲/۷)

---

(۱) وکُرِهَ التّزوُّجُ للثّاني تحريمًا لحديث لعن اللّٰه المحلّل والمحلّل له بشرط التّحليل كتزوّجْتُكِ علٰى أن أحَلِّلَكِ وإن حلّت للأوّل لصحّة النّكاح وبطلان الشّرط إلخ، أمّا إذا أضمرا ذٰلك لا يكره، وكان الرّجُلُ مأجورًا لِقَصد الإصلاح، وتأويل اللّعْن. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵/۴۰-۴۱، كتاب الطّلاق، باب الرّجعة، مطلب: حيلة إسقاط عدّة المحلّل)

(۲) فلفظ الحديث كما في الفتح: "لعن اللّٰه المحلّل والمحلّل له". (ردّ المحتار: ۵/۴۰، كتاب الطّلاق، باب الرّجعة، مطلب: حيلة إسقاط عدّة المحلّل) ظفیر

متفرق مسائل نکاح

نکاح فاسد وباطل میں کیا فرق ہے؟

سوال: (۸۱۸) نکاح فاسد وباطل میں کیا فرق ہے؟ (۱۳۳۸/۱۸۵۲ھ)

الجواب: اس بارے میں اقوال فقہاء مختلف ہیں:

محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ نکاح باطل وفاسد میں کچھ فرق نہیں ہے، اور بعض کتب سے فرق ظاہر ہوتا ہے، جیسا کہ شامی میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ من شاء فليراجع إليه[1] فقط واللہ اعلم (۳۱۸/۷-۳۱۹)

نکاح اور بیاہ میں کیا فرق ہے؟
اور اولادِ اکبر کسے کہتے ہیں؟

سوال: (۸۱۹) نکاحتا اور بیاہتا میں کیا فرق ہے؟ دونوں میں کس کی اولاد اور کونسی اولاد کو اولادِ اکبر کہا جاوے گا؟ (۱۳۴۰/۶۰۵ھ)

الجواب: ہمارے بلاد میں بیاہ اور نکاح ایک چیز ہے، اور شریعت میں بھی یہ دونوں ایک ہیں، کیوں کہ جس میں ایجاب وقبول ہو وہی نکاح ہے، اور وہی بیاہ وشادی ہے، پس نکاحتا عورت

---

(۱) فيه أنّه لا فرق بين الفاسد والباطل في النّكاح، بخلاف البيع كما في نكاح الفتح …… لٰكن في البحر عن المجتبٰى: كلّ نكاح اختلف العلماء في جوازه كالنّكاح بلا شهود، فالدّخول فيه موجب للعدّة، أمّا نكاح منكوحة الغير ومعتدّته فالدّخول فيه لا يوجب العدّة إلخ. (ردّ المحتار: ۱۵۷/۵، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب: في النّكاح الفاسد والباطل)

اور بیاہتا عورت ہر دو منکوحہ ہیں [۱] اور دونوں سے جو اولاد ہو وہ اسی شوہر کی اولاد ہے، اور ان میں جس کی اولاد بڑی ہے وہی اولاد اکبر ہے، اور جس عورت کو بلا ایجاب وقبول گھر میں رکھا وہ زوجہ نہیں ہے اس سے جو اولاد ہو وہ ثابت النسب مرد سے نہیں ہے [۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۵۱۶/۷-۵۱۷)

نکاح متعہ وموقت باطل ہے

سوال: (۸۲۰) قاضی حسن الدین نے ایک مرد کا ایک عورت سے چھ ماہ کے لیے نکاح متعہ پڑھا، اور قاضی موصوف کو سرکار نظام سے دو نمبر معافی صَرفِ حق الخدمت میں دیے ہوئے ہیں، اور قاضی موصوف ایک بالکل بے علم اور ناخواندہ آدمی ہیں، ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر ہماری سرکار نظام کے صدر الصدور امور مذہبی اس اراضی کو ضبط فرما کر کسی ایسے شخص کو دے دیں کہ جو مسجد کو آباد کر کے اشاعت اسلام کریں، ایسا کرنا کہاں تک جائز ہے؟ (۱۱۲۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: وبطل نكاح متعة ومؤقّت [۳] پس معلوم ہوا کہ نکاح متعہ وموقت باطل ہے، جس قاضی نے ایسا کیا وہ جاہل ہے وفاسق ہے، امامت اس کی مکروہ ہے، اس کو امام نہ بنایا جاوے، اور اس کو اس عہدے سے معزول کرنا چاہیے، اور جب کہ وہ اس عہدہ پر نہ رہا تو صدر الصدور امور مذہبی کو اختیار ہے کہ وہ اس حق الخدمت کو دوسرے صاحب کو دیویں جو اس

---

(۱) وينعقد ...... بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر إلخ، وشرط سماع كلّ من العاقدين لفظ الآخر ...... وشرط حضور شاهدين حرّين أو حرّ و حرّتين مكلّفين سامعين قولهما معًا. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۵۹-۷۵، كتاب النّكاح، مطلب: كثيرًا ما يتساهل في إطلاق المستحبّ على السّنّة)

(۲)(ويرث ولد الزّنا واللّعان من جهة الأمّ فقط)لأنّ نسبه من جهة الأب منقطعٌ فلا يرث به، و من جهة الأمّ ثابتٌ فيرث به أمّه وأختَه من الأم بالفرض لاغير، وكذا ترثه أمُّه وأختُه من أمّه فرضًا لا غير. (تكملة البحر الرّائق: ۸/۳۹۱، كتاب الفرائض)

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۰۹، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب فيما لو زوّج المولى أمتَهٗ.

خدمت کو انجام دیویں (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۱۶۸)

نکاح متعہ درست نہیں ہے، شیعوں کا دعویٰ غلط ہے

سوال: (۸۲۱) یہاں پر چند حضرات شیعہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ حلت متعہ آیات اور احادیث اور کتب اہل سنت سے ثابت ہے، آیت یہ پیش کرتے ہیں: ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ الآية﴾ اور کتب اہلِ سنت یہ پیش کرتے ہیں: تفسیر درمنثور، تفسیر کبیر، تفسیر طبری، صحیح مسلم، صحیح بخاری، عینی شرح بخاری یہ سب حوالجات صحیح ہیں یا نہیں؟ اور قول حضرت عمرؓ کا پیش کرتے ہیں: متعتان كانتا على عهد رسول الله صلّى الله عليه وسلّم وأنا أحرمهما، اس کا کیا مطلب ہے؟ (۶۴۲/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: معنی صحیح آیت: ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) کے یہ ہیں کہ جس عورت سے تم فائدہ اٹھاؤ نکاح کے ساتھ تو اس کو اس کا مہر دو۔ كما في الجلالين: ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ﴾ تمتّعتم ﴿بِهٖ مِنْهُنَّ﴾ ممّن تزوّجتم بالوطي إلخ (۲) (ص:۷۲) وفي المدارك: ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ﴾ فما نكحتموه منهنّ إلخ (۳) وفي الخازن: وأمّا الآية فإنّها لم تتضمّن جواز المتعة؛ لأنّه تعالىٰ قال فيها: ﴿اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) فدلّ ذٰلك على النّكاح الصّحيح إلخ (۴) وفيه أيضًا: برواية مسلم عن سبرة بن معبد الجهني أنّه كان مع رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فقال: يٰۤاَيّها النّاس! إنّي كنت أذنت لكم في الاستمتاع من النّساء، وإنّ الله قد حرّم ذٰلك إلىٰ

---

(۱) ويكره تقليد الفاسق ويعزل به .... وينبغي أن يفوّض أمور التّقليد علىٰ والٍ تابع له (الدّرّ المختار) قوله: (ويعزل به) أي بالفسق لو طَرَأ عليه. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۲/ ۲۴۱-۲۴۲، كتاب الصّلاة، باب الإمامة، مطلب: شروط الإمامة الكبرىٰ)

(۲) تفسير الجلالين، ص:۷۴، تفسير سورة النّساء، الآية:۲۴۔

(۳) مدارك التّنزيل وحقائق التأويل المعروف بـ تفسير النّسفي: ۱/ ۳۴۸، سورة النّساء، الآية: ۲۴۔

(۴) تفسير الخازن المسمّى لباب التأويل في معاني التنزيل: ۱/ ۳۶۱-۳۶۲، تفسير سورة النّساء، الآية: ۲۴.

يوم القيامة فمن كان عنده منهنّ شيءٌ فليخل سبيله، ولا تأخذوا ممّا آتيتموهنّ شيئًا، وإلٰى هٰذا ذهب جمهور العلماء من الصّحابة فمن بعد هم أي أن نكاح المتعة حرام إلخ[۱] (ص:۴۰۸، خازن) پس معلوم ہوا کہ حوالجات اس شیعی کے محض غلط اور افتراء ہیں۔ و روی سالم بن عبد اللّٰه بن عمر أن عمربن الخطّابؓ صعد المنبر فحمد اللّٰه وأثنى عليه، ثمّ قال: ما بال أقوام ينكحون هٰذه المتعة، وقد نهى رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم عنها، لا أجد رجلاً نكحها إلاّ رجمته بالحجارة[۱] (ص:۴۰۹، خازن) اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ان کا یہ فرمانا (وأنا أحرّمهما [۲] مطلب اس کا یہی ہے کہ وأنا)[۳] أحرّمهما بتحريم رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم جیسا کہ روایت سالم میں موجود ہے: وقد نهى رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم عنها؛ الحديث[۱] وفي متعة الحجّ تفصيل لا يليق بهٰذا المقام. فقط واللہ اعلم (۷/۱۶۸-۱۷۰)

باندی کسے کہتے ہیں؟ اور اس کے ساتھ وطی بلا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۸۲۲) باندی کس کو کہتے ہیں؟ باندی کے ساتھ بدون نکاح کے وطی درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۶۴۵ھ)

الجواب: باندی مملوکہ کو کہتے ہیں یہاں (ہندوستان میں)[۴] وہ نہیں ہے۔ فقط (جہاں شرعی باندی ہو اُس کے ساتھ وطی بلا نکاح جائز ہے[۵] ظفیر) (۷/۱۶۰)

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔۱۲

(۲) طحاوی شریف میں حدیث ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے: عن ابن عمرؓ قال: قال عمرؓ: متعتان كانتا علٰى عهد رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم أنهٰى عنهما و أعاقبُ عليهما: متعة النّساء ومتعة الحجّ. (شرح معاني الآثار: ۱/۴۰۱، كتاب مناسك الحجّ، باب ما كان النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم به مُحْرِمًا في حجّة الوَداع)

(۳) قوسین والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۴) قوسین والی عبارت مفتی ظفیر الدین صاحبؒ کی اضافہ کی ہوئی ہے۔۱۲

(۵) وله التّسري: بما شاء من الإماء. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۰۵، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللاّتي يؤخذن غنيمةً في زماننا) ظفیر

اس دور کی زرخرید عورت سے بلا نکاح وطی درست نہیں، اور پردہ ضروری ہے

سوال: (۸۲۳)......(الف) فی زماننا عورتیں بہت مشکل سے دستیاب ہوتی ہیں، اور اگر ہوتی بھی ہیں تو اس طرح سے کہ لوگ دور دراز سے جا کر خرید لاتے ہیں، ایسی عورت سے بلا نکاح صحبت جائز ہے یا نہیں؟ کیوں کہ یہ زرخرید ہوگئی اور اگر نابالغ عورت اس طرح سے دستیاب ہو تو کیا حکم ہے؟

(ب) فی زمانناجوامراء اور رؤساء کے مکان میں جو لونڈیاں رہتی ہیں ان سے بھی پردہ ہے یا نہیں؟ اور بلا نکاح صحبت جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۴۰ھ)

الجواب: (الف) وہ عورتیں باندی نہیں ہیں ان سے بلا نکاح صحبت وخلوت حرام ہے، اور نکاح ان سے بعد بلوغ کے ان کی اجازت سے ہوسکتا ہے۔

(ب) وہ لونڈیاں نہیں ہیں، ان سے بلا نکاح کے صحبت درست نہیں ہے اور پردہ بھی ہے [1] فقط واللہ اعلم (۵۰۲/۷)

آزاد عورت کسی کی مملوکہ نہیں ہوسکتی

سوال: (۸۲۴) اگر کوئی بیوہ عورت بہ وجہ اولاد کے نکاح کرنے سے عار سمجھتی ہے، مگر گزارہ کی تنگی کے سبب سے رو بہ رو گواہان اپنے آپ کو بلا معاوضہ کسی شخص کی ملک کر کے خود مملوکہ بنا دیتی ہے؛ تو عورت مذکورہ پر ما ملکت کے معنی جاری ہوں گے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۱۳۳۱ھ)

الجواب: ﴿مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ﴾ (سورۂ مؤمنون، آیت:۶) سے مراد باندیاں ہیں، آزاد عورت کسی کی مملوکہ نہیں ہوسکتی، اس سے اگر حسبِ قاعدہ دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہو تو نکاح صحیح ہوجاتا ہے اور مہر کا نام لیا جاوے یا نہ لیا جاوے مہر لازم ہوجاتا ہے، اگر مہر کی مقدار

---

(۱) آزاد عورتوں کی خرید وفروخت باطل ہے، اور خلافِ شرع خرید وفروخت سے وہ لونڈی کے حکم میں نہیں ہوئیں۔ ظفیر

معین کی گئی تو وہ مقدار لازم ہوتی ہے ورنہ مہر مثل لازم ہوتا ہے۔ فقط واللہ اعلم (۷/۲۶۲-۲۶۳)

مخنث کی قسمیں اور اُن سے نکاح کا حکم

سوال: (۸۲۵) مخنث کی کئے قسمیں ہیں؟ اور اس کی شادی کسی سے ہوسکتی ہے یا نہیں؟
(۳۱۵/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: خنثیٰ کی دو قسمیں ہیں: مشکل اور غیر مشکل، غیر مشکل کا حکم ظاہر ہے کہ جب متعین ہوگیا کہ وہ مرد ہے یا عورت اور اشکال اور اشتباہ جاتا رہا تو اس کے موافق حکم کیا جاوے گا[(۱)] یعنی اگر مرد ہے تو مردوں کا حکم دیا جاوے گا، اور اگر عورت ہے تو عورتوں کا حکم دیا جاوے گا اور خنثیٰ مشکل ـــــ جو کہ نہ مرد ہو اور نہ عورت ہو ـــــ کا حکم یہ ہے کہ وہ کسی سے نکاح نہیں کرسکتا نہ مرد سے نہ عورت سے۔ درّ مختار کتاب النکاح میں ہے: **فخرج الذّكر والخنثى المشكل ...... لجواز ذكورته إلخ**[(۲)] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۱۵۵-۱۵۶)

خنثیٰ مشکل سے نکاح جائز نہیں

سوال: (۸۲۶) ایک عورت مسماۃ عزت بی کی ایک دختر؛ عمر کی جوان ہے، مگر وہ فتورِ عقل اور عارضۂ جنون میں مبتلا ہے، ہمیشہ بہکی بہکی باتیں کرتی ہے اور ما سوائے ازیں وہ عورات میں ہی نہیں ہے، مثل مرد کے ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اس کے پیشاب کی ضرورت پوری ہونے کے واسطے صرف مقام پیشاب گاہ میں ایک راستہ مثل سوراخ کے پیدا کردیا ہے آدمی کے تعلق اور واسطہ دنیاداری کے لیے بالکل علامات عورات سے کوئی علامت اس دختر کے نہیں ہے، مسماۃ عزت بی والدۂ دختر نے اس راز اور بھید کو پوشیدہ رکھ کر ایک شخص محمد صالح سے ۱۵۰ روپے لے کر اس

(۱) وكذا على الخنثىٰ لامرأة أو لمثله، ففي البحر عن الزّيلعي في كتاب الخنثىٰ: لو زوّجه أبوه أو مولاه امرأةً أو رجلاً لا يحكم بصحّته حتّى يتبيّن حاله أنّه رجل أو امرأة، فإذا ظهر أنّه خلاف ما زوّج به تبيّن أنّ العقد كان صحيحًا، وإلاّ فباطل؛ لعدم مصادفة المحلّ. (ردّ المحتار: ۴/۵۳، كتاب النّكاح)

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۵۳، كتاب النّكاح.

دختر کا عقد اور نکاح کر دیا، ایسی عورت کا نکاح شرعاً ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور جس قدر فرائض مہر وغیرہ کے عمل میں لائے گئے ہیں وہ کہاں تک مضبوط اور مان لینے کے قابل ہیں؟ (۲۵۷/۷-۱۳۳۷ھ)(۱)

الجواب: اگر وہ خنثیٰ مشکل ہے کہ مرد ہونا اور عورت ہونا اس کا کچھ بھی محقق نہیں ہے، اور علامات باہم متعارض ہیں، یا کوئی بھی علامت مرد یا عورت کی نہیں ہے تو نکاح اس کا باطل ہے؛ منعقد نہیں ہوا، اور مہر وغیرہ واپس کیا جاوے۔ کما في الدّرّ المختار، کتاب النّکاح: هو...... عقد یفید ملك المتعة إلخ، من امرأة لم یمنع من نکاحها مانع شرعي فخرج الذّکر والخنثی المشکل إلخ(۲) اور اگر درحقیقت وہ عورت ہے اور علامت عورت کی اس میں موجود ہے؛ لیکن بہ وجہ تنگی سوراخ مجامعت اس سے نہیں ہوسکتی تو نکاح منعقد ہوگیا؛ لیکن مرد کو اختیار ہے کہ بہ وجہ وطی نہ ہوسکنے کے اس کو طلاق دے دیوے اور طلاق قبل دخول وخلوت صحیحہ میں نصف مہر شوہر کے ذمہ لازم ہوتا ہے۔ کذا في الدّرّ المختار(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۵۴/۷-۱۵۶)

جس خنثیٰ عورت کی پستان ابھری ہوئی نہ ہو اُس سے نکاح درست ہے

سوال: (۸۲۷) عورت خنثیٰ کے جو کل اعضا قائم ہوں، مگر پستان ابھری ہوئی نہیں، آیا اس کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۸۲۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: خنثیٰ اگر مشکل ہو تو اس سے نکاح نہیں ہوسکتا، اور اگر خنثیٰ غیر مشکل ہے تو اگر وہ مرد ہے تو عورت سے، اور اگر عورت ہے تو مرد سے اس کا نکاح صحیح ہے، درمختار میں ہے: فخرج الذّکر والخنثی المشکل إلخ(۴) (کتاب النّکاح) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۵۲/۷-۱۵۳)

---

(۱) یہ سوال رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔۱۲

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵۱/۴-۵۳، کتاب النّکاح.

(۳) ویجب نصفه بطلاق قبل وطءٍ أو خلوة (الدّرّ المختار) قوله: (ویجب نصفه) أي نصف المهر المذکور. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۱۷۱/۴-۱۷۲، کتاب النّکاح، باب المهر) ظفیر

(۴) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵۳/۴، کتاب النّکاح.

أي أن إیراد العقد علیهما لایفید ملك استمتاع الرّجل بهما لعدم محلّیتهما له، وکذا علی الخنثیٰ لإمرأةٍ أو لمثله إلخ. (ردّ المحتار: ۵۳/۴، کتاب النّکاح)

اگر عورت کا خنثیٰ مرد سے نکاح ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۸۲۸) ایک عورت جس کی شادی کو پندرہ سال ہوئے، وہ پانچ برس خاوند کے گھر آباد رہ کر اپنے والدین کے گھر آ گئی، پھر خاوند کے گھر نہیں گئی، عورت اپنے شوہر کو خنثیٰ بتلاتی ہے، ایک غیر مرد سے تعلق کر لیا ہے اس سے دو بچہ بھی ہو گئے ہیں، خاوند طلاق نہیں دیتا، اگر وہ واقعی خنثیٰ ہے تو عورت کا نکاح اس سے صحیح ہو گیا یا نہیں؟ اور اس سے طلاق لینے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

(۱۳۴۳/۴۶۷ھ)

الجواب: شوہر اگر عنّین ہو تو نکاح ہو جاتا ہے، اور پھر حسب قاعدہ تاجیل وتفریق قاضی کے ذریعہ سے ہوتی ہے، اور عورت کے دعویٰ پر شوہر کو مہلت ایک سال کی بہ غرض علاج دی جاتی ہے، پھر اگر کچھ نفع نہ ہوا تو عورت کے دوبارہ دعویٰ کرنے پر قاضی تفریق کرا دیتا ہے، اور بدون تفریق قاضی کے نکاح فسخ نہیں ہوتا[1] اور اگر شوہر خنثیٰ مشکل ہو تو وہ نکاح موقوف رہتا ہے اس وقت تک کہ اس کا حال ظاہر ہو، پھر اگر ظاہر ہوا کہ وہ مرد ہے تو نکاح صحیح ہو جاتا ہے، یعنی جب کہ عورت اس سے نکاح کرے، جیسا کہ اس صورت میں ہے، اور اگر ظاہر ہوا کہ عورت ہے تو نکاح باطل ہو جاتا ہے، اور تاوقتیکہ اس کا حال ظاہر نہ ہو تو نکاح موقوف رہتا ہے، جیسا کہ درّ مختار میں ہے:

فخرج الذّكر والخنثى المشكل إلخ اور شامی میں ہے: **وكذا على الخنثٰى لامرأة أولمثله ، ففي البحر عن الزّيلعي في كتاب الخنثٰى: لو زوّجه أبوه أو مولاه امرأةً أو رجلًا لا يحكم بصحّته حتّٰى يتبيّن حاله أنّه رجل أو امرأة إلخ [2] وفي باب المهر منه: أمّا المشكل فنكاحه موقوف إلى أن يتبيّن حاله إلخ [3] (شامي)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۵۳/۷-۱۵۴)

---

(۱) وإذا كان الزّوج عنّينًا أجله الحاكم سنة فإن وصل إليها فبها وإلاّ فرّق بينهما إذا طلبت المرأة ذٰلك. (الهداية: ۲/۴۲۰، كتاب الطّلاق، باب العنّين وغيره) ظفیر

(۲) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۵۳، كتاب النّكاح.

(۳) ردّ المحتار: ۴/۱۸۷، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في أحكام الخلوة.

خنثیٰ سے نابالغہ لڑکی کا نکاح کردیا گیا ہو تو بعد بلوغ اس کا دوسرا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۸۲۹) ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کے والدین نے ایک مرد خنثیٰ سے کردیا، جس کا اعضاء تناسل بہت صغیر ہے، اور اس کی جڑ میں ایک سوراخ ہے اس میں سے پیشاب آتا ہے، بعد بلوغ لڑکی کے یہ بات ظاہر ہوئی، اس صورت میں اگر وہ لڑکی دوسرے شخص سے عقد کرنا چاہے تو بلا طلاق کرسکتی ہے یا نہ؟ (۲۷۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اگر وہ شخص جس سے نکاح اس لڑکی نابالغہ کا کیا گیا ہے، خنثیٰ مشکل ہے کہ اس کا مرد اور عورت ہونا متحقق نہیں ہے تو وہ نکاح موقوف رہتا ہے، بعد میں اگر متحقق ہوجاوے کہ مرد ہے تو نکاح صحیح ہوجاتا ہے، اور اگر متحقق ہوجاوے کہ وہ عورت ہے تو نکاح باطل ہے؛ کیوں کہ عورت کا نکاح عورت سے صحیح نہیں ہے، اور خنثیٰ مشکل وہ ہے کہ اس کے دونوں علامتیں ہوں؛ مرد کی بھی اور عورت کی بھی؛ یا کوئی بھی نہ ہو، اور اگر اخیر تک یہی اشکال باقی رہے کہ نہ اس کا مرد ہونا معلوم ہو نہ عورت ہونا تو نکاح باطل ہوجاتا ہے (۱)

صورتِ مسئولہ میں سائل نے یہ لکھا ہے کہ عضو تناسل اس کا بہت صغیر ہے اور اس کی جڑ میں سوراخ ہے کہ اس سے پیشاب آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ خنثیٰ نہیں ہے، بلکہ رجل ہے؛ لیکن نامرد اور عنین ہے، اس میں حنفیہ نے یہ تفصیل فرمائی ہے کہ اس صورت میں نکاح منعقد ہوجاتا ہے، پھر اگر عضو تناسل شوہر کا اس قدر صغیر ہے کہ مثل گھنڈی کے ہے کہ ادخال اس کا فرجِ زوجہ میں ممکن نہیں ہے تو حکم اس کا مجبوب یعنی مقطوع الذکر کا سا ہے کہ عورت کی طلب پر قاضی ان میں فوراً تفریق کرادے گا اور جو ایسا نہیں بلکہ عنین ہے تو ایک سال کی مہلت شوہر کو بہ غرض علاج

---

(۱) هو ...... عقد يفيد ملك المتعة أي حِلّ استمتاع الرّجل من امرأةٍ لم يمنع من نكاحها مانع شرعيٌّ فخرجَ الذّكرُ والخنثىٰ المشكل (الدّرّ المختار) أي أنّ إيرادَ العقدِ عليهما لا يفيد ملك استمتاع الرّجل بهما لعدمِ محلّيّتِهما إلخ. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۵۱/۴-۵۳، كتاب النّكاح) ظفير

دی جاتی ہے، اس کے بعد اگر عورت طلب کرے قاضی تفریق کرادیوے گا[1] مگر اس زمانے میں جب کہ قاضی نہیں تو حکم مسلّم فریقین یہ کام کرے گا، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو بدون طلاق دینے شوہر کے اور بدون گزرنے عدت کے اگر خلوت ہو چکی ہے دوسرا نکاح عورت کا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۴۸۱-۴۸۲)

غیر مختون کا نکاح درست ہے

سوال: (۸۳۰) سنا ہے کہ بدون ختنہ کے اگر لڑکے کا نکاح کر دیا جاوے تو نکاح صحیح نہیں ہوتا؛ یہ بات صحیح ہے یا غلط؟ (۱۲۱۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ غلط ہے کہ بدون ختنہ کے نکاح درست نہیں ہے؛ یہ جاہلوں کی باتیں ہیں، بدون ختنہ ہوئے نکاح صحیح ہے۔ کما هو مقتضى إطلاق النّصوص، قال في الدّرّ المختار: وللوليّ الآتي بيانه إنكاح الصّغير والصّغيرة جبرًا ولو ثيّبًا إلخ[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۱۵۷)

ختنہ شعارِ اسلام ہے، مگر رخصتی اس پر موقوف نہیں

سوال: (۸۳۱) زید ۲۵ سالہ مذہب اسلام میں داخل ہوا، اور اس کا نکاح ایک نومسلمہ نابالغہ سے ہوا، اب جب کہ منکوحہ زید بالغہ ہوئی تو اس کو رخصت کرنے کے لیے ختنہ کی شرط لگاتے ہیں، اور زید اس تکلیف سے گریز کرتا ہے یہ گناہ ہے یا نہیں؟ اور رخصت منکوحہ میں ختنہ کی شرط کرنا کیسا ہے؟ (۱۳۳۹/۳۸ھ)

الجواب: ختنہ کرانا شعار اسلام سے ہے، زید کا انکار کرنا ختنہ سے معصیت ہے اور مذموم ہے

---

(۱) إذا وجَدَت المرأةُ زوجها مجبوبًا أو مقطوعَ الذّكرِ فقط أوصغيره جدًّا كالزّرّ، ولو قصيرًا لا يُمكنه إدخالُه داخِل الفرجِ –إلى قوله: – فرّق الحاكم بطلبها …… بينهما في الحال إلخ، ولو وجدته عنّينًا …… أو خصيًا إلخ أجّل سنة إلخ فإن وطئ مرّة فبها وإلاّ بانت بالتّفريق …… بطلبها. (الدّرّ المختار: ۵/۱۳۲-۱۳۷، كتاب الطّلاق، باب العنّين وغيره) ظفیر

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۲۷، كتاب النّكاح، باب الوليّ.

ختنہ اس کو ضرور کرانا چاہیے [۱] باقی رخصت کرنا منکوحہ کا شرعاً اس پر موقوف نہیں ہے، اس کی زوجہ کو رخصت کر دینا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۵۲۰)

جنّیہ سے نکاح کرنا درست نہیں

سوال: (۸۳۲) انسان کا نکاح عورت جنّیہ سے درست ہے یا نہیں؟ امام شافعی علیہ الرحمہ کا اس صورت میں کیا مسلک ہے؟ (۳۲۷/ ۱۳۴۱ھ)

الجواب: انسان کی مناکحت جنات کے ساتھ درست نہیں ہے، اشباہ میں سراجیہ سے منقول ہے: **لا تجوز المناكحة بين بني آدم والجن** [۲] اور زواہر الجواہر میں ہے: **الأصحّ أنه لا يصحّ نكاح آدمي جنّية كعكسه لاختلاف الجنس، فكانوا كبقية الحيوانات** [۲] (شامي) اور اس میں ائمہ اربعہ میں سے کسی کا خلاف نقل نہیں کیا، صرف حضرت حسن بصریؒ سے اس کا جواز درّ مختار میں نقل کیا ہے [۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۱۵۱-۱۵۲)

جنّیہ ہونے کی حالت میں بیوی سے صحبت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۸۳۳) ہندہ پر ایک جنّیہ آتی ہے اور شوہر ہندہ سے محبت کمال رکھتی ہے، کیا ایسی حالت میں جب کہ ہندہ پر جنّیہ موجود ہو اور شوہرِ ہندہ؛ ہندہ سے صحبت کرے تو یہ صحبت جنّیہ کے ساتھ

---

(۱) لأنّ الختان سنّة للرّجال من جملة الفطرة لا يمكن تركها. (ردّ المحتار: ۹/ ۴۵۲، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النّظر والمسّ) ظفیر

(۲) ردّ المحتار: ۴/ ۵۴، كتاب النّكاح.

(۳) فخرجَ الذّكرُ والخنثى المشكلُ إلخ، والجنّيّةُ وإنسانُ الماءِ لاختلاف الجنس وأجاز الحسن نكاح الجنّية بشهود (الدّرّ المختار) باختلاف الجنس لأن قوله تعالىٰ: ﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا﴾ (النّحل: ۷۲) بيّن المرادَ من قولهِ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ﴾ (النّساء: ۳) وهو الأنثىٰ من بناتِ آدمَ فلاَ يثبتُ حِلُّ غيرِها بلا دليل، ولأنّ الجنّ يتشكّلُونَ بصورٍ شتّى، فقد يكونُ ذكرًا تشكّلَ بشكلِ أنثى إلخ، قوله: (وأجازَ الحسنُ) أيْ البصريُّ رضي اللّٰه عنه كما في البحر (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/ ۵۳-۵۴، كتاب النّكاح)

زنا ہوگا یا نہیں؟ اور اگر شوہرِ ہندہ بہ حالت مذکورہ جنّیہ سے نکاح کرے تو نکاح ہوجاوے گا یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۳۲۸ھ)

الجواب: حالت مذکورہ میں شوہرِ ہندہ؛ ہندہ سے صحبت کرسکتا ہے، اور یہ صحبت جنّیہ کے ساتھ زنا نہ ہوگا، اور نکاح انسان کا جنّیہ کے ساتھ صحیح نہیں ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۵۲/۷)

نافرمانی اور افعالِ قبیحہ کی وجہ سے بیوی نکاح سے نہیں نکلتی

سوال: (۸۳۴)......(الف) نافرمانی کی حالت میں عورت نکاح سے باہر ہوجاتی ہے یا نہیں؟

(ب) عورت منکوحہ بلا رضامندیٔ شوہر بلا پردہ بازاروں میں گھومتی ہے۔

(ج) عورت منکوحہ مثل طوائف پیشۂ زنا اختیار کرے۔

(د) روزِ نکاح سے مرد عورت کے نان نفقہ کی خبر گیری نہ کرے اور عورت مرد سے ناموافقت ہو اور زنا کے ذریعہ سے قُوت (روزی) حاصل کرے، تو از روئے شرع شریف ایسی عورت اپنے مرد کی زوجہ بننے کے قابل ہوسکتی ہے جس سے نکاح ہوا تھا۔ (۱۹۲۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)[2]

الجواب: (الف - د) ان افعال قبیحہ سے عورت اپنے شوہر کے نکاح سے باہر نہیں ہوئی[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۵۲۴/۷)

---

(۱) الأصحّ أنّه لایصحّ نکاح آدمي جنّیة کعکسهٖ لاختلاف الجنس فکانوا کبقیّة الحیوانات (ردّ المحتار: ۵۴/۴، کتاب النّکاح)

(۲) یہ سوال رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔۱۲

(۳) ارتداد یا شوہر کے طلاق دینے سے ہی بیوی نکاح سے نکلتی ہے۔

وارتداد أحدهما أي الزّوجین فسخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲۷۲/۴، کتاب النّکاح، باب نکاح الکافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون لیسا بأهل لإیقاع طلاق بل للوقوع)

ویقع طلاق کلّ زوج بالغ عاقل إلخ، لحدیث ابن ماجة: الطّلاق لمن أخذ بالسّاق. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۳۲۳/۴-۳۳۲، کتاب الطّلاق، مطلب طلاق الدّور)

لو تزوّج بامرأة الغیر عالمًا بذٰلك ودخل بها لا تجب العدّة علیها حتّٰی لا یحرم علی الزّوج وطؤها، وبهٖ یفتی، لأنّه زنا والمزني بها لا تحرم علٰی زوجها. (ردّ المحتار: ۱۰۹/۴، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات، قبل باب الولي) ظفیر

بدعت کرنے والی عورتوں کا نکاح رہتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۸۳۵) ہندوستان کی عورتیں اکثر واہیات عقیدہ اور کام برخلاف شرع کرتی ہیں، یہاں تک کہ بعض امور میں شرک کی نوبت آتی ہے؛ یعنی مزاروں پر جانا اور منت مراد وغیرہ مانگنا وغیرہ، ٹوٹکا کرنا، اس حالت میں ان کا نکاح رہتا ہے یا نہیں؟ اور توبہ کرنے پر بھی نکاح دوہرانا چاہیے یا پہلا ہی نکاح کافی ہے، بعض عورتیں سمجھانے سے بھی نہیں مانتیں اگر ان کو خرچ وغیرہ نہ دیا جاوے تو درست ہے یا نہیں؟ (۱۰۹/۱۳۳۹ھ)

الجواب: نکاح قائم ہے (۱) مگر ان سے توبہ کرانی چاہیے، اور آئندہ کو ایسے کاموں سے روکنا چاہیے، اور احتیاطاً تجدیدِ نکاح کر لینے میں بھی کچھ حرج نہیں ہے، اور ہمیشہ ان کو سمجھاتے رہنا اور تنبیہ کرتے رہنا چاہیے نفقہ ان کا جو واجب شرعی ہے اس کو روکنا نہ چاہیے۔ فقط واللہ اعلم (۷/۵۲۵)

جس کی بیوی کھلم کھلا زنا کرے اُس کا نکاح رہتا ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

سوال: (۸۳۶)...... (الف) عورت زانیہ جو کھلم کھلا زنا کرتی ہے، کیا ایسی عورت کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔

(ب) ایسے دیوث مرد اور اس عورت زانیہ کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیے؟ (۲۱۴۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) نکاح باقی ہے (۲)

---

(۱) وفي النّهر: تجوز مناكَحةُ المعتزلةِ لأنّا لا نُكفّر أحدًا من أهل القبلة، وإن وقع إلزامًا في المباحِث. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۰۲، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللاّتي يؤخذن غنيمةً في زماننا) ظفیر

(۲) بدليل الحديث أنّ رجلاً أتى النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم فقال: يا رسول اللّٰه! إنّ امرأتي لا تدفع يد لامس، فقال عليه الصّلاة والسّلام: طلّقها، فقال: إنّي أحبّها وهي جميلة، فقال عليه الصّلاة والسّلام: استمتع بها. (ردّالمحتار: ۴/۱۰۸، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات قبيل باب الولي)

==

(ب) ان کو کہا جاوے کہ توبہ کریں۔ فقط (ایسی صورت اختیار کی جاوے کہ اس حرام کاری سے میاں بیوی دونوں توبہ کریں، اور آئندہ بچنے پر مجبور ہوں۔ ظفیر) (۵۲۴/۷-۵۲۵)

جو شخص اپنی بیوی سے زنا کا پیشہ کراوے اس کا نکاح رہا یا ختم ہوگیا؟

سوال: (۸۳۷) جو شخص اپنی زوجہ سے زنا کرا کر کمائی اس کی خوشی سے کھاوے تو کیا اس کا نکاح فسخ ہوگیا یا نہیں؟ (۱۰۱۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: وہ شخص بڑا گنہ گار اور بے حیا ہے، اس کو توبہ کرنا لازم ہے، حدیث میں وارد ہے: إنّ لکلّ دین خلقًا وخلق الإسلام الحیاء[1] اور اس کی آمدنی بھی حرام ہے، حدیث میں ہے: ومهر البغي خبیث[2] اور اس کا استعمال کرنا بھی حرام ہے، حدیث میں ہے: قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم: لا یدخل الجنّة جسد غذّي بالحرام[3] اور زنا کرنے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ (۵۲۵/۷-۵۲۶)

جو ہمشیرہ سے زنا کا مرتکب ہو اُس کے ساتھ کیا کرنا چاہیے؟

سوال: (۸۳۸) ایک شخص کو اپنی ہمشیرہ حقیقی کے ساتھ زنا کرتے ہوئے عبدالغنی نے بہ چشم خود دیکھا اور اس کو جھڑکا، اس کو دو تین آدمیوں نے سنا، صبح کو لڑکی سے پوچھا اس نے مجمع میں اقرار کیا کہ اڑھائی مہینے سے ایسا کرتا ہے، ان کے ساتھ برادری کو کیا سلوک کرنا چاہیے؟ (۴۷۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

== لو زنت امرأة رجل لم تحرم علیه وجاز له وطؤها عقب الزّنا . (ردّ المحتار: ۸۸/۴، کتاب النّکاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۱) مشکاة المصابیح: ص: ۴۳۲، کتاب الآداب، باب الرّفق والحیاء وحسن الخلق، الفصل الثّالث، عن زید بن طلحة مرفوعًا.

(۲) مشکاة المصابیح: ص: ۲۴۱، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، الفصل الأوّل، عن رافع بن خدیج مرفوعًا.

(۳) مشکاة المصابیح: ص: ۲۴۳، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، الفصل الثّالث، عن أبي بکر مرفوعًا.

الجواب: ایک آدمی کی گواہی سے شرعاً زنا ثابت نہیں ہوتا، اور عورت کا اقرار مرد کے حق میں معتبر نہیں ہے؛ اس لیے شرعی کوئی حد ان پر نہیں لگ سکتی، البتہ جب کہ شبہ ہو گیا اور تہمت لگ گئی تو ان دونوں کو علیحدہ رکھا جاوے اور ایک جگہ نہ رہنے دیا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۵۱۹/۷)

بیوی کی بہن سے زنا کرنا موجبِ حرمت یا فسخِ نکاح نہیں

سوال: (۸۳۹) رابعہ کا نکاح زید سے ہوا، ہندہ رابعہ کی بہن اور زید سے زنا سرزد ہوا تو رابعہ کا نکاح ساقط ہوا یا نہ؟ (۱۹۷۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: رابعہ کا نکاح زید سے فسخ نہیں ہوا[(۱)] مگر ہندہ سے نکاح اس کا نہیں ہو سکتا اور جو فعل حرام سرزد ہوا، اس سے توبہ کرے اور ہمیشہ کو ہندہ سے علیحدہ رہے۔ فقط (۵۰۲/۷-۵۰۳)

اپنی شادی شدہ سالی سے زنا کیا تو اس مزنیہ سالی اور اس زانی کا نکاح باقی رہا یا ٹوٹ گیا؟

سوال: (۸۴۰) زید وعمر دونوں ہم زلف ہیں، عمر زید کی بیوی یعنی اپنی سالی کو لے کر مفرور ہو گیا اور کچھ عرصے تک اپنی سالی سے حرام کرتا رہا، اس کے بعد باہمی نزاع ہو کر مسمی عمر اس کو چھوڑ کر علیحدہ ہو گیا، اس عورت مذکورہ نے بلا طلاق کے نکاح کر لیا تو اس صورت میں اس کا اصلی شوہر مسمی زید اس کو اگر وہ رضامند ہو اپنے یہاں رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور آیا وہ عورت زید کے نکاح میں رہی یا نکاح سے باہر ہو گئی؟ دوسرے یہ امر کہ آیا عمر کی بیوی کا نکاح قائم رہا یا نہیں؟ کیوں کہ اس کے شوہر عمر نے اپنی سالی سے زنا کیا ہے؟ (۲۲۵/۱۳۳۵ھ)

الجواب: زید کے نکاح میں اس کی زوجہ داخل ہے مفرور ہو جانے اور زنا کاری سے وہ عورت زید کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی[(۲)] زید اس کو رکھے اور اس سے توبہ کرالے، اور عمر کا نکاح

---

(۱) وفي الخلاصة: وطئ أخت امرأته لا تحرم عليه امرأته. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۸۸/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفير

(۲) والمزني بها لا تحرم على زوجها. (ردّ المحتار: ۱۰۹/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب فيما لو زوّج المولى أمته) ظفير

اپنی زوجہ سے قائم ہے، سالی سے زنا کرنے سے اس کا نکاح باطل نہیں ہوا[1] البتہ عمر معصیت کا مرتکب ہوا توبہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۵۲۶/۷-۵۲۷)

بیوی کے ساتھ خلوت سے پہلے سالی سے زنا کیا تو بیوی حرام نہ ہوگی؟

سوال: (۸۴۱) مسماۃ عزت خاتون ومسماۃ اللہ نوازی ہر دو خواہر اند، مسماۃ اللہ نوازی بہ اللہ بخش نامی عقد نکاح کردہ اند وزفاف نہ شدہ، ہماں اللہ بخش با خواہر منکوحہ اللہ نوازی زنا کردہ، حالا آں اللہ نوازی براو حرام می شود یا نہ؟ بینوا بالبرھان. (۱۳۳۵/۲۵۵ھ)

الجواب: ازیں فعل فاحشہ منکوحہ اللہ بخش مسماۃ اللہ نوازی بروحرام نہ شدہ است[2] بلکہ ایں فعل فاحشہ یعنی زنا بخواہر زوجہ خود حرام است، باید کہ ازیں فاحشہ توبہ کند۔ قال في الدّرّ المختار: وحرم الجمع بين المحارم نكاحًا أي عقدًا صحيحًا وعدّةً إلخ ، وحرم الجمع وطأً بملك يمين بين امرأتين أيّتهما فرضت ذكرًا لم تحلّ للأخرى إلخ[3](الدّرّ المختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۵۵/۷-۳۵۶)

ترجمہ سوال: (۸۴۱) مسماۃ عزت خاتون اور مسماۃ اللہ نوازی دونوں بہنیں ہیں، مسماۃ اللہ نوازی نے مسمی اللہ بخش کے ہمراہ نکاح کیا اور زفاف (ہم بستری) نہیں ہوئی، اسی اللہ بخش نے منکوحہ اللہ نوازی کی بہن کے ساتھ زنا کرلیا، اب وہ اللہ نوازی اس کے اوپر حرام ہوجائے گی یا نہ؟

الجواب: اس فعل بد سے اللہ بخش کی منکوحہ مسماۃ اللہ نوازی اس کے اوپر حرام نہیں ہوئی ہے، بلکہ یہ فعل قبیح یعنی اپنی بیوی کی بہن کے ساتھ زنا کرنا حرام ہے، چاہیے کہ اس گناہ سے توبہ کرے۔ درمختار میں ہے: وحرم الجمع بين المحارم نكاحًا إلخ. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) وفي الخلاصة: وطيء أخت امرأته لا تحرم عليه امرأته. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۸۸/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۲) وفي الخلاصة: وطيء أخت امرأته لا تحرم عليه امرأته. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۸۸/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۹۳/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات.

اپنی بیوی کو طلاق دیے بغیر سالی کو ناجائز طریقہ سے بلا نکاح رکھ لے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۸۴۲) اگر کوئی شخص اپنی سالی کو بلا نکاح رکھ لے اور بچے بھی پیدا ہوں اور منکوحہ کو بلا طلاق علیحدہ کردے تو زوجہ کو طلاق ہوگئی یا طلاق لینے کی ضرورت ہے؟ (۹۲/۷-۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: طلاق لینے کی ضرورت ہے بدون طلاق کے پہلی زوجہ اس کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی اور سالی کو رکھنا بہ حالت موجودہ جائز نہیں ہے [۱] فقط واللہ اعلم (۴۷۲/۷)

بڑا بھائی اگر چھوٹے بھائی کی بیوی سے زنا کرے تو نکاح فسخ نہیں ہوا

سوال: (۸۴۳) بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کی زوجہ سے تعلق ناجائز کرلیا اور لڑکا پیدا ہوا تو عورت مذکورہ شوہر کے نکاح میں رہی یا نہ؟ (۱۴/۲۷-۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس صورت میں نکاح اس عورت کا فسخ نہیں ہوا، وہ عورت اپنے شوہر کے نکاح میں ہے [۲] وہ اگر چاہیے اپنے نکاح میں رکھے یا طلاق دے دے [۳] فقط واللہ اعلم (۴۹۹/۷)

زنا کریں تو کعبہ سے پھر جائیں کہنے کے بعد پھر زنا کیا تو بیوی سے نکاح رہا یا نہیں؟

سوال: (۸۴۴) زید کا ناجائز تعلق ہندہ بیوہ سے تھا، ایک دن زید و ہندہ نے کعبہ کی طرف

---

(۱) سالی کے ساتھ اس نے جو کچھ کیا وہ زنا کے حکم میں ہے، اور بیوی کا رشتہ طلاق کے بعد ہی ختم ہوسکتا ہے۔ ظفیر

(۲) لو زنت امرأة رجل لم تحرم عليه وجاز له وطؤها عقب الزّنا. (ردّ المحتار: ۸۸/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۳) لايجب على الزّوج تطليق الفاجرة ولا عليها تسريح الفاجر إلّا إذا خافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس أن يتفرّقا. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۰۸/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب فيما لو زوّج المولى أمته)

ہاتھ اٹھا کر قسم کھائی کہ اب یہ ناجائز فعل کریں تو کعبہ سے پھر جائیں، کئی دن کے بعد پھر دونوں مرتکب فعل ناجائز کے ہوئے، اب زید نے توبہ کرلی ہے، زید کے؛ نکاح کردہ بیوی بھی ہے، اب زید کے نکاح میں تو کچھ نقصان نہیں آیا؟ (۱۰۲۹/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: زید کا نکاح اس کی زوجہ سے باقی ہے؛ لیکن احتیاطاً تجدیدِ نکاح کرے اور آئندہ اس فعل قبیح سے احتراز رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۵۰۰)

حاملہ عن الزنا سے نکاح کرنے والے کو برادری سے خارج کرنا کب درست ہے؟

سوال: (۸۴۵) زید نے حاملہ عن الزنا سے نکاح کیا مگر زید کو برادری سے خارج کردیا اس صورت میں شرعًا کیا حکم ہے؟ (۷/۳۶۷-۱۳۳۹ھ)

الجواب: حاملہ عن الزنا سے نکاح درست ہے، لیکن اگر نکاح غیر زانی سے ہو تو اس کو تا وضع حمل وطی کرنا درست نہیں ہے، پس اگر اس نے قبل وضع حمل صحبت نہیں کی تو اس نے کوئی کام خلافِ شریعت نہیں کیا، اس کو برادری سے خارج نہ کرنا چاہیے، لیکن اس کو خوب تنبیہ کردینی چاہیے کہ قبل وضع حمل صحبت نہ کرے اگر اس نے صحبت کرلی تو پھر واقعی لائق متارکت ہے، اور اسی وجہ سے حالت حمل میں نکاح کرنے میں احتیاط مناسب ہے تا کہ وطی نہ ہوجاوے[1] فقط واللہ اعلم (۷/ ۵۰۴)

زانیہ کے مددگار گنہ گار ہیں

سوال: (۸۴۶) ایک بیوہ عورت بعد مرنے اپنے شوہر کے آوارہ اور بدچلن ہوگئی، چند مرتبہ مسلمانان نے اس کو سمجھایا مگر وہ باز نہیں آئی، ایک حمل ضائع ہوا اس کے بعد لڑکا پیدا ہوا جو زندہ ہے، اور وہ عورت نکاح کرنے سے انکار کرتی ہے، بعض لوگ عورت کے معین اور مددگار ہیں اور نکاح

---

(۱) وَصحّ نكاح حبلٰى من زنا إلخ، وإن حرم وطؤها و دواعيه حتّى تضع إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۱۰۶، كتاب النكاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللاّتي يؤخذن غنيمةً في زماننا) ظفير

ہونے سے مانع ہیں؛ ان کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۱/۳۳۳ھ)

الجواب: اس عورت کا جس طرح ہو نکاح کرا دینا چاہیے، اور جو لوگ اس کے مددگار ہیں اور نکاح نہیں ہونے دیتے وہ گنہ گار ہیں توبہ کریں (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۹۹/۷)

اپنی بیوی سے لواطت کرنا موجبِ فسخِ نکاح نہیں البتہ ایسا فعل کرنا قبیح ہے

سوال: (۸۴۷) زید نے اپنی زوجہ سے لواطت کی تو نکاح فاسد ہوا یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۲۶۷۶ھ)

الجواب: نکاح میں کچھ فساد نہیں آیا تو بہ کرے اور پھر ایسا فعل قبیح نہ کرے (۲) فقط واللہ اعلم (۵۰۱/۷)

طوائف کو گناہ سے بچانے کے لیے اُس سے نکاح کرنا افضل ہے یا اپنے کفو میں؟

سوال: (۸۴۸) ایک طوائف زید سے استدعا کرتی ہے کہ زید اس پیشہ کے ترک کرنے میں اس کی امداد کرے، یعنی زید اس سے عقد کرلے، آیا زید کو اپنے خاندان میں شادی کرنا شرعاً اچھا ہوگا یا بہ نظر ثواب اس طوائف کو عقد میں لانا اچھا ہے؟ (۱۳۴۰/۱۸۵۱ھ)

الجواب: زید کو اس سے عقد کرنا درست ہے، اور اس وجہ سے کہ اس کے نکاح کرنے سے وہ عورت تائبہ ہوتی ہے اس کو ثواب حاصل ہوگا؛ لیکن اگر زید کو اس وجہ سے عار ہو کہ غیر خاندان اور غیر کفو میں نکاح کرنے سے وہ مطعون ہوگا اور اس کا خاندان اس کو چھوڑ دے گا یا مطعون کرے گا،

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت: ۲)

(۲) بیوی سے لواطت حرام ہے، اور شوہر قابل تعزیر ہے۔ أو بوطء دبر، وقالا: إن فَعَلَ في الأجانب حُدَّ، وإن في عبدهٖ أو أمته أو زوجته فلا حدَّ إجماعًا بل يعزّر...... بنحو الإحراق بالنّار وهَدْمِ الجدارِ إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۳۴/۶-۳۵، كتاب الحدود، باب الوطء الّذي يوجب الحدّ والّذي لا يوجبه، مطلب في وطء الدّبر) ظفیر

تو پھر اپنے کفو میں ہی نکاح کرنا بہتر ہے، غرض یہ کہ نکاح اس زانیہ سے درست ہے [1] اور جب کہ وہ تائب ہوتی ہے اور اس کی توبہ واستقامت پر اطمینان ہے تو اس سے نکاح کرنے میں شرعاً کچھ حرج نہیں ہے، باقی اپنے مصالح قرابت داری اور خاندانی کو خود لحاظ کرلیوے، جیسا مصلحت ہو ویسا کرے شریعت اس سے نکاح کرنے پر مجبور نہیں کرتی اور مانع بھی نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم (۷/ ۵۱۶)

رنڈی کا پیشہ بہتر ہے یا شیعہ سے نکاح؟

سوال: (۸۴۹) رنڈی کو پیشہ کرکے کھانا اچھا ہے یا شیعہ سے نکاح کرنا اچھا ہے؟
(۲۰۲۸/ ۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: دونوں حرام وناجائز ہیں [2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۵۲۳-۵۲۴)

جو اپنی اولاد کو تخم حرام قرار دے اُس کا نکاح رہے گا یا نہیں؟

سوال: (۸۵۰) جو شخص اپنی منکوحہ کی اولاد کو تخم حرام قرار دے اس کے نکاح کی کیا صورت ہے؟ اور کیا بہ ذریعہ لعان مرد وعورت کا تعلق زوجیت ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ (۱۰۱۸/ ۱۳۳۷ھ)

---

(۱) وَصحّ نكاح حبلٰى من زنا إلخ، وإن حرم وطؤها و دواعيه حتّى تضع إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۱۰۶، كتاب النكاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللّاتي يؤخذن غنيمةً في زماننا)

(۲) عن رافع بن خديج قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: ثمن الكلب خبيث ومهر البغي خبيث الحديث. (مشكاة المصابيح: ص: ۲۴۱، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الأوّل)

وهي الزّانية ...... والمراد بمهرها أجرتها ثمّ إنّه أطلق الخبيث على الثّلاثة وهو في الأصل ضدّ الطّيّب فيطلق على الحرام. (لمعات التّنقيح شرح مشكاة المصابيح: ۵/ ۴۹۶-۴۹۷، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، المطبوعة: دار النّوادر، دمشق)

وَحرُم نكاح الوثنيةِ (الدّرّ المختار) وفي الفتح: ويدخل في عبدة الأوثان عبدة الشّمس — إلٰى قوله — وكلّ مذهب يكفر به معتقده. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/ ۱۰۱، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب مهمّ في وطء السّراري اللّاتي يؤخذن غنيمةً في زماننا) ظفیر

الجواب: اس کہنے سے نفی ولد کی نہیں ہوئی، اس کا نسب ثابت ہے، عالمگیری میں ہے: **ولا ینتفي بمجرّد النّفي وإنّما ینتفي باللّعان** (۱) اور لعان کرنے کے بعد تفریق کردینے سے حاکم کے طلاق بائن عورت پر واقع ہوتی ہے۔ **کما في الدّرّ المختار: فإن التعنا ولو أکثره بانت بتفریق الحاکم** (۲) لیکن لعان کے لیے چوں کہ دارالاسلام کا ہونا شرط ہے، اور وہ اس زمانے میں مفقود ہے، اس واسطے بدون طلاق دینے کے نکاح فسخ نہیں ہوسکتا۔ فقط واللہ اعلم (۷/۵۲۵-۵۲۶)

خاوند کا اپنی بیوی پر ناجائز تعلق کا بہتان لگانا اور بیوی کا ضداً اجنبی مرد کے ساتھ مذاق کرنا جائز نہیں

سوال: (۸۵۱) زید نے اپنی عورت سے کہا کہ تیرا تعلق ناجائز عمر کے ساتھ ہے لیکن یہ جھوٹ تھا کوئی تعلق نہ تھا، لیکن زید کے اس کہنے سے زید کی عورت کو غصہ اور ضد ہوئی اور عمر کے ساتھ مذاق کرنے لگی، آیا زید اپنی عورت کو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۲۶۶/۱۳۳۹ھ)

الجواب: زید کی زوجہ زید کے نکاح میں ہے اور زید کو یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اس کو طلاق دے، لیکن اس کی زوجہ کو یہ لازم ہے کہ اجنبی مرد سے مذاق نہ کرے، اور بے حجاب اس کے سامنے نہ آوے، اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے، اگر وہ ایسا نہ کرے گی تو عنداللہ اس پر سخت مواخذہ ہے، اس کو چاہیے کہ گزشتہ سب افعال ناشائستہ سے توبہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۵۰۳)

کسی کی بیوی جب جھوٹا دعویٰ کرے کہ میں فلاں کی بیوی ہوں اور شوہر بھی تائید کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۸۵۲) ہندہ بیوی عمر کی ہے، مگر زید ایک جائداد والے آدمی کے مرنے پر اس خیال سے کہ اس کی جائداد کی وارث بنے، ہندہ نے اور اس کے شوہر نے دعویٰ کیا کہ میں زید کی بیوی ہوں

---

(۱) الفتاوی الهندية: ۱/۵۳۶، کتاب الطّلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النّسب.

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵/۱۲۴-۱۲۵، کتاب الطّلاق، باب اللّعان، قبیل مطلب في الدّعاء باللّعن علی معیّنٍ.

اوراس پر گواہ پیش کیے، اورعمر نے بھی لالچ کی وجہ سے اقرار کیا کہ ہندہ زید کی بیوی ہے، اس صورت میں ہندہ کا نکاح عمر سے فسخ ہوایا نہیں؟ (۱۳۳۸/۲۱۳۶ھ)

الجواب: اس کذب بیانی سے ہندہ عمر کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی۔ کذا في الدرّ المختار والشّامي [1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۵۱۲/۷)

شوہر و بیوی ایک پیر سے بیعت ہوکر پیر بھائی بہن بن گئے تو نکاح پر کچھ فرق نہ پڑے گا

سوال: (۸۵۳) ایک شخص ایک شاہ صاحب کے مرید ہوئے ہیں اوران کی زوجہ بھی ان کی مرید ہوئی ہے اور بچے بھی ان ہی کے مرید ہیں، ایسی حالت میں اس عورت اور شوہر کا برتاؤ بہ دستور رہایا فرق ہوگیا اور زوجہ وشوہر پیر بھائی بہن ہوئے یا نہیں؟ (۱۱۶۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: شوہراورزوجہ اگرایک پیر سے مرید ہوگئے تو اس سے نکاح میں اور کسی معاملہ میں کچھ فرق نہیں آتا، بلکہ چاہیے کہ تعلق زوجیت کا زیادہ قوی ہوجاوے، آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خاوند وبیوی صحابہ میں سے دونوں ہی بیعت ہوتے تھے، اور ویسے بھی سب مسلمان مرد اور عورتیں بھائی بہن ہیں۔ ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ (سورۂ حجرات، آیت:۱۰) قرآن شریف میں وارد ہے، الحاصل اس میں کچھ وہم نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۵۲۲/۷-۵۲۳)

---

(۱) وينفذ القضاء بشهادة الزّور ظاهرًا وباطنًا حيث كان المحلّ قابلاً .... وإلاّ لا ينفذ اتّفاقًا كالإرث وكما لو كانت المرأة محرمة بنحو عدّة أو ردّة إلخ (الدّرّ المختار) قوله: (وكما لو كانت المرأة محرمة إلخ) هٰذا محترز قوله: حيث كان المحلّ قابلاً .... فإذا ادّعى أنّها زوجته وأثبت ذٰلك بشهادة الزّور وهو يعلم أنّها محرمة عليه بكونها منكوحة الغير أو معتدّته ...... فإنّه لا ينفذ باطنًا اتّفاقًا ...... وليس المراد بنفاذه ظاهرًا حل الوطء له .... أمّا الحل فهو فرع نفاذه باطنًا، وبما قرّرناه ظهر أنّه كالإرث. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۸۶/۸-۸۸، كتاب القضاء، فصل في الحبس، مطلب في القضاء بشهادة الزّور)

تجھ سے صحبت کروں تو اپنی ماں بہن سے کروں کہنے سے بیوی نکاح سے باہر نہیں ہوئی

سوال: (۸۵۴) مرد نے کہا زوجہ سے کہ اگر میں تجھ سے صحبت کروں تو اپنی ماں بہن سے کروں اس کہنے سے عورت نکاح سے باہر ہوگئی یا نہ؟ (۹۰۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: نکاح سے باہر نہیں ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۹۸/۷-۲۹۹)

کسی نے قسم کھائی کہ اگر میں فلاں کام کروں تو جس عورت سے نکاح کروں اس پر طلاق مغلظہ تو اس کے نکاح کیا صورت ہے؟

سوال: (۸۵۵) زید نے کسی معاملہ میں یہ قسم کھائی کہ اگر میں فلاں کام کروں تو جو نکاح کروں یا جس عورت سے نکاح کروں اس پر طلاق مغلظہ، اور پھر یہ کام کرلیا اور ایسے ہی چند قسمیں کھائیں اور توڑ دیں تو اب اس کے نکاح کی بعض تو یہ صورت بتاتے ہیں کہ بہ وجہ خوف زنا یا اس کو یقین زنا ہو تو ضرورت کی وجہ سے جائز ہے، اور ایک یہ صورت ہے کہ زید کا نکاح بہ ذریعہ وکیل فضولی ہو، اور زید اپنی زبان سے قبول کرے، ایک یہ کہ زید قبول بالفعل کرے، اگر زید یہ کہے کہ میں نے قبول کیا تو کیا حکم ہے؟ (۸۳۴/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: ایسی تعلیق میں دو صورتیں فقہاء نے عدم حنث کی لکھی ہیں: ایک یہ کہ فضولی اس کا نکاح کرے، اور وہ فعل سے اجازت دے؛ یعنی ایسا فعل کرے جس سے رضا ثابت ہو جاوے، زبان سے اجازت نہ دے، مثلاً یہ کرے کہ اس کا مہر بھیج دے، اور بعد مہر بھیجنے کے وطی یا تقبیل کرے تو حانث نہ ہوگا؛ یعنی طلاق واقع نہ ہوگی، اور دوسری صورت یہ ہے کہ لکھ کر دے دے کہ مجھے منظور ہے۔ درمختار میں ہے: **حلف لایتزوّج فزوّجه فضولي فأجاز بالقول حنث، وبالفعل، ومنه الکتابة إلخ لا یحنث**[1] پس معلوم ہوا کہ صورتِ اولیٰ اور صورتِ ثانیہ عدمِ حنث کی نہیں ہے

(۱) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵/۵۴۰، کتاب الأیمان، باب الیمین في الضّرب والقتل وغیر ذٰلك، مطلب: حلف لا یتزوّج فزوّجه فضولي.**

پہلی صورت تو جواز کی کسی نے لکھی ہی نہیں ہے، اور دوسری صورت میں چوں کہ قبول کرنا زبانی لکھا ہے اور نیز وکیل کا لفظ بھی ہے؛ اس لیے وہ بھی صورت عدم حنث کی نہیں ہوسکتی، صرف تیسری صورت عدم حنث یعنی عدم وقوع طلاق کی ہے یا کتابت کے ذریعہ سے قبول ہوتب جائز ہے[۱] فقط (۵۰۶/۷-۵۰۷)

کسی نے یہ کہا: جس عورت سے جتنی دفعہ نکاح کروں ہر دفعہ ''تین طلاق'' تو جواز نکاح کی کیا صورت ہے؟

سوال: (۸۵۶) ایک شخص نے کہا جس عورت سے جے دفعہ نکاح کروں میں ہر دفعہ اس کو تین طلاق ہے، اس صورت میں جواز نکاح کی کیا صورت ہے؟ (۱۳۳۷/۳۹۵ھ)

الجواب: اس صورت میں جب کبھی کسی عورت سے نکاح کرے گا اس پر تین طلاق واقع ہوجاوے گی، اور حیلہ جواز کا درمختار میں یہ لکھا ہے کہ فضولی کے نکاح کی اجازت فعل سے دیوے نہ قول سے۔ عبارت اس کی یہ ہے: **كلّ امرأة تدخل في نكاحي أو تصير حلالاً لي فكذا – أي طالق– فأجاز نكاح فضولي بالفعل–كبعث المهر مثلاً – لا يحنث إلخ**[۲] فقط (۵۰۷/۷)

شادی پر طلاق ثلاثہ کو معلّق کردے تو نکاح کی کیا صورت ہے؟

سوال: (۸۵۷) عمر کا ناجائز تعلق زید سے تھا، عمر نے زید سے یہ الفاظ کہلائے کہ اگر میں اس تعلق کو قطع کروں تو جب میں نکاح کروں میری بیوی پر تین طلاق، چندروز بعد زید نے یہ تعلق قطع کردیا، کوئی صورت اور گنجائش ایسی نکل سکتی ہے کہ یہ نکاح صحیح ہوجاوے۔ (۱۳۳۹/۱۷۷۲ھ)

---

(۱) قوله: (وبالفعل) كبعث المهر أو بعضه بشرط أن يصل إليها إلخ، قوله: (ومنه الكتابة) أي من الفعل ما لو أجاز بالكتابة لما في الجامع: حلف لا يكلّم فلانًا أو لا يقول له شيئًا فكتب إليه كتابًا لا يحنث. (ردّ المحتار: ۵۴۰/۵، كتاب الأيمان) ظفیر

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵۴۰/۵، كتاب الأيمان، باب اليمين في الضّرب والقتل وغير ذلك، مطلب: قال: كلّ امرأة تدخل في نكاحي فكذا.

الجواب: فقہاء حنفیہؒ نے حیلہ جوازِ نکاح وعدمِ وقوعِ طلاق کا اس صورت میں یہ لکھا ہے کہ اس کا نکاح کوئی فضولی بدون اس کے امر اور حکم کے کردیوے اور پھر یہ شخص جس کا نکاح ہوا ہے زبان سے اس کو قبول نہ کرے، بلکہ مہر کل یا بعض اس عورت کے پاس بھیج دے اور صحبت وتقبیل وغیرہ کرے، یہ نکاح صحیح ہوگا اور طلاق واقع نہ ہوگی۔ کما في الدّرّ المختار: **حلف لا یتزوّج فزوّجه فضولي فأجاز بالقول حنث وبالفعل ...... لا یحنث، به یفتی إلخ (الدّرّ المختار) قوله: (وبالفعل) کبعث المهر إلخ**[1] (الشّامي: ۳/۱۴۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۵۰۸-۵۰۹)

سوال: (۸۵۸) زید نے قسم کھائی کہ اگر میں یہ کام کروں تو میں جس کسی عورت سے اور جب کبھی نکاح کروں تو اس کو اسی وقت طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے، زید نے وہ کام کیا اور قاضی سے مسئلہ دریافت کیا، قاضی نے کہا کہ اب تیرے لیے کسی صورت میں بھی عورت حلال نہیں ہے، ایک شخص نے زید سے کہا کہ تو مرتد ہوجا، پھر مسلمان ہوکر کسی عورت سے اگر نکاح کرے گا تو صحیح ہوگا اس پر زید مرتد ہوگیا، پھر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوا اور ایک عورت سے نکاح کیا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۶۰۷ھ)

الجواب: اس صورت میں وہ شخص جس نے زید کو کہا کہ ''تو مرتد ہوجا الخ'' کافر ہوگیا۔ کذا في شرح الفقه الأکبر[2] اور یہ جو اس نے کہا کہ اس صورت میں حلالہ ساقط ہوجاوے گا غلط ہے، بلکہ بعد اسلام لانے کے بھی ضرورت ہے کہ اس کی زوجہ مطلقہ ثلاثہ دوسرے شخص سے نکاح کرے، اور وہ بعد وطی کے طلاق دے، اس وقت وہ عورت اس کے لیے حلال ہوسکتی ہے ورنہ نہیں، پس نکاح مذکور جو بلا حلالہ کے ہوا صحیح نہیں ہوا۔ کما في الشّامي: **فوجه الشّبه بین المسئلتین أنّ الرّدّة واللّحاق والسّبيّ لم تبطل حکم الظّهار واللّعان کما لم تبطل حکم الطّلاق إلخ**[3] فقط (۷/۵۲۰-۵۲۱)

---

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۵/۵۴۰، کتاب الأیمان، باب الیمین في الضّرب والقتل وغیر ذٰلك، مطلب: حلف لا یتزوّج فزوّجه فضولي.

(۲) من لقّن غیره کلمة الکفر لیتکلّم بها کفّر الملقّن ...... ومن أمر امرأة بأن ترتدّ أو أفتیٰ به المستفتیة کفر الآمر والمفتي إلخ. (شرح الفقه الأکبر: ص:۳۰۰-۳۰۱، فصل في الکفر صریحًا وکنایةً)

(۳) ردّ المحتار: ۵/۳۷، کتاب الطّلاق، باب الرّجعة، مطلب: حیلة إسقاط عدّة المحلِل.

مطلقہ بیوی کو تاعمر نان ونفقہ دینا اور اپنے گھر میں رکھنا کیسا ہے؟

سوال: (۸۵۹) ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دے کر اس کی ہمشیرہ سے نکاح کرلیا ہے، اور پہلی زوجہ صاحبِ اولاد ہے، اور یہ طلاق کسی مخالفت کی وجہ سے نہیں ہوئی بلکہ عورت نے اپنی ہمشیرہ کا نکاح اپنے خاوند سے کرانے کے لیے خود طلاق لی ہے، اور اس نے اپنے خاوند سے یہ شرط کی ہے کہ تم مجھ کو بجائے مہر کے تاحیات روٹی کپڑا دیتے رہو، اور یہ عورت مطلقہ اس کی ایک مکان میں علیحدہ رہتی ہے، آیا یہ شخص اگر اس عورت کو روٹی کپڑا مہر کے عوض میں یا بطور احسان کے دے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ عورت اس کے مکان میں علیحدہ رہ سکتی ہے یا نہیں؟ (۸۷۶/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: زوجہ اولیٰ کو طلاق دینے کے بعد جس وقت عدت اس کی طلاق کی گزر جاوے اس وقت زوجہ مطلقہ کی بہن سے نکاح درست ہے [1] اور زوجہ مطلقہ کا نفقہ بعد عدت کے شوہر کے ذمہ لازم نہیں ہے؛ لیکن اگر مہر میں سے اس کا نفقہ دیتا رہے یا تبرعًا اس کو روٹی کپڑا دیوے تو جائز ہے، اور علیحدہ مکان میں اگر عورت رہے تو کچھ حرج نہیں ہے، مگر شوہر طلاق دینے والا اس سے اختلاط نہ رکھے۔ درمختار میں ہے: **ولهما أن يسكنا بعد الثّلاث في بيت واحد إذا لم يلتقيا التقاء الأزواج ولم يكن فيه خوف فتنةٍ انتهٰی** [2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۵۰۹/۷)

دو بھائی اپنی بیویوں کو طلاق دے کر باہم بدل سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: (۸۶۰) دو بھائیوں کے نکاح میں دو بہنیں ہیں، دونوں بھائیوں نے دونوں کو طلاق دے دی، اور پھر چھوٹے بھائی سے بڑے کی بیوی نے نکاح کرلیا، اور بڑے سے چھوٹے کی بیوی نے،

---

(۱) وحرم الجمع بين المحارم نكاحًا أي عقدًا صحيحًا وعدّة ولو من طلاق بائن. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۹۳/۴، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات) ظفیر

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۸۲/۵، كتاب الطّلاق، باب العدّة، فصل في الحداد، مطلب: الحقّ أن على المفتي أن ينظر في خصوص الوقائع.

اب عورتیں اور مرد سب راضی ہیں کہ پھر اپنی اپنی بیوی لوٹا دیں، تو یہ از روئے شرع شریف طلاق دے کر جائز ہے یا نہیں؟ (۶۰۸/ ۲۹-۱۳۳۰ھ)(۱)

الجواب: ہر شخص طلاق دے کر اپنی بیوی سے بعد انقضائے عدت نکاح کر سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۵۱۵/۷)

رفع شر و فساد کی خاطر تجدیدِ نکاح کرنے میں کچھ حرج نہیں

سوال: (۸۶۱) کسی شخص نے ایک عورت بالغہ سے نکاح پڑھا لیا؛ لیکن اس شخص کے عزیز واقرباء جب آئے تو اس نے رفع شر اور فساد کے لیے کہ یہ ناراض ہوں گے کہ ہماری عدم موجودگی میں کیوں نکاح ہوا، تجدیدِ نکاح کر لی اس میں کچھ حرج تو نہیں ہے؟ (۲۲۸/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اگر وہ ناکح کفو اُس عورت کا ہے تو نکاح صحیح ہو گیا، اور بہ خوف فساد اگر اولیاء کے سامنے پھر تجدیدِ نکاح کر لی گئی اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے، اور نکاح سابق صحیح ہے (۲) فقط (۷/ ۲۱۰-۲۱۱)

نابالغ زوجین کا بلوغ کے بعد تجدیدِ نکاح کرنا ضروری نہیں

سوال: (۸۶۲) زید و ہندہ کا نکاح نابالغی میں ہوا تھا، بعد بلوغ وہ تجدیدِ نکاح کرنا چاہتے ہیں کیوں کہ مہر وغیرہ یاد نہیں ہے؟ (۲۶۷۶/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: تجدید نکاح میں دوبارہ شرعًا کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (لیکن شرعًا جب نکاح ہو چکا ہے، تو اس کی ضرورت نہیں ہے؛ کیوں کہ نابالغی کا نکاح بہ ذریعہ ولی جائز ہے۔ ظفیر) (۵۰۱/۷)

---

(۱) سوال وجواب رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیے گئے ہیں۔۱۲

(۲) فنفذ نكاح حرّة مكلّفة بلا رضا ولي ، والأصل أن كلَّ مَن تصرَّف في مالهٖ تصرّف في نفسهٖ وما لا فلا، وله أي للوليّ إذا كان عصبةً إلخ، الاعتراض في غير الكفء. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/ ۱۱۵-۱۱۶، كتاب النّكاح، باب الوليّ) ظفیر

جن لوگوں کو نکاح کا علم ہے اُن کو شہادت نکاح کی دینا لازم ہے

سوال: (۸۶۳) رحیم بی بی کا نکاح پانچ سال ہوئے غلام محمد سے ہوا تھا، مسماۃ مذکورہ نے فسخ نکاح کا دعویٰ کیا ہے، شہاب الدین کو نکاح کا پورا علم ہے؛ لیکن اس وقت وہ منکر ہوگیا ہے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟ (۲۵۴۶/۱۳۴۲ھ)

الجواب: جب کہ نکاح مسماۃ مذکورہ کا بہ قاعدہ شرعیہ ہو چکا ہے تو شوہر کو چاہیے کہ نکاح کے گواہ عدالت میں پیش کرے، اور جن لوگوں کو علم نکاح کا ہے ان کے ذمہ لازم ہے کہ وہ شہادت نکاح کی دیویں ورنہ وہ گنہ گار رہوں گے (۱) اور شخص مذکور جو کہ باوجود علم کے نکاح مذکور سے منکر ہے شرعًا فاسق وعاصی ہے، اس کو اس فعل سے توبہ کرنی چاہیے، اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس سے متارکت کی جاوے اور اس کو برادری سے خارج کیا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۵۱۳/۷)

مرحومہ ماں نے لڑکی کا عقد کرنے کے لیے جو وصیت کی ہے وہ قابل اعتبار نہیں

سوال: (۸۶۴) ایک عورت مرحومہ یہ وصیت کر گئی ہے کہ میری لڑکی نابالغہ کا عقد نبی بخش کے لڑکے سے نہ کریں، اس وصیت کی وجہ سے لڑکی کا عقد اس لڑکے سے کرنا چاہیے یا نہیں؟ (۲۲۳۱/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس بارے میں مرحومہ کی وصیت کا کچھ اعتبار نہیں ہے، نانی کا حق مقدم ہے (؟) اور جہاں وہ مناسب سمجھے نابالغہ کا نکاح کر دے، مرحومہ کی وصیت کا اس بارے میں کچھ اعتبار نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۵۱۲/۷)

اولاد کے باب میں شوہر کے وعدۂ نکاح کا پورا کرنا ضروری نہیں

سوال: (۸۶۵) زید کا نکاح خالد کی دختر سے اس شرط پر ہوا کہ وہ اپنی زوجہ کے بطن سے

---

(۱) ویجب أدائها بالطّلب ولو حكمًا إلخ لوفي حقّ العبد إلخ. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۱۵۵/۸، كتاب الشّهادات) ظفیر

جولڑکی ہوگی خالد کے لڑکوں کی اولاد میں کسی ایک کو نکاح میں دے گا، زید و خالد دونوں فوت ہو گئے، زید کے لڑکی پیدا ہوئی، اب بالغہ ہے، اور خالد کا پوتا اب تک بالغ نہیں ہوا، علاوہ ازیں زید و خالد کا کفو جدا ہے، کیا زوجۂ زید کے ذمہ زید کے وعدے کا پورا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ یا زید کی زوجہ زید کے کفو میں لڑکی کا نکاح کر دے؟ (۲۳۵۰/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس وعدے کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے، اور زید کا اس قسم کا وعدہ اس کی زوجہ کے ذمہ پورا کرنا ضروری نہیں ہے، زید کی دختر کا نکاح کفو میں جہاں مناسب ہو کر دیا جاوے۔ فقط (۵۱۵/۷)

لڑکی کی شادی کے اخراجات باپ کے ذمہ ہیں

سوال: (۸٦٦) بیٹی کی شادی میں جو خرچ ہوتا ہے وہ باپ کے ذمہ ہے یا بیٹی کے؟ (۳۵۵/۱۳۳۹ھ)

الجواب: جو خرچ ضروری کپڑے و زیور وغیرہ کا ہے وہ باپ اپنی طاقت کے موافق کرے، اور فضولیات اور خلافِ شرع کاموں میں کچھ خرچ نہ کرے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۵۰۳/۷-۵۰۴)

---

(۱) درج ذیل احادیث وغیرہ جن کو مفتی ظفیر الدینؒ نے شامل جواب کیا تھا، ہم نے ان کو حاشیہ میں رکھا ہے، کیوں کہ یہ رجسٹر نقولِ فتاویٰ میں نہیں ہیں۔

عن أبي سعيد وابن عبّاس قالا: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: من وُلد لهٗ ولد فليحسن اسمه وأدّبه فإذا بلغ فليزوّجه ، فإن بلغ و لم يزوّجه فأصاب إثمًا فإنّما إثمه علىٰ أبيه.

وعن عمر بن الخطّاب وأنس بن مالك عن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: في التّوراة مكتوب: من بلغت ابنته اثنتي عشرة سنة، ولم يزوّجها فأصابت إثمًا فإثم ذٰلك عليه. (مشكاة المصابيح: ص:۲۷۱، كتاب النّكاح، باب الولي في النّكاح إلخ، الفصل الثّالث)

وتجب النّفقة بأنواعها على الحرّ لطفله يعمّ الأنثىٰ .... وكذا تجب لولده الكبير العاجز عن الكسب كأنثىٰ مطلقًا. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲٦۸/۵-۲۷۰، كتاب الطّلاق، باب النّفقة، مطلب: الصّغير والمكتسِب نفقةً في كسبه لا علىٰ أبيه)

بارات کو کھانا دینا اور کھانا کیسا ہے؟

سوال: (۸۶۷) زید کے لڑکے کی شادی عمر کی لڑکی سے ہونے والی ہے، عمر حسبِ ترویج برادرانہ زید کو طعام بارات کھلانا چاہتا ہے، زید انکاری ہے، اور کہتا ہے کہ رسم و ریت کی ترویج مسلمانوں نے ہندوؤں سے سیکھی ہے، اور نیز اس دعوت بارات کا ثبوت قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر میں نہیں پایا جاتا، لہٰذا ہم کو بہ وجہ التزام مالایلتزم وشعارِ ہندوان کی وجہ سے اس سے بچنا ضروری ہے، عمر کہتا ہے کہ یہ خیال محض لغو ہے، بارات کا کھانا عقد ام المومنین امّ حبیبہؓ سے صاف ثابت ہے، کیوں کہ لڑکی کی جانب سے ملک حبش میں دعوت ہوئی تھی، علاوہ بریں ولیمۃ العرس کا مسنون ہونا ثابت ہے اور لفظ عروس کا اطلاق مرد عورت ہر دونوں پر ہوتا ہے، لہٰذا اس دعوت بارات کا کھانا شرعاً جائز ہے، پس از روئے شرع شریف ان دونوں قولوں میں کونسا قول صحیح و درست ہے؟ اور بارات کا کھانا عندالشرع کیسا ہے؟ اور ملک حبش میں جو دعوت بہ وقت عقدِ اُمّ حبیبہؓ ہوئی تھی شاہ نجاشی کی طرف سے جو وکیلِ جناب رسالت پناہ علیہ الصلاۃ والسلام تھا ہوئی تھی، یا خالد بن مسعود وکیل حضرت اُمّ حبیبہؓ کی طرف سے ہوئی تھی۔ بینوا؟ (۶۱۲/۲۹-۱۳۳۰ھ) (۱)

الجواب: یہ ظاہر ہے کہ رسوم کی پابندی جس درجہ پہنچ گئی ہے وہ شرعاً مذموم ہے کہ ان کو لازم سمجھا گیا ہے، یا معاملہ بہ منزلہ لازم کے ان کے ساتھ کیا جاتا ہے، اور ان کے ترک کو عار سمجھا جاتا ہے، اور گوارا نہیں ہوتا کہ اس عار کو اختیار کیا جاوے، اگرچہ قرض کی نوبت آوے، اور اگرچہ سود کے ذریعہ سے قرض حاصل ہو، تو ظاہر ہے کہ اس قسم کی پابندی نامشروع کو شریعت مطہرہ کسی طرح جائز نہیں رکھتی، البتہ اگر بارات کا کھلانا محض بہ طور دعوت احباب واظہارِ مسرت ہو بہ شرط عدم ارتکاب منہیات ومحظورات شرعیہ تو اس میں کچھ حرج نہیں، غرض فی نفسہ اس میں کچھ خرابی نہیں، عوارض معروفہ سے خرابی آتی ہے، باقی ولیمۃ العرس یہ نہیں ہے اور بجائے اس کے اگر اس موقع پر مسرت کے اظہار کے لیے دعوت کی تو وہ نہ بارات کو کھانا کھلانا ہے نہ کہ ولیمہ کے طور سے ہے، البتہ اباحت میں اس کی بہ شرط عدم لزوم مفاسد کلام نہیں ہے، ولیمہ جو مسنون ومشروع ہے مخاطب اس کے رجال ہیں

---

(۱) سوال وجواب رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیے گئے ہیں۔ ۱۲

اور زوج کی طرف سے ہوتا ہے؛ چنانچہ احادیث وتعامل سے یہ ظاہر ہے، فعل وقول آنحضرت ﷺ اس پر صراحۃً دال ہے، زیادہ تطویل کی اس میں حاجت نہیں، بہ اجماع امت یہ مسلم ہے کہ ولیمہ مردوں کی طرف سے ہوتا ہے، اور مشروع ہونا ولیمہ کا علی بعض الاقوال اسی کو مقتضی ہے، نہ عورتیں کہیں اس فعل کی مخاطب ہوئیں اور نہ کسی عورت نے اس کو کیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (کتبہ: عزیز الرحمٰن عفی عنہ دیوبندی)[1] (۷/۵۲۱-۵۲۲)

باپ کا لڑکی کے مہر میں سے نصف مہر پیشگی لے کر باراتیوں کو کھانا کھلانا کیسا ہے؟

سوال: (۸۶۸) زید اپنی لڑکی کا نکاح بہ عوض ہزار روپے مہر کے اس شرط پر کرنا چاہتا ہے کہ ہزار روپے دَین مہر میں سے پانچ سو روپے پہلے معجّل دے دو، اور اس روپیہ کو ہم باراتیوں اور مہمانوں کے کھانا کھلانے میں خرچ کریں گے، پس اس شرط پر نکاح کرنا اور لینا دینا کیسا ہے؟

(۲۵۷۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں نکاح صحیح ہے، باقی اگر لڑکی صغیرہ ہے تو ہر چند کہ باپ کو اس کے مہر معجّل کے وصول کرنے کا حق ہے، لیکن امورِ مذکورہ میں صرف کرنا اس کا جائز نہیں ہے، اور اس لیے لینا اس کو درست نہیں ہے۔ درمختار میں ہے: **لأب الصّغیرة المطالبة بالمهر و للزّوج المطالبة بتسلیمها**[2] **وفي الشّامي: أدرکت وطلبت المهر من الزّوج فادّعٰی الزّوج أنّه دفعه إلی الأب في صغرها وأقرّ الأب به لا یصحّ إقراره علیها لأنّه یملك القبض في هذه الحالة فلا یملك الإقرار به وتأخذ من الزّوج إلخ**[2] اور اگر وہ لڑکی بالغہ ہے تو بدون اس کی اجازت کے باپ کو اس کے مہر وصول کرنے کا اختیار نہیں ہے جیسا کہ روایت مذکورہ شامی سے ظاہر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۴۷-۲۴۸)

---

(۱) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔۱۲

(۲) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/۲۳۵، کتاب النّکاح، باب المهر، مطلب: لأبي الصّغیر المطالبة بالمهر.

لڑکی کے اولیاء کا لڑکے والوں سے روپیہ لینا درست نہیں

سوال: (۸۶۹) آج کل رواج ہوگیا ہے کہ لڑکی کا والد روپیہ لے کر نکاح کرتا ہے، اور مرد خوشی خواہ ناراضی سے دے دیتا ہے یہ رواج جائز ہے کہ نہیں، اور ایسا نکاح صحیح ہوجاتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۲۳۸ھ)

الجواب: روپیہ لینا درست نہیں ہے، اس کا واپس کرنا ضروری ہے[۱] اور نکاح صحیح ہے[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۵۰۳)

لڑکی کا نکاح روپیہ لے کر کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۸۷۰) زید اپنی لڑکی کی شادی بکر کے لڑکے سے اس شرط پر کرتا ہے کہ مجھ کو قبل شادی کے تم پانچ سو روپے علاوہ دَینِ مہر کے دو؛ تاکہ میں اس روپے سے مہمانوں کی ضیافت کروں، پس اس روپے کا لینا اور اس شرط پر نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۵۷۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ رشوت ہے اور یہ لینا دینا جائز نہیں ہے۔ أخذ أهل المرأة شيئًا عند التّسليم فللزّوج أن يستردّه لأنّه رشوة إلخ[۳] اور نکاح صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۴۲)

---

(۱) ومن السّحت ما يأخذه الصّهر من الختن بسبب بنته بطيب نفسه حتّى لو كان بطلبه يرجع الختن به. (ردّ المحتار: ۹/۵۲۱، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع)

أخذ أهل المرأة شيئًا عند التّسليم فللزّوج أن يسترده لأنّه رشوة. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۲۹، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب: أنفق علىٰ معتدّة الغير)

(۲) ولٰكن لا يبطل النّكاح بالشّرط الفاسد وإنّما يبطل الشّرط دونه يعني لو عقد مع شرط فاسد لم يبطل النّكاح بل الشّرط. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۱۱۲، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، قبيل باب الوليّ) ظفیر

(۳) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۲۹، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب: أنفق علىٰ معتدّة الغير.

روپیہ لے کرلڑکی کا نکاح کیا تو ہوا یا نہیں؟

سوال: (۸۷۱) زید اپنی بیٹی کا نکاح سو دو سو روپیہ لے کر خالد سے کردے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۲۵۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: ایسی رقم کے لینے کو فقہاء نے رشوت قرار دے کر واجب الرد قرار دیا ہے۔ کما في الدّرّ المختار: أَخَذَ أهل المرأة شيئًا عند التّسليم فللزّوج أن يسترده لأنّه رشوة إلخ [1] وفي ردّ المحتار: وكذا لو أبٰى أن يزوّجها إلخ (وفيه قبله:) حتّٰى يأخذ شيئًا إلخ [1] (شامي: ۲/ ۳٦٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۶۴/۷)

لڑکی کے ولی کو شوہر یا اس کے ولی سے روپیہ لینا درست نہیں ہے

سوال: (۸۷۲) لڑکی والوں کو شوہر کی طرف سے بہ وقت نکاح روپیہ لینا کیسا ہے؟ (۱۵۴۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ روپیہ اولیاء دختر کو لینا درست نہیں ہے، فقہاء نے اس کو رشوت قرار دیا ہے۔ درمختار میں ہے: أخذ أهل المرأة شيئًا عند التّسليم فللزّوج أن يسترده (لأنّه رشوة إلخ. وفي الشّامي: وكذا لو أبٰى أن يزوّجها فللزّوج الاسترداد قائمًا أو هالكًا) [2] لأنّه رشوة. بزازية [1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۵۰۵/۷)

لڑکی والوں سے روپیہ لینا حرام ہے

سوال: (۸۷۳) ایک شخص نے نکاح کی تجویز کی، بعد کو معلوم ہوا کہ لڑکی چھوٹی ہے، پھر اسی لڑکی کے عوض دوسری لڑکی تجویز کی، اور لڑکی کے ہمراہ دو سو روپے دینے تجویز کیے، یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ یعنی لڑکی بھی دینے کی اور دو سو روپیہ بھی؟ (۲۶۱۵/۱۳۳۹ھ)

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/ ۲۲۹، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب: أنفق علٰى معتدّة الغير.

(۲) قوسین والی عبارت رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔ ۱۲

الجواب: اگر دوسری لڑکی کے اولیاء راضی ہیں تو نکاح درست ہے، اور دوسو روپیہ لینا حرام ہے، یہ رشوت ہے اس کو واپس کرنا چاہیے، اور پہلی لڑکی کے جو اولیاء ہیں ان کو اس کے نکاح کا اختیار ہے، جہاں مرضی ہو نکاح کریں اور جس سے اس کے نکاح کی تجویز ہوئی تھی اور پھر نکاح نہ ہوا تو اس کو کچھ اختیار اس لڑکی پر نہیں ہے، اور نہ وہ معاوضہ میں دی جاسکتی ہے یہ جہالت ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/۲۴۱)

روپیہ دے کر بیوہ کا نکاح کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۸۷۴) قوم آہن گر میں یہ رواج ہے کہ بدون روپیہ دیے نکاح بیوہ کا نہیں کرتے نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟ (۳۴۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: نکاح صحیح ہوجاوے گا لیکن روپیہ لینے اور دینے کا گناہ ہوگا[2] فقط (۷/۲۵۴)

کسی عیب کی وجہ سے شادی نہ ہوتو شادی کے لیے لڑکی کے والدین کو کچھ دینا یا شہوت کم کرنے کی دوا استعمال کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۸۷۵) چوں کہ میں نابینا ہوں میری شادی نہیں ہوتی، اگر لڑکی کے والدین کو کچھ روپیہ یا زمین دے کر شادی کرالوں تو جائز ہے یا نہ؟ یا شہوت کم کرنے کے لیے کچھ دوا کا استعمال کروں؟ (۱۷۷۶/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اگر بہ طور ہدیہ آپ لڑکی کے والدین کو کچھ روپیہ یا زمین دیویں اور وہ آپ سے لڑکی کا نکاح کردیویں تو جائز ہے، اور شہوت کم کرنے کے واسطے کسی دوا کا استعمال نہ کرنا چاہیے، بلکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس کا نکاح نہ ہوا ہو تو روزہ رکھنا اس کے لیے شہوت کو توڑتا ہے

---

(۱) إذا كان أحد العوضين أو كلاهما محرمًا فالبيع فاسد إلخ، وكذا إذا كان غير مملوك كالحرّ. (الهداية: ۳/۴۹، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد) ظفیر

(۲) أخذ أهل المرأة شيئًا عند التّسليم فللزّوج أن يسترده لأنّه رشوة. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۲۹، باب المهر، مطلب: أنفق علىٰ معتدّة الغير) ظفیر

اور کم کرتا ہے، پس تاوقتیکہ نکاح ہو روزہ کی کثرت رکھیں تا کہ بُرے خیال سے بچے رہیں [۱] فقط (۵۰۵/۷)

منگنی کے بعد جو دیا تھا، نکاح نہ ہونے کی صورت میں واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۸۷۶) جہاں منگنی ہوئی تھی وہاں نکاح نہیں ہوا، تو منسوبہ کو جو کچھ دیا گیا تھا اسے واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟ (رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: قال في الدّرّ المختار: خطب بنت رجل وبعث إليها أشياء ولم يزوّجها أبوها إلخ، يستردّ عينُه قائمًا إلخ، وكذا يستردُّ ما بعث هديّةً، وهو قائم دون الهالك والمستهلك إلخ [۲] معلوم ہوا کہ جب نکاح نہ ہوا تو جو کچھ اس نے اس وجہ سے دیا ہے اور وہ موجود ہے اس کو واپس لے سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۵۹/۷)

سوال: (۸۷۷) زینب بنت زید کی منگنی بکر ابن عمر سے ہوئی، عمر نے اپنے فرزند بکر کی جانب سے بہ وقت منگنی زیورات بہ طور چڑھاوا کے زینب کو دیے، ہنوز عقد نہیں ہوا تھا کہ بکر کا انتقال ہو گیا، عمر نے عدالت میں استرداد زیورات کا دعویٰ کیا، زینب وزید کی جواب دہی یہ ہے کہ شرعًا یہ زیورات مسترد نہیں ہو سکتے؛ اس لیے کہ زینب وزید بکر سے شادی کر دینے پر آمادہ تھے، بہ قضائے الٰہی بکر فوت ہو گیا، اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ عمر کہتا ہے کہ نکاح خواہ کسی طرح نہ ہوا ہو؛ استرداد شرعًا جائز ہے، چوں کہ چڑھاوا بدل نکاح ہے، جب کہ نکاح نہ ہو تو بدل قابل واپسی ہے، اور ''غایۃ الاوطار'' کی عبارت تائید میں پیش کرتا ہے، جس میں لکھا ہے کہ نکاح نہ ہو تو وہ چیز جو لڑکی کو دی گئی قابل واپسی ہے [۳] اس صورت میں شرعًا صحیح حکم کیا ہے؟ (۱۳۳۹/۲۴۷ھ)

---

(۱) ومن لم يستطع فعليه بالصّوم فإنّه له وجاء متّفق عليه. (مشكاة المصابيح: ص:۲۶۷، كتاب النّكاح، الفصل الأوّل، عن عبد الله بن مسعود مرفوعًا.

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲۲۶/۴، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب فيما يُرسِلُهُ إلى الزّوجة.

(۳) غاية الأوطار: ۶۵/۲، كتاب النّكاح، باب المهر.

الجواب: عبارات کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عمران زیورات کو اب واپس لے سکتا ہے، جیسا کہ عبارت ''غایۃ الاوطار'' منقولہ سوال سے ظاہر ہے[1] اور عرف بھی یہ ہے کہ جو چڑھاوا نکاح کی وجہ سے دیا گیا وہ بہ صورت نہ ہونے نکاح کے واپس ہوتا ہے، خواہ کسی وجہ سے نکاح نہ ہو۔ درّ مختار میں ہے: **خطب بنت رجل وبعث إليها أشياء ولم يزوّجها أبوها فما بعث للمهر يسترد عينه قائمًا إلخ وكذا يستردّ ما بعث هديةً وهو قائم إلخ**[2] فقط (اضافہ از رجسٹر نقولِ فتاویٰ)

شوہر رکھنا چاہتا ہو اور بیوی نہ رہنا چاہتی ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۸۷۸) ہندہ منکوحۂ زید، زید کے پاس رہنا نہیں چاہتی، اور زید ہندہ کو چھوڑنا نہیں چاہتا، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۸۲۶/۳۳-۱۳۳۲ھ)

الجواب: ہندہ کو ضرور ہے کہ زید کے پاس رہے، اور اس کی اطاعت کرے، بدون طلاق دینے زید کے یا خلع کرنے کے کوئی صورت زید سے علیحدگی کی نہیں ہے[3] فقط (۷/۱۶۰-۱۶۱)

اپنی بیوی کو جبرًا اس کے وطن سے اپنے وطن لانا کب درست ہے؟

سوال: (۸۷۹) زید نے عمر سے سوال کیا کہ خالد نے غیر وطن میں شادی کی تو کیا یہ اپنی بیوی کو جبرًا اپنے وطن میں لاسکتا ہے، عام اس سے کہ اس نے وہاں رہنے کا اقرار کیا ہو یا نہ کیا ہو، عمر نے جواب دیا کہ اس باب میں راجح امر کا (مفوّض)[4] برائے مفتی ہوتا ہے، چنانچہ علامہ شامی نے بحر سے فقیہ ابواللیثؒ اور فقیہ ابوالقاسم صفارؒ سے بلا رضامندیٔ عورت کے مطلقاً عدم جواز؛ اور (مختار)[4] میں

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔۱۲

(۲) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۲۶، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب فيما يُرسِلُهُ إلى الزّوجة.**

(۳) **أمّا نكاح منكوحة الغير ومعتدّته إلخ، لم يقل أحد بجوازه. (ردّ المحتار: ۵/۱۵۷، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب في النّكاح الفاسد والباطل)** ظفیر

(۴) مطبوعہ فتاویٰ میں (مفوّض) کی جگہ ''نصوص'' اور (مختار) کی جگہ ''درمختار'' تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقولِ فتاویٰ سے کی گئی ہے۔۱۲

اسی پرفتویٰ ہونے کی تصریح کا ہونا، اور محیط میں اسی کو مختار کہنا نقل کر کے تفویض الامر الی المفتی کے ساتھ جزم فرمایا، چنانچہ بحث طویل کے بعد فرمایا: فتعيّن تفويض الأمر إلى المفتي، وليس هٰذا خاصًّا بهٰذه المسئلة بل لو علم المفتي أنّه يريد نقلها من محلّة إلٰى محلّة أخرى في البلدة بعيدة عن أهلها لقصد إضرارها لا يجوز له أن يعينه علٰى ذٰلك أهـ[1] پس اگر شانِ خالد سے عدم اضرار ظاہر ہے؛ بہ ایں طور کہ پابند شرع متقی ہے تو مفتی کو چاہیے کہ فتویٰ جواز پر دیوے، اور اگر اضرار ظاہر ہے؛ بہ ایں طور کہ خالد فاسق فاجر ہے تو فتویٰ عدم جواز پر دیوے، پس عمر کا جواب صحیح ہے یا نہیں؟ (۲۲۶۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ جواب عمر کا صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۵۰۴/۷-۵۰۵)

شوہر بیوی کو اپنے ساتھ غیر ملک لے جا سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۸۸۰) ایک شخص زوجہ کو افریقہ لے جانا چاہتا ہے، دور دراز مسافت کی وجہ سے زوجہ اور اس کے اقارب انکار کرتے ہیں، شوہر مجبور کر کے لے جا سکتا ہے یا نہیں؟ شوہر کہتا ہے کہ مرد کا اپنی بیوی سے چار ماہ سے زیادہ غائب رہنا ممنوع ہے اور حضرت عمرؓ نے یہ حکم دیا تھا؛ یہ صحیح ہے یا نہ؟ (۱۶۰۱/۱۳۳۹ھ)

الجواب: فقہاء نے اس بارے میں یہ لکھا ہے کہ اس زمانے میں اس قدر دور دراز مسافت پر شوہر اپنی زوجہ کو لے جانے کو مجبور نہیں کر سکتا، اگر وہ خوشی سے جاوے تو خیر ورنہ جبراً نہ لے جاوے[2] اور حضرت عمرؓ کا اثر اگر ثابت ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنی زوجہ

(۱) ردّ المحتار: ۲۱۹/۴-۲۲۰، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في السّفر بالزّوجة.

(۲) ويسافر بها بعد أداء كلّه مؤجّلاً و معجّلاً إذا كان مأمونًا عليها وإلاّ ...... لا يسافر بها وبه يفتٰى كما في شروح المجمع، واختاره في ملتقى الأبحر ومجمع الفتاوىٰ واعتمده المصنّف وبه أفتٰى شيخنا الرّملّي، لكن في النّهر: والّذي عليه العمل في ديارنا أنّه لا يسافر بها جبرًا عليها، وجزم به البزّازي وغيره، وفي المختار: وعليه الفتوىٰ والتّفصيل في الشّامي. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۲۱۸/۴-۲۱۹، كتاب النّكاح، باب المهر، مطلب في السّفر بالزّوجة) ظفیر

سے زیادہ مدت تک غائب نہ رہے، کسی نہ کسی طرح جلد آجایا کرے[۱] اس سے جبراً زوجہ کو لے جانے کا جواز نہیں نکلتا[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۵۰۷-۵۰۸)[۳]

کسی کی ساس جب اُس کی بیوی کو نہ آنے دے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۸۸۱) فدوی کے نکاح کو ایک سال ہوا لڑکی بالغہ ہے؛ لیکن اس کی ماں اس کو بہکا کر بھیجنا نہیں چاہتی؛ شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۹/۱۰۰۰ھ)

الجواب: شریعت کا فتویٰ یہی ہے کہ تمہاری زوجہ تم کو ملنی چاہیے اور اس کی والدہ کو لازم ہے کہ رخصت کرنے میں تامل نہ کرے[۴] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۴۹۹-۵۰۰)

---

(۱) ویؤیّد ذٰلك أنّ عمر رضي اللّٰه عنه لمّا سمع في اللّیل امرأة تقول: ؎

فواللّٰہ! لو لا اللّٰه تُخشٰی عواقبُهٗ ❁ لزُحزح من هٰذا السّریر جوانبُهٗ

فسأل عنها فإذا زوجها في الجهاد، فسأل بنته حفصة: کم تصبر المرأة عن الرّجل؟ فقالت: أربعة أشهر، فأمر أمراء الأجنادِ أن لا یتخلّف المتزوّج عن أهلهٖ أکثر منها، ولو لم یکن في هٰذه المدّة زیادةُ مضارةٍ بها لما شرع اللّٰه تعالیٰ الفراق بالإیلاء فیها. (ردّ المحتار: ۲۸۴/۴، کتاب النّکاح، باب القسم)

(۲) ویسافر بها بعد أداء کلّه مؤجّلاً و معجّلاً إذا کان مأمونًا علیها وإلاّ .... لایسافر بها وبهٖ یفتٰی کما في شروح المجمع، واختاره في ملتقی الأبحر ومجمع الفتاویٰ واعتمده المصنّف وبهٖ أفتٰی شیخنا الرّملّي، لکن في النّهر: والّذي علیه العمل في دیارنا أنّه لا یسافر بها جبرًا علیها، وجزم به البزّازي وغیره، وفي المختار: وعلیه الفتویٰ والتّفصیل في الشّامي. (الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۴/ ۲۱۸-۲۱۹، کتاب النّکاح، باب المهر، مطلب في السّفر بالزّوجة) ظفیر

(۳) یہ جواب رجسٹر نقولِ فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔۱۲

(۴) ولا یمنعها من الخروج إلی الوالدین في کلّ جمعةٍ إن لم یقدرا علٰی إتیانها. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۵/ ۲۵۷، کتاب الطّلاق، باب النّفقة، مطلبٌ في الکلام علی المؤنسة)

معلوم ہوا کہ بیوی شوہر کے زیر حکم ہوتی ہے، ماں کے نہیں، جو ماں؛ میاں بیوی کے تعلقات میں دخل انداز ہوتی ہے، وہ شریعت کی نگاہ میں عاصی ہے، اور وہ اس طرح فتنے کے دروازے کھولتی رہے گی۔ ظفیر

مراہقہ لڑکی کو شوہر رخصت کراسکتا ہے

سوال: (۸۸۲) ایک لڑکی بہ عمر تیرہ سالہ جس کی شادی ہو چکی ہے، وہ اپنی والدہ کے پاس رہتی ہے، اور والدہ اس کی سخت بدچلن اور بدکارہ ہے، اس کے پاس رہنے کی وجہ سے لڑکی کے بگڑنے کا اندیشہ ہے، اور والدہ رخصت نہیں کرتی، شوہر لڑکی نے دعویٰ دخل زوجیت کردیا ہے، آیا بہ حالت موجودہ شوہر اس کو رخصت کراسکتا ہے یا بہ وجہ نابالغہ ہونے کے رخصت نہیں کراسکتا؟

(۲۵۱۹/۱۳۳۹ھ)

الجواب: تیرہ برس کی لڑکی مراہقہ ہے، لہٰذا شوہر اس کو رخصت کراسکتا ہے، خصوصاً بہ حالت اندیشہ مذکورہ شوہر اس کو اپنے پاس رکھنے کا مجاز ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷/ ۵۰۹-۵۱۰)

وضاحت: حدیث میں ہے: جب لڑکی بارہ { ۱۲ } سال کی ہو جائے تو اس کی شادی کردی جائے (۲) (مشکاۃ: ص: ۲۷۱) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عمر کے بعد لڑکی شوہر کے حوالہ ہو جانی چاہیے۔ظفیر

جس بیوی کو ابھی حیض شروع نہیں ہوا ہے اُس سے وطی درست ہے

سوال: (۸۸۳) زوجہ سے حیض آنے سے پہلے وطی درست ہے یا نہیں؟

(۷۶۷/ ۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) وقد صرّحوا عندنا بأنّ الزّوجة إذا كانت صغيرةً لا تطيقُ الوطء لا تُسلّمُ إلى الزّوج حتّى تُطيقَه، والصّحيحُ أنّه غير مقدّر بالسّنّ بل يُفوّض إلى القاضي بالنّظرِ إليها مِن سِمَنٍ أو هُزالٍ. (ردّ المحتار: ۴/ ۲۸۵، كتاب النّكاح، باب القسم) ظفير

(۲) عن عمر بن الخطّاب وأنس بن مالك عن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: في التّوراة مكتوب: من بلغت ابنته اثنتى عشرة سنة، ولم يزوّجها فأصابت إثمًا فإثم ذٰلك عليه (مشكاة المصابيح: ص: ۲۷۱، كتاب النّكاح، باب الولي في النّكاح إلخ، الفصل الثّالث)

الجواب: جب کہ زوجہ قریب البلوغ ہے، اگرچہ بالغہ نہ ہو وطی اس سے درست ہے[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۵۱۹/۷)

بیوی سے جماع کے لیے کوئی عمر متعین نہیں

سوال: (۸۸۴) عبداللہ کا نکاح شریفہ سے بہ عمر ۱۰ سال بہ شرائط شرعی ہو چکا، اور شریفہ کو گیارہ برس کی عمر میں حیض آ گیا تو اس سے عبداللہ ہم بستر ہونے کا مجاز ہے یا نہیں؟ (۶۸۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: مجامعت و ہم بستری اس سے درست ہے، کوئی شرط اس میں نہیں ہے[۲] قال اللہ تعالیٰ: ﴿الرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ الآیۃ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۳۴) وقال تعالیٰ: ﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ الآیۃ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۲۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۵۲۳/۷)

منکوحہ سے ہم بستر ہونے کے لیے اس کے ولی سے اجازت کی ضرورت نہیں

سوال: (۸۸۵) جب منکوحہ نابالغہ سے بالغہ ہو گئی ہو اور شوہر کے پاس ہو؛ کیا منکوحہ کے ورثہ کو ہم بستر ہونے کی اطلاع کرنا یا اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں؟ (۶۸۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: کچھ حاجت اطلاع کرنے اور اجازت لینے کی نہیں ہے[۳] فقط واللہ اعلم (۵۲۳/۷)

---

(۱) وقد صرّحوا عندنا بأنّ الزّوجة إذا كانت صغيرةً لا تطيقُ الوطءَ لا تُسلّمُ إلى الزّوج حتّى تُطيقَه، والصّحيحُ أنّه غير مقدّر بالسِّنِّ بل يُفوّض إلى القاضي بالنّظرِ إليها مِن سِمَنٍ أو هُزالٍ. (ردّ المحتار: ۲۸۵/۴، كتاب النّكاح، باب القسم) ظفیر

(۲) وقد صرّحوا عندنا بأنّ الزّوجة إذا كانت صغيرةً لا تطيقُ الوطءَ لا تُسلّمُ إلى الزّوج حتّى تُطيقَه، والصّحيحُ أنّه غير مقدّر بالسِّنِّ بل يُفوّض إلى القاضي بالنّظرِ إليها مِن سِمَنٍ أو هُزالٍ. (ردّ المحتار: ۲۸۵/۴، كتاب النّكاح، باب القسم) ظفیر

(۳) عن جابر قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: إنّ المرأةَ تُقْبِلُ في صورةِ شيطانٍ وتُدْبِرُ في صورةِ شيطانٍ، إذا أحدكم أعجبته المرأة فوقعت في قلبه فليعمد إلى امرأته فليواقعها الحديث. رواه مسلم. (مشكاة المصابيح: ص: ۲۶۸، كتاب النّكاح، باب النّظر إلى المخطوبة، الفصل الأوّل) ظفیر

حاملہ بیوی سے وطی کب تک جائز ہے؟
اور ولادت کے بعد کب وطی کرے؟

سوال: (۸۸۶) اپنی زوجہ حاملہ سے وطی کب تک جائز ہے؟ بعد ولادت کے کب وطی کرے؟ (۹۰۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اخیر تک جائز ہے، بعد ختم ہونے نفاس کے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۹۸/۷-۲۹۹)

عزل کرنا کب درست ہے؟

سوال: (۸۸۷) عزل کرنا کس وقت درست ہے؟ (۶۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: زوجۂ حرہ سے عزل مکروہ ہے، مگر جب کہ وہ اجازت دے دے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۵۱۹/۷)

---

(۱) ویُعزلُ عن الحُرّة .... بإذنها لکن في الخانیّة: إنّه یباحُ في زماننا لفسادہ، قال الکمالُ: فلیُعتبرْ عُذرًا مُسقطًا لإذنها. (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲۵۱/۴-۲۵۲، کتاب النّکاح، باب نکاح الرّقیق، مطلب: في حکم العزل وإسقاط الولد) ظفیر

دارالعلوم دیوبند کی اہم مطبوعات

مقدّمة ردّ المحتار (تحقيق جديد)	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند (۱ تا ۱۸)
أهل بيت النّبي صلّى الله عليه وسلّم	دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی نقوش
الفتنة الدّجّالية	علمائے دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج
العقيدة الإسلاميّة	تاریخ دارالعلوم دیوبند (اردو، انگریزی، ۲: جلد)
الخطاب المليح في تحقيق المهدي والمسيح	حیات اور کارنامے مولانا قاسم صاحبؒ
إزالة الرّيب عن عقيدة علم الغيب	حیات اور کارنامے حضرت شیخ الہندؒ
إغاثة الحيران	حیات اور کانارے حضرت مولانا رشید احمدؒ
انتباه المؤمنين	خیر القرون کی درس گاہیں
علماؤ ديوبند اتّجاههم الدّيني ومزاجهم	مختصر سوانح ائمۂ اربعہ
ردود علىٰ اعتراضات موجهة إلى الإسلام	سوانح قاسمی (مکمل، ۲: جلد)
الإسلام والعقلانية	حکمتِ قاسمیہ
الجواب الفصيح لمنكر حياة المسيح	آبِ حیات
الإمام محمّد قاسم النّانوتوي كما رأيته	عمدۃ الاثاث فی حکم الطلقات الثلاث
الحالة التّعليمية في الهند	احسن القریٰ فی توضیح اوثق العریٰ
حجّة الإسلام (عربي، اردو)	ادلّۂ کاملہ
الصّحابة ماذا ينبغي أن نعتقد عنهم	ایضاح الادلّہ
غنية المتملّي في شرح منية المصلّي	شوریٰ کی شرعی حیثیت
شيوخ الإمام أبي داوٗد السّجستاني	تدوین سیر ومغازی
علماؤ ديوبند وخدماتهم في علوم الحديث	آئینۂ حقیقت نما
الرأى النّجيح في عدد ركعات التّراويح (اردو)	Silk Letter Movement انگریزی ترجمہ (تحریک ریشمی رومال)
الحالة التّعليمية (مولانا حسین احمد مدنیؒ) (عربی)	اجودھیا کے اسلامی آثار

اسلام کا عائلی نظام (مفتی محمد وقار علی نالندوی)	حیاتِ اصغرؒ (مولانا مفتی ریاست علی ہری دواری)
ذکر فخر الہند (حضرت مولانا خضر محمد کشمیری)	محاضرات علمیہ بر موضوع رضاخانیت
کشف الحجاب	مقالات ابوالمآثر
مسیرۃ دار العلوم دیو بند (مکمل دو جلد)	معاوضہ علی التراویح
موسوعة علماء دیو بند	اثبات صانع عالم
دارالعلوم کا فتویٰ اور اس کی حقیقت	با ادب با نصیب
حفظ الرحمٰن لمذہب النعمان	اسلام اور عقلیات
ازالۃ الشکوک (مکمل ۲: جلد)	امام اعظم اور علم حدیث
قبلہ نما	مکتوبِ ہدایت
احکام المفید	تذکرہ حضرت شیخ الادبؒ (قاری آفتاب احمد امروہوی)
حجۃ الاسلام	مذہب اور تلوار
براہین قاسمیہ	مولانا اکبر آبادی کا ذکر جمیل (ڈاکٹر مفتی اشتیاق احمد)
غلط فہمیوں کا ازالہ	آئینہ حقیقت نما (مع تحقیق وتخریج)
قرآن محکم	جماعت اسلامی کا دینی رخ مکمل
مودودی مذہب (عزیز احمد قاسمی، بی اے جامعہ)	غیر مقلدیت اسباب وتدارک
چند اہم عصری مسائل (مکمل ۲: جلد)	یہود کے متعلق قرآنی پیشین گوئیاں
فرقہ اہل حدیث پاک وہند کا تحقیقی جائزہ	کثرتِ رائے کا فیصلہ
مجموعہ رسائل چاند پوری	نماز جنازہ میں قراءت فاتحہ دلائل شرعیہ......
مجموعہ رسائل شاہ جہاں پوری	جواب حاضر ہے
دارالعلوم دیوبند کا اتہاس (ہندی)	فقهاء الصّحابة و رواة الحديث......
علوم القرآن فی اصول التفسیر	نماز کے متعلق چند اہم مسائل کی تحقیق
مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند اوّل – ہفتم (جدید ترتیب)